ہست قرآن در زبانِ پہلوی
مثنوی مولوی معنوی
رحمۃ اللہ علیہ
مصنف: مولانا جلال الدین رومیؒ
ترجمہ
مولینا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی ۳۸۰ اردو بازار لاہور

حضرت مولانا کا مقبرہ اور اس کا ماحول
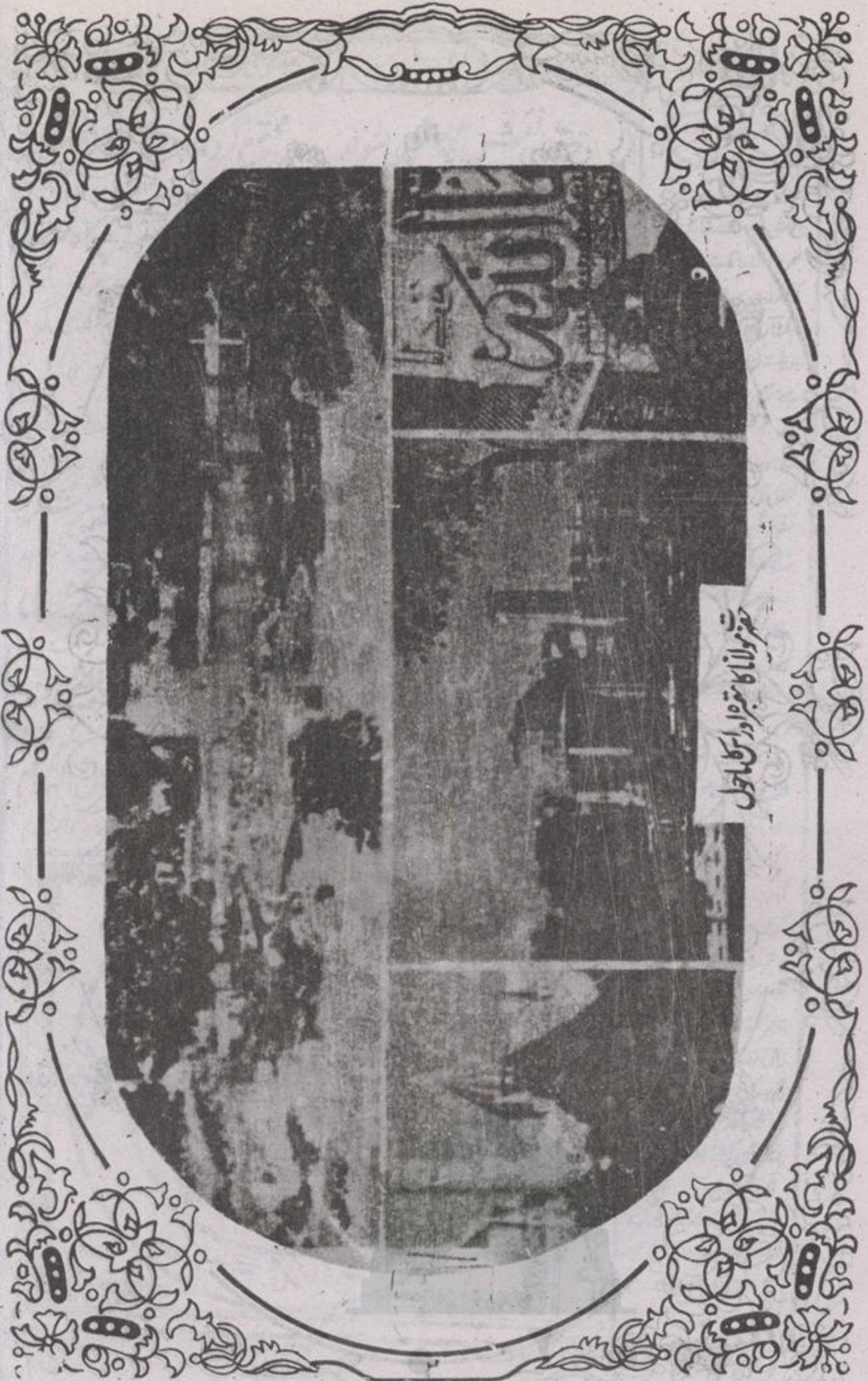
مُقدّمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لئے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاءاللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گا۔ جس وقت میں نے اِس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا، میری زبان و قلم اُس مُسبّب الاسباب، خدائے وہاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پر میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اِس کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر ۹ ستمبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون ۱۹۷۸ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا، صحت نے بھی اِس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر و حضر میں مُسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا، غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) بھی میرے اِس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مُسودے، پروف اور کاپی کی تصحیح میں اُس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُس کو دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے اور وہ دنیوی و اُخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظور الدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی، اُنھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری تمناؤں کو پورا کیا، میں اُن کے لئے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ ربّ العزت میں میرے لئے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرت حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام

کا شرف عطا فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت کردے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اُس کا اہل بنا دے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

خاتمہ

مولانائے رومؒ نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کر دیا کہ قلعہ ذات الصّور میں جو تین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناقص رہ گیا۔ نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی ناتمام رہ گیا۔ مولاناؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاء الدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد مکرم سے اِن دونوں قصّوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا۔

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن	بستہ ہو گیا۔ اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا۔

باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں	در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں
اس کا باقی بغیر زبان سے کہے ہوئے آجائیگا	اُس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہوگا

مولانا کے اِس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہلِ دل نے اِن مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اِس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیشِ نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل کیلئے خاتمہ تحریر فرمایا اور دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لئے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دَور کے علماء فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرت حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سن پیدائش ۱۲۳۰ھ اور سن وفات ۱۲۹۶ھ ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ كَانَ مُفْرِطَ الذَّكَاءِ سَرِيْعَ الْإِدْرَاكِ قَوِيَّ الْحِفْظِ حُلْوَ الْكَلَامِ "بہت ذہین جلد سمجھ جانے والے قوی الحافظ اور شیریں کلام تھے"۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "غذاء روح" میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

ہیں خلیفہ ان کے گرچہ بیشمار	لیک انمیں سے ہیں دو اعلیٰ وقار
انمیں سے دو شخص ہیں اہلِ ہدیٰ	ماہِ برجِ معرفت شمس الضحیٰ

یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب — فیض کے طالب ہیں جنکے لوگ سب
دوسرے شیخ محمدؒ مولوی — عِلم وزہد اُن کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھا تو فرمایا۔

اے کجا رفت آں تقی وآں نقی — مولوی شیخِ محمدؒ تھانوی
بُود دریائے بعلمِ ظاہری — بحرِ مواجے بعلمِ باطنی
درکلامش آنچناں تاثیر بُود — مردماں را ہوش وصبرے می بُود
قطبِ کامل بُود مقبولِ خدا — یا الٰہی پوشش دررحمت اُورا

مولانا شیخ محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفترِ ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بنار پر سردست ایسا نہیں ہوسک رہا ہے، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو انشاء اللہ اس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سردست تبرکاً اس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں، ابتدار اس طور پر فرمائی ہے۔

اے محمدؐ دیر شد جذبِ حُسام — ہمچو صمصامِ توہست اندر نیام
خوش بیا وازمیانش کش چو نور — تا شود تاریکیِ احوال دُور
یا الٰہی بخشش الٰہی بخش را — کز جلالش بود ذکرے در وَرا
دفترِ سادس مکمل کرد و رَفت — عُقدۂ کاں بُود ہم حل کرد و رَفت

آخری چند اشعار حسب ذیل ہیں

محو گرداں در جمالِ باکمال — چشم بے چشمک نما اے ذُوالجلال
دلدہی فرماد تسکینم بہ بخشش — دیں پناہم حاصلِ دیم بہ بخشش
آخرش تاچند ایں ہجران وفصل — بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وَصل

حضرتِ مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفترِ ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا رومؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن مولانا کی رائے میں یہ انتساب بالکل غلط ہے۔
مولانا نے اِس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

اے ضیاء الحق حُسام الدّیں سَعید
دولتت پاینده فقرت بر مزید

چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر
بر فراز چرخِ ہفتم کُن مقر

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے۔

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار
با تو دادیم اے قدیمِ کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مُفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ پیدائش ۱۱۶۲ھ، تاریخِ دفات ۱۲۴۵ھ

آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہوگئے۔ اسکے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اُنکی صحبت نے آپ کو کُندن بنا دیا اور اُنکے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے۔ اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپنے درس دینا شروع کردیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اِس حقیقت کا اُس سند سے اظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی۔ نواب ضابطہ خان نے آپ کے علم و فضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ سے اپنے لئے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ اُن سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے دلّی کو خیر باد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادم واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف ۴۱ گنائی جاتی ہیں لیکن آج ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ اُن کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند اڈیشن ایسے ہیں جن میں آپکے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جزو بنا یا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھا کہ اِس اڈیشن میں اُس کو شامل کریں۔

دفترِ ششم سے متعلق اِصطلاحات

ہِمّت مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے کہ ہمّت صوفیا رکی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے۔ عارف اِسی ہمّت سے تصرّفات کرتا ہے اور اِسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ ہمّت کاملین کے شایانِ شان نہیں ہے بلکہ اُن کی ہمت میں تصرف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی ہمّت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے۔

توحید فی الذّات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذاتِ خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے۔ اِس کو اصطلاح میں معائنہ بھی کہتے ہیں۔

توحید فی الصّفات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفاتِ خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نظر میں نہ رہیں اِسکو اِصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے

توحید فی الافعال یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو جائیں اور صرف افعالِ حق پر نظر رہ جائے۔

مُراقبۂ موت یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اسوقت سب انسان، عالمِ نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں۔ مولانا نے اِس مراقبہ کا ذکر حسب ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند	دمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ایں سخن شاں را وصیتہا شمر	کہ پدر گوید دراں دم با پسر

اِس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و رشک اور کینہ زائل ہوتا ہے۔

عُروج و نزول عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اُس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا۔ اِس کے مقابل نزول ہے۔ اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجّہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

عملِ خطائین یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا

چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی اور ایک اگر اُس پر بڑھا دیں تو مجموعہ دسؔ عدد ہو جائے۔ ہم اِس عدد کو معلوم کرنے کیلئے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نوؔ کا عدد فرض کیا۔ ہم اِسکو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اِس پر اِس کا دو ثلث یعنی چھؔ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہؔ ہو گیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دسؔ اور اِس عدد میں جو فرق ہے اِس کو نکالیں گے وہ چھؔ کا عدد ہے ہم اِس کو خطارِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد فرض کرینگے اور اِس عدد کو مفروضِ ثانی کہیں گے، مثلاً ہم نے چھ کا عدد فرض کیا اب اِس میں وہی عمل کریں گے یعنی اِس کا دوؔ ثلث چارؔ اور ایک کا اضافہ کرینگے تو مجموعہ گیارہؔ ہو جائے گا۔ اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا عددِ مقصود اور اِس مجموعہ میں ایک کا فرق ہوا یہ ایک کا عدد خطارِ ثانی کہلائیگا پھر مفروضِ اوّل یعنی نوؔ کو خطارِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب نوؔ ہو گا اِس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطارِ اول یعنی چھؔ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب چھتیسؔ ہو گا اِس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطارِ اوّل یعنی چھ اور خطارِ ثانی یعنی ایک عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطارِ اوّل اور خطارِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اول اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نوؔ اور چھتیسؔ میں ستائیسؔ کا فرق ہے تو اِس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں ہے یعنی ستائیسؔ کو اُس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کر دو تو حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہو گا۔ یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصلِ تقسیم پانچ صحیح اور دوؔ خمس بنا۔ یہی عدد مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اِس پر دوؔ ثلث اور ایک بڑھا دینگے تو دسؔ بن جائیگا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنا لو تو پانچ کے پچیسؔ خمس ہوئے اِس کو تجنیس کہیں گے اور دوؔ خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہو گئے۔ اب اِس پر اِس کا دو تہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہو گئے اب اِس کو عدد صحیح بنائیں گے یعنی اِس پینتالیسؔ کو پانچ پر تقسیم کر دینگے تو عدد صحیح نوؔ بن جائیگا اِس کو رفع کہیں گے۔ اِس پر ایک کا اضافہ کر دینگے تو مجموعہ دسؔ بن جائیگا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہو گا۔

جبر و قدر

جُز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ ✤ در کفِ شیرِ نرِ خونخوارۂ

کے ماتحت مفتاح العلوم شرحِ مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے اِس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتوی رحؒ نے فرمایا:-

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیار مُستعار ملا ہے اور بندہ کے اِس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادۂ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا۔ انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت، خداوندی ارادہ کی حرکت کا نتیجہ ہے قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔

عبادتِ تسخیری و تشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عبادتگذار ہے، کچھ مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں نہ مختار ہے۔ نہ اُسکو اپنی عبادتگذاری کا احساس و شعور ہے۔ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لئے ہے ہر چیز اُسکی عبادتگذار ہے۔ اِس آیت میں اِسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے، عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اِس عبادت میں عبادتگذاروں کے مختلف مراتب ہیں بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجّہ اللہ تعالیٰ کے اِفعال کے واسطے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجّہ صفات کے واسطہ سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجّہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عبادتگذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخصّ الخواص کا ہے۔ اَفعال و صفات توجّہ ذات اور اِدراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخصّ الخواص کا اِن کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے عبادت کے اِن مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالَمِ خَلق و اَمر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور اُنکے درمیان کی مخلوق عالَمِ خَلق ہے اور اُس سے اوپر کا عالَم جس میں عالَمِ اَرواح بھی ہے عالَمِ امر ہے۔

قُلّہ

پانی کا مٹکا جس میں تین سو سیر پانی آجائے۔ اگر اِس طرح کے دو مٹکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعی رحؒ کے نزدیک اُس میں نجاست گر جانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بَیتُ المعمُور

یہ ساتویں آسمان پر کعبہ کے بالمقابل کعبہ جیسی ایک چیز ہے جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں فرشتے بیتُ المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیتُ المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اُسمیں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنھیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبرِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسمِ اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابُوالقاسم عبدالکریم بنی ہوازن القشیری

سنہ ۳۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں سنہ ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب رسالۂ قشیریۂ تصوف کی مشہور کتاب اور تصوف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابُوطالب مکّی

مشہور بزرگ ہیں اِن کی کتاب قوتُ القلوب تصوف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاءالعلوم میں اِسکے اقتباسات درج کئے ہیں۔

اصحابِ ایکہ

قرآنِ پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ انھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کو سائبان کے دن کے عذاب نے آپکڑا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب ہے۔ "ایکہ" والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، وہ وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آگیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کرسکیں گے لیکن اِس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جل کر راکھ ہوگئے۔

زرتشت

یہ لقب ہے، اصل نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثاغورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاشپ شاہِ ایران کے دَور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس اُنکو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہلِ کتاب قرار دیا ہے۔

امرُؤالقیس

یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيْبٍ وَمَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوَى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ

اسی امرؤالقیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دَور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضربُ المثل ہے اسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضربُ المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقَدِّمُ الشُّعَرَاءَ اِلَی النَّارِ۔ لیکن مولانا رومؒ امرؤالقیس کو ایک تارکُ الدنیا اور باخدا انسان ظاہر کر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤالقیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور عنوان میں قِفَانَبْكِ الخ الحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہوکر کیکاؤس کے حریف افراسیاب شاہِ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اُس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اُس سے کر دیا لیکن کچھ دن بعد سیاوش سازشوں کا شکار ہوگیا اور افراسیاب نے اُس کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ ہو چکی تھی۔ کچھ دن بعد اُس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو افراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اُسکی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہوگیا اور اُس کو اپنے احوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اُس نے اپنے باپ کے انتقام میں افراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارکُ الدنیا ہوگیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہو کر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا۔ اَلوداع کے وقت اُس نے دنیا کی ناپائیداری پر اس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لئے موجبِ عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمّ "تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے"۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اس کو حسن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اس کے حسن ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا "مرجاؤ اِس سے پہلے کہ تم مرو"۔ اکثر صوفیاء اِس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اِس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیئے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ نے اِس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ "عالِم کا سونا عبادت ہے" ملّا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے، ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا "تلوار خطاؤں کو مٹادینے والی ہے" یہ روایت مجاہد کی فضیلتوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے "خطایا" کی بجائے قافیہ کی رعایت سے "الذنوب" ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنُ "مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا"۔ یہ قدسی حدیث اِحیاءالعلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اِس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اِس میں حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا اُنھوں نے اِس سے اِنکار کیا کہ وہ اُس کو اٹھائیں اور اِس سے ڈرے اور اُس کو انسان نے اُٹھا لیا"۔ صوفیاء کے نزدیک مردِ کامل حضرت حق تعالیٰ کا مظہرِ اتم ہے اس لئے صوفیاء انسان کو عالمِ اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تمام کمالات حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات عارضی اور اللہ تعالیٰ کی عطا وحفاظت کے سبب اُس میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلّی وجود کہا جاتا ہے۔ ظل کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ ہم آپ کے زیرِ سایہ ہیں یعنی ہم آپ کی

حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ
کی توجہ کی بدولت ہے۔ اِسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایتِ
خداوندی کی بدولت ہے اس لئے ہمارا وجود ظلّی ہے۔ یہ بات
یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے، عارضی اور ظلّی ہے۔ اب اگر
وجودِ ظلّی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائیگا
یہ "وحدۃُ الوجود" ہے۔ اور اگر ظلّی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو
نہیں ہے تو یہ "وحدۃ الشہُود" ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نُور، سورج کے نُور سے
حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اِس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منوّر اور چاند کو تاریک
کہا جائے گا۔ یہ مثال "وحدۃُ الوجود" کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں، خواہ وہ
سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال "وحدۃ الشہُود" کی ہے۔ لہٰذا
اِن دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے۔ اور چونکہ اصل اور ظل میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔
اِس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اصلی وجود اور
ظلّی وجود دونوں ایک ہو گئے یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محققین صوفیاء اِس عینیت کے ساتھ
غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اِس کے علاوہ جو کچھ صوفیاء
نے کہا ہے وہ سُکر کی حالت میں کہا ہے وہ نہ قابلِ ملامت ہے نہ لائقِ تقلید۔

سجّاد حسین

۱۶رجب المرجب ۱۳۹۸ھ ـــــ مطابق ـــــ ۲۳ جون ۱۹۷۸ء

دفتر مثنوی مولانا روم
۱۹۷۶
دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب
ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب
مثنوی کے شارحِ و فاضلِ مترجم مرحبا
مولوی سجاد بحرِ علم صد رشکِ عرب
۱۳۹۶ھ
پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی
۱۹۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیاتِ دل حسام الدین بسے
میل می جوشد بقسمِ سادسے

اے دل کی زندگی حسام الدین! بہت — چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذبِ چو تو علامۂ
در جہاں گرداں حسامی نامۂ

آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے — حسامی نامہ، دنیا میں رائج ہوگیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم
در تمام[2] مثنوی قسمِ ششم

آپ کی رضامندی کے لئے میں پیش کش کرتا ہوں — چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

پیش کش می آرمت اے معنوی
قسمِ سادس در تمامِ مثنوی

اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں — چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

شش جہت را نور دہ زیں شش صحف
کے یطوف حولہ من لم یطف

ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کردے — تاکہ اس کا چکر وہ کاٹے جس نے چکر نہیں کاٹا

عشق[3] را با پنج و با شش کار نیست
مقصدِ او جز کہ جذبِ یار نیست

عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے — یار کی توجہ کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بو کہ فیما بعد دستوری رسد
رازہائے گفتنی گفتہ شود

ہوسکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہوجائے — کہنے کے قابل راز، کہہ دیئے جائیں

---

[1] اے: مولانا کا اپنے مرید ضیاء الحق حسام الدین کو خطاب ہے۔ قسمِ سادس یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب یعنی تمہاری باطنی کشش ہے۔ حسامی نامہ یعنی مثنوی۔ معنوی۔ جو ظاہر سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے۔

[2] در تمام: چونکہ چھٹے دفتر پر مثنوی مکمل ہو جائیگی لہٰذا اسکے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ شراح کا یہی خیال ہے کہ اس دفتر میں مولانا نے تصوف کے آخری اور بیش بہا مضامین ذکر فرما دیئے ہیں۔ شش جہات بھی چھ ہیں۔ دفتر بھی چھ لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ ہر جہت میں اس کا نور پھیل جائے۔

[3] عشق: مثنوی کا اصل مقصد حُبِ حق اور عشقِ حق ہے اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے مقصد پورا ہونا چاہیئے ہوسکتا ہے چھٹا دفتر اسی امید پر شروع کیا جارہا ہے کہ شاید کچھ خاص اسرار بیان کرنے کی اجازت حاصل ہوجائے اور اس چھٹے دفتر میں بیان کردیئے جائیں۔

با بیانے کاں بُوَد نزدیک تر — زیں کنایاتِ دقیقِ مُستتر
ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو — ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

راز جز با رازداں انباز نیست — راز اندر گوشِ مُنکر راز نیست
راز، رازداں کے مناسب ہے — منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت وارد ست از کردگار — با قبول و ناقبول اُو را چہ کار
لیکن خدا کی جانب سے دعوت دینے کا حکم آیا ہے — اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نُہ صد سال دعوت می نمود — دمبدم انکارِ قومش می فزود
حضرت نوحؑ نوسو سال دعوت دیتے رہے — لحظہ بہ لحظہ اُن کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید — ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید
انہوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟ — وہ کبھی خاموشی کے غار میں گھسے؟

زانکہ از بانگ و عُلالائے سگاں — ہیچ واگردد ز راہے کارواں
کیونکہ کتوں کے بھونکنے اور شور سے — قافلہ کبھی راستے سے لوٹتا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ — سُست گردد بدر را در سیر تگ
یا چاندنی رات میں کتے کے بھونکنے سے — چودھویں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار سست پڑتی ہے؟

مہ فشاند نور و سگ عوعو کند — ہر کسے بر خلقتِ خود می تند
چاند نور چھڑکتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے — ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے دادہ قضا — در خورِ آں گوہرش در ابتلا
قضاء (خداوندی) نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے — اُس کی استعداد کے مناسب، آزمائش کے لئے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگِ سقم — من مہم سیرانِ خود را چوں ہلم
جبکہ کتا اس مرض کی آواز کو نہیں چھوڑتا ہے — میں چاند ہوں، میں اپنی رفتار کیسے چھوڑوں؟

چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند — پس شکر را واجب افزونی بُود
جب سرکہ، سرکہ پن بڑھائے — تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہر سرکہ لطف ہم چوں انگبیں — کایں دو باشد رکنِ ہر اسکنجبیں
قہر سرکہ ہے، مہربانی بھی شہد کی طرح ہے — ہر سکنجبین کے [illegible] جزء ہوتے ہیں

پیدا کر دی جاتی ہے۔ قہر سرکہ یعنی منکروں کا انکار، شکر یعنی دعوت۔ سکنجبین۔ سکنجبین جو امراض میں مفید ہے وہ سرکہ اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ تیز ہوتا ہے تو اس میں شکر کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ سکنجبین ناقص ہوگی قہر یعنی منکروں کا انکار سرکہ ہے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

لہ زیں۔ پہلے دفتروں میں جو کچھ رمز و اشارے میں بیان ہوا ہے آج اس کا کھل کر بیان کر دیا جائے۔ راز۔ ہو سکتا ہے کہ اسرار کا بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حق کی دعوت پہنچائے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس دعوت کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوحؑ حضرت نوحؑ نوسو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن ان کی قوم کا انکار بھی بڑھتا رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا زمانہ ساڑھے نوسو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے دعوت سے نہ رکے۔

۲ زانکہ منکروں کی مثال کتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے قافلہ کتوں کے بھونکنے سے راستہ سے واپس نہیں ہوتا ہے بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ عُلالا شور وغل، سخت آواز۔ یا شب۔ چودھویں کا چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ عو عو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے۔ قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اس کو مامور کر دیا ہے اور اس سے مقصد خداوندی اس کی آزمائش ہے۔ مہم ماہ ہستم۔ سیراں سیر۔

۳ چونکہ منکرین کے انکار سے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں اور شدت

انگبیں گر پائے وا دارد ز خل
اگر شہد سرکے سے کم ہو

آید آں سکنجبیں اندر خلل
اُس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قوم [۱] بر وے سرکہا می ریختند
قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی

نوح را دریا فزوں می ریخت قند
دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قند اُو را بُد مدد از بحرِ جوُد
اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی

بس ز سرکہ اہلِ عالم می فزود
تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

وَاحِدٌ کالألف کہ بُود؟ آں ولی
ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے

بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سَو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا درو راہے شوَد
وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے

پیشِ اُو جیحونہا زانو زند
اُس کے سامنے بہت سے جیحون، ادب کرنے لگیں

خاصّہ [۲] ایں دریا کہ دریاہا ہمہ
خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا

چوں شنیدند ایں مثال و دمدمہ
جب اُنھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہاں شاں تلخ زیں شرم و خجل
اِس شرم اور خجالت سے اُن کا منہ کڑوا ہو گیا

کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل
کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) اختر کا ساتھی ہو گیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں
اِس جہان کے اُس جہان کے ساتھ ملنے میں

ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رُتبت ست
یہ عبارت تنگ اور کم رُتبہ ہے

ورنہ خس را با اخص چہ نسبت ست
ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغ [۳] در رز نعرۂ زاغاں زند
انگورستان میں کوا کوّوں کے نعرے لگاتا ہے

بُلبُل از آوازِ خوش کے کم کُند
بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہر یک را خدا
پھر ہر ایک کا خریدار خُدا ہوتا ہے

در مزادِ یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست
کانٹوں کی جھاڑی کا جینا آگ کی غذا ہے

بُوی گُل قوتِ دماغِ سرخوش ست
نشیلے دماغ کی روزی پھول کی خوشبو ہے

---

[۱] قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہادی۔ بحرِ جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالےٰ۔ واحد۔ شکر کے اضافہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولو العزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ ایک پیغمبر لاکھوں داعیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ سَو قرن کے انسانوں کی برابر ہوتا ہے۔ خُم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحرِ حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آجاتا ہے۔

[۲] خاصّہ ایں دریا۔ اللہ تعالیٰ کے فیض کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اِس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالمِ حسّی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالمِ حسّی۔ آں جہاں۔ عالمِ غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالےٰ کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالےٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

[۳] زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اسرار کا بیان نہیں چھوڑا جاسکتا ہے۔ پس بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض داعیوں کا۔ یہ خدا کی شیشہ ہے۔ مزاد۔ نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اُس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو انکار بھاتا ہے۔ سرخوش۔ معتدل مست۔ اُسکو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنیوالوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

گر پلیدی[۱] پیشِ ما رسوا بُود | خوک و سگ را شکر و حلوا بُود
اگر گندگی ہمارے سامنے رسوا ہے | سؤر اور کتے کے لئے شکر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند | آبہا بر پاک کردن می تنند
اگر پلید لوگ، پلیدیاں کرتے ہیں | پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

ور جہانے پُر شود از خار و خس | آتشے محوش کند در یک نفس
اگر دنیا کانٹے اور تنکے سے پُر ہوجائے | آگ اُس کو ایک سانس میں مٹا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند | ور چہ تلخاں ماں پریشاں می کنند
اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے ہیں | اگرچہ بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا بر کوہ و کُندو و شجر | می نہند از شہد انبارِ شکر
شہد کی مکھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر | شہد سے شکر کے انبار لگاتی ہیں

زہرہا[۲] ہر چند زہری می کنند | زود تریاقات شاں بر می کنند
زہر، ہرچند زہریلاپن پھیلاتے ہیں | تریاق، اُن کو فوراً زائل کردیتے ہیں

اینجہاں جنگ است کُل چوں بنگری | ذرہ با ذرہ چوں دیں با کافری
یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تو غور کرے | ذرہ، ذرے کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کافری کے ساتھ

آں یکے ذرہ ہمی پرّد بچپ | واں دگر سوئے یمیں اندر طلب
ایک ذرہ بائیں کو اڑتا ہے | تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرہ[۳] بالا و آں دیگر نگوں | جنگِ فعلی شاں ببیں اندر رکوں
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو | رجحان میں اُن کی عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں | زیں تخالف آں تخالف را بداں
عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے | اِس اختلاف کو اُس اختلاف سے سمجھ لے

ذرہ کاں محو شد در آفتاب | جنگِ اُو بیروں شد از وصفِ حساب
وہ ذرہ جو سورج میں فنا ہوگیا | اُس کی جنگ حساب سے خارج ہوگئی

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس | جنگش اکنوں جنگِ خورشید است و بس
جب ذرے کا نفس اور سانس فنا ہوگیا | اُس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

یعنی ذرات عالم کا افعال و خواص میں مختلف ہونا۔ رکوں۔ میلان۔ جنگِ نہاں یعنی ذرات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے۔ ذرہ۔ جب مقامِ فنا حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اختلافِ طبعی اُس ذرہ کی طرف منسوب نہیں رہتا ہے۔ چوں۔ ذرہ کے محو ہوجانے کے بعد اُسکے افعال سورج کی طرف منسوب ہونگے۔ جنگش۔ چونکہ اب ۲م اُنکی جنگ طبعی نہیں ہے بلکہ من اللہ ہے تو اُنکی جنگ خدا کی جنگ ہے۔

۱ گر پلیدی۔ نجاست انسان کے سامنے رسوا ہے کتے اور سؤر کی خوراک ہے۔ گر۔ ہر چیز بتقاضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ نجاست، نجس بناتی ہے تو پانی پاک کردیتا ہے یعنی منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی اُن کو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ ور جہانے۔ خار و خس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کردیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا کام کرتی ہیں لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔

۲ زہرہا۔ منکروں کے انکار سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اُس کا اثر زائل کردیتے ہیں۔ اینجہاں۔ اِس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہیئے۔ اینجہاں۔ عالمِ امکان مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے اُس کے ہر ذرے کو دوسرے ذرے سے وہی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

۳ ذرہ۔ ایک ذرے کا رُخ اوپر کو ہے دوسرے کا نیچے کو غرضکہ ان ذروں کی باہمی کشمکش اور باہمی اختلاف ہے جنگِ فعلی

رفت[1] از وے جنبشِ طبع و سکون ۔۔۔ از چہ از انّا الیہ راجعون

اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا ۔۔۔ کیوں؟ "ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" کی وجہ سے

ما بہ بحرِ نورِ خود راجع شدیم ۔۔۔ وز رضاعِ اصلِ مُسترضع شدیم

ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے ۔۔۔ اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بنگئے

در فروعِ راہ اے ماندہ زغول ۔۔۔ لاف کم زن از اصول اے بے اصول

اے چھلاوے کی وجہ سے راستہ کی پگڈنڈیوں میں بھٹکے ہوئے! ۔۔۔ اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما در نورِ عین ۔۔۔ نیست از ما ہست بین الاصبعین

نورِ عین میں ہماری جنگ اور صلح ۔۔۔ ہماری جانب سے نہیں ہے "دو انگلیوں کے درمیان" کی وجہ سے ہے

جنگِ[2] طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول ۔۔۔ در میانِ جزوہا حربیست ہول

طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ ۔۔۔ اجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بود ۔۔۔ در عناصر در نگر تا حل شود

یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے ۔۔۔ عناصر میں غور کرلے، تاکہ حل ہوجائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست ۔۔۔ کہ بر ایشاں سقفِ دنیا مستوی ست

چاروں عنصر، چار مضبوط ستون ہیں ۔۔۔ جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اِشکنندہ آں دگر ۔۔۔ اُستنِ آب اِشکنندہ آں شرر

ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے ۔۔۔ پانی کا ستون، آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اضداد بود ۔۔۔ لاجرم جنگی شدند از ضرّ و سود

تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے ۔۔۔ لامحالہ نقصان اور نفع کے اعتبار سے لڑنے والے ہوگئے

ہست[3] احوالت خلافِ ہمدگر ۔۔۔ ہر یکے با ہم مخالف در اثر

تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں ۔۔۔ ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی ۔۔۔ با دگر کس سازگاری چوں کنی

جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے ۔۔۔ دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا؟

فوجِ لشکرہائے احوالت ببیں ۔۔۔ ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں

اپنے احوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے ۔۔۔ ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

---

[1] رفت۔ فنا کے بعد ذرّے کا ہر سکون و حرکت اُس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ ما۔ یعنی عارفین فانی فی اللہ۔ بحرِ نور۔ ذاتِ حق۔ مسترضع۔ دودھ پینے والا۔ در فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اُس کے افعال خود اُس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہیے۔ جنگِ ما۔ فانی کا ہر کام خدا کی طرف منسوب ہے۔ نورِ عین یعنی چشمِ بصیرت کا ادراک۔ بین الاصبعین حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اسکو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

[2] جنگ۔ عالم کے اجزا میں جنگِ طبعی یعنی اجزا میں آثار اور طبائع کا اختلاف، جنگِ فعلی یعنی افعال و خواص کا اختلاف، جنگِ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف بہت خوفناک جنگ ہے اچھا! اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس فانی دنیا کا قیام ہی اِس جنگ پر ہے عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ چار عنصر۔ دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ استنِ آب۔ پانی، آگ کو فنا کرتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہمی مختلف ہے۔

[3] ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ۔ جبکہ خود ایک انسان کے احوال باہمی مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہوسکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔

مى نگر[1] در خود چنیں جنگِ گراں
ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے

پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں
تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے!

تا مگر زیں جنگ حقت وا خرد
تاکہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے بچا دے

در جہانِ صلحِ یک رنگت برد
تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچا دے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست
وہ جہاں، باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضد را
یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے

چوں نباشد ضد نبود جز بقا
جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہوگا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بینظیر
اُس بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کر دی

کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
کہ نہ سورج ہوگا اور نہ اُس کی ضد زمہریر

ہست بے رنگی اصولِ رنگہا
بے رنگی، رنگوں کی اصل ہے

صلحہا[2] باشد اصولِ جنگہا
صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصل ایں پُرغم وثاق
وہ جہاں اِس پُرغم گھر کی اصل ہے

وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق
ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا
یہ باہمی مخالفت کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟

وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
اور یہ وحدت اِن مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل
اِس لئے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں

خویِ خود در فرع کرد ایجاد اصل
اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کر دی ہے

گوہرِ جاں[3] چوں ورایِ فصلہاست
روح کا گوہر چونکہ اِن اضداد سے جدا گانہ چیز ہے

خویِ اُو ایں نیست خویِ کبریاست
اُس کی خصلت یہ نہیں ہے، خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست
اُن جنگوں کو دیکھ، جو صلحوں کی اصول ہیں

چوں نبی کہ جنگِ اُو بہرِ خداست
جیسا کہ نبی ؑ کہ اُس کی جنگ خدا کے لئے ہے

طُرفہ آں جنگے کہ رُکنِ صلحہاست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے

شاد اُو کایں جنگِ اُو بہرِ خداست
وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کیلئے ہے

[1] می نگر۔ اگر انسان اپنے احوال پر نظر رکھے تو دوسروں سے جنگ کرنے میں مشغول نہ ہو۔ تا مگر۔ اگر خدا کسی کو صلح کے یک رنگ جہاں میں پہنچا دے تو بیشک وہ اختلاف سے بچ سکتا ہے۔ آں جہاں۔ عالمِ آخرت کی ترکیب اضداد سے نہیں ہے لہٰذا اُس میں بقا ہے۔ ایں تفانی۔ عالمِ دنیا کی فنا اضداد کی ترکیب کی وجہ سے ہے۔ کہ نباشد۔ عالمِ آخرت میں نہ سورج کی گرمی ہوگی نہ جاڑے کی سردی۔ بے رنگی یعنی عالمِ آخرت اصل اور مقصود ہے۔

[2] صلحہا۔ عالمِ شہود میں عالمِ آخرت ہی متصرف ہے وہی بے رنگ یہاں آکر رنگ حاصل کر لیتا ہے اور وہی اخیار جن میں وہاں صلح تھی یہاں آکر جنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ ایں تخالف۔ عالمِ دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ اِن اشیاء میں روح بھی ہے جو اِس عالمِ اضداد سے نہیں ہے اُس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

[3] گوہرِ جاں۔ روح کا تقاضہ اختلاف نہیں ہے اُس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کر دیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد شر کو ختم کرنے کے لئے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طُرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے ہوتی ہے۔

غالبؔ[1] است و چیره در ہر دو جہاں
وہ دونوں جہان میں غالب اور فاتح ہے

شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
اس غالب کی شرح منہ میں نہیں سماتی

آبِ جیحوں را اگر نتواں کشید
جیحون کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے

ہم ز قدرِ تشنگی نتواں برید
پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

گر شدی عطشانِ بحرِ معنوی
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے

فرجہ کن در جزیرہ مثنوی
تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

فرجہ کن[2] چندانکہ اندر ہر نفس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں

مثنوی را معنوی بینی و بس
مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

بادکہ راز آبِ جُو چوں وا کند
ہوا، جب گھاس کو نہر کے پانی سے جدا کر دیتی ہے

آب یک رنگی خود پیدا کند
پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

شاخہای تازہ مرجاں بیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے

میوہائے رُستہ زآبِ جاں بیں
جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

چوں ز حرف و صوت و دم یکتا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے

آں ہمہ بگذارد و دریا شود
اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں

ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
آخر میں تینوں روح بن جائیں گی

ناں[3] دہند و ناں ستان و نانِ پاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی

سادہ گردند از صُور گردند خاک
صورتوں سے سادہ بن جائینگی، مٹی بن جائینگی

لیک معنیٔ شاں بود در سہ مقام
لیکن ان کی روح تین مقام پر ہوگی

در مراتب ہم ممیز ہم مدام
مرتبوں میں بھی جدا گانہ اور دوام میں بھی

خاک شد صورت و لے معنیٰ نشد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنیٰ نہ ہوئے

ہر کہ گوید شد تو گویش نے نشد
جو کہے کہ ہو گئے تو اس سے کہدے نہیں نہیں ہوئے

در جہانِ رُوح ہر سہ منتظر
عالم روح میں تینوں منتظر ہیں

گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
کبھی صورت سے متنفر اور کبھی قرار پانیوالے

خاک شد۔ جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اُس کے بقا کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ در جہاں۔ صورت کے فنا ہونے کے بعد رُوح ہمیشہ کے لئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی حضرت حق تعالیٰ اُس کو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ ہارب۔ بھاگنے والا۔

[1] غالب۔ اس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔ آبِ جیحوں۔ اِن جنگوں کے فضائل جو معیتِ حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپید اکنار ہیں اگر اُن کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ۔ جس چیز کا کُل حاصل نہ کیا جاسکے اُس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا ہے۔

[2] فرجہ کن۔ اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اُس کے معانی پر غور کر۔ بادکہ۔ دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اُس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہوگی۔ شاخہای۔ گھاس ہٹ جانے کے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔ چوں۔ کسی مضمون کے لئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔ حرف۔ غور کرنے کے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بن جاتے ہیں۔

[3] ناں دہند۔ ایکی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانے والا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کردینے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔ لیک۔ یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔

امرِ[1] آید در صُوَر رَو در رَود — باز ہم زامرش مجرّد می شود
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے — پھر اُسی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لَہُ الخَلقُ لَہُ الاَمرُ بداں — خَلق صورت، امر جاں راکبِ آں
"اُسی کیلئے خَلق ہے اور اُسی کیلئے امر ہے" تو سمجھ لے — خلق صورت ہے، امر اُس پر سوار رُوح ہے

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ — جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں — جسم درگاہ پر اور رُوح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبو — شاہ گوید جیشِ جاں را کار کبوا
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی ٹھلیا میں آ جائے — شاہ، رُوح کے لشکر کو کہدیتا ہے کہ "سوار ہو جاؤ"

باز[2] جانہا راچو خواند بر عُلو — بانگ آید از نقیباں کانزِلوا
پھر جب روحوں کو اوپر بلاتا ہے — نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ "اُترو"

بعد ازیں باریک خواہد شد سُخن — کم کُن آتش ہیزمش افزوں مکُن
اِس کے بعد بات باریک ہو جائے گی — آگ کو کم کر اُس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تا نجوشد دیگہائے خُرد زود — دیگِ ادراکات خُرد ست و فرود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ اُبل پڑیں — ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سُبحانے کہ سیبستاں کُند — در غمامِ حرف شاں پنہاں کُند
وہ سبحان پاک ہے، جو سیبوں کا باغ لگاتا ہے — اُن کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں غمامِ بانگ و حرف و گفتگو — پردۂ کز سیب نایدغیرِ بُو
اِس آواز اور حروف اور گفتگو کے ابر کی وجہ سے — ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

بارے[3] افزوں کش تو ایں بُو را بہوش — تا سُوئے اَصلت بَرَد بگرفتہ گوش
تو اِس خوشبو کو ضرور ہوش کیساتھ خوب کھینچ — تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بُو نگہدار و بپرہیز از زکام — تن بپوش از باد و بُودِ سردِ عام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ — جسم کو عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے بچا

تا نبندائید مَشامت از اثر — اے ہواشاں از زمستاں سرد تر
تاکہ تیرے نتھنے اثر سے، بند نہ ہو جائیں — اے (مخاطب)! اُن کی ہوا جاڑے سے زیادہ سرد ہے

چوں جماد اند و فسردہ تن شگرف — می جہد انفاسِ شاں از تلِ برف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں — اُن کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

---

[1] امر آید۔ کبھی رُوح کے مُصوّر ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرد ہونے کا۔ لَہُ الخلق۔ اِس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے رُوح مراد ہے۔ جسم۔ جسم چونکہ مادّی ہے اس لئے بارگاہ سے باہر ہے اور رُوح چونکہ مجرد ہے اِس لئے اُس کا رُتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ۔ جب خدا رُوح کو مُصوّر کرنا چاہتا ہے اُس کو حکم دیدیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

[2] باز جانہا۔ جب پھر اُنکو جسم سے مجرد کرتا ہے تو اُنکو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اُتر آؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دُور ہو رہی ہے لہٰذا اِس کو ختم کر دیا جائے۔ آتش سے کلام اور ہیزم سے اُس کی طوالت مُراد ہے۔ تا نجوشد۔ رُوح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقلوں سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالےٰ معانی کے سیبستان پیدا فرماتا ہے اور انکو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے۔

[3] بارے۔ جب اَسرار کی خوشبو پہنچے تو اُسکے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کر۔ بو نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے غلط ملط سے پیدا ہوتا ہے۔ تا نبندائید۔ عوام کی صحبت رُوحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔

چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن
جب زمین اِس برف کا کفن پہن لے

تیغِ خورشیدِ حسام الدیں بزن [1]
حسام الدین کے سورج کی تلوار چلا دے

ہیں برآر از شرق سیف اللہ را
خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے

گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
اس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کر دے

برف را خنجر زند آں آفتاب
وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا

سیلہا ریزد ز کُہہا بر تراب
پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہا دیگا

زانکہ لاشرقی ولاغربی ست اُو
کیونکہ وہ نہ شرقی ہے، نہ غربی ہے

با مُنجّم روز و شب حربی ست اُو
وہ شب و روز منجم سے لڑائی میں ہے

کہ چرا جز من، نجومِ بے ہُدیٰ
کہ تو نے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو

قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنا یا ہے؟

تا خوشت ناید مقالِ آں امین [2]
یہاں تک کہ تجھے اس امین کی بات بھلی نہ لگی

در نُبے کہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
قرآن میں، کہ میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا

از قزح در پیشِ مہ بستی کمر
تو نے سورج کے سامنے دھنک کمان کا پٹکا باندھا

زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَر
اسی وجہ سے تو "اور سورج شق ہو گیا" سے رنجیدہ ہے

منکری ایں را کہ شمس کُوِّرَت
تو اس کا منکر ہے کہ سورج لپیٹ دیا جائے گا

شمس پیشِ تست اعلیٰ مرتبت
تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ بنے

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا
تو ہوا میں تصرف ستارے سے سمجھا ہے

ناخوشت آید اِذَا النَّجْمُ ہَوٰی
اسی لئے تجھے "جبکہ ستارہ گر جائے گا" ناپسند ہے

خود [3] مؤثر تر نباشد مہ زناں
چاند یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

اے بسا نانے کہ بُبرید عرقِ جاں
اے (مخاطب)! بہت سی روٹیاں ہیں جنھوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

خود مؤثر تر نباشد زُہرہ زاب
یقیناً زہرہ، پانی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

اے بسا آبا کہ کرد اُو تن خراب
اے (مخاطب)! بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کیا ہے

مہرِ آں در جانِ تُست و پندِ دوست
اُس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت

مے زند بر گوشِ تو بیرونِ پوست
کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ ما در تو نگیرد اے فلاں
اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے

پندِ تو در ما نگیرد ہم بداں
سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

---

[1] حسام الدین۔ یعنی کامل ولی۔ شرق۔ مشرق، مشرقی۔ سورج۔ درگاہ۔ یعنی جسم، برف۔ سورج کی حرارت سے برف گھل جائیگا۔ زانکہ۔ اولیا کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے۔ کہ چرا۔ یہ سورج منجم سے کہتا ہے کہ تو نے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

[2] آں امین۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں اِن غروب کر جانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ۔ نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے۔ منکری۔ نجومی اس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کر دیا جائیگا اور ستارے ٹوٹ جائینگے۔

[3] خود۔ بیشک علم نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اُس کا غلط استعمال ہلاک کر دیتا ہے۔ نیز زہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے۔ مہر آں۔ ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوست ہو گئی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے۔ پند ما۔ منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اُس کے کان کھولدے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست
اِس کے سوا کہ دوست کی جانب سے خاص کنجی آجائے

کہ مقالیدُ السمٰوٰتِ آنِ اوست
کیونکہ آسمانوں کی کنجیاں اُس کی ملکیت ہیں

ایں سخن[1] ہمچوں ستارہ است و قمر
یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے

لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

ایں ستارہ بیجہت، تاثیرِ او
یہ ستارہ بے جہت ہے، اُس کی تاثیر

میزند بر گوشہائے وحی جو
وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

کہ بیائید از جہت تا بیجہات
کہ جہت سے بے جہات کی جانب آجاؤ

تا ندرّاند شمارا گرگِ مات
تاکہ تمہیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

آنچناں کہ لمعہ دُرپاشِ اوست
اِس طرح پر کہ اُس کی موتی برسانے والی روشنی

شمسِ دنیا در صفت خفاشِ اوست
دنیا کا سورج، صفت میں اُس کی چمگادڑ ہے

ہفت[2] چرخے ازرقی در رقِ او ست
سات نیلے آسمان، اُس کی غلامی میں ہیں

پیکِ ماہ اندر تپ و در دقِ او
چاند کا قاصد، اُس سے تپ اور دق میں ہے

زُہرہ چنگ مسئلہ در وے زدہ
زہرہ نے سوال کا ہاتھ اُس سے وابستہ کر رکھا ہے

مُشتری با نقدِ جاں پیش آمدہ
مشتری نقد جان لے کر اُس کے سامنے آگیا ہے

در ہوائے دست بوسِ او زحل
زحل، اس کی دست بوسی کی خواہش میں ہے

لیک خود را می نہ بیند آں محل
لیکن اپنے لئے یہ رتبہ نہیں دیکھتا ہے

دست[3] و پا مریخ چندیں خست ازو
مریخ کے ہاتھ پاؤں اُس سے زخمی ہیں

واں عطارد صد قلم بشکست ازو
عطارد نے اُس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیئے ہیں

با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ
یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں

کائے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
کہ اے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کر لیا ہے

جان وے ست و ما ہمہ رنگ و رقوم
جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں

کوکبِ ہر فکرِ او جانِ نجوم
اُس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

فکر کو؟ آنجا ہمہ نور ست پاک
فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے

بہرِ تُست ایں لفظِ فکر اے فکرناک
اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لئے ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در عُلا
بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے

ہیچ خانہ در نگنجد نجمِ ما
ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

[1] ایں سخن۔ یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی موثر بنتی ہے۔ ایں ستارہ۔ یعنی دوست کی نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیائید۔ انسانوں کو باجہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہئے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں۔ یہ بے جہت ستارہ اس قدر منور ہے کہ سورج اُس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔

[2] ہفت۔ اِس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چاند اس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زُہرہ۔ زہرہ ستارہ اُس کا بھکاری ہے مشتری اُس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اُس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] دست۔ مریخ جو جلاد الفلک ہے اُس نے اُس کی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کرلئے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اُس نے اُس کی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لامحدود ہے۔

جانِ بے سُو در مکاں کے در رَوَد | نُورِ نامحدود را حد کے بُوَد

بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟ | لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کُنند | تا کہ دریابد ضعیفِ دردمند

لیکن ایک مثال اور تصویر بنادیتے ہیں | تاکہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبود لیک باشد آں مثیل | تاکُند عقلِ مجمّد را گُسیل

وہ مثل نہیں ہوتی لیکن وہ مثال ہوتی ہے | تاکہ منجمد عقل کو کشادہ کردے

عقلِ سَر تیز ست لیکن پای سُست | زانکہ دل ویراں شُدست و تن درست

سَر کی عقل تیز ہے، لیکن سُست قدم ہے | کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ شاں در نقلِ دنیا پیچ پیچ | فکرِ شاں در ترکِ شہوت ہیچ ہیچ

انکی عقل دنیا کو منتقل کرنے میں پیچ در پیچ ہے | شہوت کو ترک کرنے میں انکی فکر ہیچ در ہیچ ہے

صدرِ شاں در وقتِ دعویٰ ہمچو شرق | صبرِ شاں در وقتِ تقویٰ ہمچو برق

انکا سینہ دعوے کے وقت سورج کی طرح ہے | انکا صبر، تقوے کے وقت برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہُنرہا خود نما | ہمچو عالم بے وفا وقتِ وفا

وہ خود نما ہُنروں میں ایک عالم ہے | وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں | در گلو و معدہ گُم گشتہ چو ناں

خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے | حلق اور معدے میں روٹی کی طرح گم ہے

ایں ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود | بد نماند چونکہ نیکو خُو شود

اُنکے یہ سب اوصاف بھلے ہوجاتے ہیں | جب نیک خصلت ہوجاتا ہے وہ بُرے نہیں رہتے ہیں

گر منی گندہ بُود ہمچو منی | چوں بجاں پیوست یابد روشنی

اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے | جب جان سے وابستہ ہوجاتی ہے روشنی حاصل کرلیتی ہے

ہر جمادے کو کُند رُو در نبات | از درختِ بختِ اُو روید حیات

جو جماد، نبات کی طرف رُخ کرلیتا ہے | اُسکے نصیبہ کے درخت سے زندگی اُگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوی آوَرَد | خضر وار از چشمۂ حیواں خورد

ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کرلیتی ہے | وہ (حضرت) خضرؑ کی طرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سُوی جاناں نہد | رخت را در عمرِ بے پایاں نہد

جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے | ختم نہ ہونے والی زندگی میں سامان جا رکھتی ہے

---

۱ جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہوسکتی ہے۔ لیک۔ روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کے لئے بیان کردی جاتی ہیں لیکن وہ چیز اُس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمّد۔ جامد۔ گُسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقلِ سَر۔ تن پرور روح کی تعمیر نہیں کرتا ہے۔

۲ عقلِ شاں۔ انکو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ غلط دعووں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عالمے۔ خود نمائی میں وہ ایک دنیا معلوم ہوتا ہے اور وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا معلوم ہوتا ہے۔ وقتِ خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے اور گلے اور معدے کی لذت کے وقت روٹی کی طرح گم ہوجاتا ہے۔

۳ این ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بنجاتا ہے تو اُس کی بُرائیاں بھلائیوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ گر منی۔ خودی بُری چیز ہے لیکن جب اسکا تعلق رُوح سے ہوجائے تو بھلی بنجاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جماد نبات کا جزو بنجاتا ہے تو فضیلت حاصل کرلیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کرلیتی ہے اسمیں مزید فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ بازچوں جان۔ جب روح اپنا تعلق ذاتِ الٰہی سے کرلیتی ہے تو [illegible] حاصل ہوجاتا ہے۔

سؤالِ سائل از واعظ کہ مُرغے بر سرِ ربض نشستہ بُود سَر
ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا

اُو فاضل تر ست و شریف تر و عزیز تر و مُکرم تر
سَر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے

یا دُمِ اُو و جواب دادنِ واعظ سائل را بقدرِ فہم
یا اُس کی دم اور واعظ کا سائل کو اُس کے فہم اور ادراک کے مطابق

و اِدراکِ اُو
جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے — **کاے تو منبر را سَنی[2] تر قابلے**

ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا — کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں

یک سوالستم بگو اے ذو لباب — **اندریں مجلس سوالم را جواب**

میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمائیے — اِس مجلس میں میرے سوال کا جواب

بر سرِ بارو یکے مُرغے نشست — **از سَر و از دُم کدامینش بہ است**

قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے — اُس کے سَر اور دُم میں سے کون افضل ہے؟

گفت اگر رُویش بشہر و دُم بدِہ — **رُوئےِ اُو از دُمِ اُو میداں کہ بہ**

اس نے کہا اگر اُسکا مُنہ شہر کیطرف اور دُم گاؤں کیجانب ہو — سمجھ لے کہ اُسکا مُنہ اُس کی دُم سے بہتر ہے

ور سُوئے شہر ست دُم رُویش بدِہ — **خاکِ آں دُم باش و از رُویش بجہ**

اگر دُم شہر کی جانب اور مُنہ گاؤں کی جانب ہو — اُس دم کی خاک بن جا، اور اُس کے چہرے سے بچ

مُرغ با پر می پَرد تا آشیاں — **پرِّ مردم ہمّت ست اے مردماں**

پرندہ پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے — اے لوگو! انسان کا پَر، ہمّت ہے

عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر — **خیر و شر منگر تو در ہمّت نگر**

وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوّث ہے — خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمّت کو دیکھ

باز[3] اگر باشد سپید و بے نظیر — **چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر**

باز اگر سفید اور بے مثال ہو — جبکہ اُسکا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے

ور بُود چغدے و میلِ اُو بشاہ — **اُو سرِ باز ست منگر در کلاہ**

اور اگر وہ چغد ہو اور اُسکا میلان شاہ کیجانب ہو — وہ باز کا سَر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

---

[1] سوال۔ اِس سوال و جواب سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کر لیتی ہے۔
ربض۔ ماحول، احاطہ۔

[2] سَنی۔ بلند۔ بارو۔ قلعہ۔
در ہمّت۔ یعنی عاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اُس کی ہمّت کو دیکھ جو بہرحال قابلِ تعریف ہے۔

[3] باز۔ باز اگر چوہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ ور بُود۔ اگر چغد شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

وَر[1] ہمی شیرے خورد از مُردہ خر
اگر شیر مردہ گدھا کھارہا ہے

سَگ بُوَد اُو شکلِ شیرے کم نگر
وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

وَر پلنگ و گرگ را افگند سَگ
اگر کتے نے چیتے اور بھیڑیے کو پچھاڑ دیا

شیر میداں مر ورا بے ریب و شک
بے شک وشبہ اُس کو شیر سمجھ

آدمی بسرشتہ از یک مُشتِ گِل
آدمی، ایک مٹھی مٹی سے گندھا ہوا

بَر گذشت از چرخ و از کوکب بدل
قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے

بَر فزود از آسمان و از اثیر
آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کَرَّمنا شنید ایں آسماں
اِس آسمان نے کبھی "ہم نے مکرم بنایا" سُنا ہے

کہ شنید ایں آدمیِ پُر غماں
جو اِس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بَر زمین و چرخ عَرضہ کرد کس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے

خوبی و عقل و عبارات و ہوس
حُسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں
کبھی تو نے آسمان پر رونمائی کی ہے

خوبیِ رُوی و اصابت در گماں
چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی کی

پیشِ[2] صُور تہایِ حَمّام اے وَلَد
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے

عَرضہ کردی ہیچ سیم اندامِ خود
اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تو نے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے

جلوہ آری با عجوزے نیم کور
ایک چندھی بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

دَر[3] عجوزہ چیست کایشاں را نبُود
بڑھیا میں کیا ہے، جو انمیں نہیں تھا

کو ترا زاں نقشہا با خود ربُود
جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب اُچک لے گئی

تو نگوئی من بگویم دَر بیاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں

عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

دَر عجوزہ جانِ آمیزش کُنے ست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے

صورتِ گرما بہا را روح نیست
حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

صورتِ گرمابہ گر جنبش کُند
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے

دَر زماں از صد عجوزت بر کَنَد
فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کردے

[1] وَر ہمی۔ جو شیر مُردہ گدھے کا شکار کرے، وہ کتا ہے اور اگر کتا چیتے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جسکی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کیوجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کرّمنا۔ "ہم نے فضیلت دی" یہ انسان کی فضیلت اُس کی بلند ہمت کیوجہ سے ہے انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اُس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

[2] پیش صور تہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بد صورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بے روح اور بے ہمت ہیں۔

[3] در عجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اُسکا حس و ادراک اور عقل ہی ہے۔ در عجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں بارعب ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جانؐ چہ باشد با خبر از خیر و شر — شاد با احسان و گریاں از ضرر

جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے — احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہے

چون سر و ماہیتِ جاں مخبر ست — ہر کہ او آگاہ تر باجاں تر ست

جبکہ جان کا راز اور ماہیت اُسکا باخبر ہوتا ہے — جو زیادہ آگاہ ہے جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

اقتضایِ جاں چو اے دل آگہیست — ہر کہ آگہ تر بود جانش قویست

اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے — جو زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست — ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست

عالَمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے — جو بے جان ہے وہ دانش سے خالی ہے

روح را تاثیر آگاہی بود — ہر کرا ایں بیش اَللّٰہی بود

روح کی تاثیر باخبری ہے — جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

چونؐ خبر ہا ہست بیروں از نہاد — باشد ایں جانہا دراں میداں جماد

چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں — تو جانیں اُس میدان میں جماد ہوں گی

جانِ اوّل مَظہرِ درگاہ شُد — جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد

جانِ اوّل درگاہ کا مَظہر ہے — جانِ جاں خود اللہ (تعالےٰ) کا مَظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند — جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند

ملائکہ مجسّم عقل اور روح تھے — نئی روح آئی جس کے لئے وہ جسم بن گئے

از سعادت چوں بر آں جاں بر زدند — ہمچو تن آں روح را خادم شُدند

سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جا ملے — جسم کی طرح، اُس روح کے خادم ہوگئے

آں بلیس از جاں ازاں سر بُردہ بُود — یک نشُد با جاں کہ عضوِ مُردہ بُود

اُس شیطان نے اُس جان سے سرتابی کی — جان کے ساتھ ایک نہ بنا کیونکہ مردہ عضو تھا

چوں نبودش آں فدایِ آں نشُد — دستِ بشکستہ مطیعِ جاں نشُد

چونکہ اُسکو وہ (سعادت) حاصل نہ تھی وہ اُس روح پر قربان نہ ہوا — ٹوٹا ہوا ہاتھ تھا جان کا فرماں بردار نہ بنا

جاں نشُد ناقص گر آں عضوش شکست — کاں بدستِ اُوست تاندکرد، ہست

اگر اُسکا وہ عضو ٹوٹ گیا جان ناقص نہ ہوئی — کیونکہ وہ اُسکے قبضہ میں ہے اسکو موجود کر سکتی ہے

سِرِ دیگر ہست کو گوشِ دِگر — طوطی کو مستعدِ آں شکر

ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟ — وہ طوطی کہاں ہے جو اُس شکر کی استعداد رکھے؟

۱ جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے بُرے کو پہچانتی ہے، احسان سے خوش اور نقصان سے غمگین ہوتی ہے چوں جبکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی، بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ روح روح کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ خدائی روح ہوگی۔

۲ چوں۔ اگر طبیعت میں علم و احساس کا مادّہ نہیں ہے تو وہ ذی روح بمنزلہ جماد کے سمجھا جائے گا۔ جانِ اول۔ وہ روح جو مدبّر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مَظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مَظہرِ ذاتِ حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسّم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اسطرح تابع ہوگئے جسطرح جسم روح کے تابع ہے۔

۳ آں بلیس۔ شیطان نے اُس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دستِ بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے جاں نشُد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کمال میں نقصان نہیں آیا۔ سِرِ دیگر شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سِرِ دیگر دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کی صفت مُضل کا مظہر بنانا تھا اسلئے بھی شیطان کو پیدا فرمایا ہے۔

طوطیانِ خاص را قندیست ژرف[1] — طوطیانِ عام از یں خور بستہ طرف

خاص طوطیوں کے لئے شکر بہت ہے — عام طوطیوں نے اس خوراک سے آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات — معنی ست آں نے فعولن فاعلات

صورت کا بھکاری اِن نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟ — وہ معنی ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ دریغش نیست قند — لیک خر آمد بخلقت کہ پسند

(حضرت) عیسیٰؑ کو اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں دریغ نہیں — لیکن گدھا طبعاً گھاس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے — پیشِ خر قنطارِ شکر ریختے

اگر گدھے کو شکر خوش کر سکتی — تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈال دیتے

معنیِ نختم علیٰ افواھھم — ایں شناس اینست رہرو را مہم

"ہم انکے مونہوں پر مہر لگائیں گے" کے معنی — یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لئے ضروری ہے

تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں[2] — بو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں

پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ — ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند — آں بدینِ احمدی برداشتند

وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے — اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قفلہایِ ناکشادہ ماندہ بود — از کفِ انا فتحنا بر کشود

جو بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے تھے — "بیشک ہم نے کھولا" کے ہاتھ سے کھلے

او شفیع ست ایں جہان و آنجہاں[3] — ایں جہاں در دین و آنجا در جناں

وہ اِس جہاں اور اُس جہان کے سفارشی ہیں — اِس جہان میں دین کے اور اُس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما — واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما

یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں — وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں — اِھدِ قومی انھم لا یعلمون

ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت — "میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں" ہے

---

۱ طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لئے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ کے چشد۔ جو شخص محض لفظوں کا بھکاری ہے اس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سننے کی اہلیت رکھتا تو وہ اس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ علیٰ افواھھم۔ قرآن پاک میں ہے۔ الیوم نختم علیٰ افواھھم "آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگائیں گے" مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اسرار کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

۲ تا ز راہ۔ اگر بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کریں تو ہو سکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو ان لوگوں کے منہ پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اکھاڑ دی جائے۔ قفلہای۔ ان لوگوں کے منہ پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائیں گے۔ انا فتحنا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بیشک ہم نے ان کے لئے فتح کر دیا" اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے ـــــ

۳ او شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں ان کی سفارش سے اسرارِ دین تک رسائی ہوئی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ ایں جہاں۔ دنیا بزبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ ان کو راہِ ہدایت دکھلایئے اور آخرت کہے گی کہ ان کو دیدارِ خداوندی کرایئے۔ اِھدِ۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ "خدا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں"۔

بازگشتہ[1] از دمِ اُو ہر دو باب
ان کی دُعا سے دونوں دروازے کھلے

در دو عالم دعوتِ اُو مُستجاب
دو جہاں میں اُن کی دُعا مقبول ہے

بہرِ ایں خاتم شدست اُو کہ بجود
اسلئے وہ خاتم بنے، کیونکہ سخاوت میں

مثلِ او نے بود و نے خواہند بود
اُن جیسا نہ تھا اور نہ ہوں گے

چونکہ در صنعت بَرد اُستاد دست
جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہو

نے تو گوئی ختمِ صنعت بر تو است
کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے؟

در کشادِ[2] ختمہا تو خاتمی
آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں

در جہانِ رُوح بخشاں حاتمی
رُوح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المُراد
خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات

کُل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
سب فتوح در فتوح در فتوح ہیں

صد ہزاراں آفریں بر جانِ او
آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں

بر قدوم و دورِ فرزندانِ او
اُن کی تشریف آوری اور آپکے فرزندوں کے دور پر (بھی)

آں خلیفہ زادگانِ مُقبلش
اُن کے وہ بااقبال شہزادے

زادہ اند از عنصرِ جان و دلش
جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

گر ز بغداد و ہری یا از رَے اند
خواہ وہ بغداد اور ہرات یا رَے کے ہیں

بے مزاجِ آب و گِل نسلِ وے اند
بغیر پانی اور مٹی کے ملاؤ کے آپ کی نسل سے ہیں

شاخِ گُل ہر جا کہ روید ہم گُل ست
پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے

خُمِّ مُل ہر جا کہ جوشد ہم مُل ست
شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

گر ز مغرب[3] بر زند خورشید سر
اگر سورج مغرب سے رونما ہو

عینِ خورشید ست نے چیزے دگر
بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

عیب چیناں را ازیں دم کور دار
عیب ٹٹولنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ

ہم بستاریِ خود اے کردگار
اے خدا! اپنی ستاری سے

گفت حق چشمِ خفاشِ بدسگال
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگادڑ کی آنکھ کو

بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال
میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

از نظرہائے خفاشِ کم و کاست
چمگادڑوں کی ناقص نظروں سے

انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

---

[1] بازگشتہ۔ آنحضورؐ کی دونوں دُعائیں مقبول ہیں۔ بہتر ہیں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لئے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسانی میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں چونکہ۔ جب کوئی اُستاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اس پر ختم ہے۔

[2] در کشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں اسی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جتنے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے فرزندان۔ یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگان۔ آپ کے جانشین جو آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ گر۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا فرد ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

[3] گر ز مغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب چیناں۔ ان بزرگوں کے جو عیب چین ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو میرے اس کلام سے محروم رکھ گفت حق۔ جن کے قلب پر مہر لگ گئی ہے ان کی آنکھیں ان کی حق سے بند ہیں۔

نکوہیدنِ ناموسہائے بوسیدہ را کہ مانعِ ذوقِ ایمان و
پرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف

دلیلِ ضعفِ صدق اند و راہزنِ صد ہزار ابلہ چنانکہ
کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ

راہزن آں مخنث بودند گوسفنداں و نمی یارست گذشتن و
اُس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہو گئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ہیجڑے

پرسیدنِ مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب
نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی

مرا می گزند گفت اگر مردی و در تو رگِ مردی ہست
ہیں، اُس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو

ہمہ فدائے تو اند و اگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے
یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے

دیگر ہست کہ در حالے کہ گوسفنداں دید بازگشت و از
اژدہا ہے، ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اُس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہو گیا اور

پرسیدن ترسید کہ اگر من بپرسم گوسفنداں اندر من
دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کر دینگی

افتند و مرا بگزند
اور مجھے کاٹ لیں گی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا اے ضیاء الحق حسام الدین! آجایئے	اے صقالِ روح و سلطانِ ہُدیٰ اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!
مثنوی را مسرحِ مشروح دہ مثنوی کو کشادہ میدان دیدیجئے	صورتِ امثالِ اُو را روح دہ اُس کی مثالوں کی صورت کو روح دیدیجئے
تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند تاکہ اُس کے حروف مجسم عقل اور جان بنجائیں	سوئے خلدستانِ جاں پرّاں شوند جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں
ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند آپ ہی کوشش سے (عالمِ) ارواح سے آئے ہیں	سوئے دامِ حرف مستحقن شدند حروف کے جال میں قیدی ہو گئے ہیں

ا نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے بلا وجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کم ہمت لوگ اپنے جاہ و ناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۲ مسرح۔ چراگاہ۔ مشروح۔ کشادہ۔ امثال۔ حکایات۔ سوئے۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالمِ غیب کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

بادعمرت درجہاں ہمچوں خضرؑ [1] | جاں فزا و دستگیر و مستمر
دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو | جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندۂ جاوید

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی در جہاں | تازمیں گردد ز لطفت آسماں
آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں ہیں | تاکہ آپ کی عنایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد | گر نبودے طمطراق چشمِ بد
میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا | اگر نظرِ بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشمِ بدِ زہر آب دم | زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام
لیکن بُری نظر کے زہریلے پانی کے اثر سے | روح کو گھٹانے والے میں نے بہت زخم کھائے ہیں

جز [2] برمزِ ذکرِ حالِ دیگراں | شرحِ حالت می نیارم در بیاں
سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے | میں آپ کی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم ز دستانِ دلے ست | کہ ازو پاہای دل اندر گلے ست
یہ بہانہ بھی اِس دل کے مکر کی وجہ سے ہے | جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں (پھنسے ہوئے) ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شدہ | چشمِ بد یا گوشِ بد مانع شدہ
سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے | بُری نظر یا بُرا کان مانع بنا

خود یکے بوطالب آں عمِ رسولؐ | می نمودش شنعتِ عرباں مہول
ایک ابو طالب ہی رسولؐ کے چچا | اُن کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویندم عرب کز طفلِ خود | او بگردانید دینِ معتمد
کہ مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے | اُس نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصب [3] اجداد و آبا را بماند | در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا | احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہو گیا

آں رسولِ پاکباز و مجتبیٰ [4] | از پئے آں تا رہاند مرو را
اُس نعمت اور پاکباز رسولؐ نے | اس لئے کہ اُن کو نجات دے

گفتش اے عم یک شہادت تو بگو | تا کنم با حق شفاعت بہرِ تو
اُن سے کہا اے چچا! ایک گواہی دیدیجئے | تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد از سماع | کل سر جاوز الاثنین شاع
انہوں نے کہا لیکن سُننے سے مشہور ہو جائے گا | جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

[1] خضر۔ حضرت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدین کو حاصل ہو جائیں۔ الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔ گفتمے۔ لوگوں کی نظرِ بد کے ڈر سے میں آپ کے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ ایں بہانہ یعنی صراحۃً ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظرِ بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابو طالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہلِ عرب۔ مہول۔ خوفناک۔ دینِ معتمد یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملادی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا چپکے سے کلمۂ شہادت پڑھ لیجئے مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابو طالب نے کہا۔ راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائیگا۔

من[۱] **بمانم در زبانِ ایں عرب** — **پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب**

میں ان عربوں کی زبانوں پر رہوں گا — اس سبب سے اُن کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لطفِ ماسبق — **کے بُدے ایں بددلی با جذبِ حق**

لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی — حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

الغیاث اے تو غیاث المستغیث — **زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث**

المدد، اے فریاد رسوں کی مدد! — دوراہے کے اِن خبیث اختیارات سے

من ز دستان و ز مکرِ دل چناں — **مات گشتم کہ بماندم از فغاں**

میں دل کے مکر اور فریب سے ایسا — عاجز آگیا ہوں کہ فریاد سے (بھی)، عاجز ہوں

من[۲] **کہ باشم چرخ با صد کاروبار** — **زیں کمیں فریاد کرد از اختیار**

میں کون ہوں؟ آسمان نے (بھی)، سیکڑوں کاروبار کے ہوتے ہوئے — اختیار کی وجہ سے اِس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کالے خداوندِ کریمِ بُردبار — **دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار**

کہ اے حلیم، کریم خدا! — اِس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذبِ یک راہِ صراطُ المستقیم — **بہ ز دو راہہ تردّد اے کریم**

سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش — اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دو رہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — **لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی**

اِس دوراہے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دو رہ گرچہ بجز تو عزم نیست — **لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست**

اِس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در نُبے[۳] **بشنو بیانش از خدا** — **آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا**

قرآن میں اِس کا بیان خدا سے سُن — آیت "وہ اِس سے ڈرے کہ اس کو اُٹھائیں"

ایں تردّد ہست در دل چوں وغا — **کایں بُوَد بہ یا کہ آں حالے مرا**

یہ تردد دل میں جنگ کی طرح ہے — کہ میرے لئے یہ بہتر ہوگا، یا وہ حال

در تردّد می زند بر ہمدگر — **خوف و امید بہی در کرّ و فرّ**

تردد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے — خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردّد عاقبت ماں خیر باد — **اے خدا مر جانِ ما را کُن تو شاد**

انجام کار اس تردد سے ہمارے لئے خیریت ہو — اے خدا تو ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

۱ من بمانم۔ ابو طالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیک۔ ابو طالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھنے سے۔ دو شاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آجاتا ہے۔

۲ من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کمین۔ عالمِ شہادت یعنی دو شاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمادے۔ زیں دو رہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسمارِ الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم۔ معصیت مظہرِ قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہرِ مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

۳ در نبے۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ "امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے"۔ مولانا نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ یعنی انسان کا تردد۔ تردد۔ اس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مناجات و پناہ جستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از فتنۂ اسبابِ اختیار کہ سمٰوات و ارضین از اختیار و اسبابِ اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقتِ آدمی مُولَع افتاد بر طلبِ اختیار و اسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار ست تا اختیارش بیفزاید و منصب خواہد تا اختیارش بیفزاید و مہبطِ قہرِ حق اُو عزّ و جلّ در اُممِ ماضیہ فرطِ اختیار و اسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

دعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہو گئی جیسا کہ بیمار ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا سبب ہے تاکہ اس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اس کے اختیار میں اضافہ ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریم ذو الجلال مہرباں
اے مہربان، عظمت والے کریم!

دائمُ المعروف دارایِ جہاں
سدا احسان والے، جہان تھامنے والے

یا کریمَ العفوِ حیٌّ لم یزل
اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ بھلی معافی والے!

یا کثیرَ الخیرِ شاہِ بے بدل
اے گھنی خیر والے، بے بدل شہنشاہ!

اوّلم ایں جزر و مد از تو رسید
یہ جزر و مد ابتداءً مجھے تجھی سے ملا

ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید
ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا

ہم از انجا کایں تردّد دادیم
جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردّد دیا ہے

بے تردّد کُن مرا ہم از کرم
مجھے کرم سے بے تردّد بھی کر دے

---

۱ مناجات۔ تردّد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔

۲ خلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے بیماری سے صحت اسی لئے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی امتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔

۳ مہبط۔ جائے نزول۔ دارایِ جہاں۔ قیوم۔ جزر و مد یعنی تردّد میں گھٹاؤ بڑھاؤ۔

تادمے از ہوشیاری وارہند — ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند

تاکہ تھوڑی دیر کے لئے ہوشیاری سے نجات پائیں — شراب اور باجے کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہ[1] دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست — فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست

سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے — اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

می گریزند از خودی در بیخودی — یا بمستی یا بشغل اے مہتدی

خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں — یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس را زاں نیستی وامی کشی — زانکہ بے فرماں شُد اندر بیہشی

آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے جدا کر دیتے ہیں — کیونکہ وہ بغیر حکم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بود — تا کہ بیند اندراں حُسنِ اَحَد

وہ نیستی چاہیئے جو اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے ہو — تاکہ اس میں احد کا حُسن دیکھے

لَیۡسَ[2] لِلۡجِنِّ وَلَا لِلۡاِنۡسِ اَنۡ — تَنۡفُذُوۡا مِنۡ حَبۡسِ اَقۡطَارِ الزَّمَنۡ

نہ جن کے لئے اور نہ انسان کیلئے یہ (ممکن) ہے — کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نُفُوۡذَ اِلَّا بِسُلۡطَانِ الۡهُدٰی — مِنۡ تَجَاوِيۡفِ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی

بجز ہدایت کے بادشاہ کے نکلنا نہیں ہے — بلند آسمانوں کے جوفوں سے

لَا هُدٰی اِلَّا بِسُلۡطَانٍ یَّقِیۡ — مِنۡ حَرَاسِ الشُّهُبِ رُوۡحَ الۡمُتَّقِیۡ

ہدایت نہیں ہے مگر اس شاہ سے جو بچاتا ہے — متقی کی روح کو ٹوٹنے والے تاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

کسی شخص کے لئے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے — کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک، ایں نیستی — عاشقاں را مذہب و دیں نیستی

آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے — عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستین[3] و چارق آمد از نیاز — در طریقِ عشق محرابِ ایاز

عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل — ایاز کے لئے راہِ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بود — ظاہر و باطن لطیف و خوب بود

اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا — ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریا و کینہ — حُسنِ سلطاں را رخش آئینہ

وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بنگیا — اُس کا رُخ شاہ کے حُسن کا آئینہ تھا

[1] جملہ۔ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لئے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہو

نفس۔ جو مستی اور استغراقِ عبادت سے پیدا ہوتا ہے اُسمیں دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے۔ نیستی۔ جو بیخودی عبادت اور طاعت سے پیدا ہوتی ہے اُس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] لیس۔ کسی ولی کو معراجِ روحانی اور عالمِ ملکوت کی سیر اُسی وقت میسر آتی ہے جب جذبِ الٰہی ہو اور خواص کو اُن ستاروں سے بچائے جو عالمِ ملکوت سے باتیں چرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقا کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔

[3] پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیازمندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کا پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور روزانہ اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اُسکی نیستی اور فنا ناقص تھی اور اسکو ڈر تھا کہ ہستی اور خودی کے مصائب کبر وغیرہ نہ پیدا ہو جائیں

ابتلاام[1] می کُنی آہ الغیاث
آہ تو میری آزمائش کرتا ہے، فریاد ہے

تا بکے ایں ابتلا یارب مکُن
یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر

اشترے اَم لاغرے و پشت ریش
میں کمزور اونٹ ہوں اور زخمی کمر

ایں کژاوہ گہ شود ایں سُو گراں
یہ کنارہ کبھی اِس جانب بھاری ہوجاتا ہے

بفگن از من حملِ ناہموار را
مجھ سے ناہموار بوجھ کو گرا دے

ہمچوآں[2] اصحاب کہف از باغ جود
اصحاب کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے

خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار
میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر

ہم بتقلیبِ تو تا ذات الیمین
تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب

صد ہزاراں سال بُودم در مطار
میں اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال رہا

گر فراموشم شدست آں وقت و حال
اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں

می رہم[3] زیں چار میخ چار شاخ
میں اِس چار میخ، چار شاخ سے نجات پا جاتا ہوں

شیر آں ایامِ ماضی ہائے خود
اپنے اُن گذرے ہوئے دنوں کا دودھ

جُملہ عالم ز اختیار و ہستِ خود
تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے

اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مؤنث کی طرح ہیں

مذہبے اَم بخش و دہ مذہب مکُن
مجھے ایک راستہ عنایت کر دے، دس راستے نہ بنا

ز اختیارِ ہمچو پالاں شکلِ خویش
اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

آں کژاوہ گہ شود آں سُو کشاں
وہ کنارہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

تا بہ بینم روضۂ ابرار را
تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں

می چرم ز ایقاظ نے بَل ہُم رُقود
میں غذا حاصل کروں جاگتے ہوئے نہیں، بلکہ وہ سوتے ہیں

بر نگردم جز چو گوئے بے اختیار
میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

یا سُوئے ذات الشمال اے ربِ دیں
یا بائیں جانب اے دین کے رب!

ہمچو ذراتِ ہوا بے اختیار
ہوا کے ذروں کی طرح، بے اختیار

یادگارم ہست در خواب ارتحال
نیند میں منتقل ہوجانا میرے لئے یادگار ہے

می جہم در مسرحِ جانِ زیں مناخ
اس باڑے سے جان کی سیرگاہ میں کود جاتا ہوں

می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اے بے نیاز! میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

می گریزد در سرِ سرمستِ خود
اپنے سرمست سَر کی جانب بھاگتا ہے

[1] ابتلاء۔ تردد جس میں ہر راہ پر چلنے کا اختیار ہو، اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ ذکور۔ اِس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہو گئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان اور کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی بُرائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ روضۂ باغ جنت جو ہر بھلائی کا نتیجہ ہے۔

[2] ہمچو۔ اصحاب کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اِس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں مصروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف رہیں۔ بتقلیب۔ خدا ہی اُن اصحاب کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مطار یعنی عالم ارواح، اُس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گر فراموشم۔ انسان عالم ارواح کی زندگی بھولے ہوئے ہے نیند میں اُس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

[3] می رہم۔ اِس وقت انسان عالم شہود کی تکلیفات سے غیر مکلف ہو جاتا ہے۔ چار میخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا، جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالم ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں۔ جملہ عالم۔ [illegible] اپنے اختیار اور ہستی سے [illegible] ہے۔

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شد — منتہایِ کارِ او محمود شد

جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہوگیا — اس کا انجام کار قابلِ تعریف بنا

زاںؔ[1] قوی تر بود تمکینِ ایاز — کوز خوفِ کبر کردے احتراز

ایاز کا جماؤ اِس سے قوی تھا — کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

او مُہذّب گشتہ بُود و آمدہ — کبر را و نفس را گردن زدہ

وہ مہذب بن گیا تھا اور اُس نے — تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم می کرد آں حِیَل — یا برایِ حکمتے دور از وجل

یا وہ حیلے، سکھانے کیلئے کرتا تھا — یا کسی اور حکمت کیلئے، جو خوف سے علیحدہ تھی

یا کہ دیدِ چارقش زاں شد پسند — کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند

یا اُس کو چپل دیکھنا اِس لئے پسند آیا — کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تا کشایدؔ[2] دخمہ کاں بر نیستی ست — تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست

تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے — تاکہ وہ عیش اور زندگی کی ہوا پالے

تا بہ بندد دخمہ برایں مُردگاں — تا بیابد بُویِ عیشِ زندگاں

تاکہ اِن مُردوں کا دخمہ بند ہو جائے — تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پالے

مُلکؔ[3] و مال و اطلسِ ایں مرحلہ — ہست بر جانِ سبکرو سلسلہ

اِس منزل کا مُلک اور مال اور اطلس — تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سِلسلہ زرّیں بدید و غرّہ گشت — ماندہ در سُوراخِ چاہے جانِ دشت

اُس نے زرّیں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آگئی — جان، وسیع میدان سے ملکے ایک کنوئیں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنّت بمعنیٰ دوزخے — اَفعیِ پُر زہر و نقشش گلرخے

اُس کی صورت جنت ہے حقیقتاً دوزخ ہے — زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اسکی صورت گل جیسی ہر

گرچہ مومن راسقر ندہد ضرر — لیک ہم بہتر بود زانجا گذر۔

اگرچہ مومن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے — لیکن وہاں سے گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال — لیک جنّت بہ وُرا در کلِّ حال

اگرچہ دوزخ اُس سے عذاب کو دور رکھتی ہے — لیکن ہر حالت میں اُسکے لئے جنّت بہتر ہے

اُس کے انجام سے کہ وہ کنوئیں کے سوراخ میں مقید ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اُس میں زہر بھرا ہوا ہے۔ گرچہ۔ مومن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہر حال جنت اُس سے بہتر ہے۔

[1] زاں۔ ہستی پر ایاز کا جماؤ اسقدر قوی تھا کہ اُسکو اِسکی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اُس سے اپنا بچاؤ کرے وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہو چکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کر چکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چپل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لئے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہو سکتا کہ ہستی کے لوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آئی تھی اُس کی تکمیل کے لئے یہ کرتا ہو۔

[2] تا کشاید۔ اسکی نیستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اُس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زیست کی نسیم اور عیش اُسکو حاصل ہو جائے دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو تہ خانہ یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تا بہ بندد۔ یعنی وہ دخمہ جو ان مُردوں کا ہے جو ہستی میں مبتلا ہیں بند رہے اور زندوں یعنی اُن لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اُسکو حاصل ہوتی رہے جو اپنے آپ کو فنا کر کے زندگی حاصل کر چکے ہیں۔

[3] مُلک و مال۔ دنیا کی دولت اور مالِ فانی کی جان کی سبکروی کے لئے مانع بنتا ہے ایاز اسی کیفیت کو دور کرتا تھا سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھکر انسان ان میں اپنے آپ کو مقید کر دیتا ہے لیکن

اَلحَذَر اے ناقصاں[1] زیں گُلرُخے | کہ بگاہِ صُحبت آمد دوزخے

اے ناقصو! اِس گل رُخ سے بچو | جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتی ہے

اَلفِرار اے غافلاں زیں گُلشنے | کہ حقیقت بَدتر ست از گُلخنے

اے غافلو! اِس گلشن سے بھاگو | کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے

زینہار اے جاہلاں زیں گلشکر[2] | کہ بسوزاند دہاں راچوں شرر

اے جاہلو! اِس گلقند سے بچو! | کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے

چند گویم مر تُرا کیں انگبیں | زہرِ قتّالست زُو دوری گزیں

میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد | قاتل زہر ہے، اُس سے دُوری اختیار کر

لیک تلخ آید تُرا گفتارِ من | خواب می گیرد تُرا زانذارِ مَن

لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے | میرے ڈرانے سے تجھے نیند گھیرتی ہے

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو | وز حیاتِ خویش برخوردار شو

صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لئے جاگ جا | اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایتِ[3] آں غلام ہندو کہ بخداوند زادۂ خود پنہاں ہوا

اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقازادی سے مخفی طور پر محبت

آوردہ بُود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت

رکھتا تھا جب لڑکی کا امیر زادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہوگیا

در رنجور شُد و می گداخت ہیچ کس علّتِ اُو را نمی یافت

وہ بیمار پڑگیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا

و اُو را زہرۂ گفتن نے، و اطبّا از معالجہ اُو فرو ماندند و

اور اُس کو کہنے کی ہمّت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آگئے اور

چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کردیا

خواجہ را بُود ہندو بندۂ | پروریدہ کردہ اُو را زندۂ

ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا | جس کو اُس نے پرورش کرکے زندہ کردیا

عِلم و آدابش تمام آموختہ | در دِلش شمعِ ہُنر افروختہ

اُس کو سب علم اور آداب سکھائے | اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کردی

[1] ناقصاں جبکہ کاملوں کے لئے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لئے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے۔ گلخنے یعنی ہستی کے اسباب دنیاوی کی رونق۔

[2] گلشکر گلقند یعنی دنیا کی لذتیں۔ زانذار۔ انذار کا ہمزہ گرا کر زا، کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔

[3] حکایت۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اس قصہ سے سمجھایا ہے۔ ہندو یعنی ہندوستان کا رہنے والا۔ مہتر یعنی طاقتور۔

پروریدش از طفولیت[1] بناز
اُس کو بچپن سے ناز سے پالا

در کنارِ لطفِ آں اکرام ساز
اُس کرم کرنیوالے نے، مہربانی کے پہلو میں

بُود ہم ایں خواجہ را یک دُخترے
اِس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی

سیم اندامے گشے خوش گوہرے
چاند کے بدن والی، حسین، خوش مزاج

چوں مُراہق گشت دختر طالباں
جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار

بذل می کردند کابینِ گراں
بھاری مہر خرچ کرنے لگے

می رسیدش از سُوئے ہر مہترے
اُسکے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا

بہرِ دختر دمبدم خواہشگرے
ہر لمحہ لڑکی کے لئے درخواست کرنے والا

گفت خواجہ مال را نبود ثبات
آقا نے کہا، مال کے لئے "ٹکاؤ" نہیں ہے

روز آید شب رَوَد اندر جہات
دن میں آتا ہے رات کو اِدھر اُدھر چلا جاتا ہے

حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار
صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا

کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار
کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے

سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی
سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے

کہ بُود غرہ بمال و بارگی
کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور ہوتا ہے

اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر
بہت سے رئیس زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے

شُد ز فعلِ زشتِ خود ننگِ پدر
اپنے بُرے کام کی وجہ سے باپ کیلئے عار ہیں

پر ہُنر را نیز اگر باشد نفیس
ہنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے

کم پرست و عبرتے گیر از بلیس
اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کرلے

عِلم بودش چوں نبودش عشقِ دیں
اُسکو علم حاصل تھا، اُسکو چونکہ دین کا عشق نہ تھا

اُو ندید از آدمؑ اِلّا نقشِ طیں
اُس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

گرچہ[3] دانی دقتِ علم اے امیں
اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے

زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں
اُس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی

چوں نہ بیند غیرِ دستارے و ریش
چونکہ وہ پگڑی اور داڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے

از مُعرّف پُرسد از بیش و کمیش
جاننے والے سے اُسکی کمی بیشی پوچھتا ہے

عارفا تو از مُعرّف فارغی
اے عارف! تو بتانیوالے سے بے نیاز ہے

خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی
تو خود دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو چمکتا نور ہے

[1] طفولیت: بچپن۔ اکرام ساز۔ یعنی آقا۔ گش۔ حسین، خوش رفتار۔ مراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی یا لغو۔ غرہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنر مند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقش طین۔ یعنی آدمؑ کا مٹی کا پتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چوں نہ بیند ظاہر بیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے۔ نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے۔

کار تقویٰ دارد و دین و صلاح — که ازو باشد بدو عالم فلاح

تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے — کیونکہ اسی سے دونوں جہان میں نجات ہے

کرد یک داماد صالح اختیار — که بد او فخر ہمه خیل و تبار

اس نے ایک نیک داماد پسند کرلیا — جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لئے فخر تھا

پس زنان گفتند او را مال نیست — مهتری و حسن و استقلال نیست

تو عورتوں نے کہا اس کے پاس مال نہیں ہے؟ — سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنها تابع زهد اند و دین — بے زر او گنجے ست بر روئے زمین

اس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں — وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چون بجد تزویج دختر گشت فاش — دست پیمان و نشانی و قماش

جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہوگیا — چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلام خواجه کاندر خانه بود — گشت بیمار و ضعیف و زار زود

آقا کا غلام جو گھر میں تھا — بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہوگیا

همچو بیمار دقے او می گداخت — علت او را طبیبے کم شناخت

وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا — اس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے که رنجش از دل ست — داروی تن در غم دل باطل ست

عقل کہتی تھی کہ اس کی بیماری دل کی ہے — جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آن غلامک دم نزد از حال خویش — گرچه می آمد ورا در سینه ریش

اس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا — اگرچہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتون را شبے شوہر که تو — باز پرسش در خلا از حال او

ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو — تنہائی میں اس سے اسکا حال دریافت کر

تو بجائے مادرے او را بود — کو غم خود پیش تو پیدا کند

تو اس کی ماں کی بجائے ہے — (ہوسکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کردے

چونکه خاتون کرد در گوش این کلام — روز دیگر رفت نزدیک غلام

بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی — وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانه می کرد آن ستی — با دو صد مہر و دلال و دوستی

وہ بیوی اسکے سر میں کنگھی کررہی تھی — دوسو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

۱ کار۔ دین و دنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کرد۔ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اس سردار نے دامادی کے لئے ایک متقی شخص کو پسند کرلیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال یعنی گذارے کی پائیداری۔

۲ آنچہ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دست پیمان۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلہن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولہا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔

۳ بیمار دقے۔ مرض دق کا بیمار۔ داروی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے۔ ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں
جیسا کہ مہربان مائیں
نرم کردش تا درآمد در بیاں
اس نے اسکو نرم کردیا یہاںتک وہ کہنے پر آگیا

کہ مرا اُمید از تو ایں نبُود
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی
کہ وہی دختر بہ بیگانہ عنُود[۱]
کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دینگے

خواجہ زادہ ماو ما خستہ جگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں
حیف نبُوَد کو رَوَد جائے دگر
(کیا) افسوس نہ ہوگا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟

خواست آں خاتوں زخشمے کامدش
اس غصہ کیوجہ سے جو اسکو آیا بیوی نے چاہا
کش زند وز بام زیر اندازدش
کہ اسکو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرادے

کو کہ باشد ہندوی مادر غرے
کہ وہ ہندی مادر بخطا کون ہوتا ہے؟
کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے

گفت صبر اولیٰ بُود خود را گرفت
بولی صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کرلیا
گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
خواجہ سے کہا، کہ یہ عجب بات سن

ایں چنیں گر[۲]ا یکے خائن بُوَد
ایسا کمینہ غلام خائن ہوگا
ما گماں بُردہ کہ ہست او مُعتمد
ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے

حالِ خود را ایں چنیں گفت اُو مرا
اس نے اپنا حال مجھے اِس طرح بتایا
خواستم کز خشم بکُشم مرورا
میں نے چاہا غصہ سے اسکو مار ڈالوں

صبر فرمودن خواجہ مادرِ دختر را کہ غلام را زجر مکُن من

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں

بے زجر اُو را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و
بغیر جھڑکے اُس کو اِس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دونگا کہ نہ سیخ جلے اور

نہ کباب خام ماند
نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کُن با اُو بگو
آقا نے کہا صبر کر، اُس سے کہدے
کز او بریم و بدہیمش بتو
کہ ہم اُس سے چھڑائیں گے اور اسکو تجھ دیدینگے

تا مگر ایں از دلش بیروں کُنم
تاکہ شاید اِس کو اُس کے دل سے نکالدوں
پس تماشا کُن کہ دفعش چوں کُنم
پھر تماشا دیکھنا کہ میں اسکو کسطرح دفع کرتا ہوں

---

[۱] عنود۔ سرکش۔ حیف۔ افسوس، ظلم۔ رود۔ یعنی شادی کردینے پر۔ بام۔ بالا خانہ۔ مادر غرے۔ جس کی ماں زانیہ ہو۔

[۲] گرا یک۔ گرا، غلام، حجام، اِس میں یا زیادہ اور کاف تصغیر کا ہے۔ زجر۔ سرزنش۔ بدہیمش۔ اُو را بدہیم۔

تو دلش خوش کن بگو میداں درست ۔۔۔ کہ حقیقت دخترِ ما جفتِ[1] تست

تو اُس کا دل خوش کردے کہدے صحیح سمجھ ۔۔۔ کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

ماندانستیم اے خوش مشتری ۔۔۔ چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے ۔۔۔ جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ماہم دریں کانونِ ما ۔۔۔ لیلیٰ آنِ ما و تو مجنونِ ما

ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں ۔۔۔ لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تا خیال و فکرِ خوش بر وے زند ۔۔۔ فکرِ شیریں مرد را فربہ کند

تاکہ اچھا خیال اور فکر اُس پر چھا جائے ۔۔۔ شیریں خیال اُس کو موٹا کردے

جانور فربہ شود لیک از علف ۔۔۔ آدمی فربہ ز عزت و شرف

جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے ۔۔۔ آدمی عزت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش ۔۔۔ جانور فربہ شود از حلق و نوش

آدمی کان کے راستے سے موٹا ہوتا ہے ۔۔۔ جانور حلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتوں کزیں ننگِ مہیں ۔۔۔ خود زبانم کے بجنبد اندریں

بیوی نے کہا، کہ اس ذلت اور رسوائی سے ۔۔۔ اس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

اینچنیں ژاژے[2] چہ خایم بہرِ او ۔۔۔ گو بمیر آں خائنِ ابلیس خو

میں اُسکی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟ ۔۔۔ گو وہ شیطان صفت، خائن، مرجائے

گفت خواجہ نے مترس و دم دہش ۔۔۔ تا رود علت ازو زیں لطفِ خوش

خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے ۔۔۔ تاکہ اس اچھی مہربانی سے اسکی بیماری جاتی رہے

دفعِ او را دلبرا بر من نویس ۔۔۔ ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس

اے دلربا! اسکا دفعیہ میرے ذمہ لکھدے ۔۔۔ مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہوجائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں ۔۔۔ می نگنجید از تبختر بر زمیں

جب خاتون نے اُس خستہ (حال) سے یہ کہدیا ۔۔۔ وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زفت گشت و فربہ و سرخ و شگفت ۔۔۔ چوں گلِ سرخ او ہزاراں شکر گفت

موٹا اور فربہ اور سرخ ہوگیا اور کھل گیا ۔۔۔ گلِ سرخ کیطرح، اُسنے ہزاروں شکریے ادا کئے

گہ گہے می گفت اے خاتونِ من ۔۔۔ کہ مبادا باشد ایں دستان و فن

کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم! ۔۔۔ کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

[1] جفت۔ یعنی بیوی۔ اولیٰ۔ مستحق، قریب تر کانون بھٹی۔ جانور۔ جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے۔ آدمی۔ انسان اپنی بڑائی کی باتیں سُنکر پھولتا ہے۔

[2] ژاژ۔ بکواس۔ باریک ریس۔ باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانیوالا تبختر۔ تفاخر۔ دستاں۔ مکر

لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما — در پئے اینیم فارغ باش ہا

لیکن بیگم اسکو یقینی طور پر کہتی کہ ہم — اس کے در پے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت — رفت از وے علت و آمد بگشت

خواجہ نے جب اُسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہوگیا — اُس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرج[1] را وصلتے

خواجہ نے مجمع کیا اور دعوت کی — کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می دادند و گال — کاے فرج بادت مبارک اتصال

یہانتک کہ مجمع فریب اور دھوکا دیتا تھا — کہ اے فرج! تجھے جوڑ مبارک ہو

تا یقیں تر شد فرج را آں سخن — علت از وے رفت کل از بیخ و بن

یہانتک کہ فرج کو اُس بات پر بہت یقین ہوگیا — جڑ اور بنیاد سے اُس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن — امردے را بست حنا ہمچو زن

اُس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے — ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پُر نگارش کرد ساعد چوں عروس — پس نمودش ماکیاں دادش خروس

دلہن کی طرح اُسکی کلائیاں آراستہ کیں — پھر اُس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مقنعہ[2] و حُلہ عروسانہ نکو — کنگ امرد را بپوشانید رُو

اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے — ہٹے کٹے لونڈے کا مُنہ چھپا دیا

شمع را ہنگام خلوت زود کشت — ماند ہندو با چناں کنگ درشت

تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا — غلام ایسے سخت ہٹے کٹے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد می کرد و فغاں — از بروں نشنید کس از دف زناں

بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا — دف بجانیوالوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضرب دف و کف و نعرہ مرد و زن — کرد پنہاں نعرہ آں نعرہ زن

ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے — اُس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تا بروز آں ہندوک را می فشارد — چوں[3] بود در پیش سگ انبان آرد

دن نکلنے تک وہ اُس بیچارے غلام کو جھنجوڑتا رہا — جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آوردند طاس و بوغ زفت — رسم داماداں فرج حمام رفت

وہ دن میں طشلا اور بھاری بقچہ لائے — داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

[1] فرج۔ غلام کا نام ہے وصلت۔ یعنی شادی۔ گال۔ فریب، لگنی، گردک۔ خیمہ جو شب عروسی کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ امرد۔ بے داڑھی والا۔ ساعد۔ ہاتھ کا پہنچا۔ پس۔ یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اُس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کر دی۔

[2] مقنعہ۔ دوپٹہ۔ حلہ۔ جوڑا۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ ہندو جب وہ نوجوان اُس غلام کو پیٹتا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور و غل میں اس کی آواز کوئی نہ سُن پاتا تھا۔

[3] چون کود۔ جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا ملے گی اُس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔ بوغ زفت۔ بھاری بقچہ۔

رفت در حمام اُو رنجور جاں — کون۵۱ دریدہ ہمچوں دلق تونیاں

وہ نیم مردہ حمام میں گیا — بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمام در گرد کفوس — پیشِ اُو بنشست دختر چوں عروس

وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا — لڑکی دلہن کی طرح اُس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں — کہ نباید کو کند روز امتحاں

اُس کی ماں محافظ بنکر وہاں بیٹھ گئی — تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آزمائے

ساعتے در وے نظر کرد از عناد — آنگہاں با ہر دو دستش دہ بداد

اس نے تھوڑی دیر دشمنی سے اُسکو دیکھا — پھر دونوں ہاتھوں سے اُسکو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اتّصال — با چو تو ناخوش عروس بد فعال

بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے — تجھ جیسی بدکار بُری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتونِ ختن۵۲ — شب عمودت ہمچو شاخ کرگدن

دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے — رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کیطرح ہو

روزِ رویت ہمچو خاتوں تتر — کیر زشتت شب بتر از کیرِ خر

دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کیطرح ہے — رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں۵۳ جملہ نعیم ایں جہاں — بس خوش است از دورِ پیش از امتحاں

اِس دنیا کی تمام نعمتیں اِسی طرح — امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب — چوں روی نزدیک آں باشد سراب

دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں — جب تو زیادہ نزدیک جائیگا، وہ سراب ہوں گی

گند پیر ست اُو واز بس چاپلوس — خویش را جلوہ کند چوں نو عروس

وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے — اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اَش — نوشِ نیشش آلودہ اُو را مچش

خبردار اُس کے اُبٹن سے دھوکہ نہ کھا — اُسکے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج — صبر کن کالصّبر مفتاح الفرج

تاکہ تو فرج کیطرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پھنسے — صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دامِ اُو — خوش نماید ز اولت انعامِ اُو

اُسکا دانہ ظاہر ہے جال چھپا ہوا ہے — شروع میں اُسکا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

۵۱ کون۔ مقعد۔ دلق۔ گدڑی۔ تونیاں۔ بھٹی جھونکنے والے۔ نشستہ۔ لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ اور ہے اور رات اور تھا۔ عناد۔ دشمنی دہ بداد۔ دھکارا، دھکا دیا۔

۵۲ ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حسن مشہور تھا۔ شاخ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے۔ تتر۔ تتار۔ تتاری حسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔

۵۳ ہمچناں۔ جس طرح اُس غلام کیلئے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ گند پیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب قند فیر ہے۔ گلگونہ۔ گلگلاں۔ فرج۔ اُس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

[1] در بیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی

ہمچنیں غرور مبتلاست در ہر مرحلہ اِلّا مَن عَصَمَہُ اللہ

ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اُسکے جسکو اللہ بچائے

چوں بپیوستی بدام اے ہوشیار
اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا
چند نالی در ندامت زار زار
ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی
نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے
در نہانش مرگ و درد و جاں دہی
اُس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و بر زمیں رَو چوں سمند
غلام بن اور زمین پر گھوڑے کیطرح چل
چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لیجائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور
ناشکرا سب کو اپنا باربردار (بنانا) چاہتا ہے
بارِ مُردم گشتہ چوں اہلِ قبور
مُردوں کی طرح لوگوں کے لئے بوجھ بنگیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب
تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے
فارسِ منصب شود عالی رکاب
وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہوگا

زانکہ[2] آں تابوت بر خلقست بار
کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے
بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
ان بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

بر تنِ خود بارِ خود نہ اے پسر
اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ
بر کسِ دیگر منہ زیں اَلحذر
اِس سے بچ، کسی دوسرے پر نہ رکھ

بارِ خود بر کس منہ بر خویش نہ
اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ
سروری را کم طلب درویش بہ
سرداری نہ طلب کر، درویش بہتر ہے

مرکبِ[3] اعناق مردم را مپای
لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو
تا نیاید نقرست اندر دو پای
تاکہ تیرے دونوں پاؤں میں نقرس نہ ہوجائے

مرکبے را کاخرش تو دہ دہی
جس سواری کو تو آخر میں دھکے دیگا
کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
کہ تو شہر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے اور ویران گاؤں ہے

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود
اسکو اب دھکے دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آرہا ہے
تا نیاید رخت در ویراں کشود
تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

[1] در بیان۔ اِس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اسی طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔ سمند۔ گھوڑا۔ کفور۔ خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو بر سرکار نہ لانا کفر ہے۔ بر جنازہ۔ اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی بڑا مرتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

[2] زانکہ۔ اِس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور بڑے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔ فقیر کسی کا بارِ دوش نہیں بنتا ہے۔ اعناق۔ عنق کی جمع ہے، گردن۔ نقرس۔ ایک درد ہے جو عموماً پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اِس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔

[3] مرکب۔ یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔ چوں شہرت یعنی تو اُس سے کہے گا کہ اِس وقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

ده دهش اکنوں که صد بستانت هست — تاںگردی عاجز و ویراں پرست
تو اسکو اب دھکے دیدے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں — تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت پیغمبر[1] که جنت از اله — گر همی خواهی ز کس چیزے مخواه
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت — اگر چاہتا ہے، تو کسی سے کچھ نہ مانگ

چوں نخواهی من کفیلم مر ترا — جنت الماویٰ و دیدارِ خدا
جب تو نہ مانگے گا، میں تیرا کفیل ہوں — جنت الماویٰ اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد عیار — تا یکے روزے که گشته بد سوار
وہ صحابی اس کفالت سے، کھرے بنے — یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانه از کفش افتاد راست — خود فرود آمد ز کس آں را نخواست
انکے دائیں ہاتھ سے کوڑا گر گیا — خود نیچے اُترے اُسکو کسی سے نہ مانگا

آنکه از دادش نیاید هیچ بد — داند او بیخواهشے خود می دهد
جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے — وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

ور بامرِ حق بخواهی آں رواست — آنچناں خواهش طریقِ انبیاست
اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے — ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بد[2] نماند چوں اشارت کرد دوست — کفر ایماں شد چو کفر از بهرِ اوست
جب دوست نے اشارہ کر دیا، وہ بُرا نہ رہا — کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اُس کے لئے ہو

هر بدے که امرِ او پیش آورد — آں ز نیکی هائے عالم بگذرد
ہر برائی جو اُس کا حکم بجالائے — وہ جہان کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خسته گردد نیز پوست — ده مده که صد هزاراں دُر دروست
اگر اُس سیپ کی کھال بھی زخمی ہو جائے — دھکا نہ دے، کیونکہ اُسمیں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز[3] گرد — سوئے شاه و هم مزاجِ باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل — بادشاہ کی جانب، اور باز کا ہم مزاج بنجا

باز رَو در کاں چوں زرِ ده دهی — تا رهد دستانِ تو از ده دهی
کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہوجا — تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے نجات پائیں

صورتِ بد را چو در دل ره دهند — از ندامت آخرش ده می دهند
جب بُری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں — آخر میں شرمندگی سے اُسکو دھکے دیتے ہیں

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے ور۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جا سکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجئے۔

[2] بد نماند۔ امرِ خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلماتِ کفر اللہ کے لئے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کیلئے اختیار کئے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامرِ خداوندی کلماتِ کفر کہدے۔ ہر بدے۔ مضطر کے وقت مُردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی برائی برائی نہیں ہے۔ ده مده۔ اسکو دھکا نہ دے۔ مزاجِ باز۔ باز شکار کرکے بادشاہ کے ہاتھ پر آبیٹھتا ہے۔

[3] باز رو۔ انابت الی اللہ اختیار کر تاکہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کان۔ یعنی ذاتِ حق تعالیٰ۔ زرِ ده دهی۔ وہ خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ ده دهی۔ دھکے دینا۔

دزد را[۵۱] چوں قطع تلخی می دہد ‌‌ ‌ ‌ ذوقِ دُزدی را چو زن دہ می دہد
چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے ‌ تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کیطرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ دہ دادن از دستِ حزیں ‌ دہ بدادن زیں بُریدہ دست بیں
تو نے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے ‌ اِس ہاتھ کٹے کے دھکے دینا دیکھ

ہمچنیں قلّاب و خونی و لَوَند ‌ وقتِ تلخی عیش را دہ میدہند
اسی طرح فریب ساز اور خونی اور غنڈا ‌ تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پَروانہ وار ‌ باز نسیاں می کشدشاں سُوئے کار
پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں ‌ بھول، پھر اُنکو کام کیطرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پَروانہ ز دور آں نار را ‌ نور دید و بَست آں سُو بار را
پروانہ کیطرح کہ اُس نے دور سے اُس آگ کو ‌ نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ لیا

چوں بیامد سوخت پرّش وا گریخت ‌ باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت
جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا ‌ پھر بچّوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرادیا

بارِ دیگر بر گمانِ طمعِ سُود ‌ خویش زد بر آتشِ آں شمع زُود
نفع کے لالچ کے گمان پر دُوبارہ ‌ اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپکو لیجا ڈالا

بارِ[۵۲] دیگر سوخت ہم واپس بجَست ‌ باز کردش حرصِ دل ناسی و مست
دوبارہ جلا واپس کودا ‌ دل کے لالچ نے پھر اُسکو بھولنے والا اور مست بنادیا

آں زماں کز سوختن وا می جہد ‌ ہمچو ہندو شمع را دہ میدہد
جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے ‌ ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُخت تاباں چو ماہِ شب فروز ‌ وے بصحبت کاذب و مغرور سوز
کہ اے (شمع) تیرا رُخ رات کو منوّر کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے ‌ اور اے (شمع تو) دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کو جلانے والی ہے

باز از یادش رود توبہ و انیں ‌ کَاَوْھَنَ الرَّحْمٰنُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے ‌ کیونکہ اللہ (تعالٰی) نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کر دیا ہے

در عمومِ تاویلِ ایں آیہ[۵۳] کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ

"اِس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں" جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اُسکو بجھا دیتا ہے"

کُلَّمَا ھُمْ اَوْقَدُوْا نَارَ الْوَغٰی ‌ اَطْفَاَ اللّٰہُ نَارَھُمْ حَتّٰی انْطَفٰی
جب بھی اُنھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی ‌ اللہ نے اُنکی آگ کو بجھا دیا یہانتک کہ وہ بجھ گئی

---

[۵۱] دزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے۔ دیدہ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلّاب۔ جعلساز۔ لَوَند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطاوار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جبطرح پروانہ شمع سے جلنے پر اسکو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس پر بھول طاری ہوجاتی ہے اور وہ اُس خطا کا دُوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ سامان۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اُسکو بہلانے کیلئے کہتے ہیں اوہو نمک گرادیا۔

[۵۲] بارِ دیگر۔ لیکن پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بارِ دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ انین۔ رونے کی آواز۔

[۵۳] کلّما۔ اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کُفّار اللہ کے منشار کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالٰی اُن پر بھول طاری کر دیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشار کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اُس پر بھول طاری کر دی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دلا ایں جا مایست | گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست

اُس نے پختہ ارادہ کیا کہ اے دل! یہاں نہ ٹھہر | وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبودش تخمِ صدقے[1] کاشتہ | حق برو نسیانِ آں بگماشتہ

کیونکہ اُسکے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا | اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کر دیا

گرچہ برآتش زنہ دل می زند | آں ستارش را کفِ حق می کشد

اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے | اس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصۂ ہم در تفسیرِ ایں معنیٰ

انہی معنیٰ کی تفسیر میں قصہ

رفت دزدے شب بخانۂ یک بزرگ | آمد و پنہاں در آمد ہمچو گرگ

ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا | گھسا اور چپکے سے بھیڑیے کی طرح گھسا

شرفہ بشنید در شب معتمد | برگرفت آتش زنہ کاتش کند

(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سنی | چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ خانہ[2] شب آوازے شنید | برگرفت آتش زنہ زد آں وحید

صاحب خانہ نے رات کو آواز سنی | اُس یکتا نے چقماق اٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن | تا سرِ آواز را بیند علن

وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے | تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دزد آمد آں زماں پیشش نشست | چوں گرفتے سوختہ می کرد پست

اُس وقت چور آیا، اُسکے سامنے بیٹھ گیا | جب چیتھڑا آگ پکڑتا وہ اسکو دبا دیتا

می نہاد آنجا سرِ انگشت را | تا شود استارۂ[3] آتش فنا

وہ اُس جگہ اُنگلی کا سرا رکھ دیتا | تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہو جائے

تر ہمی کرد او سرِ انگشت را | زاصبع آں استارہ را کردے فنا

وہ اُنگلی کے سرے کو تر کر لیتا | اُس چنگاری کو اُنگلی سے بجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مُرد | ایں نمی دید او کہ دزدش می کشد

خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بجھ جاتی ہے | وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اسکو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود | می مُرد استارہ از تریش زود

خواجہ نے کہا، یہ چیتھڑا گیلا تھا | اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

[1] صدقے۔ یعنی اللہ تعالےٰ پر ایمان صادق۔ نسیان۔ بھول۔ آتش زنہ۔ ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جائے۔ گرگ۔ بھیڑیا بھی چپکے سے حملہ کرتا ہے۔ شرفہ۔ شین کے ساتھ، آہٹ سین کے ساتھ کھانسی۔

[2] صاحبِ خانہ چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے چونکہ جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چپکے سے اُس پر انگلی رکھکر بجھا دیتا۔

[3] اِستارہ۔ جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اُسکو اپنی تر انگلی سے بجھا دیتا خواجہ۔ مکان کا مالک یہی سمجھتا رہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہے کپڑا گیلا ہوگا اُسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے۔

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش ۔۔۔ می ندید آتش کُشے را پیش خویش

چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا ۔۔۔ وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

ایں چنیں[1] آتش کُشے اندر دلش ۔۔۔ دیدۂ کافر نہ بیند از عمش

اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانیوالے کو ۔۔۔ کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندہ ۔۔۔ ہست با گردندہ گردانندہ

جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا ۔۔۔ کہ گھومنے والے کیساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود ۔۔۔ بے خداوندے کے آید کے رود

تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود ۔۔۔ بغیر خدا کے کیسے آجا سکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں ۔۔۔ ایں چنیں بے عقلیِ خود اے مہیں

تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر ۔۔۔ اے ذلیل! اس طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ با بنّا بود معقول تر ۔۔۔ یا کہ بے بنّا بگو اے کم ہنر

گھر، بنانیوالے کے ساتھ، زیادہ سمجھ کے قابل ہے ۔۔۔ یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہنرے! بتا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار ۔۔۔ کے بود بے اوستادے خوبکار

گھر اس وسعت اور خوبی کے ساتھ ۔۔۔ بغیر اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خطّ[2] با کاتب بود معقول تر ۔۔۔ یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر

خط، کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے ۔۔۔ اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیمِ گوش و عینِ چشم و میمِ فم ۔۔۔ چوں بود بے کاتبے اے متّہم

کان کا جیم، آنکھ کی عین، منہ کا میم ۔۔۔ اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہوگا؟

شمع روشن بے زگیرانندہ ۔۔۔ یا بگیرانندۂ دانندہ

شمع، بغیر کسی روشن کرنیوالے کے روشن ہے ۔۔۔ یا روشن کرنے والے، جانکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شلِ ضریر ۔۔۔ باشد اولیٰ یا ز گیرائیِ بصیر

عمدہ دستکاری اندھے لُنجے کے ہاتھ سے ۔۔۔ بہتر ہوگی، یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس[3] چو دانستی کہ قہرت میکنند ۔۔۔ بر سرت دبّوسِ محنت می زنند

جیسا تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں ۔۔۔ تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ ۔۔۔ سوئے او کش در ہوا تیرِ خدنگ

تو اُس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر ۔۔۔ اُس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

---

[1] ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالٰی اپنے منشاء کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چوں نمی داند۔ یہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہو رہا ہے۔ معقولات۔ محض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ۔ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا ہے۔ خانہ۔ یہ اسقدر عظیم گھر، دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

[2] خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرہ کو عین سے اور منہ کی گولائی کو میم کے سرے سے تعبیر کیا ہے۔ شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہوگئی یا یہ سمجھنا کہ اسکو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا۔ اچھی دستکاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے۔ شل۔ لُنجا۔

[3] پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہوگیا کہ اُس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ دبّوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اسی نے خدا سے جنگ کرنے کیلئے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے۔ خدنگ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

ہمچو اسپاہِ[1] مغل بر آسماں | تیر می انداز دفعِ نزعِ جاں

مغلوں کے لشکر کی طرح، آسماں پر | تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لئے

یا گریزاز وے اگر تانی برو | چوں روی چوں در کفِ اُوئی گرو

یا بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے | تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اُسکے ہاتھ میں گروی ہے

در عدم بودی نرستی از کفش | از کفِ اُو چوں رہی اے نقشِ خویش

تو عدم میں تھا اُسکے ہاتھ سے نہ بچا | اے عاجز! تو اُس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جستن بُود بگریختن | پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن

آرزو کرنا، بھاگنا ہے | اُسکے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزو | در گریز از دامہای آرزو

یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اُس کا دانہ ہے | حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد | چوں شدی در ضدِ آں دیدی فساد

جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا | جب تو اُس کی ضد میں لگا فساد دیکھے گا

چوں شُدی[2] در ضد بدانی ضدِ آں | ضد را از ضد شناسی اے جواں

جب تو ضد میں مبتلا ہوگا اُسکی ضد کو سمجھے گا | اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لیگا

پس پیمبر گفت اِستفتوا القلوب | گرچہ مُفتی تاں بروں گوید خطوب

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو | اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کن اِستفتِ قلبکَ از رسولؐ | گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول

رسولؐ کیجانب سے "اپنے قلب سے فتویٰ لے" سن لے | اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش | آزمودم کایں چنیں می بایدش

آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے | میں نے آزمایا ہے کہ اُسکو یہی چاہیے ہے

چوں نتانی جست پس خدمت کنش | تا روی از حبسِ اُو در گلشنش

جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اُسکی خدمت کر | تاکہ اُس کی قید سے اُسکے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی | داد می بینی زداور اے غوی

لمحہ بہ لمحہ جب تو غور کرے گا | اے گمراہ! تو خدا کیجانب سے انصاف دیکھے گا

ور بہ بندی چشمِ خود را از احتجاب | کارِ خود را کے گذارد آفتاب

اگر پردے میں (رہکر) تو آنکھ بند کرے گا | سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

---

[1] سپاہِ مغل یعنی مغل تیراندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مغل بادشاہ نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔ دستِ خوش عاجز، تابع فرماں۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اُس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز حرص۔ زو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

[2] چوں شدی۔ اگر تم ہوا و حرص میں مبتلا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ترکِ حرص کی حقیقت معلوم ہوگی۔ تُعرَفُ الاَشیَاءُ بِاَضدَادِھَا" چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" پس پیمبر۔ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِستَفتِ قَلبَکَ وَاِن اَفتَاکَ المُفتُونَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں"

[3] آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کر دے۔ چوں۔ جبکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اُس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تجھے شرحِ صدر ہو جائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنا عمل ترک نہیں کرے گا۔

بازراں سوئے ایاز و رتبتش ۔۔۔ واں فضیلت در کمالِ رفعتش

ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چل ۔۔۔ بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

وانمودن[1] پادشاہ با اُمرا و متعصبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بردن ایاز بر وجہے کہ ایشاں را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا اُمرا اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند ۔۔۔ عاقبت بر شاہِ خود طعنہ زدند

جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے ۔۔۔ آخر کار انھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خرد ۔۔۔ جامگیِ سی امیر او چوں خورد

کہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے ۔۔۔ وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ[2] بیروں رفت با آں سی امیر ۔۔۔ سوئے صحرا و کہستاں صید گیر

بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا ۔۔۔ جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں ملک ۔۔۔ گفت امیرے را کہ رو اے مؤتفک

اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا ۔۔۔ ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے جا

رو بپرس آں کارواں را بر رصد ۔۔۔ کز کدامیں شہر اندر می رسد

جا، اِس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر ۔۔۔ کہ وہ کون سے شہر سے اندر آرہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ زرے ۔۔۔ گفت عزمش تا کجا در ماند وے

وہ گیا اور پوچھا اور آیا کہ رَے سے ۔۔۔ کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہوگیا

دیگرے را گفت رو اے بو العلا ۔۔۔ باز پرس از کارواں کہ تا کجا

دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ! ۔۔۔ قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رفت[3] و آمد گفت تا سوئے یمن ۔۔۔ گفت رختش چیست ہاں اے مؤتمن

وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب ۔۔۔ اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت با میرے دگر ۔۔۔ کہ برو واپرس رختِ آں نفر

وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا ۔۔۔ کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست ۔۔۔ اغلبِ آں کاسہائے رازی ست

وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے ۔۔۔ زیادہ تر رَے کے پیالے ہیں

---

[1] وانمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور دیگر امراء طعنہ زنی سے باز آگئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے اور دوسروں کے بھی ایک عقل ہے۔ جامگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لئے دی جائے۔

[2] شاہ۔ شاہ محمود اُن تیسوں امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا مؤتفک۔ واپس آنیوالا اندر۔ یعنی شہر رے سے آرہا ہے۔ در ماند۔ اِس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تاکجا۔ کہاں جارہا ہے۔

[3] رفت۔ اِس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جارہے ہیں۔ مؤتمن۔ امانت دار۔ رَخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جارہا ہے۔ کاسہای رازی رَے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت کے بیروں شُدند از شہرِ رے[1] — ماند حیراں آں امیرِ سُست پے

اُس نے کہا وہ رے شہر سے کب نکلے؟ — وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رُو وا پُرس ہاں — تا کہ کے بُود ست نقلِ کارواں

دوسرے سے کہا جا صاف پوچھ خبردار! — کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

باز گشت و گفت ہشتم از رجب — گفت در رے چیست تسعیرا ے عجب

وہ واپس آیا اور کہا رجب کی آٹھویں سے — کہا اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزد — شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد

چونکہ وہ نہ جانتا تھا اُس نے سانس نہ لیا — بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر — سُست رای و ناقص اندر کر و فر

اِسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک — آنے جانے میں سست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہر یک سوال — ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال

ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا — کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا — امتحاں کردم ایازِ خویش را

اُس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز، تنہا — اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپُرس از کارواں تا از کجاست — اُو برفت ایں جملہ را پرسید راست

کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟ — وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کرلیں

بے وصیت بے اشارت یک بیک — حالِ شاں دریافت بے ریبے و شک

بغیر کہے، بغیر اشارے کے ایک ایک — بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کرلیا

ہرچہ زیں سی میر اندر سی مقام — کشف شُد ز آں یکدم شُد تمام

جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس دفعہ میں — معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہوگیا

مرافعۂ[2] آں اُمرا آں حجت بہ شبہ جبریانہ و جواب دادن شاہِ محمود ایشان را

اُن امرا کا جبریوں کی طرح اپنے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا اُن کو جواب دینا

پس[3] بگفتند آں امیراں کایں فنے ست — از عنایتہاست کارِ جہد نیست

تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے — جو اللہ تعالٰی کی عنایتوں سے ہے کوشش کا معاملہ نہیں

---

[1] گفت۔ شاہ نے کہا وہ رے سے کب چلے تھے۔ تسعیر یعنی اُن پیالوں کا رے میں کیا بھاؤ تھا۔ زاں عدد۔ یعنی اُن تیس سرداروں میں سے۔ ہر یکے۔ اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کرکے نہ آیا۔ گفت۔ سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لئے اکیلا بھیجا تھا تم تیس آدمیوں نے جو جوابات لاکر دیئے اُس نے تنہا سب جواب دے دیئے تھے۔

[2] مرافعہ۔ اب ان امیروں نے دوبارہ اِس معاملہ کو اٹھایا اور اِس طرح کی باتیں شروع کردیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا قصور قضاء قدر پر رکھتے تھے۔

[3] پس۔ اِن امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنر مندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اِس میں ہماری یا اُس کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قسمتِ حق ست مہ را روی نغز[۱]
چاند کا حسین چہرہ اللہ (تعالےٰ) کی تقسیم ہے

دادہ بخت ست گُل را بُوی نغز
پھول کی عمدہ خوشبو نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکُند
بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے

از تفاخر خیمہ بر مہ می زند
تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد
سلطان (محمود) نے کہا بلکہ جو نفس سے پیدا ہوتا ہے

ریعِ تقصیر ست و دخلِ اجتہاد
کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

وَرنہ آدمؑ کے بگفتے با خدا
ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بُود
خود کہدیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا

چوں قضا ایں بود حزمِ ما چہ سُود
جب قضاء (خداوندی) یہ تھی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو ابلیسے کہ گفت اَغْوَیْتَنِی[۲]
شیطان کی طرح کہ اس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا

تو شکستی جام و مارا می زنی
تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جُہدِ بندہ حق
بلکہ قضاء (خداوندی) حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی حق ہے

ہیں مباش اَعور چو ابلیسِ خلق
ہرا نہ شیطان کی طرح کانا نہ بن

در تردّد ماندہ ایم اندر دو کار
ہم دو کاموں کے درمیان تردّد میں ہیں

ایں تردّد کے بُوَد بے اختیار
بغیر اختیار کے یہ تردّد کب ہوتا ہے؟

ایں کنم یا آں کنم کے گوید او
میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟

کہ دو دست و پاش بستت اے عمو
اے چچا! جسکے دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[۳] باشد ایں تردّد در سرم
کبھی میرے سر میں یہ تردّد ہوتا ہے؟

کہ روم در بحر و یا بالا پرم
کہ میں سمندر پر چلوں یا اوپر کو اڑوں

ایں تردّد ہست کہ موصل روم
یہ تردّد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں

یا برائے سحر تا بابل روم
یا جادو کے لئے، بابل تک جاؤں

پس تردّد را بباید قدرتے
تو تردّد کے لئے قدرت چاہیئے

ورنہ آں خندہ بُوَد بر سُبلتے
ورنہ وہ محض مذاق ہوگا

بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں
اے جوان! قضاء (خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ

جرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں
اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

---

[۱] قسمت۔ یہ خدائی تقسیم ہے کہ اس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کردیا اور پھول کو خوشبو عطا کردی۔ گفت شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اُسمیں اُسکی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ۔ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کیطرف منسوب کردیتے۔

[۲] ہمچو۔ اسطرح کے کاموں کی خدا کیطرف نسبت کردینا شیطان کا کام ہے اُس نے اپنی غلطی کو خدا کیطرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کردیا ہے میرا کیا قصور ہے۔ بل۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔ در تردد۔ انسان اکثر کاموں میں متردد ہوتا ہے اگر اسکو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اُس کو کبھی تردد نہ ہوتا۔

[۳] ہیچ۔ جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیئے یا سمندر میں کودنا چاہیئے۔ ایں تردد۔ اُسکو موصل اور بابل جانیکا اختیار ہے اسمیں اُسکو تردد ہوتا ہے بر قضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاء خداوندی کو نہ بنانا چاہیئے۔

خوں¹ کُند زید و قصاصِ اُو بعَمُر
زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر

مے خورد بکر و بَر احمد حدِ خَمرُ
بکر شراب پئے اور شراب کی سزا احمد پر

گِردِ خود بر گرد و جُرمِ خود ببیں
اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھ

جنبش از خود بیں و از سایہ مبیں
حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر
حاکم کی سزا غلط نہ ہوگی

خصم را میداند آں میرِ بصیر
وہ بینا حاکم، مُجرِم کو جانتا ہے

تو عسل خوردی نیاید تب بغیر
تو نے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا

مُزدِ روزِ تو نیاید شب بغیر
تیری دن کی مزدوری، رات کو غیر نہ حاصل کریگا

دَر چہ کردی جہد کاں با تو نگشت
تو نے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟

تو چہ کاریدی کہ نامد ریعِ کشت
تو نے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ² تو کاں زاید از جان و تنت
وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑیگا

فعل را در غیب صورت می کُنند
(عالمِ غیب میں) کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں

فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند
چوری کے کام کیلئے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے ماند بدُزدی لیک آں
پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ

ہست تصویرِ خدائے غیب داں
غیب داں خدا کیجانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

در دلِ شحنہ چو حق الہام داد
جب اللہ تعالیٰ نے کوتوال کے دل میں الہام کردیا

کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد
کہ انصاف کے لئے ایسی صورت بنالے

تا³ تو عالم باشی و عادل، قضا
تاکہ تو عالم اور منصف بنے، قضاء (خداوندی)

نامناسب چوں دہد داد و سزا
جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں
جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے

چوں کُند حکم اَحکَمُ الحاکِمِین
تو حاکموں کا حاکم کیا حکم کرے گا؟

چوں بکاری جو نروید غیرِ جَو
جب تو جو بوئے گا جو کے سوا نہ اُگے گا

قرض تو کردی زکہ خواہم گرو
قرض تو نے لیا ہے میں گروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را بَر کسے دیگر مَنِہ
اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھ

ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دِہ
اپنا ہوش اور کان اِس بدلہ پر لگائے رکھ

---

¹ خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قضا پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ قتل زید کرے اور بدلہ عمر سے لیا جائے، شراب بکر پئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی غیر مجرم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ تو عسل۔ شہد کوئی کھائے اور اُسکے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اس کی اجرت رات کو دوسرے کو دیدیجائے یہ نہیں ہوسکتا ہے در چہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

² فعل۔ انسان کے اعمال ہی اُسکے دامنگیر ہونگے جسطرح اسکی ظاہری اولاد اُسکی دامنگیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصوّر کردیئے جائیں گے ہاں عمل اور جزا میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی۔ دار۔ چوری اور ڈاکہ زنی اور اُسکی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کیلئے اُسکی وہ سزا تجویز کردی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

³ تا تو۔ جبکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کردیا ہے تو پھر قضا خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں دیتی ہے۔ چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا اور سزا دیگا۔ قرض۔ جب تو نے قرض لیا ہے تو ہی گروی رکھے گا۔ جرم۔ اپنا جرم

جُرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی — با جزا و عدلِ حق کُن آشتی

اپنے آپ کو قصور وار ٹھہرا کیونکہ تو نے خود بویا ہے — اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنج را باشد سبب بد کردنی[1] — بد ز فعلِ خود شناس از بخت نی

برا کرنا، تکلیف کا سبب ہے — برائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بخت چشم احول کُند — کلب را گہدانی و کاہل کُند

تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے — کُتے کو پاخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

متّہم کُن نفسِ خود را اے فتی — متّہم کم کُن جزائے عدل را

اے نوجوان! اپنے نفس کو متّہم سمجھ — انصاف کے بدلے کو متّہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سر آور بره — کہ فمن یعمل بمثقالٍ یرہ

مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ — کیونکہ جو مثقال برابر عمل کریگا وہ اُسکو دیکھے گا

در فسونِ[2] نفس کم شو غرّہ — کآفتابِ حق نپوشد ذرّہ

نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ — کیونکہ حق کا سورج ذرّے کو نہیں چھپاتا ہے

ہست ایں ذرّاتِ جسمی اے مفید — پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید

اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرّے — اِس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افتکار — پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار

خیالات اور فکر کے ذرّے — حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیش تو نہاں — سِرِّ غیب[3] است ایں مکُن فکرے دراں

خدا کے سامنے ظاہر ہیں تیرے سامنے پوشیدہ ہیں — یہ غیبی راز ہے تو اس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیّادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بُود، و

اُس شکاری کا قصّہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور

دستۂ گُل و لالہ کلہ وار بر سر فروکشیدہ تا مرغان اُورا گیاہ

گُل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اُس کو گھاس

پندارند و آں مرغِ زیرک اندکے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست

سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے

کہ بر شکلِ گیاہ می نماید اما ہم تمام بُوی نبُرد بافسونِ او

جو گھاس کی شکل پر نظر آرہا ہے، لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا مکر سے وہ بھی دھوکے

---

[1] رنج۔ انسان کی بدعملی اُسکی تکلیف کا سبب ہے اور بدعملی کا وہ خود ذمہ دار ہے مقدر اُسکا ذمہ دار نہیں ہے آں نظر۔ محض تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کج بین بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔ متّہم۔ برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیئے اللہ کے انصاف کو متّہم نہ بنانا چاہیئے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُس کے سامنے آئے گا۔

[2] در فسون۔ انسان کو نفس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اُس کے عمل کا ذرّہ ذرّہ علمِ الٰہی میں ہے۔ ہست۔ جس طرح سے جسمانی ذرات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اِسی طرح سے خیالات کے ذرّات علمِ الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

[3] سِرّ غیب علمِ الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اُسمیں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیئے، تیرے اعیار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علمِ الٰہی میں ظاہر ہیں۔ حکایت۔ جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمّہ نہ لگانا چاہیئے۔

مغرور شد زیرا کہ در ادراکِ اوّل قاطعے نداشت و در

میں پڑگیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور

ادراکِ دوم قاطعے داشت وَھُوَ الحِرصُ وَالطَّمعُ لَاسِیَّمَا

دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت

عِندَ فَرطِ الحَاجَۃِ وَالفَقرِ قَالَ النَّبِیُّ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ

اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَالسَّلَامُ کَادَ الفَقرُ اَن یَّکُونَ کُفرًا اَصدَقَ

نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَسَلَّمَ

سچ فرمایا ہے اُن پر اور اُن کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے در میانِ مرغزار — **بُود آنجا دام از بہرِ شکار**

ایک پرندہ، چمن میں گیا — وہاں شکار کے لئے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں — **واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں**

چند دانے زمین پر رکھے تھے — اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ — **وز گل و لالہ وُرا بر سر کلاہ**

اپنے آپ کو پتوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا — اور اُس کے سر پر گل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ — **تا در افتد صید بیچارہ ز راہ**

گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا — تاکہ بیچارہ شکار، راستہ سے بھٹک جائے

مُرغک آمد سوی اُو از ناشناخت — **پس طواف کرد و پیشِ مرد تاخت**

انجان پن سے ایک بیچارہ پرندہ اُس کی جانب آیا — چکر کاٹا اور (اُس) شخص کی طرف دوڑا

گفت اُو را کیستی اے سبز پوش — **در بیاباں در میانِ ایں وحوش**

اُس نے کہا، اے سبز پوش! تو کون ہے؟ — جنگل میں اِن وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع — **با گیاہ و با حشیشے مقتنع**

انسان نے کہا میں زاہد ہوں، لاتعلق — گھاس اور پھونس پر قناعت کرنے والا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش — **زانکہ می دیدم اجل را پیشِ خویش**

میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنالیا ہے — کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

---

۵۱ کاد۔ فقر اور احساس کامل مومنوں کے لئے باعث فضیلت ہے آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَلفَقرُ فَخرِی "فقر میرا فخر ہے" لیکن کمزور ایمان والوں کے لئے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کرلیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

۵۲ وز گل۔ اُس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی ناشناخت۔ وہ پرندہ نہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اُس نے اُس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

۵۳ گفت۔ اُس شکاری نے کہا میں ایک متقی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں چونکہ موت ہر وقت میرے پیشِ نظر ہے میں نے دنیا سے زہد اختیار کرلیا ہے۔

مرگِ[1] ہمسایہ مرا واعظ شدہ — کسب و دکانِ مرا برہم زدہ

پڑوسی کی موت میرے لئے واعظ بن گئی ہے — میری کمائی اور دکان کو تہ و بالا کر دیا ہے

چوں بآخر فرد خواہم ماندن — خو نباید کرد با ہر مرد و زن

چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا — مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیئے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد — آں بہ آید کہ کُنم خُو با اَحد

آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا — یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنخ را بست خواہم اے صنم — آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم

اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا — یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزربفت و کمر آموختہ — آخرستت جامۂ نادوختہ

اے زربفت اور پٹکے کے عادی! — تیرا انجام بلا سِلا کپڑا ہے

رُو[2] بخاک آریم کز وے رُستہ ایم — دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم

ہم مٹی کا رُخ کریں گے کیونکہ اُسی سے پیدا ہوئے ہیں — ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے!

جدّ و خویشانِ ما قدیمی چار طبع — ما بخویشِ عاریت بستیم طمع

ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں — ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتے وہمدمی — با عناصر داشت جسمِ آدمی

سالوں ہم صحبت اور ساتھی — انسان کا جسم عناصر سے رہا

روحِ اُو خود از نفوس و از عقول — روحِ اصلِ خویش را کردہ نکول

اُس کی روح نفوس اور عقول سے ہے — روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

از[3] عقول و از نفوسِ پُر صفا — نامہ می آید بجاں کاے بیوفا

مصفّیٰ عقول اور نفوس سے — روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی — رُو ز یارانِ کہن برتافتی

تو نے کچھ دن کے دوست بنائے ہیں — پُرانے دوستوں سے مُنہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند — شب کشاں شاں سُوی خانہ می کشند

بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں — رات کو اُن کو گھر کی جانب، کھینچ لے جاتے ہیں

کی سی ہے جو دن بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی روح کو لامحالہ اصل وطن کی طرف جانا ہے

[1] مرگ۔ ایک پڑوسی کی موت سے مجھے عبرت حاصل ہو گئی اور میں نے اپنی دکان وغیرہ خیرات کر ڈالی ہے۔ چوں۔ مرنے کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اس لئے میں نے دنیا والوں سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور خدا سے لو لگالی ہے۔ چوں۔ موت کے وقت مُنہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے۔ زنخ زدن۔ بکواس کرنا ہے۔ جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زرّیں پٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سِلا کفن پہنتے ہیں۔

[2] رُو۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اُس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اُسی سے تعلق رکھنا چاہیئے۔ جدّ۔ انسان کا اصل رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔ سالہا۔ انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا.... روحِ اُو۔ انسان کی روح عالمِ نفوس اور عالمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔

[3] از عقول۔ جب روح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اُس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بُھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کودکاں۔ انسانوں کی مثال اُن بچوں

شُد برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد[1] — دُزد از ناگہہ قبا و کفش بُرد

کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور اچانک چوغہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی در فتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد

وہ کھیل میں اِس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اُس کی یاد سے نکل گیا

شب شُد و بازیِ اُو شُد بے مَدد — رُو ندارد کہ سُوئِ خانہ رَود

رات ہو گئی اور اُس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا مُنہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے شنیدی[2] اِنّمَا الدُّنیا لَعِبٌ — باد دادی رَخت و گشتی مُرتَعِب

کیا تو نے نہیں سُنا، کہ دنیا کھیل ہے؟ — تُو نے سامان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہو گیا

پیش ازانکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفتگو

اِس سے پہلے کہ رات ہو، کپڑے تلاش کر لے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام

میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کر لی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم عمر[3] از آرزویِ دلستاں — نیم عمر از غُصّہہائے دُشمناں

آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دُشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کُلہ را ایں بُبرد — غرقِ بازی گشتہ ما چوں طفلِ خُرد

جُبّہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

نِک شبانگاہِ اَجل نزدیک شُد — خَلِّ ھٰذَا اللَّعِبَ بَسَّکَ لَاتَعُدْ

اب موت کی رات قریب آ گئی ہے — اِس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو

ہیں سوارِ توبہ شو در دُزد رَس — جامہہا از دُزدِ دلستاں باز پَس

خبردار! توبہ پر سوار ہو جا، چور تک پہنچ جا — چور سے کپڑے واپس لے لے

مَرکبِ توبہ عجائب مَرکبست — بر فلک تازد بیک لحظہ زپست

توبہ کی سواری عجیب سواری ہے — ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے

لیک مَرکب را نگہ میدار ازاں — کو بدُزدید آں قبایت را نہاں

لیکن سواری کی اُس سے حفاظت کر — جس نے چُھپکے سے تیرا چوغہ چُرا لیا ہے

ہے۔ مرکب توبہ۔ شعر:-
ہر چہ از عمرِ گرامی صرف در غفلت شود
می تواں یک صبحدم دریافت با استغفار نیت

لیک۔ توبہ کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ تڑوا دے۔

[1] شُد۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ چور اُس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شب شُد۔ جب رات کو وہ گھر لَوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لَوٹنے کی ہمّت نہیں کرتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے شرماتا ہے۔

[2] نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ "جان لو دنیا کھیل کود ہے"۔ لہٰذا تمہارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مُرتَعِب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپسی کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اُس شکاری نے پرندے سے کہا۔

[3] نیم عمر۔ انسان غفلت میں اِسی طرح دن گذار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرغوبات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے غصّہ میں۔ جُبّہ۔ غرضکہ سفرِ آخرت کے لئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ نِک۔ واپسی کا وقت قریب ہے کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کرنی چاہئے۔ ہیں۔ یعنی غلطیوں کی تلافی کی تدبیر توبہ اور استغفار

تا[1] نَدُزدد مَرکبت را نیز ہم — پاس دار ایں مَرکبت را دمبدم
تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چُرالے — ہر وقت اپنی اِس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قُچ اُو بدُزدیدند و بَراں
اُس شخص کا قصّہ جس کا دُنبہ چوروں نے چُرالیا اور اُس پر بس نہ کی

قناعت نکردند بحیلہ جامہاش را ہم دُزدیدند
تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چُرا لئے

آں یکے قُچ داشت از پَس میکشید — دُزد قُچ را بُرد و حَبلش را بُرید
ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اُس کو پیچھے سے کھینچ رہا تھا — دُنبہ کو چور لے گیا اور اُس کی رسّی کاٹ دی

چونکہ شد آگہ دواں شُد چپ و راست — تا بیابد کاں قُچ بُردہ کجاست
جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا — تاکہ معلوم کرے کہ وہ چُرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

بر سرِ چاہے بدید آں دُزد را — کو فغاں میکرد کاے واوَیلتا
اُس چور کو ایک کنوئیں پر دیکھا — کہ وہ فریاد کررہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہ اے اوستاد — گفت ہمیانِ زرم در چہ فتاد
اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟ — اُس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنوئیں میں گرگئی ہے

گر[2] توانی در رَوی بیروں کَشی — خُمس بدہم مَر ترا با دل خوشی
اگر تو جاسکے، باہر نکال لائے — میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصّہ دیدونگا

ہَست در ہمیانِ من پانصد دِرم — گر کُنی با من چنیں لُطف و کرم
میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں — اگر تو میرے ساتھ اِس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خُمس صَد دینار بِستانی بدَست — گفت با خود ایں بہایِ دہ قُچ ست
پانچواں حصّہ سَو درہم تو ہاتھ سے لے لے — اُس نے سوچا، یہ دَس دُنبوں کی قیمت ہے

گر[3] درے بربستہ شُد صَد در کشاد — گر قُچے شُد حق عوض اُشتر بداد
اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سَو دروازے کھل گئے — اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دیدیا

جامہا بر کند و اندر چاہ رَفت — جامہا را بُرد ہم آں دُزد تفت
کپڑے اُتارے اور کنوئیں میں اُتر گیا — وہ چور فوراً کپڑوں کو بھی لے گیا

حازمے باید کہ رَہ تا دہ بَرد — حزم نبُوَد طمع طاعوں آوَرد
پختہ کار چاہیئے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کرلے — پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کردیتا ہے

[1] تا نَدُزدد۔ اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چُرا ہی لیا اب اُس توبہ کی سواری نہ چُرالے۔ حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑکر پے در پے چور کو چوری کا موقع دیدیتا ہے۔ قُچ دُنبہ آں یکے۔ یہ شخص اپنا دُنبہ رسّی میں باندھے لے جارہا تھا چور نے پیچھے سے آکر رسّی کاٹ کر دُنبہ چُرالیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنوئیں پر کھڑے ہوکر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچسو اشرفیوں کی ہمیانی کنوئیں میں گرگئی ہے اگر کوئی اِس کو کنوئیں میں سے نکال دے تو میں اُس کو اُس میں سے سَو اشرفیاں دے دوں گا یہ شخص لالچ میں آگیا اور کپڑے اُتار کر کنوئیں میں اُتر گیا چور اُس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

[2] گر توانی۔ چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصّہ تجھے دیدونگا۔ خُمس۔ پانچواں حصّہ۔ گفت۔ دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دَس دُنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

[3] گر درے۔ اگر دُنبہ گیا تو کیا پرواہ ہے مجھے اُس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔ جامہا۔ اُس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھدیئے اور کنوئیں میں اُتر گیا وہ چور

او[1] یکے دزدیست فتنہ سیرتے
وہ (شیطان)، ایک فتنہ سیرت چور ہے

چوں خیال او را بہر دم صورتے
خیال کی طرح اس کی ہر لمحہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکر او الا خدا
اس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

در خدا بگریز و وا رہ زاں دغا
خدا (کی پناہ) میں بھاگ، اس دغا باز سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مرغ با صیاد در ترہب و در معنی ترہبی کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نہی کرد ازاں امت خود را کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو روکا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست
پرندے نے اس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر

دین احمدؐ را ترہب نیک نیست
احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہب نہی کرد آں رسول
آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے

بدعتے چوں در گرفتی اے فضول
اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کر لی؟

جمعہ[2] شرطست و جماعت در نماز
جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے

امر معروف و ز منکر احتراز
بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے بچنا

رنج بدخویاں کشیدن زیر صبر
صبر کے ماتحت بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا

منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر
ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خیر ناس ان ینفع الناس اے پدر
اے بابا! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے

گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر
اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

در میان امت مرحوم باش
مرحوم امت کے درمیان رہ

سنت احمدؐ مہل محکوم باش
احمدؐ کی سنت نہ چھوڑ، محکوم بن رہ

چوں[3] جماعت رحمت آمد اے پسر
اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے

جہد کن کز رحمت آری تاج سر
تو کوشش کر تاکہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کرے

در جوابش گفت صیاد عیار
اس کے جواب میں چالاک شکاری نے کہا

نیست مطلق اینکہ گفتی ہوشدار
سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

[1] او۔ شیطان ہر لمحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔ کس نداند۔ اس کی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اس کی پناہ مانگتے رہو۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا، رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علاقے منقطع کر کے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

[2] جمعہ۔ اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اس کے منافی ہے۔ رنج۔ شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ خیر الناس۔ حدیث شریف ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ گر نہ سنگی۔ ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے انسان کا کام نہیں ہے۔ درمیان۔ عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنت ہے۔

[3] چوں جماعت۔ حدیث شریف ہے اَلْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ ”جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے“ در جوابش۔ اس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر برے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

ہست تنہائی بہ از یارانِ بد
بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے

نیک با بد چوں نشیند بد شود
نیک بُرے کیساتھ جب بیٹھتا ہے، بُرا ہو جاتا ہے

زانکہ عقلِ ہر کرا نبود رسوخ
کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو

پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ
وہ عقلمند کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

چوں حمارست آنکہ بے اہلیت ست
جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے

صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست
اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

ہوشِ اُو سُوئے علف باشد چو خر
اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے

بگذر از وے تا نمانی بے ہنر
اُس سے بھاگ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جائے

زانکہ غیرِ حق ہمہ گردد رُفات
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائیگا

کُلُّ اٰتٍ بعدَ حِینٍ فَھُوَ اٰتٍ
تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والا، پہنچنے والا ہے

ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالک ست
جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہلاک ہونیوالا ہے

مُلک و مالک عکسِ آں یک مالک ست
مُلک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

گرچہ سایہ عکسِ شخص ست اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے

ہیچ از سایہ نیابی خوردِ بر
تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

ہیں ز سایہ شخص را می کُن طلب
آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈے

در مسبّب رَو گذر کُن از سبب
مسبّب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

یارِ جسمانی بُود رُویش بمرگ
جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے

صحبتش شوم ست باید کرد ترک
اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیئے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلۂ اُو بُود
اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہوگا

مُردہ اش خواں چونکہ مُردہ جو بُود
جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مُردہ سمجھ

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب است
جو اس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے

کہ کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست
کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

بگذر از سنگ و کلوخِ بے وجود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا

سُوئے کانِ لعل رَو از بہرِ جود
بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند
ڈھیلا اور پتھر خود کسی کی رہزنی کرتے ہیں؟

زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
اِن ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

۱ زانکہ۔ بے عقل انسان، عقلمند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر تو کیا بلکہ گدھا ہے اُس کے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی بُرائی کر رہا ہے۔ ہوشِ اُو۔ اُس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اُس کی صحبت بے ہنر بنا دیگی۔ زانکہ۔ اُس بے عقل کا مقصود جبکہ غیرِ حق ہے وہ بالکل فنا ہوجائیگا بلکہ وہ فنا شدہ ہے۔ کُلُّ اٰتٍ۔ جو چیز ہونیوالی ہے سمجھ کر ہو چکی۔ ہرچہ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔"

۲ گرچہ۔ ممکنات بمنزلہ سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہو۔ ہیں زسایہ۔ ممکنات اور کائنات سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیئے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اُس کی صحبت بُری ہے۔ مرگ۔ مولانا نے اِس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اِس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر کہ۔ جو دنیا داروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیا دار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

۳ بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔۔۔۔ کانِ لعل۔ اللہ تعالیٰ۔ خود۔ جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب کی رہزنی کر سکتے ہیں [illegible]

گفت اُو مرغش پس جہاد آنگہ بُود — کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُود

پرندنے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے — جب راستہ میں ایسا رہزن ہو

از برائے حفظ و یاری و نبرد — بر رہِ ناایمن آید شیرِ مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لئے — شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عرقِ مردی آنگہے پیدا شود — کہ مسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے — جب کہ مسافر دشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبیُّ السّیف بُودست آں رسول — اُمّتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسول نبی السیف ہیں — اُن کی اُمت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے — عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت داد ست ہر یک را جدا — مصلحت جُو گر توئی مردِ خدا

ہر ایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے — اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُود یاری و زور — تا بقوّت بر زند بر شرّ و شور

اُس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو — تاکہ قوت سے شور و شر پر حملہ کرے

قوّتے باید دریں رہ مردوار — یار می باید دریں جا فرد وار

اِس راستہ میں مردانہ قوت چاہیئے — اِس جگہ یکتا یار چاہیئے

چوں نباشد قوّتے پرہیز بہ — در فرارِ لایطاق آسان بجہ

جب طاقت نہ ہو، بچنا بہتر ہے — بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کود جا

صنعت این ست اے عزیزِ نامدار — فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے — غور کرلے، انجام کار دیکھ لے

یار می جو تا بیابی راہ را — ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پالے — ورنہ تو راستہ اور کنوئیں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را — ورنہ یاراں کم نیایند یار را

اس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیئے — ورنہ یار کے لئے، یار کم نہیں ہیں

کہا کہ اگر اپنے دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن پھر دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

۱ گفت۔ پرندنے کہا کہ ابھی بُرے ساتھیوں کیساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہوسکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہوسکتی ہے۔ از برائے۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جب بر اُس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اس کی بہادری کی رگ ابھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو ان کی اُمت بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

۲ مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد نیکی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین تھا۔ جدا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیئے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لئے جس میں جہاد کی طاقت ہو۔

۳ قوتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لئے قوت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر کام شروع کرے۔ یار۔ راہ جہاد کیلئے یار کی ضرورت ہے اور اس زمانے میں مخلص دوست کہاں ہیں۔ گفت۔ پرندنے

یار شو تا یار بینی بے عدد
یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے

زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو گرگست و تو ہمچوں یوسفی[1]
شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسفؑ کی طرح ہے

دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی
اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بود
عموماً بھیڑیا اُس وقت پکڑنے والا بنتا ہے

کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلّے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سُنت با جماعت ترک کرد
جس نے سنت مع جماعت کے ترک کردی

در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد
کیا ایسے درندوں کے مقام میں اسنے اپنا خون نہیں پیا؟

ہست سُنت رہ جماعت چوں رفیق[2]
سنت راستہ اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے

بے رہ و بے یار افتی در مضیق
تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائیگا

راہ سُنت با جماعت بہ بود
سنت کا راستہ، اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے

اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رود
گھوڑا، گھوڑوں کیساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ

غافلانِ خفتہ را آگہ مداں
سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جو کز و یابی مدد
ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو

ہمدل و ہمدرد و جویانِ احد
جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کو بود خصمِ خرد
وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو

فرصتے جوید کہ جامہ تو برد
موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے اڑے

میرود با تو کہ یابد عقبہ[3]
تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی لے

کہ تواند کردت آنجا نہبہ
تاکہ وہاں تجھے لوٹ سکے

میرود با تو برائے سودِ خویش
وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لئے چلتا ہے

ہیں منوش از نوش او کاں ہست نیش
خبردار! اُس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بود اشتر دلے چوں دید ترس
یا وہ بزدل ہو کہ جب اُس نے خوف محسوس کیا

گوید او بہرِ رجوع از راہ درس
وہ راستہ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کند ز اشتر دلی
بزدلی دوست کو ڈرا دیتا ہے

ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے ولی
ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

[1] دیو۔ شیطان کو بھیڑیا سمجھ اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جُدا رہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ جو شخص سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اُس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جُدا رہے۔

[2] ہست۔ سنت راستہ، اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیئے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے جو خدا کا طلبگار ہو اور رہبر کا ہو۔ ہمرہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پاکر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ می رود۔ وہ تیرے ساتھ اسلئے لگ گیا ہو کہ کوئی پہاڑی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکا نہ کھانا۔ یا بود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یار را۔ بزدلی، دوسرے کو بھی بزدل بنا دیتا ہے۔

یارِ بد مار ست ہیں بگریز ازو ¹	تا نریزد در تو زہر آں زشت خو
بُرا دوست سانپ ہے خبردار! اس سے بھاگ	تاکہ وہ بدعادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے
یار را از راہ بُرد آں راہزن	مرد نبود آنکہ افتد زیرِ زن
وہ راہزن یار کو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے	مرد نہ ہوگا، جو عورت سے مغلوب ہوجائے
راہ جانبازیست در ہر عیشۂ	آفتے در دفعِ ہر جاں شیشۂ
زندگی کی ہر حالت میں جانبازی راستہ ہے	ہر نازک دل کو بھگانے کیلئے (وہ) آفت ہے
راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود	حازمے باید کہ مردِ رہ بود
ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟	کوئی پختہ کار چاہیے جو مردِ راہ ہو
راہِ دیں زاں رو پر از شور و شر ست	کہ نہ راہِ ہر مخنث گوہر ست ²
دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے	کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے
در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس	ہمچو پرویزن بہ تمییزِ سبوس
اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات ہیں	جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لئے
راہ چہ بود پُر نشانِ پایہا	یار چہ بود نردبانِ رایہا
راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر	دوست کیا ہوتا ہے؟ تدبیروں کی سیڑھی
گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط	بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
میں نے مانا، احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا تجھے نہ پکڑیگا	جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کریگا
آنکہ اندر راہ تنہا خوش رود ³	با رفیقاں سیرِ او صد تو شود
وہ شخص جو راستہ میں، اکیلا اچھا چلتا ہے	دوستوں کے ساتھ اس کی رفتار سو گنا ہوجائیگی
با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر	در نشاط آید شود قوت پذیر
اے فقیر! باوجود کثافت کے، گدھا دوستوں کی وجہ سے	خوش ہوجاتا ہے، قوت پکڑتا ہے
ہر خرے کز کارواں تنہا رود	بر وے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا قافلے سے جدا چلتا ہے	مشقت کی وجہ سے وہ راستہ اس پر سو گنا ہوجاتا ہے
چند سیخ و چند چوب افزوں خورد	تا کہ تنہا آں بیاباں را بُرد
چند سیخ اور چند لاٹھیاں زیادہ کھاتا ہے	جبکہ اکیلا اس جنگل کو طے کرتا ہے

¹ یارِ بد۔ بُرا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را بُرد۔ وہ رہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کردیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے۔ زن یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ راہ۔ (شعر)

[illegible]

راہِ دیں۔ (شعر)

[illegible]

² کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پُرخطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہوسکے۔ ترس۔ اس راستے کا ڈر اچھے بُرے کو اسی طرح جدا کردیتا ہے جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کردیتی ہے۔ راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشاناتِ قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو۔ گیرم۔ تنہا سفر کرنے میں ہوسکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

³ آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کرسکے گا۔ باغلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے، اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مر ترا می گوید آں خر، خوش شنو[1] — گر نہ خر، ہمچنیں تنہا مرو
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھی طرح سُن لے — اگر تو گدھا نہیں ہے اِس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رَوَد اندر رَصَد — با رفیقاں بے گماں خوشتر رَوَد
جو کمین گاہ میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے — بلاشک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیّے اندریں راہِ دُرست — مُعجزہ بنمود و ہمراہاں بجُست
اِس سچے راستہ میں ہر نبی نے — مُعجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کئے

گر نباشد یاریِ دیوارہا[2] — کے بر آید خانہ و انبارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو — گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جُدا — سقف چوں باشد مُعلّق بر ہوا
اگر ہر دیوار جُدا ہو — ہوا میں چھت کیسے مُعلّق ہوگی؟

گر نباشد یاریِ حبر و قلم[2] — کے فتد بر رُوئے کاغذ ہا رقم
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو — تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد — گر نہ پیوندد بہم بادش بَرد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے — اگر آپس میں نہ جُڑے، اُس کو ہوا لیجائے

حق زِ ہر جنسے چو زوجین آفرید — پس نتائج شُد زِ جمعیت پدید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کئے — تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیّاد اے عجب — بس اشکال افتاد و شُد نزدیک شب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں — بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آگئی

اُو بگفت وایں بگفت از اہتزاز[3] — بحثِ شاں شُد اندریں معنی دراز
اُس نے کہا اور اِس نے کہا، جوش کی وجہ سے — اِس مسئلہ میں اُن کی بحث لمبی ہوگئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کُن — ماجرا را مُوجز و کوتاہ کُن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا — قصّہ کو مختصر اور کوتاہ کردے

مُرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد — نفسِ اُو بے طاقت آمد در گشاد
پرند کی آنکھ جب گیہوں پر پڑی — اُس کا نفس خوشی میں بے قابو ہوگیا

اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں، شکاری نے کہا لاوارث، یتیم بچوں کے ہیں چونکہ لوگ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

---

[1] مر ترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کر لینی چاہیئے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ آنکہ۔ تنہا مسافر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آرام سے سفر کرتا ہے۔ ہر نبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھلائے اور تنہا روی اختیار نہ کی۔ گر نباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو تو اس سے نہ گھر بنے گا اور نہ اس میں غلّے کے انبار لگیں گے۔

[2] گر نباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار ہے۔ ایں حصیر۔ بوریا کھجور کے پتّوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتّے کو ہوا اُڑا لے جائے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور اُن کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں رہبانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

[3] اُو بگفت۔ پرند اور شکاری میں اِس مسئلہ میں بہت سے سوال و جواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہٰذا اِس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہوگیا

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست
اُس کے بعد اُس نے اُس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں؟

گفت امانت از یتیمِ بے وصی ست
اُس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ ایتام[1] ست امانت پیشِ مَن
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے

زانکہ پندارند مارا مؤتمن
کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروح حال
اُس نے کہا میں مُضطر اور بپٹے حال ہوں

ہست مُردار ایں زماں بر من حلال
اِس وقت مجھ پر مُردار حلال ہے

ہیں بدستورے ازیں گندم خورم
ہاں اجازت ہے؟ کہ میں اِس گیہوں میں سے کھاؤں

اے امین و پارسا و محترم
اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مُفتیِ ضرورت ہم توئی
اُس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینے والا ہے

بے ضرورت گر خوری مُجرم شوی
بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائیگا

ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ
اگر ضرورت بھی ہے تو بھی بچنا بہتر ہے

ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر کھائے گا پھر اُس کا تاوان دیدینا

مُرغ بس در خود فرو رفت آں زماں
پرندہ اُس وقت اپنے اندر ڈوب گیا

توسنش سَر بستد از جذبِ عناں
اُس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں نہ آیا

چوں[2] بخورد آں گندم اندر فخ بماند
اُس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا

چند او یٰسین والانعام خواند
اُس نے (سورۂ) یٰسین اور انعام بہت پڑھی

بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ

پیش ازاں بایست ایں دُود سیاہ
یہ کالا دھواں اِس سے پہلے چاہیے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود
اُس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لئے جال بنے

گرمیِ حرص تو ہمچوں تخ شود
تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[3] و دود و نالہ آں دَم کار بند
آہ اور دھوئیں اور نالہ پر اُس وقت عمل کر

حرص را آوارہ کُن اے ہوشمند
اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس
جب حرص اور ہوس حرکت میں آ گئے

آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
اُس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس!

کاں زماں پیش از خرابی بصرہ است
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی تباہی سے پہلے کا ہے

بوکہ بصرہ وا رہد ہم زاں شکست
ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

[1] ایتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ مؤتمن۔ امانتدار۔ گفت۔ پرندے نے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مُردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اِس گیہوں کو کھاؤں۔ مُفتی۔ شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں؟ ور ضرورت۔ اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو بمجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ مُرغ۔ پرندہ دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔

[2] چوں بخورد۔ دانہ چگتے ہی پرندہ جال میں پھنس گیا اُس نے سورہ یٰسین اور سورہ اَنعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعد درماندن۔ جب عذابِ الٰہی آپکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ تخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔

[3] آہ و دود۔ توبہ اور آہ و زاری عذاب اور موت کے نرغے سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابی بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اُس کی روک تھام مفید ہو۔ تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہو۔

اِبْکِ لِیْ یَا بَاکِیْ یَا ثَاکِلِیْ[1] ‏ قَبْلَ هَدْمِ الْبَصْرَۃِ وَالْمُوْصِلِ
اے میرے رونے والے اے مجھے گم کرنے والے! مجھ پر رو ‏ موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَیَّ قَبْلَ مَوْتِیْ وَاغْتَفِرْ ‏ لَا تَنُحْ لِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ وَاصْطَبِرْ
میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہ ‏ میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کر

اِبْکِ لِیْ قَبْلَ ثُبُوْرِیْ فِی الثَّوٰی ‏ بَعْدَ طُوْفَانِ الثَّوٰی خَلِّ الْبُکَا
میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رولے ‏ ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شُد راہزن ‏ آں زماں بایست یٰسیں خواندن
جس وقت شیطان رہزن بنا ‏ اُس وقت یٰسین پڑھنی چاہیے

پیش ازاں کا شکستہ گردد کارواں ‏ آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
اُس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو ‏ اے چوکیدار! اُس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایت[2] پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رختِ تاجراں

اُس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ چور تاجروں کا سب

بُرُدند کلّی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد

سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بُود در یک کارواں ‏ حارسِ مال و قماشِ آں مہاں
ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا ‏ اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں شب خفت و دُزد اسباب بُرد ‏ رختہا را زیرِ ہر خاکے فشرد
چوکیدار رات کو سو گیا اور چور سامان لے گیا ‏ سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شُد بیدار شُد آں کارواں ‏ دید رفتہ رخت و سیم و اُشتراں
دن ہوا، وہ قافلہ جاگا ‏ اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جا چکے ہیں

پاسباں[3] در ہَے ہَے و چوبک زدن ‏ گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن
چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں ‏ معروف ہو گیا، خود وہی چور تھا

پس بدو گفتند اے حارس بگو ‏ کہ چہ شُد ایں رخت و ایں اسباب کو
تو لوگوں نے اُس سے کہا اے چوکیدار! بتا ‏ کہ یہ سامان کیا ہوا؟ اور یہ اسباب کہاں ہے؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب ‏ رختہا بُردند از پیشم شتاب
اُس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے ‏ میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

[1] ثاکِل۔ وہ شخص جس کا کوئی مرگیا ہو۔ ھَدْمِ البُصْرۃ۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نُحْ۔ یہ خود اپنے نفس کو خطاب ہے تو نوحہ کر۔ ثُبُوْر۔ ہلاکت۔ الثّوٰی۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے۔ پیش ازاں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

[2] حکایت۔ اس قصے سے یہ بتاتا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارس۔ نگہبان۔ مہاں۔ مِہ کی جمع ہے، بڑا، بزرگ۔ رختہا۔ چوری کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ روز شُد۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کا سب سامان لٹ چکا تھا۔

[3] پاسباں۔ قافلہ لٹنے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بُد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اس لیے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے چوں تلِ ریگ[1] — پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ

قوم نے اُس سے کہا، اے ریت کے ٹیلے جیسے! — پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ — باسلاح و باشجاعت باشکوہ

اُس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا — ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بودت اُمید — نعرہ بایستی زدن کہ برجہید

کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی — تجھے نعرہ مارنا چاہئے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ — کہ خمش ورنہ کُشیمت بیدریغ

اُس نے کہا، اُس وقت اُنھوں نے چُھری اور تلوار دکھائی — کہ خاموش ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کردینگے

آں زماں از ترس بستم من دہاں — ایں زماں فریاد و ہیہائے فغاں

اُس وقت میں نے ڈر سے مُنہ بند کر لیا — اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں زماں[2] بست ایں دمم کہ دم زنم — ایں زماں چندانکہ خواہی می کُنم

اُس وقت میرا یہ سانس رُک گیا، کہ دم ماروں — اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیوِ فاضحہ — بے نمک باشد اعُوذ و فاتحہ

جبکہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا — تو اعُوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں — ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں

اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے — یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہمچناں[3] ہم بے نمک می نال نیز — کہ ذلیلاں را نظر کُن اے عزیز

ایسے ہی بے مزہ روتا بھی رہ — کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کیطرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُود یا بگاہ — از تو چیزے فوت کے شد اے اِلٰہ

تو قادر ہے، بے وقت اور باوقت کیا ہوتا ہے؟ — اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ — کے شود از قدرتش مطلوب گم

اُس نے فرمایا ہے "جو تم سے فوت ہو جائے اسپر غم کرو" — اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے؟

حوالہ کردنِ مرغ گرفتاریِ خود را در دام بفعل و مکر و زرقِ زاہد و جوابِ گفتنِ زاہد مرغ را

پرندکا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

[1] تلِ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے حس مُردہ ریگ۔ مُردے کی میراث، ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا نہتا تھا۔ نعرہ۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا تو شور مچا دیتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ اُنھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چُپ کردیا تھا۔ آں زماں۔ اُس وقت تو میں دم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

[2] آں زماں۔ اُس وقت میں دم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور و غل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لُٹ جانے کے بعد اس چوکیدار کا شور و غل بیکار تھا اِسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اعُوذ اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولاناؒ فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی توبہ غفلت سے بہتر ہے۔

[3] ہمچناں۔ آخر عمر میں بھی آہ و زاری کرلے اور دربارِ خداوندی میں عرض کرکہ اے خدا تو قادرِ مطلق ہے تیرے لئے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہوجاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اِسی لئے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہوجائے اور اترانے لگو نہ اس پر جو تم کو عطا ہوجائے۔

گفت[1] آں مرغ ایں سزای آں بُوَد — کہ فسونِ زاہداں را بشنوَد
پرندنے کہا، یہ اُس کی سزا ہے — جو زاہدوں کی مکاری کو سُنے

گفت زاہد نے سزای آں نشاف — کہ خورَد مالِ یتیماں از گزاف
زاہدنے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے — کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فخ و صیّاد لرزاں شُد ز درد
اُس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا — کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہای دل پشتم شکست — بر سَرم جانا بیا می مال دست
کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی — اے محبوب! آ میرے سر پہ ہاتھ پھیر دے

زیر[2] دستِ تو سَرم را راحتے ست — دَستِ تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے — آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سَرِ من بر مدار — بیقرارم بیقرارم بیقرار
میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے — میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شُد از چشمِ مَن — در غمت اے رشکِ سَرو و یاسمن
میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں — آپکے غم میں اے سرو اور یاسمین! کیلئے (باعث) رشک

گر نیَم لائق چہ باشد گر دَمے — ناسزائے را بپُرسی دَر غمے
اگرچہ میں نالائق ہوں کیا ہو جائیگا اگر تھوڑی دیر کیلئے — کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مَر[3] عدم را خود چہ استحقاق بُود — کہ برو لُطفت چنیں دَرہا کشود
خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟ — کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے دروازے کھولدیے

خاکِ گرگیں رَا کرم آسیب کرد — دہ گہر از نُورِ حِس دَر جیب کرد
خارشی خاک کو کرم والا کر دیا — حِس کے نور کے دس موتی جیب میں ڈالدیئے

پنج حسّ ظاہر و پنج نہاں — کہ بشر شُد نطفۂ مُردہ ازاں
پانچ ظاہری حِس اور پانچ پوشیدہ — کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نُورِ بلند — چیست جُز بر رِیشِ توبہ ریشخند
اے بلند نور! آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ — سوائے توبہ کی مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

خارشی مٹی یعنی ذلیل مٹی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اُس نے مٹی کو حواس عطا کر دیئے۔ دہ گہر۔ یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اُس میں دسوں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ۔ اگر توبہ میں توفیق الٰہی شامل نہ ہو تو اُس توبہ کا بقا مشکل ہے اور پھر اُس توبہ کا مذاق اُڑتا ہے۔

[1] گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جو زاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُس کی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ زاہد۔ زاہد نے کہا کہ اپنی سزا کو اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اُس کی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعد ازاں۔ پھر اُس پرندنے اِس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر ایسی دردناک طریقہ پہ رونا شروع کر دیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای انسان کے دل میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کی طرف میلان ہوتا ہے کبھی اُس سے نفرت ہوتی ہے۔

[2] زیر دست۔ اب اس پرند یعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میرے سر پہ دستِ کرم رکھ دے تیرے دستِ کرم کے نیچے میرے سر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے خدا میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اُڑ گئی ہے، میں اگرچہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کرنے سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔

[3] مر عدم۔ تو نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کر دیا۔ خاک گرگیں۔

سبلتانِ توبہ یک یک بر کنی[۱]
آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں

توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی
توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے ز تو ویراں دکان و منزلم
اے (محبوب)! آپ کی وجہ سے میری دکان اور منزل (ویران ہے)

چوں ننالم چوں بیفشاری دلم
میں کیوں نہ روؤں، جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں؟

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام
کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے

بے تو ہر گز کار کے گردد تمام
آپ کے بغیر کام کب مکمل ہوگا؟

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست
میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے

بے خداوندیت بودِ بندہ نیست
تیری آقائی کے بغیر بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستان تو اے جانِ اصول
اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے

زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم[۲] من بر فنِ دیوانگی
میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں

سیرم از فرہنگی و فرزانگی
میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدرد شرم گویم راز فاش
جب شرم چاک ہوگئی میں راز کو کھول کر کہوں گا

چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
یہ صبر اور پیچ و تاب اور کپکپاہٹ کب تک؟

در حیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف
میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا

ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف
اچانک اس لحاف کے نیچے سے کود دوں گا

اے رفیقاں[۳] راہہا را بست یار
اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیئے ہیں

آہوی لنگیم و او شیرِ شکار
ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جز کہ تسلیم و رضا کو چارہ
تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟

در کفِ شیرِ نرے خونخوارہ
خونخوار نر شیر کے پنجے میں

او ندارد خواب و خور چوں آفتاب
وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا

روحہا را می کند بیخور و خواب
وہ روحوں کو بغیر کھانے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیا من باش یا ہم خوئے من
کہ آجا، میں بنجا، یا میرا ہم خصلت (بنجا)

تا بہ بینی در تجلی روئے من
تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

مثال یہ ہے کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے یہی حال ہمارا ہے کہ ساس کی وجہ سے قضا و قدر نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے جز۔ لنگڑے ہرن کیلئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے سپرد کر دے۔ اُو ندارد۔ وہ خود جبکہ کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز ہے اُسنے ہمیں بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ بیا۔ حضرت حق تعالیٰ انسان سے

۱ سبلتاں۔ تو توبہ کی مونچھیں اکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے۔ اے ز تو۔ اے خدا تیری ہی قضا اور قدر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ جب تک تو میرے اعمال کو منظم نہ کریگا میرا کام ناقص رہیگا۔ چونکہ گریز۔ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار، زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

۲ عاشقم۔ (شعر)

دیوانگی یعنی حالت سکر۔ فرزانگی یعنی عقل معاش۔ راز یعنی تقدیر کا راز حالت صحو میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لئے مضر ہے حالت سکر میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر پیچش۔ ارتعاش۔ اضطراب، یہ کیفیتیں راز کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ در حیا۔ صحو کی حالت، راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ سجاف۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

۳ اے رفیقان۔ وہ راز یہ ہے کہ قضا و قدر کی اور ہماری

ور ندیدی چوں چنیں شیدا شُدی
اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟

خاک بُودی طالبِ احیا شُدی
تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بنا

گربہ ۱؎ بے سویت نداد ست اُو عَلَف
اگر اُس نے لامکان سے تجھے خوراک نہیں دی ہو

چشمِ جانت چوں بماند ست آں طرف
تیری جان کی آنکھ اُس طرف کیوں لگی ہے؟

گُربہ بر سُوراخ زاں شُد مُعتکِف
بلی، سوراخ پر اِس لئے بیٹھی ہے

کہ ازاں سُوراخ اُو شد مُعتلِف
کہ اُس سوراخ سے وہ غذا پانیوالی بنی ہے

گربۂ دیگر ہمی گردد ببام
دوسری بلی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے

کز شکارِ مُرغ یابید اُو طعام
کیونکہ اُس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

آں یکے راقبلہ شُد جولاہگی
ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا

واں یکے حارس برائے جامگی
اور ایک تنخواہ کے لئے چوکیدار ہے

واں ۲؎ یکے بیکار رُو در لامکاں
اور ایک بیکار ہے اور مُنہ لامکان کیطرف ہے

کہ ازاں سُو دادیش تو قوتِ جاں
کیونکہ اُسی جانب سے آپنے اُسکو جان کی روزی عطا کی ہو

کار آں دارد کہ حق راشُد مُرید
کام وہی رکھتا ہے جو اللہ (تعالٰی) کا ارادہ کرنیوالا بنا

بہرِ کارے اُو زہر کارے بُرید
اُس نے ایک کام کیلئے ہر کام سے علیحدگی کرلی

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند
دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز

تاشبِ ترحال بازی می کُنند
سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

خوابناکے کو ز یقظہ می جہد
وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اُٹھتا ہے

دایۂ وسواس عشوشس می دہد
وسوسے کی دایہ اُس کو فریب دیتی ہے

رو ۳؎ بخسپ اے جاں کہ بگذاریم ما
اے جان! جا، سوجا، ہم کسی کو موقع نہ دینگے

کہ کسے از خواب بجہاند ترا
کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہم تو خود را بَرکنی از بیخِ خواب
تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کرلے

ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب
اُس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سُن لے

بانگِ آبم من بگوشِ تشنگاں
میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں

ہمچو باراں می رسم از آسماں
بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

۱؎ گربہ - چونکہ روح لامکاں سے غذا حاصل کر چکی ہے لہٰذا اُس کی نظریں اُدھر ہی لگی ہوئی ہیں۔ گربہ - بلی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر کسی بلی نے اگر بالا خانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اُس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جامگی۔ تنخواہ۔

۲؎ واں یکے۔ جن کو عالمِ بالا سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے اُنکی توجہ عالمِ بالا کی طرف رہتی ہے۔ کار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالمِ بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیا داروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ تر حال۔ سفر۔ خوابناکے۔ ان دنیاداروں میں سے جس کو ہوش بھی آتا ہے شیطان اُسکو اسی طرح تھپک کر دوبارہ غافل بنا دیتا ہے جس طرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

۳؎ رو بخسپ۔ وسوسہ کی دائی، شیطان اُس کو سُلاتے ہوئے کہتا ہے کہ آرام سے سوتا رہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہیئے کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کر دے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

برجہؔ اے عاشق برآور اضطراب ۔ بانگِ آب و تشنہ وآنگاہ خواب

اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا ۔ پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نیند

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر اُمیدِ وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بود و بعضے از شب منتظر بود کہ خوابش بربود معشوق آمد او را خفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُورا خفتہ گذاشت و بازگشت و در بیانِ تحقیقِ ماہیتِ آں

اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس حجرے میں پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر اُس کو نیند آگئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اُسکی جیب اخروٹوں سے بھر دی اور اُسکو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہوگیا اور اُسکی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بُود ست در ایامِ پیش ۔ پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش

اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا ۔ اپنے زمانے میں عہد کا پابند

سالہا در بندِ وصلِ ماہِ خود ۔ شاہ مات و ماتِ شاہنشاہِ خود

سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا) ۔ عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)

عاقبت جوئندہ یابندہ بُود ۔ کہ فرج از صبر زایندہ بُود

انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے ۔ کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونیوالی ہوتی ہے

گفت روزے یارِ او کامشب بیا ۔ کہ بہ پختم از پئے تو لوبیا

ایکدن اسکے معشوق نے اُس سے کہا کہ آج رات آجا ۔ کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب ۔ تا بیایم نیم شب من بے طلب

آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ ۔ تاکہ میں بغیر بُلائے آدھی رات کو آجاؤں

مرد قرباں کرد و ناںہا بخش کرد ۔ چوں پدید آمد مہش از زیرِ گرد

مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں ۔ جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا

شب دراں حجرہ نشست آں گرم دار ۔ بر اُمیدِ وعدۂ آں یارِ غار

وہ گرم جوش سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھ گیا ۔ اُس مخلص دوست کے وعدے کی امید پر

منتظر بنشستہ خوابش در ربود ۔ اُوفتاد و گشت بیخود آں عنود

منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آگئی ۔ وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہوگیا

لہ برجہ۔ سالک کو غفلت ترک کرکے مشاہدہ کے لئے مضطرب ہوجانا چاہیے ورنہ یہ طلبِ حقیقی نہ ہوگی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ حکایت۔ اِس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اِس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اِسی لئے وہ سوگیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ حجرہ۔ جوز۔ اخروٹ۔ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

لہ۲ آہ۔ یعنی معشوق شاہ مات سے مقتول عاشق مراد ہے یعنی وہ عاشقوں کا شاہ تھا۔ کہ فرج۔ حدیث شریف ہے۔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور اُمید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

لہ۳ یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اِس عاشق نے ابتداءِ شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سوگیا۔

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت
دہ دیر تک بیدار رہا اس کو نیند نے پکڑ لیا
عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت
تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند؟

بعدِ نصف اللیل آمد یارِ اُو
اُس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا
صادق الوعدانہ آں دلدارِ اُو
دہ اُس کا معشوق، سچے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خُفتہ دید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا
اندکے از آستینش اُو درید[1]
تھوڑی سی اُس کی آستین پھاڑی

گردگانِ چندش اندر جیب کرد
چند اخروٹ اُس کی جیب میں ڈال دیئے
کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد
کہ تو بچہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید
جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا
آستین و گردگانہا را بدید
آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و وفاست
بولا، ہمارا شاہ، مجسم سچائی اور وفا ہے
آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے وہ ہماری جانب سے ہے

اے[2] **دلِ بے خواب ما زیں ایمنیم**
اے بے خواب دل! ہم اِس سے مطمئن ہیں
چوں حرس بر بام چوبک میزنیم
ہم بالاخانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گردگانِ ما دریں مطحن شکست
ہمارے اخروٹ اِس چکّی میں پس گئے
ہر چہ گوئیم از غمِ خود اندکست
اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صداعِ ماجرا
اے ملامت گر! دردِ سر اور قصہ کب تک؟
پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اِس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

من[3] **نخواہم عشوۂ ہجراں شنود**
میں فراق کا فریب نہ سنوں گا
آزمودم چند خواہم آزمود
میں نے آزمالیا، کتنا آزماؤں گا؟

ہر چہ غیرِ شورش و دیوانگی ست
شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے
اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
اِس راستہ میں دُوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ بر پایم آں زنجیر را
ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے
کہ دریدم سلسلۂ تدبیر را
کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

(شعر) فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر اُو تمنائے

بیتِ. اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں لہٰذا میں زنجیر کا مستحق ہوں۔

[1] دریدِ. نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان۔ بچوں کو اخروٹ دے کر بہلایا جاتا ہے معشوق نے اُس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اُس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیئے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اُس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محرومی خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اے۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اِس خوابِ غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کی طرح بالاخانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامتگر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اِس سے دردِ سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] من نخواہم۔ ملامت گر عموماً فراق سے ڈرا کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے آزمودم۔ میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اُس میں بھی میرے لئے لذت ہے۔ ہر چہ۔ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے

غیر^۱^ جعدِ آں نگارِ مُقبِلم — گر دو صد زنجیر آری بگسلم

میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ — اگر تو دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست — بر درِ ناموس اے عاشق مایست

عشق اور آبرو، اے بھائی! مناسب نہیں ہے — اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عُریاں شوم — نقش بگذارم سراسر جاں شوم

وہ وقت آگیا کہ میں ننگا ہو جاؤں — نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِ شرم و اندیشہ بیا — کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے فکر اور شرم کے دشمن! آجا — کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے^۲^ بہ بستہ خوابِ جاں از جادُئی — سخت دل یارا کہ در عالم توئی

اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادوگری سے روک دیا ہے! — اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں گلوئے صبر گیر و می فشار — تا خنک گردد دلِ عشق اے سوار

ہاں صبر کا گلا پکڑ اور دبا دے — اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تا نسوزم کے خُنک گردد دلش — اے دلِ ما خاندان و منزلش

جب تک میں جل نہ جاؤں گا اُس کا دل کب ٹھنڈا ہوگا؟ — اے وہ کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے!

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز — کیست آنکس کہ بگوید لا تجوز

تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے — وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے؟

خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست — خانۂ عاشق چنیں اولیٰ ترست

اے مست شیر! اس گھر کو خوب جلا دے — عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم — زانکہ شمعم من بسوزش روشنم

اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا — کیونکہ میں شمع ہوں، اس کے سوز سے روشن ہوں

خواب^۳^ را بگذار امشب اے پدر — یک شبے در کوئے بے خواباں گذر

اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر — ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گذر

بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند — ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند

اُن کو دیکھ کہ وہ مجنون ہو گئے ہیں — پروانہ کی طرح اُس کے وصل سے مقتول ہو گئے ہیں

بنگر ایں کشتیِ خلقاں غرقِ عشق — اژدہائے گشتہ گوئی حلقِ عشق

دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے — گویا کہ عشق کا حلق اژدہا بن گیا ہے

---

۱ غیر جعد۔ یعنی میں صرف محبوب کی زُلف کی زنجیر کا قیدی بن سکتا ہوں اُسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق۔ عشق کے ساتھ رُسوائی اور ذلّت ہی جمع ہو سکتی ہے، عاشق آبرو سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ وقت۔ اب میرا ایسا وقت ہو کہ مجھے جسمانی صفات سے عُریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیئے۔ عدوِ شرم۔ یعنی محبوب، عشق میں شرم و حیا وصل سے مانع ہے۔

۲ اے بہ بستہ۔ عشق عجب جادو ہے کہ اُس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبۂ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبر و قرار فنا ہو جائے۔ تا نسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جلکر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب خاموش نہ ہوگا، میرا دل ہی اُس کا خاندان اور مکان ہے وہ اسی کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اس کو بُرا کہنے والا کون ہے؟ خوش بسوز۔ عاشق کے دل کو پھونک ڈال وہ اسی قابل ہے، دل کے جلنے سے جو اُسمیں سوزش ہوگی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

۳ خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو اسکو عاشقوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ کہ وہ مجنون بنے ہوئے ہیں اور وصل کی خاطر پروانہ کی طرح قربان ہوئے ہیں۔ کشتی۔ اِن عاشقوں کی کشتی کو دیکھ، دریائے عشق میں کس طرح ڈوب رہی ہے گویا عشق ایک اژدہا ہے جس کا حلق سب کو نگل گیا ہے۔

اژدہائے ناپدیدِ دل رُبا [۱] — عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا

غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا — وہ پہاڑ جیسی عقل کے لئے کہربا ہے

عقلِ ہر عطّار کاگہ شد ازو — طبلہا را ریخت اندر آبِ جُو

جس عطّار کی عقل اُس سے واقف ہو گئی — اُس نے تختے، نہر کے پانی میں بہا دیئے

رَو کزیں جُو برنیائی تا اَبد — لَمْ یَکُنْ حَقًّا لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ

جا تو اس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئیگا — یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مزوّر چشم بکشا و ببیں — چند گوئی می ندانم آن و ایں

اے مکّار! آنکھ کھول اور دیکھ — تو کہاں تک کہے گا، میں اُسکو اور اسکو نہیں جانتا

از وبائے زرق و محرومی برآ — در جہانِ حیّ و قیّومی درآ

مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آجا — حیّ و قیّوم والے جہاں میں آجا

تا نمی بینم ہمی بینم شود — ویں ندانمہات می دانم شود

تاکہ "میں نہیں دیکھتا ہوں" "دیکھتا ہوں" بنجائے — اور یہ "سب میں نہیں جانتا ہوں" "جانتا ہوں" بنجائیں

بگذر [۲] از مستی و مستی بخش باش — زیں تلوّن نقل کُن در استواش

مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا — اِس تلوّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستی پست — بر سرِ ہر کوی چنداں مست ہست

تو اس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا — ہر کوچہ کے سرے پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالم پُر شود سرمستِ یار — جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار

اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے — سب ایک ہونگے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں [۳] ز بسیاری نیابد خواریے — خوار کہ بُود تن پرستے ناریئے

یہ کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے — ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُر شد ز تابِ نورِ مہ — کے کساد آید برِ صاحب وَلَہ

اگر چاند کے نور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے — عاشق کے لئے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب — کے بُود خوار آں تفِ خوش التہاب

اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے — وہ گرمی بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہو گی؟

---

[۱] اژدہای۔ عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہے۔ اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی منتقل کر دیتا ہے۔ عقل۔ عقل جب عشق سے باخبر ہو جاتی ہے تو اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ تا۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا ان چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ اے مزوّر۔ مکّار، عاشق کے احوال سے قصداً آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہو اگر وہ عشق کے میدان میں آجائے تو اس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا "میں نہیں دیکھتا ہوں" ان کے بارے میں کہنے لگے گا کہ "میں دیکھتا ہوں"۔

[۲] بگذر۔ عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی۔ عقل کے مست تو بہت ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ انکی ذلت کا سبب نہ ہوگا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

[۳] ایں ز بسیاری۔ علاوہ ازیں محض کثرت ذلت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور جہنمی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم بھی پُر ہو جائے تو اس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پُر ہو ——— تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

لیک بااین جملہ بالاتر خرام — چونکہ ارض اللہ واسع بود ورام

لیکن اِس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل — جبکہ اللہ (تعالیٰ) کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ این مستی چو بازِ اشہب ست — برتر از وے در زمینِ قدس ہست

اگرچہ یہ مستی بھونسلے باز کی طرح ہے — قدس کی سرزمین میں اِس سے بھی بہتر (مقام) ہے

مست ز ابرار و مقرب زو بہ است — بر مقرب شیرِ اُو چوں روبہ است

مست ابرار میں سے ہے اور مقرب اس سے بہتر ہے — مقرب کے نزدیک اُس کا شیر لومڑی کی طرح ہے

رو سرافیلے شو اندر امتیاز — در دمندہ روح و مست و مست ساز

جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا — روح کا پھونکنے والا اور مست اور مست بنانیوالا

مست را چوں دل مزاح اندیشہ شد — این ندانم واں ندانم پیشہ شد

مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا — میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اسکا پیشہ بن گیا

این ندانم واں ندانم بہر چیست — تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست

میں اسکو نہیں جانتا اور میں اسکو نہیں جانتا کس لئے ہے؟ — تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے؟

نفی بہرِ ثبت باشد در سخن — نفی بگذار و ز ثبت آغاز کُن

بات میں نفی، اثبات کے لئے ہوتی ہے — نفی کو چھوڑ دے اور اثبات سے ابتدا کر

نیست این و نیست آں ہیں واگذار — آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر

خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے — جو کہ موجود ہے اُس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب — تُرک و مطرب را بگو احوال شب

نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر — تُرک اور مطرب کے رات کے احوال سُنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست — ایں بیاموز اے پدر زاں تُرک مست

نفی کو چھوڑ اور اُس ہستی کو پوج — اے بابا! یہ اس تُرک مست سے سیکھ لے

استدعای امیر تُرکِ مخمور مُطرب را بوقتِ صبوح و تفسیر

ایک مخمور تُرک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اِس حدیث

این حدیث کہ اِنَّ لِلّٰہِ شَرَابًا اُعِدَّ لِاَوْلِیَائِہٖ اِذَا شَرِبُوْا

کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اُس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی

سَکِرُوْا وَاِذَا سَکِرُوْا طَابُوْا اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْث

ہے وہ جب اُس کو پیتے ہیں مست ہوجاتے ہیں اور جب مست ہوجاتے ہیں پاکیزہ بنجاتے ہیں

---

۱ لیک بااین۔ مستی اور سُکر کی اِن فضیلتوں کے باوجود سالک کو اُس سے اعلیٰ مقام صحو حاصل کرنا چاہئیے۔ گرچہ۔ مستی اور سُکر بھی اگرچہ قیمتی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اُس سے بھی بہتر مقام ہے۔ اور وہ "صحو" ہے۔ مست۔ سُکر کا مقام اَبرار کا ہے اور صحو کا مقام مقربین کا ہے ادنیٰ رتبہ کا مقرب اعلیٰ درجہ کے اَبرار سے افضل ہے۔ رَو حضرت اسرافیل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے صُور پھونکیں گے تو مُردے زندہ ہوجائیں گے جو سالک مقام صحو میں ہوتا ہے وہ بھی حضرت حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسرے کو فیض پہنچاتا ہے۔

۲ مست۔ سُکر کی حالت حیرت کی حالت ہوتی ہے اُس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ این ندانم۔ سُکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اُس سے مقصود اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔

۳ نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آجاؤ "لاالٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لئے ہے تو الا اللہ پر پہنچ جانا چاہئیے "نیست" کو چھوڑ کر "ہست" کی جستجو کرنی چاہئیے جس طرح مست تُرک اور مُطرب کے قصہ میں

مے در خُمِ اسرار ازاں میجوشد　　تا ہر کہ مجرّد ست ازاں می نوشد

اسرار کے خُم میں شراب اسلئے جوش مارتی ہے　　تاکہ جو مجرّد ہے وہ اسے پیے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ (الآیہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے۔

ایں مے کہ تو میخوری حرام است　　ما مے نخوریم جز حلالے

یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے　　ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں

جہد کُن تا ز نیست ہست شوی　　وز شراب خدائی مست شوی

کوشش کر تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے　　اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

عجمی[1] تُرکے سحر آگاہ شُد　　وز خمارِ خمر، مُطرب خواہ شُد

ایک عجمی تُرک صبح کو بیدار ہوا　　اور شراب کے خمار کی وجہ سے گویّے کا خواہشمند ہوا

مُطربِ جاں مُونسِ مستاں بُوَد　　نقل و قُوتِ قُوتِ مست آں بُوَد

روحانی گویّا مستوں کا دوست ہوتا ہے　　چبینا اور روزی اور مست کی طاقت وہ ہوتا ہے

مُطرب ایشاں را سوئے مستی کشد　　باز مستی از دمِ مطرب چشد

گویّا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے　　پھر مستی گویّے کے کلام سے غذا حاصل کر لیتی ہے

آں[2] شرابِ حق بداں مُطرب بَرَد　　ویں شرابِ تن ازیں مُطرب چَرَد

خدائی شراب اس مطرب کیطرف لے جاتی ہے　　اور یہ جسمانی شراب اِس گویّے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گر یک نام دارد در سخن　　لیک فرقست زیں حَسَن تا آں حَسَن

اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں　　لیکن اِس حَسَن سے اُس حَسَن تک فرق ہے

اشتباہے ہست لفظی در بیاں　　لیک خود کو آسماں کو ریسماں

بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے　　لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اشتراکِ لفظ دائم رہزن ست　　اشتراکِ گبر و مومن در تن ست

لفظی شرکت، ہمیشہ رہزن ہے　　مومن اور کافر کا اشتراک جسم میں ہے

جسمہا[3] چوں کوزہائے بستہ سر　　تاکہ در ہر کوزہ چہ بُوَد آں نگر

جسم مُنہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں　　ہر کوزے میں کیا ہے، اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات　　کوزۂ ایں تن پُر از زہرِ ممات

اِس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے　　اِس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

---

[1] عجمی۔ ایک تُرک سردار جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس پر خمار کی کیفیت طاری تھی اُس نے گویّے کو طلب کیا۔ مُطرب۔ گویّا یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا ہو تو مستی۔ شیخ کی توجہ اُن کے لئے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔

[2] آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوّال کی جانب کھینچتی ہے۔ ہر دو۔ یہاں ہم نے مُطرب شیخ اور گویّے دونوں کے لئے کہا ہے۔ زیں حسن۔ پہلے قصّہ گذر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حسن نامی تھے لیکن اُن دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہے۔ اِن دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔

[3] جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہیئے اُس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہیئے۔ کوزۂ آں تن یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھو گے تو تم شناہ ہو ورنہ گمراہ ہو۔

گر بمظروفش نظر داری شہی — ور بظرفش بنگری تو گمرہی

اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر رکھے تو شاہ ہے — اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندۂ ایں جسم داں — معنیش را در دروں مانندِ جاں

لفظوں کو اِس جسم کی طرح سمجھ — اُن کے معانی اُن میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائما تن بیں بود — دیدۂ جاں جانِ پُرفن بیں بود

جسم کی آنکھ ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے — رُوح کی آنکھ، ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس ز نقشِ لفظہائے مثنوی — صورتش ضال ست و ہادی معنوی

مثنوی کے الفاظ کے نقوش سے — اُس کی صورت گمراہ کرنے والی اور معنی کے اعتبار سے ہدایت کرنے والی ہے

در نبے فرمود کایں قرآں ز دل — ہادیِ بعضے و بعضے را مُضل

قرآن میں فرمایا ہے، کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے — بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنے والا ہے

اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے — پیشِ عارف کے بُود معدوم شے

توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے — عارف کی نظر میں معدوم، شئی کب ہوتا ہے؟

فہمِ[2] تو چوں بادۂ شیطاں بُود — کے تُرا وہم مےِ رحماں بُود

تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو — تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انباز اند مُطرب با شراب — ایں بداں واں بدیں آرد شتاب

قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں — یہ اُس تک وہ اِس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُر خماراں از دمِ مُطرب چرند — مُطرباں شاں سوئے میخانہ برند

پُرخمار، قوال کے گانے سے غذا حاصل کرتے ہیں — قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اوست — دل شدہ چوں گوئے در چوگانِ اوست

وہ میدان کی ابتداء ہے اور یہ اُس کی انتہا — برباد دل، اُس کے بلّے میں گیند کی طرح ہے

در سر[3] آنچہ ہست گوش آنجا رود — در سر ار صفرا ست آں سودا شود

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے — اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند — والد و مولود آنجا یک شوند

اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں — سبب اور نتیجہ، اِس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

---

[1] لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھو۔ دیدۂ۔ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ رُوح کو دیکھتی ہے۔ پس۔ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اُس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اُس سے بدعقیدہ ہو جائیگا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کریگا وہ اُس سے مُستفید ہوگا۔ در نبے۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مے۔ جب کوئی عارف لفظ شراب بولتا ہے تو اُس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شرابِ معرفت مُراد ہوتی ہے۔

[2] فہم تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شرابِ محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اِس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُر خمار۔ مخمور، گویّے سے غذا حاصل کرتا ہے گویا اُس کو شراب خانہ تک لیجاتا ہے۔ آں سرِ میدان۔ میدانِ عشق کی ابتداء گانا ہے اور اُس کی انتہا شراب ہے، دل گویّے کے قابو میں ہوتا ہے۔

[3] در سر۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اُسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صحیح بات بھی ہوتی ہے تو وہ اِن الفاظ کے بعد غلطی سے بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مسبّب ایک سی تاثیر کریں گے۔

چونکہ کردند آشتی شادی و درد — مطرباں را ئترکِ ما بیدار کرد
جب خوشی اور درد باہم مل گئے — ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مطرب آغازید بیتے خوابناک — کہ اَنِلْنِی الْکَاْسَ یَا مَنْ لَا اَرَاکْ
قوال نے ایک مست شعر شروع کیا — کہ اے وہ! کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنْتَ وَجْہِی لَا عَجَبْ اَنْ لَا اَرَاہُ — غَایَۃُ الْقُرْبِ حِجَابٌ وَاشْتِبَاہ
تو میرا چہرہ ہے، کوئی تعجب نہیں اگر میں اس کو نہیں دیکھتا ہوں — انتہائی قرب، پردہ اور اشتباہ ہے

اَنْتَ عَقْلِی لَا عَجَبْ اِنْ لَمْ اَرَکْ — مِنْ وُفُوْرِ الْاِلْتِبَاسِ الْمُشْتَبَکْ
تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں — تجھ درپیچ التباس کی زیادتی کی وجہ سے

حَیْثُ اَقْرَبْ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد — لَمْ اَقُلْ یَا یَا نِدَاءُ لِلْبَعِیْد
چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے — میں نے (لفظ) یا نہیں کہا یا دُور کے پکارنے کیلئے ہے

بَلْ اُغَالِطُہُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَار — کَےْ لَا اَکْتُمْ مَنْ مَّعِیْ مِمَّنْ اَغَار
بلکہ میں انکو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں — تاکہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جن سے مجھے غیرت آتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — بشنو اکنوں نکتہ صاحب تمیز
اے عزیز! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اب ایک صاحب تمیز کا نکتہ سن لے

آمدنِ ضریر در خانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و
نابینا کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور

گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیشِ ضریر و
نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور

گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ

کہ او ترا نمی بیند و جوابے ادنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا

عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم را
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبرؐ ضریر — کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر
نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا — کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے توشہ بخشنے والے

---

۱ چونکہ۔ جب اس ترک نے گانے کی خوشی اور خمار کی تکلیف محسوس کی تو اس نے گویّوں کو بیدار کر دیا اور گویّوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیئے۔ کاس۔ پیالہ۔ انتَ۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہو جاتا ہے۔

۲ انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ یا۔ یا حرف ندا، دُور سے اس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہوتا ہے میں تجھے اس لفظ سے اس لئے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

۳ ضریر۔ نابینا۔ کاے۔ آنحضورؐ ہر شخص کو اس کے مناسب غذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مُستَسقیم[1] — مُستغاث المُستغاث اے ساقیم

اے! آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں — اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد

چوں دَر آمد آں ضریراز در شتاب — عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب

جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد — پردہ کرنے کے لئے عائشہؓ بھاگیں

زانکہ واقف بود آں خاتونِ پاک — از غیوریِ رسولِ رشک ناک

کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں — غیور رسولؐ کی غیوری سے

ہر کہ زیبا تر بُود رشکش فزوں — زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں

جو زیادہ حسین ہوتا ہے انہیں غیرت زیادہ ہوتی ہے — کیونکہ اے فرزندو! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے

گندہ پیراں شوی را قماد دہند — چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند

بوڑھیاں شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں — کیونکہ بھدے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں

چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون — کے بُدست اے فرِ یزداں نیش عون

احمدی حُسن کی طرح دونوں جہانوں میں — کب ہوا ہے! اے (مخاطب)، اللہ کا نور اُن کا مددگار

نازہایِ ہر دو کون اُو را رسد — غیرت آں خورشیدِ صد تو را رسد

دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے — غیرت کرنا اُس سو درجہ کے سورج کا حق ہے

کاندر افگندم[2] بکیواں گویِ را — در کشید اے اختراں ہیں رویِ را

کہ میں نے زحل پر گیند پھینکی ہے — خبردار! اے ستارو اپنا مُنہ چھپا لو

در شعاعِ بے نظیرم لا شوید — ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید

میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ — ورنہ میرے نور کے سامنے رُسوا ہو جاؤگے

از کرم[3] من ہر شبے غائب شوم — کے رَوم اِلّا نمایم کہ رَوم

کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں — میں کب جاتا ہوں، ہاں دکھاتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں

تا شما بے من شبے خُفاش وار — پَر زناں گردید گردِ ایں مطار

تاکہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں — اِس فضا کے گرد چکر لگاؤ

ہمچو طاؤساں پَرے عرضہ کنید — باز مست و سرخوش و مُعجب شوید

موروں کی طرح پَر دکھاؤ — پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو

بنگرید آں پایِ زشت از امتیاز — ہمچو چارق کو بُود شمعِ ایاز

امتیاز کے لئے، بھدے پاؤں کو دیکھ لو — چپّل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

---

[1] مُستسقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہر کہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اُس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک، ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بوڑھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تاکہ اُس سے ہم صحبت ہو سکے۔ چوں۔ جبکہ آنحضورؐ حسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور نورِ خداوندی آپ کا مددگار رہتا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قماد۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔

[2] کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حُسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حُسن کے دعوے کی گیند زحل پر پھینکی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حُسن کی نمائش کا حق نہیں ہے۔۔۔ در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حُسن کو میرے حُسن میں گم کر دیں ورنہ رُسوا ہو جائیں گے۔

[3] از کرم۔ میں کبھی بظاہر رُوپوش ہو جاتا ہوں تاکہ دوسرے حسین اپنے حُسن کا مظاہرہ کر سکیں سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا کچھ سمتوں سے اسکی روپوشی ہو جاتی ہے تاکہ چمگادڑیں پھر آ لیں۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست نشہ کے چار مرتبے ہیں سرخوش، تر دماغ، غیر مست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدے ہیں انکو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے

[illegible]

رُو نمایم صبح بہرِ گوشمال — تا نگردید از منی زاہلِ شمال

تنبیہ کے لئے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں — تاکہ تم خودی کی وجہ بائیں ہاتھ والوں میں سے نہ بن جاؤ

ترکِ آں کُن کہ درازست ایں سخن — نہی کرد ست از درازی امر کُن

اس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے — حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

امتحان کردنِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ را رضی اللہ عنہا

مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

گرچہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمٰی ترا نمی بیند تا

کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے

پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیرِ مُصطفٰے صلی اللہ علیہ

تاکہ واضح ہوجائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہر ست

کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبر برائے امتحاں — اُو نمی بیند ترا کم شو نہاں

امتحان کے لئے پیغمبر نے فرمایا — وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد[۲] اشارت عائشہؓ بادستہا — اُو نمی بیند من ہمی بینم وُرا

عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا — وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اُس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیِ رُوح — پُر ز تشبیہات و تمثیل اے نصوح

روح کے حُسن پر عقل کو غیرت آتی ہے — جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

باچنیں پنہانیِ کیں روح راست — عقل بر وے ایں چنیں رشکیں چراست

ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے — عقل اُس پر اس قدر غیرت کرنیوالی کیوں ہے؟

از[۳]کہ پنہاں می کُنی اے رشک خُو — آنکہ پوشیدست نورش رُوئے اُو

اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے — اُسکو جس کے نور نے اُس کے مُنہ کو چھپا دیا ہے؟

میرود بے رُوئے پوش ایں آفتاب — فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب

یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے — اُس کے نور کی زیادتی، اُس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشک ور — کافتاب از وے نمی بیند اثر

اے غیرت مند: تو کس سے چھپاتی ہے؟ — کیونکہ آفتاب بھی اُس کا پتہ نہیں پاتا ہے

---

[۱] رُو نمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہوجاتا ہے، تاکہ ستارے متکبر بنکر دوزخی نہ بنیں۔ امر کُن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول شرعًا ممنوع ہے۔ گرچہ۔ آنحضورؐ نے حضرت عائشہؓ کی آزمائش کے لئے اُن سے سوال کیا کہ تمہیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟

[۲] کرد۔ حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ اسلئے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سُن سکے۔ اُو۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اُسکو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑنا آپ کی غیرت کے منافی ہو۔ غیرت۔ عقل کو روح کے حُسن پر غیرت ہے اسی لئے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اُسکو سمجھا دیتی ہے، اِن اشعار میں روح سے مراد حق سبحانہٗ ہے۔

[۳] آز کہ۔ عقل کو خطاب ہو کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اُس کے لئے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ آز کہ۔ جس چیز کو وہ سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اُس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشک[1] ازاں افزوں ترست اندر تنم — کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم

میرے اندر غیرت اِس سے بھی بڑھی ہوئی ہے — کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

ز آتشِ رشکِ گراں آہنگِ مَن — با دو چشم و گوشِ خود در جنگِ مَن

سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا لشکر — اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکے ستت اے جان و دل — پس دہاں بر بند و گفتن را بہل

اے جان اور دل! ایسے رشک کے ہوتے ہوئے جو تجھ میں ہے — تو منہ بند کرلے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسم[2] ار خامش کنم آں آفتاب — از سوئے دیگر بدراند حجاب

میں ڈرتی ہوں اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج — دوسری جانب سے پردے کو چاک کردے

در خموشی گفتِ ما اظہر شود — کز منع آں میل افزوں تر شود

خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے — کیونکہ اُس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرّد بحر غرّش کف شود — جوشِ اَحببتُ بِاَن اُعرَف شود

اگر سمندر جوش مارتا ہے تو اُس کا جوش جھاگ بنجاتا ہے — وہ جھاگ میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں کا جوش بنجاتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست — عینِ اظہارِ سخن پوشیدن ست

بات کرنا اُس سوراخ کو بند کرنا ہے — بات ظاہر کرنا بعینہ چھپانا ہے

بلبلانہ[3] نعرہ زن بر روئے گل — تا کنی مشغول شاں از بوئے گل

پھول پر بلبل کی طرح نعرہ مار — تاکہ تو اُنکو پھول کی خوشبو سے مشغول کردے

تا بقل مشغول گردد گوشِ شاں — سوئے روئے گل نپرد ہوشِ شاں

تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہوجائے — اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کو بس روشن ست — در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست

اِس سورج کے پیشِ نظر جو کہ بہت روشن ہے — درحقیقت، ہر دلیل رہزن ہے

حکایتِ آں مُطرب کہ در بزمِ امیرِ تُرک ایں غزل آغاز کرد[5]

اُس قوال کا قصہ جس نے تُرک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

---

[1] رشک۔ کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ ز آتش۔ چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کو دیکھتی ہے اور وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں۔ اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر

[2] ترسم۔ عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کرلوں تو وہ خموشی پردہ چاک کردیگی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہوجاتے ہیں مشہور مقولہ.... اَلْمَرْءُ حَرِیْصٌ فِیْمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرّد۔ سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہوجاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کردیتے ہیں۔ حرف گفتن۔ محبوب کی تھوڑی سی تعریف کردینا گویا اُس کو چھپانا ہے اگر باتوں میں نہ لگایا جاتا تو اُس کو دیکھنے کے درپے ہوجاتے۔

[3] بلبلانہ۔ بلبل گل پر جو نعرے لگاتی ہے اُس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ تماشائی اُسکے نعرے سننے میں مصروف ہوجائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں۔ پیش ایں۔ سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اُسی قدر مخفی ہوتا چلا جائے گا۔

(شعر) ہرگز نہ قطرہ تواند محیط دریا شد — ز راہِ فکر رسیدن بذات ممکن نیست

[5] حکایت۔ اِس حکایت کا مقصود یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اِس لئے حضرت حق تعالٰے کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

گُلی یا سوسنی یا سَرو یا ماہی نمیدانم
وزیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

تو پھول ہے یا سوسن یا سَرو یا تو چاند ہے میں نہیں جانتا
اس پریشان، بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

وبانگ برزدن امیرِ تُرک اُورا کہ آں بگو کہ می دانی وجوابِ مُطرب امیرِ تُرک را

اُس پر امیر ترک کا چیخ بگڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال کا امیر تُرک کو جواب

مُطرب آغاز یدپیشِ تُرکِ مَست
دَر حجابِ نغمہ اَسرارِ اَلَسْت

مَست تُرک کے سامنے قوال نے شروع کئے
نغمہ کے پردے میں اَلَسْت کے اسرار

می ندانم کہ تو ماہی یا وثَن
می ندانم کہ چہ می خواہی ز مَن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بُت
میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

مَن[1] ندانم تاچہ خدمت آرمت
تَن زنم یا در عبَارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں؟
میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جُدا
من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جُدا نہیں ہے
میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟

می ندانم کہ مرا چوں می کُشی
گاہ دَر بَر، گاہ در خوں میکُشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے
کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟

ہمچنیں[2] لَب دَر ندانم باز کرد
می ندانم می ندانم سَاز کرد

اِسی طرح پر اُس نے "میں نہیں جانتا" میں لب کشائی کی
میں نہیں جانتا، "میں نہیں جانتا" اُس نے گایا

چوں ز حد شُد می ندانم از شگفت
تُرکِ ما راز یں حرارہ دل گرفت

جب "میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے
اُن آوازوں سے ہمارا تُرک رنجیدہ ہو گیا

بر جہید آں تُرک و دَبّوسے کشید
تا علیہا بر سَرِ مُطرب رسید

وہ تُرک کودا اور گرز اُٹھایا
یہاں تک کہ فی الجملہ قوال کے سر پر پہنچ گیا

گُرز[3] را بگرفت سَرہنگے بدست
گفت نے مُطرب کُشی ایندم بد است

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا
بولا نہیں، قوال کو اِس وقت مارنا بُرا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش
کوفت طبعم را بکوبم من سَرش

اُس نے کہا اِس بیحد اور بے شمار تکرار نے
مجھے کوفت پہنچائی۔ میں اُس کا سَر کچل دوں گا

---

[1] من ندانم۔ قوال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ ایں عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

[2] ہمچنیں۔ وہ گویا "میں نہیں جانتا" "میں نہیں جانتا" گاتا رہا جب اس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو تُرک کو غصہ آگیا۔ بر جہید۔ وہ تُرک غصہ سے ہاتھ میں گرز لیکر قوال کی طرف دوڑا۔ علیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

[3] گرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر تُرک کا گرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویّے کو مار ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ تُرک نے غصہ میں جواب دیا کہ اس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اس قوال کا سر پھوڑ دوں گا اور غصہ میں قوال سے کہنے لگا کہ اے دیّوث اگر تو نہیں جانتا ہے تو گوہ مت کھا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا می ندانی گُہ مخور
اے دیوث! تو نہیں جانتا، تو گوہ نہ کھا

زانچہ میدانی بزن مقصود بر
جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کرے

آں[1] بگوا ے گیج کہ میدانیش
اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے

می ندانم می ندانم در مکش
میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من بپرسم کز کجائی بے مرے
میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟

تو بگوئی نے ز بلخ و نز ہرے
تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے ز روم و نے ز ہند و نے ز چین
نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا

نے ز شام و نے عراق و بار دین
نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا

در کشی در نے و نے راہِ دراز
نہیں نہیں میں لمبی مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ
بتادے تو کہاں کا ہے، چھوٹ جا

ہست تنقیحِ مناط ایں جایگہ
اصل مقصد اسی جگہ ہے

یا بپرسم کہ چہ خوردی تا شتاب
یا میں پوچھتا ہوں کہ تونے کیا کھایا ہے، خبردار تو جلدی سے

تو بگوئی نے شراب و نے کباب
کہنے لگے، نہ شراب اور نہ کباب

نے بقول و نے پنیر و نے بصل
نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز

نے ز شیر و نے ز شکر نے عسل
نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس
نہ گوشت کے پارچے اور نہ ثرید اور نہ مسور

آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
جو تونے کھایا ہے وہ بتادے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہرِ چیست
یہ لمبی بکواس کس لئے ہے؟

گفت[3] مطرب زانکہ مقصودم خفی ست
قوال نے کہا اس لئے کہ میرا مقصد پوشیدہ ہے

میرمد اثبات پیش از نفی تو
نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جاتا ہے

نفی کردم تا بری ز اثبات بُو
میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا پتہ لگالے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را
میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں

چوں بمیری مرگ گوید راز را
جب تو مرجائے گا، موت راز بتادے گی

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم موتوا قبل ان تموتوا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مرجاؤ قبل اِس کے کہ مرو کی تفسیر

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہو وہ گا اور میں نہیں جانتا۔ کی رٹ نہ لگا۔ من بپرسم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم وغیرہ کا اور ذکر کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پر یہ بتادے کہ میں فلاں جگہ کا رہنے والا ہوں۔ یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تونے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوال نے جواب دیا، جب مقصود تصور سے بالاتر ہو تو اس کے اثبات کا پہلو پیش نہیں کیا جاسکتا ہے لامحالہ اس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو دراز ہوتا ہے اور اسی طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ در نوا۔ میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہوجائے تو مقصود سمجھ میں آجائے اسی نے تسکین کا درجہ صحو کے مرتبہ کے بعد سمجھا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے سمجھایا ہے۔ موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

و بیت حکیم سنائی قدس سرہٗ

اور حکیم سنائی قدس سرہٗ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے

کہ ادریسؑ از چنیں مردن بہشتی گشت پیش از ما

کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کندی و اندر پردۂ — **زانکہ مردن اصل بُد نا وردۂ**

تو نے بہت جان کھپائی اور تو پردے میں ہے — کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام — **بے کمالِ نردباں نائی بہ بام**

جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا مکمل نہیں ہے — سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود — **بام را کوشندہ نامحرم بود**

جب سو پایوں میں سے دو کم ہوں — کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہوگا

چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود — **آب اندر دلو از چہ کے رود**

جب رسی سو گز میں سے ایک گز کم ہو — کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر — **تا بہ ننہی اندر و منِّ الاخیر**

اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہوگا — جب تک کہ تو اس میں آخری من نہ رکھے گا

منِّ آخر اصل داں کو طارق ست — **کشتیِ وسواس و غی را غارق ست**

آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے — وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود — **کشتیِ ہش چونکہ مستغرق شود**

نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے — جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں نمردی گشت جاں کندن دراز — **مات شو در صبح اے شمعِ طراز**

جب تو نہ مرا تو جان کھپانا دراز ہو گیا — صبح کے وقت جان دیدے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اخترانِ ما نہاں — **دانکہ پنہان ست خورشیدِ جہاں**

جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے — سمجھ لے کہ جہان کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن — **زانکہ پنبہ گوش آمد چشمِ تن**

اپنے گرز مار! خودی کو توڑ — اس لئے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

ل اگر۔ اگر زندگی می خواہی۔
ادریسؑ۔ حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔۔۔
جاں بسے۔ مجاہدات کے بعد جب تک فنا کا درجہ حاصل نہ ہوگا مشاہدہ نہ ہو سکے گا۔۔۔
بے کمال۔ مشاہدہ کی سیڑھی فنا ہے اگر اس میں کمی ہے تو مشاہدہ تک نہ پہنچایا جا سکے گا۔ چوں۔ اگر سیڑھی سَو درجوں کی ہے اور دو درجے بھی باقی ہیں تو چھت پر پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ نامحرم۔ یعنی اُسکو معلوم نہ ہوگا کہ چھت پر کیا ہے۔

ع چوں رسن۔ اگر کنویں میں سَو گز کی رسی جاتی ہے اور رسی میں ایک گز کی بھی کمی ہوگی پانی ڈول میں نہ آئے گا۔ غرق۔ کشتی اُس وقت تک نہ ڈوبیگی جب تک اُس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈوبنے کیلئے ضروری ہے یہ آخری وزن بمنزلہ اُس ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر بتاتی کرتا ہے اسی اس گمراہی کی کشتی کو غرق کریگا، ہستی فنا کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبدِ ازرق۔ آسمان۔

سے چوں نمردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا زمانہ طویل ہوجائیگا صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہیئے۔ طراز۔ ایک شہر ہے جیسے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تا نگشتند۔ سورج جب نکلتا ہے جب ستارے غروب کر جائیں۔ مشاہدہ جب ہی حاصل ہوگا جب غیر اللہ سے

گرز بر خود میزنی خود اے دنی [1]
اے کمینہ ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے

عکسِ تُست اندر فعالم ایں منی
میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدۂ
تو نے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے

در قتالِ خویش بر جوشیدۂ
تو اپنے آپ سے لڑنے کیلئے جوش میں آرہا ہے

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شُد فرو [2]
اُس شیر کی طرح جو کنویں میں اُترا

عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت او
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

نفیِ ضدِ ہست باشد بیشکے
بیشک نفی ہست کی ضد ہے

تا ز ضد ضد را بدانی اندکے
تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جان لے

ایں زماں جز نفیِ ضد اعلام نیست
اس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا ممکن نہیں ہے

اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست
اس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہے

بے حجابت باید آں اے ذُولباب
اے عقلمند ! وہ تجھے بے پردہ چاہیئے

مرگ را بگزیں و بر در آں حجاب
تو، موت کو اختیار کر اُس پردے کو چاک کردے

نے چناں مرگے کہ در گورے شوی [3]
ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے

مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
تبدیلی کی موت - تاکہ تو نور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمُرد
مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا

رومیی شُد صبغتِ زنگی سترد
رومی پن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہوگیا

خاک زر شُد ہیأتِ خاکی نماند
مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی

غم فرح شُد خارِ غمناکی نماند
غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مُصطفٰے زیں گفت کے اسرار جُو
اسی وجہ سے مصطفٰےؐ نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے

مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

می رود چوں زندگاں بر خاکداں
جو یاں
جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے

مُردہ و جانش شُدہ بر آسماں
وہ مُردہ ہے اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

جانش را ایندم بہ بالا مسکنے ست
اِس وقت اُس کی جان کی منزل اُوپر ہے

گر بمیرد روح او را نقل نیست
اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

---

[1] گرز۔ جس عیب کی بناء پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں بلکہ اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تو میرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے بعکسِ خود۔ تو نے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا دراصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

[2] ہمچو۔ تیری اور میری مثال اُس شیر کی سی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر حملہ کر دیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔ نفی۔ کسی چیز کی ضد کی نفی سے اُس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہو جاتا ہے۔ ایں زماں۔ دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیر اللہ کی نفی سے ہی ہو سکتی ہے اس لئے کہ انسان علائقِ دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت۔ اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو فنا اختیار کرے اور پردے چاک کر دے۔

[3] نے چناں۔ اس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے بلکہ اوصافِ جسمانی کی تبدیلی مراد ہے۔ مرد۔ جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اس کا بچپن فنا ہو جاتا ہے اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کر دو تو اُسکی سیاہی مر جاتی ہے۔ رومیی یعنی سُرخ رنگت۔ زنگی یعنی سیاہی۔ خاک۔ مٹی جب سونا بنجاتی ہے تو اُسکا مٹی پن مُردہ ہو جاتا ہے غم جب خوشی میں بدل جاتا ہے تو غم مر جاتا ہے۔ مُصطفٰے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مرے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو ابو بکر کو دیکھے۔ می رود۔ اگر کوئی ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زندوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ [illegible]

۱ زانکہ پیش از مرگ اُو کردست نقل — ایں بمُردن فہم آید نے بعقل

کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے — یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام — ہمچو نقلے از مقامِ تا مقام

منتقل ہونا ہوتا ہے، عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں — ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کو بہ بیند بر زمیں — مُردہ را می رود ظاہر چنیں

جو چاہے کہ زمین پر دیکھے — مُردے کو، جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِ تقی را گو بہ بیں — شُد ز صدیقی امیر المحشریں

کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکرؓ کو دیکھ لے — جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بنے ہیں

اندریں نشاۃ نگر صدّیق را — ۲ تا بحشر افزوں کُنی تصدیق را

تو اس زندگی میں صدیقؓ کو دیکھ لے — تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کرلے

پس محمدؐ صد قیامت بُود نقد — زانکہ حل شُد در فنائش حل و عقد

تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے — کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادہ ثانی ست احمدؐ در جہاں — صد قیامت بُود اُو اندر عیاں

دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے — آپ، کھلم کھلا سو قیامتیں تھے

۳ ز و قیامت را ہمی پرسیدہ اند — کاے قیامت تا قیامت راہ چند

اُن سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے — کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

با زبانِ حال می گفتے بسے — کہ ز محشر حشر را پُرسد کسے

آپ اکثر زبانِ حال سے فرما دیتے — کہ محشر سے محشر کو کسی نے پوچھا ہے؟

بہرِ ایں گفت آں رسولِ خوش پیام — رمزِ مُوتُوا قبلَ مُوتُوا یا کرام

اسی لئے خوشخبر رسولؐ نے فرمایا ہو — اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مر جاؤ

ہمچنانکہ مُردہ اَم مِن قبلِ موت — زاں طرف آوردہ اَم ایں صیت و صوت

جیساکہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں — اُسی سے شہرت اور آواز لایا ہوں

ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ بازبانِ حال۔ آپ انکو زبانِ حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کون دریافت کرتا ہے۔ بہرِ ایں۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیاء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کرلو۔ ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موتِ طبعی سے پہلے مرچکا ہوں اسی لئے اُس عالم سے یہ باتیں لاکر سناتا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آوازہ۔ صوت۔ آواز۔

۱ زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جاسکتا ہے، اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ نقل۔ یہ روح کا عالمِ بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسی طرح کا ہے جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ۔ یہ شعر اُس شرط کی جزاء ہے یعنی جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اُس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَّمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلَی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ "جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابو قحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے"۔

۲ تا بحشر۔ حشر، مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اُس کا یقین آجائے گا۔ اُن کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی ہے یعنی جیسے قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوگی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادہ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اس لئے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

۳ زو۔ قرآن پاک میں مذکور

پس[1] قیامت شو قیامت را ببیں
تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے

دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں
ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تا نگردی اُو ندانیش تمام
جب تک تو وہ نہ بنے گا اسکو پورا نہ سمجھے گا

خواہ آں انوار باشد یا ظلام
خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تا نگردی اُو ندانی ایں تمام
اگر تو وہ نہ بنے گا، اِس کو نہ سمجھے گا

خواہ اُو آزاد باشد یا غلام
خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال
عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا

عشق گردی عشق را بینی جمال
عشق بن جا، عشق کا حسن دیکھ لے گا

گفتمے[2] برہانِ ایں دعویٰ مُبیں
میں اس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا

گر بُدے اِدراک اندر خوردِ ایں
اگر سمجھ اِس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار
اِدھر انجیر بہت سستا ہے

گر رسد مُرغے قنق انجیر خوار
اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند
تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں

دمبدم در نزع واندر مُردن اند
ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر
اُن کی اِن باتوں کو وصیت شمار کر

کہ پدر گوید دراں دم با پسر
جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں
تاکہ اِس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو

تا ببرد بیخ بغض و رشک و کیں
تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو بداں[3] نیت نگر در اقربا
تو رشتہ داروں کو اسی نیت سے دیکھ

تا ز نزعِ اُو بسوزد دل ترا
تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

کُل آت[4] آں را نقد داں
"جو آنے والا ہے آ گیا" اسکو اس وقت سمجھ لے

دوست را در نزع واندر فقد داں
دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

ور غرضہا زیں نظر گردد حجیب
اگر اغراض اِس نظر کا پردہ بنیں

ایں غرضہا را برون افگن ز جیب
اِن غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

۱ پس قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اس چیز میں اس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے۔ تا نگردی۔ جب تک انسان روشنی کے آثار اپنے اوپر طاری نہ کرے گا روشنی کو نہ دیکھ سکیگا اسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

۲ گفتمے۔ یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں مولانا اس کو شاید اس طرح سمجھاتے کہ بیشک مشاہدے کیلئے خدا کے ساتھ اتحاد فی الصفات ضروری ہے اور جب تک انسان تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا مصداق نہ بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اس اتحاد کا سمجھنا عام عقلوں سے بالاتر ہے۔ ہست۔ ہمارے پاس اس قسم کے دلائل بہت ہیں لیکن ان کے سمجھنے والے کم ہیں۔ در ہمہ۔ یہ تصور قائم کرو کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور ان کی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبہ موت کہلاتا ہے اس کا فائدہ یہ ہو کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے

۳ تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہوگا۔ کل آت۔ جو موت آنیوالی ہے سمجھو کہ وہ آ گئی۔ ور غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اِس مراقبہ سے مانع ہوں تو ان کو دل سے نکال دو۔ جیب یعنی دل۔

۴۱ ورنیاری خشک بر عجزے مایست — زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست

اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ — کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے والا ہے

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد — چشم در زنجیر نہ باید گشاد

عجز ایک زنجیر ہے اس نے تجھے زنجیر میں باندھا — زنجیر دھرنے والے میں آنکھ کھولنی چاہیے

پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست — باز بودم پشہ گشتم ایں زچیست

پھر عاجزی کر کہ اے زندگی کے ہادی! — میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟

سخت تر افشردہ ام در شر قدم — کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم

میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے — کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

۴۲ از نصیحتہای تو کر بودہ ام — بت شکن دعوی و بتگر بودہ ام

میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں — دعویٰ بت شکنی کا ہے اور میں بتگر ہو گیا ہوں

یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ — مرگ مانند خزاں تو اصل و برگ

دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی — موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

سالہا ایں مرگ طبلک می زند — گوش تو بیگاہ جنبش می کند

یہ موت سالوں سے ڈھیمڑی بجا رہی ہے — تیرا کان بے وقت حرکت کرے گا

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ — ایں زماں کردت زخود آگاہ مرگ

جان نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا — موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

۴۳ ایں گلوی مرگ از نعرہ گرفت — طبل او بشگافت از ضرب شگفت

نعرے سے موت کا یہ گلا بیٹھ گیا — ہائے تعجب، پیٹنے سے اس کا ڈھول پھٹ گیا

در دقائق خویش را در بافتی — رمز مردن ایں زماں دریافتی

تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں مبتلا رکھا — مرنے کی حقیقت اب پہچانا!

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند و وقت مرگ در آں تنگا تنگ

اس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں

توبہ و استغفار کردن گیرد و بہ تعزیت داشتن شیعہ اہل

توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے

حلب ماند ہر سالے در ایام عاشورا بدروازہ انطاکیہ و

مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور

---

۴۱ ورنیاری - اگر تم ان اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اس عجز پر قائم نہ رہو۔ عجز یہ تمہارا عاجز ہونا ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے اس کی طرف رجوع کرو یعنی۔ اس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بن گیا ہوں، اب میں نے برائی میں قدم جما رکھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں مبتلا ہوں۔

۴۲ از نصیحتہای - میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا بت شکنی کا مدعی تھا لیکن دراصل میں بتگر تھا۔ یاد صنعت - اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لئے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد؟ موت [illegible] خزاں کے ہے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لا محالہ جھڑ جاتا ہے۔ سالہا۔ موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سنتا ہے جب سننے کا وقت نہ رہیگا تب تو سنے گا، نزع کے وقت تو ہائے موت کہیگا اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۴۳ ایں گلو - اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اسکا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں لگا رہا نزع کے وقت اسکے اشارے کو سمجھا۔ تشبیہ۔ انسان کی موت

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پُرسیدن کہ ایں غریو[۱] و نعرہ

ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ

چہ تعزیت ست تا فراخورِ آں مرثیہ گوید

کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اُس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب　　بابِ انطاکیہ اندر تا بشب

عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے　　انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گرد آید مرد و زن جمعے عظیم　　ماتمِ آں خانداں دارد مقیم

مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے　　اُس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کنند اندر بکا　　شیعہ عاشورا برائے کربلا

رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں　　شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لئے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں　　کز یزید و شمر دید آں خانداں

وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں　　جو اُس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو نعرہا در سر گذشت　　پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت

گذرے ہوئے معاملہ میں نعروں کے شور سے　　صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے از رہ رسید　　روزِ عاشورا و آں افغاں[۲] شنید

راستے سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا　　عاشورا کے دن اور اُس نے وہ شور سنا

شہر را بگذاشت و آں سو رای کرد　　قصدِ جستجوئے آں ہیہائے کرد

شہر کو چھوڑا اور اُس جانب کی رائے کی　　اُس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پُرس پُرساں می شد اندر افتقاد　　چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد

وہ جستجو میں پوچھتا پوچھتا چلا　　یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے؟

ایں[۳] رئیسے زفت باشد کو بمرد　　ایں چنیں مجمع نباشد کارِ خرد

یہ کوئی بڑا رئیس ہوگا جو مر گیا ہے　　اس طرح کا مجمع چھوٹی بات نہ ہوگی

نامِ اُو القابِ اُو شرحم دہید　　کہ غریبم من شما اہلِ دہید

اُس کا نام اور اُس کے القاب مجھے بتاؤ　　کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصافِ اُو　　تا بگویم مرثیہ ز الطافِ اُو

اُس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں؟　　تاکہ میں اُس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

۱ غریو۔ شور۔ فراخور، مناسب حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خاندان یعنی اہلِ بیتِ اطہار۔ کربلا۔ اس علاقہ میں امام حسینؓ اور اُن کے ساتھی شہید کئے گئے ہیں۔ یزید۔ اُس کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔

۲ افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سو یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔

۳ ایں۔ اُس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اُس کے اوصاف بتا دو میں اُس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم | تا ازیں جا برگ و لالنگے برم
میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں | تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں یکے[۱] گفتش کہ ہے دیوانۂ | تو نۂ شیعہ عدوّ خانۂ
ایک شخص نے اس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے | تو شیعہ نہیں ہے، اہلِ بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمی دانی کہ ہست | ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے | اس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بُود ایں غصّہ خوار | قدرِ عشقِ گوشِ عشقِ گوشوار
مومن کے لئے یہ رنج بے وقعت کب ہوگا؟ | کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح | شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوح
مومن کے لئے اُس پاک روح کا ماتم | نوحؑ کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہوگا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت[۲] آرے لیک کو دورِ یزید | کے بُدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
اس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں؟ | یہ رنج کب پہنچا تھا؟ یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشمِ کوراں آں خسارت را بدید | گوشِ کراں آں حکایت را شنید
اندھوں کی آنکھ نے اُس نقصان کو دیکھا | بہروں کے کان نے وہ قصہ سُنا

خفتہ بُودستید تا اکنوں شما | کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا تم اب تک سو رہے تھے؟ | کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں | زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
اے غافلو! اپنا ماتم کرو | کیونکہ یہ گہری نیند بُری موت ہے

روح[۳] سلطانے ز زندانے بجست | جامہ چہ دَرّیم وچہ خائیم دست
ایک شاہ کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی | ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بُودہ اند | وقتِ شادی شد چو بشکستند بند
چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں | جب اُنھوں نے بیڑی توڑدی خوشی کا وقت ہو

سوئے شادُروانِ دولت تاختند | کُندہ و زنجیر را انداختند
وہ سلطنت کے خیمہ کی طرف دوڑ گئے | اُنھوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

---

۱ آں یکے۔ ایک صاحب نے اس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہلِ بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑھی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لئے یہ قصہ معمولی نہیں ہو جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اسی قدر اُن کے اہلِ بیت سے محبت ہوگی۔ پیشِ مومن۔ ایک مسلمان کے لئے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سَو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔

۲ گفت۔ شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو ایک عرصۂ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اُس وقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سُن لیا، کیا تم اس وقت سو رہے تھے جو اب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اس قدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔

۳ رُوحِ سلطانے حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے اُن کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہو اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ "دنیا مومن کا قید خانہ ہے" شادروان خیمہ۔ کندہ و زنجیر۔ کاٹھ اور زنجیر جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں

روزِ مُلک ست و گہِ شاہنشہی ۔۔۔ گر تو یک ذرہ ازایشاں آگہی

سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے ۔۔۔ اگر تو ایک ذرہ بھی اُن سے واقف ہے

ورنہ آگہ برو بر خود گری ۔۔۔ زانکہ در انکارِ نقل و محشری

اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا اپنے اوپر رو ۔۔۔ کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بر دل و دینِ خرابت نوحہ کُن ۔۔۔ کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہُن

اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر ۔۔۔ کیونکہ وہ اِس پرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبُود دلیر ۔۔۔ پُشت دار و جاں سپار و چشم سیر

اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہوگا؟ ۔۔۔ بھروسہ کرنے والا اور جان دینے والا اور سیر چشم

در رُخت کو از مئی دیں فرخی ۔۔۔ گر بدیدی بحر کو کفِ سخی

تیرے چہرے پر دین کی شراب کی رونق کہاں ہے؟ ۔۔۔ اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخی ہاتھ کہاں ہے؟

آنکہ جُو دید آب را نکند دریغ ۔۔۔ خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ

جس نے نہر دیکھ لی وہ پانی کی ممانعت نہیں کرتا ۔۔۔ خصوصاً جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نابینندۂ رزّاقیِ حق را و خزائنِ رحمت

اُس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ با دانۂ گندم می کوشد

نہیں ہے، اُس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

و می جوشد و می لرزد و بتعجیل می کشد و سعتِ آں

اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اُس ڈھیر

خرمن را نمی بیند

کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور بر دانہ ازاں لرزاں شود ۔۔۔ کو ز خرمنہائے خوش عمیاں بُود

چیونٹی دانہ پر اِس لئے لرزتی ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کشد آں دانہ را با حرص و بیم ۔۔۔ کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم

حرص اور ڈر سے، دانہ کو کھینچتی ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ اپنے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے ۔۔۔ اے ز کوری پیشِ تو معدوم شے

ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے ۔۔۔ او! اندھے پن کی وجہ سے تیرے لئے معدوم، کوئی چیز ہے؟

---

۱ روزِ مُلک۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بر دل۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہئے کیونکہ تجھے اِس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ ور ہمی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اُس کے حصول کے لئے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم سیر کیوں نہ ہوگا۔ در رُخت۔ جو عالمِ آخرت کو دیکھتا ہے اُس کے چہرے پر ایک خاص نُور ہوتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزائن کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

۲ آنکہ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کریگا۔ تمثیل جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اُس کی مثال اُس چیونٹی کی سی ہے جو غلہ کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

۳ مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاش۔ خرمن۔ آہ۔ تو اندھے پن سے ناچیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

تو ز خرمنہائے ما آں دیدۂ[1] | کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ
تونے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے | کہ اس دانے میں (دل و) جان سے چپٹی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں را ببیں | مورِ لنگی رو سلیماں را ببیں
اے وہ جو بظاہر ذرّہ ہے! زُحل کو دیکھ | تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تو نۂ ایں جسم بل آں دیدۂ | وا رہی از جسم گر جاں دیدۂ
تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے | اگر تو جان کو دیکھ لے، جسم سے نجات پا جائے

آدمی دید ست و باقی لحم و پوست | ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست
آدمی دید ہے، اور باقی گوشت پوست ہے | جو اس کی آنکھ نے دیکھا ہے چیز وہی ہے

کوہ را غرقہ کند یک خم ز نم | چشمِ خم چوں باز باشد سوئے یم
ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے | جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خم | خم با جیحوں بر آرد استلم
جب مٹکے کی جان سے دریا کی جانب راستہ ہو جاتا ہو | مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں[2] سبب قل گفتۂ دریا بود | گرچہ نطقِ احمدِ گویا بود
اسی وجہ سے "کہہ دے" دریا کا کہا ہوا ہو گا | اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہو گا

گفتۂ[3] او جملہ دُرِ بحر بود | کہ دلش را بود در دریا نفوذ
اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا | کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں ز خمِ ما بود | چہ عجب در ماہیے دریا بود
جب ہمارے مٹکے سے دریا کی عطا ہو | کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حس افسردہ بر نقشِ ممر | تش ممر می بینی و او مستقر
حس کی آنکھ راستے کے نقش پر ٹھٹھری ہوئی ہے | تو اس کو گذرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہے

ایں دوئی اوصافِ دیدِ احول ست | ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ست
یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہے | ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ ماہی۔ یعنی عارف۔ دریا۔ یعنی بحرِ حقیقت۔ چشمِ حس۔ جس شگی میں سے سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیری ظاہر بین نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ ممر۔ یعنی شگی۔ تش۔ تو اس۔ مستقر۔ یعنی دریا۔ ایں دوئی۔ شگی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

---

[1] تو۔ اُس چیونٹی نے اُس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔ اے بصورت۔ انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اونچا زحل ستارہ ہے۔ مور لنگ۔ انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔ تو نۂ۔ انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دیدۂ حق بین ہے۔ آدمی۔ انسان کی حقیقت دیدِ حق کا آکر یعنی روح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے جو کچھ اُس کی حق بین آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔ کوہ۔ وہ شگی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔ استلم۔ زور و غلبہ۔

[2] زاں سبب۔ چونکہ آنحضورؐ کے صفات حضرتِ حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرتِ حق تعالےٰ کا مقولہ ہے۔ قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ "قُل" آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالےٰ کا مقولہ ہے۔ (شعر)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

[3] گفتۂ او۔ آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اسی سمندر کا موتی ہے۔ داد دریا۔ جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ تعالےٰ

ہیںؔ گذر از نقشِ خُم در خُم نگر
خبردار! مٹکے کی صورت سے بڑھو، مٹکے میں دیکھ

کاندرو بحریست بے پایان و سَر
اُسمیں سمندر ہے جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا

پاک از آغاز و آخر آں عذاب
وہ شیریں پانی ابتداء اور انتہاء سے پاک ہے

ماندہ محروماں زِ قہرش در عذاب
محروم اُس کے قہر سے عذاب میں ہیں

تا چنیں سِر در جہاں ظاہر شوَد
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہو جائے

مُقبل اندر جستجو ماہر شوَد
نصیبہ ور جستجو میں ماہر ہو جائے

تاؔ فزاید در جہاد و کوششِ اُو
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے

تا میسّر گردوش دیدار ہُو
تاکہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) کا دیدار میسّر آجائے

اہلِ دل ہمچوں کہ جُو در وے رواں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہو

بے دوئی یک گشتہ با دریا جاں
جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہوگئے ہیں

ایں چنیں خُم را تو در یَم داں یقیں
ایسے مٹکے کو تو یقیناً دریا میں سمجھ

زندہ از وے آسمان و ہم زمیں
اُس سے آسمان بھی زندہ ہے اور زمین بھی

بلکہ وحدت گشت اُو را در وصال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہوگئی ہو

شد خطابِ اُو خطابِ ذُوالجلال
اُس کا کلام (اللہ) ذوالجلال کا کلام بنگیا ہے

بعد ازاں گوید حقم منصور وار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح اَنَا الحق کہتا ہے

تا شوَد بر دارِ شہرت اُو سوار
تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہو جائے

ہےؔ زِ چہ معلوم گردد ایں بعث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہوگا؟ دوبارہ زندہ ہونے

بعث را جُو کم کُن اندر بعث بحث
دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن است
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط، پہلے مرجانا ہے

زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن است
کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا، مُردے سے زندہ کرنا ہے

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ
تمام جہاں نے اسی لئے راستہ غلط کرلیا

کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کجا جوئیم عِلم، از ترکِ عِلم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں، علم کو ترک کرنے سے

از کجا جوئیم سِلم، از ترکِ سِلم
صلح کہاں سے تلاش کریں، صلح کو ترک کرنے سے

۱؎ ہیں۔ مٹکے کو نہ دیکھو جو کچھ مٹکے میں ہے اُسکو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسانِ کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص اُن فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تا چنیں۔ کامل... انسان کو اُن فیوض کا مظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

۲؎ تا فزاید۔ اِس مظہر کو دیکھ کر با نصیب مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور اُنکو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا وصال ہو کہ دوئی ختم ہو چکی ہے اب اُنکی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہو جاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح اَنَا الحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہ سہی بدنامی کی سُولی پر چڑھ جاتا ہے۔

۳؎ ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفناء سے معلوم ہوگا اور بحث مقام میں بحث نہ کرو اُسکو حاصل کرو۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہوگا جبکہ پہلے موت آجائیگی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنیکو کہتے ہیں تو اِس بعث کیلئے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں اُنکی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم جبھی حاصل ہوگا جب تعلق غیر اللہ کا علم چھوڑ دو گے اللہ سے صلح

اور بعث حسی بھی پیدا ہوگی جب غیر اللہ سے تعلق منقطع کرلیگا۔

ازکجا جوئیم حال[۱]، از ترکِ حال
حال کہاں سے تلاش کریں؟ حال کو چھوڑنے سے
ازکجا جوئیم قال، از ترکِ قال
قال کہاں سے تلاش کریں؟ قال کو ترک کرنے سے

ازکجا جوئیم ہست، از ترکِ ہست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے
ازکجا جوئیم دست، از ترکِ دست
قدرت کو کہاں سے تلاش کریں؟ قدرت کو ترک کرنے سے

ہم تو تانی کرد یا نعم المعیں
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے
دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

دیدۂ کو از عدم آمد پدید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی
ذاتِ ہستی را ہمہ معدوم دید
اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

ایں[۲] جہانِ منتظم محشر شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے
گر دو دیدہ مُبدَل و انور شود
اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

زاں نماید ایں حقائق ناتمام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اس لئے نظر آتی ہیں
کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
کہ ان ناقصوں کے لئے اُن کا سمجھنا حرام ہے

نعمتِ جنات خوش بر دوزخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر
شد محرم گرچہ حق آمد سخی
حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ)، سخی ہے

دردہانش تلخ آمد شہدِ خلد
جنت کا شہد، اُس کے منہ میں کڑوا ہے
چوں نبود از وافیاں در عہدِ خلد
چونکہ وہ عہدِ اَلَستُ کے وفاداروں میں سے نہ تھا

مر[۳] شمارا نیز در سوداگری
تمہارا بھی تجارت میں
دست کے جنبد چو نبود مشتری
ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

کے نظارہ زاہل بخریدن بود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟
آں نظارہ گول گردیدن بود
وہ تماشہ، بیہودہ گردی ہوتی ہے

پرس پرساں کایں بچند و آں بچند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کی اور وہ کتنے کی؟
از پئے تغییر وقت و ریشخند
وقت کاٹنے کے لئے اور تفریح کے لئے ہے

از ملولی کالہ می خواہد ز تو
تھکن (اُتارنے) کے لئے تجھ سے سودا مانگتا ہے
نیست آں کس مشتری و کالہ جو
وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

ه۱ حال۔ اخلاق اور اُنکے مبادی اور آثار مثلاً شہرت ایک مذموم خلق ہے اور ریاء اُس کا مبدا ہے اور شہرت کا جاہ اُس کا اثر ہے تو اُن کے چھوڑنے سے عفت پیدا ہوگی۔ قال۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہست۔ بقاء فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فناء افعال سے بقاء افعال حاصل ہوگی۔ تانی۔ توانی۔ دیدہ یعنی فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از عدم۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اُس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

ه۲ ایں جہاں۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے۔ زاں۔ ناقص مکمل کو بھی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمت جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخیوں پر حرام ہیں۔ دردہانش۔ دوزخی کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خلد۔ جنت۔

ه۳ مر شما۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اُس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہ۔۔۔ تماشائی، ضرورتِ شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائیگا دوسرے مصرع میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنیٰ میں ہے۔ پرس پرس۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ از ملولی۔ وہ تھکن اُتارنے کے لئے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کالہ¹ را صد بار دید و باز داد — جامہ کے پیمود اُو پیمود باد
اُس نے سودے کو سو بار دیکھا اور واپس کر دیا — اُس نے کپڑا کب ناپا؟ ہوا ناپی

کُو قدوم و کرّ و فرِّ مُشتری — کُو مزاح و گنگلی و سر سری
کہاں خریدار کی کرّوفر اور آنا؟ — کہاں مذاق اور دل لگی اور بیہودگی؟

چونکہ در مِلکش نباشد حبّۂ — جُز پئے گنگل چہ جوید جبّۂ
جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے — سوائے دل لگی کے وہ جبّہ کیا تلاش کرتا ہے؟

در تجارت نیستش سرمایۂ — پس چہ شخصِ زشت اُو چہ سایۂ
تجارت کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے — تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیا سایہ

مایہ در بازارِ ایں دنیا زرست — مایہ آنجا عشق و دو چشمِ ترست
اِس دنیا کے بازار میں سرمایہ، سونا ہے — وہاں سرمایہ، عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہر کہ² اُو بے مایہ در بازار رفت — عُمر رفت و بازگشت اُو خام تفت
جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا — عُمر برباد گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کُجا بُودی برادر؟ ہیچ جا — ہے چہ پختی بہرِ خوردن؟ ہیچ با
ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں — ہاں! کھانے کیلئے تو نے کیا پکایا؟ کوئی سالن نہیں

مُشتری شو تا بجنبد دستِ مَن — لعل زاید معدنِ آبستِ مَن
خریدار بن، تاکہ میرا ہاتھ ہلے — میری حاملہ کان، لعل جنے

مُشتری گرچہ کہ سُست و بارِد ست — دعوتِ دیں کُن کہ دعوت وارد ست
خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے — تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

باز³ پرّاں کُن حمامِ رُوح گیر — در رہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر
باز کو اُڑا رُوح کا کبوتر پکڑ لے — دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برای کردگار — با قبول و ردِّ خلقانت چہ کار
اللہ (تعالے) کے لئے کام میں لگا رہ — لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بر درِ سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ
ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا پڑوسی

¹ کالہ۔ ایسا خریدار کیا کب حاصل کرتا ہے وقت ضائع کرتا ہے۔ کُو۔ خریدار کی آمد و رفت اور حالت میں اور نہ خریدنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔ چونکہ۔ اُس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کے لئے جبّہ کو چھو رہا ہے۔ در تجارت۔ جب کاروبار کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔ مایہ۔ دنیا کی کاروبار کے لئے پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لئے عشق اور آہ و زاری ضروری ہے۔
² ہر کہ۔ جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں جاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ ہے۔ اُس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ کہیں بھی نہیں اُس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اُس کو کہنا پڑیگا کچھ بھی نہیں۔ با۔ سالن مُشتری۔ اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کے لئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ حرکت میں آئے گا اور اُس کی بھرپور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔ بارد۔ مصلحین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہ سُست ہوں لیکن تمہیں حکم ہے کہ تم اپنا فریضہ پورا کرو۔
³ باز۔ مبلّغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ قوم کی رُوح کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے طریقہ پر عمل کرے۔ خدمتے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے فرض کی ادائگی ہے لوگوں کے ماننے نہ ماننے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ داستان۔ اِس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہرحال اپنا فرض پورا کرتا تھا۔ سحوری۔ رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

اُو را گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں سرائے کسے نیست بہرِ کہ میزنی و جواب گفتن مُطرب اُورا

نے اُس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجارہا ہے اور بجانے والے کا اُسکو جواب دینا

آں[1] یکے میزد سحوری بر درے
ایک شخص ایک دروازے پر سحری کا نقارہ بجارہا تھا

در گہے بُود و رُواقِ مِہترے
جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحوری را بجد
وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجارہا تھا

گفت اُو را قائلے کاے مُستمند
اس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلاً وقتِ سحر زن ایں سحور
ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا

نیم شب افغاں مکُن اے ناصبور
اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بُوالہوس
دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے

کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
کہ اس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[2] دریں جا نیست جز دیو و پری
اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے

روزگارِ خود چہ یاوہ می بَری
تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کُو
تو کان کے لئے نقارہ بجارہا ہے، کان کہاں ہے؟

ہوش باید تا بداند ہوش کُو
ہوش چاہیئے، تا کہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی بشنو از چاکر جواب
اُس نے کہا، تو نے کہہ دیا، خادم سے جواب سُن لے

تا نمانی در تحیّر و اضطراب
تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست ایندم بر تو نیم شب
اگرچہ اِس وقت تیرے لئے آدھی رات ہے

نزدِ من نزدیک شُد صبحِ طرب
میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آگئی ہے

ہر[3] شکستے پیشِ من فیروز شُد
ہر شکست میرے لئے کامیابی ہوگئی ہے

جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شُد
تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رودِ نیل
نیل، نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے

پیشِ من آب ست نے خوں اے نبیل
اے شریف! میرے سامنے پانی ہے نہ کہ خون

در حقِ تو آہن ست و آں رخام
تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر

پیشِ داؤدِ نبی موم ست و رام
داؤدؑ نبی کے لئے موم اور فرماں بردار ہے

[1] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجادیا۔ رُواق۔ محل۔ قائل۔ کہنے والا۔ مستمند۔ امداد طلب کرنے والا۔ افغان۔ شور۔ ناصبور۔ بے صبرا۔ دیگر یعنی یہ سمجھ لے کہ اس گھر پر کوئی ہے بھی؟

[2] کس۔ یہ گھر خالی ہے اس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش وگوش کے لئے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سُن لے تاکہ تیری پریشانی دُور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لئے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لئے مستی کی صبح ہے، تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جاسکتی ہے۔

[3] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے میری نظر میں فتح ہے اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیش تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل سبطیوں کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون بنگیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داؤدؑ کے لئے موم تھا منکروں کے لئے سخت پتھر تھا۔

پیشِ تو کُہ بس گران ست و جماد | مطرب ست اُو پیشِ داؤدِ اوستاد
تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے | اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست | پیشِ احمدؐ او فصیح و قانت ست
تیرے لئے پتھر کا ریزہ خاموش ہے | احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست | پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بردہ ایست
تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے | احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام | مُردہ و پیشِ خدا دانا و رام
عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء | مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

آنچہ گفتی کاندریں قصر و سرا | نیست کس چوں میزنی ایں طبل را
تونے جو کہا کہ اس محل اور سرائے میں | کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زرہا میدہند | صد اساسِ خیر و مسجد می نہند
یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لئے مال دیتے ہیں | مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست | خوش ہمی بازند چوں عشاقِ مست
حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم | مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست | ایں سخن کے گویداں کش آگہی ست
کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے | یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بیند سرای دوست را | آنکہ از نورِ الٰہستش ضیا
دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتا ہے | وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

بس سرای پُر ز جمع و انبہی | پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی
بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں | انجام پر نظر رکھنے والوں کی نگاہ کے لئے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو | تا بروید در زماں پیشِ تو اُو
جس کو تو چاہتا ہے کعبۂ (دل)، میں تلاش کر | تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صورتے کو فاخر و عالی بود | اُو ز بیت اللہ کے خالی بود
جو صورت صاحبِ فخر اور بلند ہوتی ہے | وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

صورتے ۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

---

۱ پیشِ تو ۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو ۔ اسطوانۂ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں رویا۔ جملہ ۔ جمادات و نباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالیٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

۲ آنچہ گفتی ۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق ۔ خدا کے لئے جو کام کیا جائے اُس کی جستجو نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں ... مال و تن ۔ خدا کے عاشق حج کرنے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دُعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پر جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

۳ بس سرای ۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں، اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا ..... انسان جس محبوبِ حقیقی کا طالب ہے اُس کو کعبہ یعنی قلبِ مومن میں تلاش کرے۔

اُو بُوَد حاضر منزّہ از رِتاج[1] — باقیِ مردم برائے احتیاج

وہ حاضر ہے، دروازے کی بندش سے پاک ہے — باقی انسان احتیاج کے لئے ہیں

ہیچ می گویند کایں لبّیکہا — بے ندائے می کنم آخر چرا

کبھی کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں" — بغیر پکار کے آخر میں کیوں کرتا ہوں؟

کو ندا؟ تا خود تو لبّیکے دہی — از ندا لبّیک تو چوں شد تہی

پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود "میں حاضر ہوں" کہتا ہے — تیرا "میں حاضر ہوں" پکارنے سے کیوں خالی ہے؟

بلکہ توفیقے کہ لبّیک آورد — ہست ہر لحظہ ندائے از احد

بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے — وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے

من بہ بُو دانم کہ ایں قصر و سرا — بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا

میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے — جان کی محفل واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک کیمیا ہے

مسِ[2] خود را بر طریقِ زیر و بم — تا ابد بر کیمیا اش میزنم

زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو — ہمیشہ اس کی کیمیا پر مل رہا ہوں

تا بجوشد زایں چنیں ضربِ سحور — دُر دُر افشانیِ بخشایش بحور

تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں — دریا بخشش سے، موتی برسانے میں

خَلق در صفِ قتال و کارزار — جاں ہمی بازند بہرِ کردگار

لوگ قتال اور جنگ کی صف میں — خدا کے لئے جان بازی کرتے ہیں

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار — واں دگر در صابری یعقوبؑ وار

ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے — اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب — واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِ حرب

ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے — اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہے

ایں[3] ز دنیا چوں ابوذرؓ پُر حذر — واں دگر در استقامت چوں عمرؓ

یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے — اور دوسرا جہاد میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے

صد ہزاراں خَلق تشنہ و مستمند — بہرِ حق از طمع جہدے می کنند

لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند — اللہ (تعالٰی) کے لئے لالچ سے کوشش کرتے ہیں

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور — میزنم بر در بامیدش سحور

میں بھی بخشنے والے خدا کے لئے — اس سے امید پر دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں

---

[1] اُو۔ عارفِ کامل کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا ہے اس گھر کا دروازہ کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اسکے محتاج ہیں لبّیکہا۔ حاجی لبّیک لبّیک کہتا ہے جس کے معنی ہیں حاضر ہوں یہ لفظ کسی پکارنے والے کے ہی جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبّیک کہہ رہا ہے۔ بلکہ توفیقے۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو یہ توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبّیک کہہ رہا ہے۔

[2] مسِ خود۔ میں اپنے بدن کے تانبے کو اونچے نیچے سُر کے طریقہ پر اس مکان کی کیمیا پر مل رہا ہوں تا بجوشد۔ میں یہ نقارہ اسلئے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے خَلق۔ میرا یہ کام تو معمولی ہے لوگ تو خدا کے لئے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ آں یکے۔ خدا کی رضا کیلئے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور انکا صبر، حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر مشہور ہے، حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کئے۔

[3] ایں۔ بعض لوگ اللہ تعالٰی کی رضا کیلئے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جہاد اختیار کرتے ہیں۔۔۔ مستمند محتاج۔ من ہم۔ جس طرح ان لوگوں نے خدا کیلئے کام کئے میں بھی خدا کیلئے سحری کا نقارہ بجاتا ہوں اگر انسان اپنا کوئی خریدار چاہتا ہے تو خدا سے بہتر خریدار کون ہوگا۔

مُشتری خواہی کہ از وے زر بری ... بہ ز حق کے باشد اے دل مشتری

تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے ... اے دل! اللہ (تعالٰے) سے بہتر کب کوئی خریدار ہوگا؟

می[1] خرد از مالت انبانِ نجس ... می دہد نورِ ضمیرِ مقتبس

وہ تیرے مال میں سے، ناقص تھیلا خریدتا ہے ... وہ روشنی حاصل کرنے والے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا ... می دہد مُلکے بروں از وہمِ ما

وہ اس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے ... ہمارے خیال سے بالا سلطنت دیدیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک ... می دہد کوثر کہ آرد قند رشک

آنسو کے چند قطرے لے لیتا ہے ... وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہو

می ستاند آہ پر سودا و دُود ... می دہد ہر آہ را صد جاہ و سُود

عشق اور دھوئیں سے پُر آہ لے لیتا ہے ... ہر آہ کو سیکڑوں رُتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند ... مر خلیلے[2] را بداں اوّاہ خواند

اس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا ... (حضرت) خلیلؑ کو اس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیں[2] دریں بازارِ گرمِ بے نظیر ... کُہنہا بفروش و مُلکِ نو بگیر

آگاہ، اس چالو بے مثال بازار میں ... پُرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کرلے

ور تُرا شکے و ریبے رہ زند ... تاجرانِ انبیا را کُن سَند

اگر شک و شبہ تجھے روکے ... انبیاء کے تاجروں سے دلیل حاصل کرلے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں ... می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں

اس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا ... پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصہ[3] اَحَد اَحَد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حرِّ حجاز از محبتِ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفٰے

محمد مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے اَحد اَحد کہنا جبکہ

خواجہ اَش از تعصّبِ جہودی بشاخِ خارش می زدے پیشِ ... آفتابِ حرِّ حجاز و از زخمِ خار خوں از تنِ بلالؓ بر می

اُن کا آقا، انکار کے تعصب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی ... کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

---

[1] می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نور عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں اَبدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند۔ انسان جب اُس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوضِ کوثر عطا کر دیتا ہے۔ اَوّاہ۔ آہ آہ کرنے والا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

[2] ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پُرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کرلے اگر تجھے اِس کاروبار میں شک ہے تو انبیاء کو دیکھ لے انھوں نے اِس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

[3] قصّہ۔ اِس نفع کی مثال کے لئے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اَحَد۔ باری تعالٰے کے ناموں میں سے ہے۔ حَرّ۔ گرمی۔ خواجہ اَش۔ اُس کا نام اُمیّہ بن خلف تھا۔

جوشیدن واز او احد احد می جست بے قصدِ او چنانکہ از دردمندان

اُبلتا تھا اور اُن کے ارادے کے بغیر اُن سے اَحَد وَاحَد نکلتا تھا جیساکہ دوسرے

دیگر نالہ جہد بے قصد زیراکہ از دردِ عشق ممتلی بود و اہتمامِ دفعِ

مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں

زخمِ خار اندخل نبود ہمچوں سحرۂ فرعون و جرجیس علیہ السلام

کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام

وغیرہم لا یُعدّ و لا یُحصیٰ و برگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ در آں

وغیرہ، جو گِنے گئے جاسکیں نہ شمار کیے جاسکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا

طرف و احوالِ اُورا مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن[1] فدائے خار میکرد آں بلالؓ — **خواجہ اَش میزد برائے گوشمال**

بلال رضہ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے — اُنکا آقا سزا کے لئے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمد می کُنی — **بندۂ بد منکرِ دینِ منی**

کہ تو احمدؐ کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش او بخار — **او احد میگفت بہرِ افتخار**

وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا — وہ سرفرازی کے لئے اَحد کہتے تھے

تا[2] کہ صدیق آں طرف بگذشت تفت — **آں احد گفتن بگوشِ او برفت**

حتیٰ کہ صدیق رضہ وہاں سے تیزی سے گزرے — وہ اَحد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ او پُر آب شُد دل پُر عنا — **زاں احد می یافت بوئے آشنا**

اُن کی آنکھوں میں آنسو آگئے، دل تکلیف سے بھر گیا — اُس اَحد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد — **کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد**

اُس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا، نصیحت کی — کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھو

عالِمُ[3] السِّر ست پنہاں دار کام — **گفت کردم تو بہ پیشت اے ہمام**

وہ راز کا جاننے والا ہے، مقصد پوشیدہ رکھو — اُنھوں نے کہا، اے بزرگ! میں نے آپ کے سامنے توبہ کی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت — **آں طرف از بہرِ کارے می برفت**

دوسرے دن صبح کو صدیقؓ تیزی سے — اُس طرف کسی کام کو جارہے تھے

---

[1] تن فدا۔ چونکہ وہ بچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال۔ سزا۔ بندہ۔ تو بُرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں دار لکڑی۔ بافتخار۔ یعنی بلالؓ کا اَحد اَحد کہنا آہ و زاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لئے تھا۔

[2] تا کہ۔ جہاں بلالؓ کا آقا اُن کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو اُنھوں نے حضرت بلالؓ کی اَحد اَحد کی آواز سُنی۔ چشم آلود۔ اُنکو محسوس ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہیں اور اُن کو اِس قدر پیٹا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلال رضہ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھو۔

[3] عالم السر۔ اللہ تعالےٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلالؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کر دیا ہے۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ، بگاہ۔ صبح۔

بازِ اَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار — بر فروزید از دلش شور و شرار

پھر اَحَد اور کانٹوں کی مار سُنی — اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اُٹھیں

باز پندش داد بازِ او توبہ کرد — عشق[1] آمد توبۂ او را بخورد

اُنھوں نے پھر اُنکو نصیحت کی، اُنھوں نے توبہ کرلی — عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شُد — عاقبت از توبہ او بیزار شُد

اِسی طرح توبہ کرنا بہت سی مرتبہ ہوا — آخرکار وہ توبہ سے بیزار ہوگئے

فاش کرد اسپرد تن را در بلا — کاے محمدؐ اے عدوّے توبہا

ظاہر کردیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کردیا — کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من و رگِ من پُر ز تو — توبہ را گُنجہ کجا باشد درو

اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں — اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ را زیں پس ز دل بیروں کنم — از حیاتِ خُلد توبہ چوں کنم

اِس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا — جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کرلوں؟

عشق[2] قہّار است و من مقہورِ عشق — چوں شکر شیریں شُدم از شورِ عشق

عشق غالب ہے اور میں عشق سے مغلوب ہوں — میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہوگیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تو اے تُند باد — من چہ دانم تا کُجا خواہم فتاد

اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں — میں کیا جانوں کہ میں کہاں گروں گا؟

گر ہلالم گر بلالم می دوم — مُقتدی بر آفتابت می شوم

خواہ میں چاند ہوں خواہ بلال، میں دوڑ رہا ہوں — میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہ[3] را با زفتی و زاری چہ کار — در پئے خورشید پوید سایہ وار

چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟ — وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

با قضا ہر کو قرارے می دہد — ریشخندِ سبلتِ خود می کند

تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے — وہ اپنی مونچھوں کی مذاق اڑاتا ہے

کاہ برگے پیشِ باد، آنگہ قرار — رستخیزے وانگہانے عزمِ کار

گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے؟ پھر ٹکاؤ — قیامت، اور اس وقت کام کا قصد!

گُربہ در انبانم اندر دستِ عشق — یک دمے بالا و یک دم پستِ عشق

میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں بلی ہوں — کبھی اوپر اور کبھی عشق کے نیچے

---

[1] عشق - ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھر توڑ دی۔ توبہ کردن - حضرت بلال رضہ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہوگئے اور اپنے ایمان کا اظہار کرکے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کردیا کرتے اور اپنے دل میں کہنے لگے کہ اے محمدؐ تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمہاری محبت میری رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟ توبہ - اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہو اس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟

[2] عشق - حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جاکر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا بلال اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔

[3] ماہ را - چاند کو تو سورج کے پیچھے رہنا ہے خواہ اس میں اس کا گھٹنا ہو یا بڑھاؤ ہو لفظ ماہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئیگا رضی اللہ عنہ۔ باقضا - تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اڑانا ہے۔ کاہ - قضائے خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے کی ہے۔ رستخیز - قیامت۔ گربہ - بلی تھیلے میں رہ کر بے چین ہوتی ہے اور اُچھل کود کرتی رہتی ہے۔

او ہمی گردانَدم بر گِردِ سر ^ل۱^ — نے بزیر آرام دارم نے زِبَر

وہ مجھے سَر کے گِرد گھماتا ہے — نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اُوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند — بر قضائے عشق دل بنہادہ اند

عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں — وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار — روز و شب نالان و گرداں بیقرار

وہ چکی کی طرح چکر میں ہیں — دن رات رونے میں اور بے قرار ہو کر چکر میں ہیں

گردشش بر جُوئ جویاں شاہد ست — تا نگوید کس کہ آں جُو راکد ست

اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے — تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جُو را در کمیں — گردشِ دولابِ گردونی ببیں

اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے — آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازو — اے دل اختر وار آرامے مجو

جبکہ اُس (قضاء) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے — اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گر زنی ^ل۲^ در شاخ دستے کے ہلد — ہر کجا پیوند سازی بگسلد

اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟ — جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دے گی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر — در عناصر جوشش و گردش نگر

اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے — عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردشہائے آں خاشاک و کف — باشد از غلیانِ بحرِ باشرف

اِس لئے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں — بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش — پیشِ اَمرش موجِ دریا بیں بجوش

گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے — اُسکے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب ^ل۳^ و ماہ دو گاوِ خراس — گرد می گردند و می دارند پاس

سورج اور چاند، چکی کے دو بیل ہیں — چکر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند — مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند

ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں — سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اخترانِ چرخ گر دور اند ہے — ویں حواست کاہل اند و سُست پے

آسمان کے ستارے اگر دور ہیں، ہاں — اور تیرے یہ حواس کاہل اور سُست قدم ہیں

ل۱ او ہمی گردانَدم۔ عشق عاشق کو مسلسل چکر میں رکھتا ہے۔ سیل۔ عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردشش۔ جس طرح چکی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاءِ خداوندی کی دلیل ہے۔ گر نمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضاء نظر نہیں آتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ لے۔ اے دل۔ جب قضاء کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہو گی

ل۲ گر زنی۔ تمہارے بالمقابل تم جو سہارا ڈھونڈو گے قضاء اُس کو فنا کر دے گی۔ گر نمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس عمل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزاء میں کر رہا ہے تو اُسکے فعل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاءِ عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب سمجھتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرف ہے۔

ل۳ آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکی کے دو بیلوں کی طرح ہیں اُسی کے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اُسی کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی تو کم از کم ان تغیرات کو دیکھ لو جو تمہارے انفس میں ہیں۔

اخترانِ چشم و گوش و ہوشِ ما — شب[1] کجا یند و بہ بیداری کجا

ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے — رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی — گاہ در نحس و فراق و بیہشی

کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں — کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گردیدن ست — گاہ تاریک و زمانے روشن ست

آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے — کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر — گہ سیاستہائے برف و زمہریر

کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے — کبھی برف اور ٹھٹھر کی سزائیں ہیں

چونکہ کلیات پیشِ او چو گوست — سخرہ و سجدہ کُنِ چوگانِ اوست

جبکہ مجموعے اس کے سامنے گیند کی طرح ہیں — اس کے بلّے کے بیگاری اور تابع ہیں

تو[2] کہ یک جزوے دِلا زیں صد ہزار — چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار

اے دل! تو کہ ان لاکھوں میں سے ایک جزء ہے — تو اس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہوگا؟

چوں ستورے باش در حکمِ امیر — گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر

تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ — کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلنے میں

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش — چونکہ بکشاید برو برجستہ باش

جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھا رہ — جب وہ کھولدے چل پڑ، اور چالاک بن

آفتاب ار بر فلک کژ می جہد — در سیہ روئی کسوفش می دہد

سورج، اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے — سیاہ روئی میں اس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذنب[3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار — تا نگردی تو سیہ رُو دیگ وار

کہ ذنب سے بچ، ہوش رکھ — تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رُو نہ بنے

ابر را ہم تازیانہ آتشیں — میزنندش کاں چناں رَو نے چنیں

ابر کے لئے بھی آگ کا کوڑا — مارتے ہیں، کہ اس طرح چل، اس طرح نہیں

بر فلاں وادی بباراں سو مبار — گوشمالش میدہد کہ گوشدار

فلاں وادی پر برس، اس جانب نہ برس — اس کو سزا دیتا ہے، کہ کوشش

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست — اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست

تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے — جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہرگز نہ ٹھہر

[1] شب۔ یہ تمہارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور دن میں کہاں ہوتے ہیں اور ان پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں ان سب پر غور کر لو۔ ماہ۔ چاند کے تغیرات پر غور کرو۔ گہ بہار زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ۔ یہ غور کرو کہ دنیا کی اسقدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کسقدر تغیر پذیر ہیں۔

[2] تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہوگا۔ ستور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مطیع ہوتا ہے اسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہیئے۔

[3] ذنب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دُم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذنب الفرس بھی کہتے ہیں سورج اس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آجاتا ہے اور ذنب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنی میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذنب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اسی طرح ذنب، گناہ کا قرب انسان کی روسیاہی کا سبب ہے۔ ابر۔ فرشتے ابر کو مختلف مقامات پر لے جاکر برساتے ہیں۔ عقل۔ انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہو جاتا ہے تو

انسان کی عقل اگر اللہ کی نافرمانی اختیار کرے گی تو وہ معنوی دنیا میں روسیاہ ہو جائیگی۔

گر منہ اے عقل تو ہم گامِ خویش
اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھ

تا نیاید آں کسوفت زو بہ پیش
تاکہ اس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں[1] گنہ کمتر بُود نیمِ آفتاب
جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج

مُنکسِف بینی و نیمے نور و تاب
تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم می گیرم تُرا
کہ میں تجھے جُرم کی بقدر پکڑتا ہوں

ایں بُوَد تقدیر در داد و جزا
عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[2] نیک و خواہ بد فاش و ستیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا

بر ہمہ اشیا سمیعیم و بصیر
ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کُن اے پدر نوروز شُد
اے بابا! اِس سے آگے بڑھ عید آگئی

خَلق از اخلاقِ خوش فیروز شُد
مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہوگئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما
ہماری نہر میں آبِ حیات پھر آگیا

باز آمد شاہِ ما در کُوئے ما
ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آگیا

می[3] خرامد بخت و دامن میکشد
نصیبہ، ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے

نوبتِ توبہ شکستن می رسد
توبہ شکنی کا موقع آرہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد
توبہ کو دوبارہ سیلاب بہالے گیا

فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد
موقع آگیا، چوکیدار کو نیند آگئی

ہر خماری مست گشت و بادہ خورد
ہر شرابی مست ہوگیا اور شراب پی لی

رختِ را امشب گرو خواہیم کرد
ہم آج کی رات سامان کو گروی کردینگے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا
اُس سرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل سے

لعل اندر لعل اندر لعلِ ما
ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خرم گشت و مجلس دلفروز
مجلس پھر پُرلطف اور دلفروز ہوگئی

خیز دفعِ چشمِ بد اسپند سوز
اٹھ نظرِ بد کو دُور کرنے کیلئے کالا دانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے

تا ابد جاناں چنیں می بایدم
اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہیئے

نکِ ہلالے با بلالے یار شُد
اب ہلال رض، بلال رض کے یار ہوگئے

زخمِ خار اُو را گُل و گلزار شُد
اُن کے لئے کانٹے کا زخم گُل و گلزار ہوگیا

[1] چوں گنہ۔ اگر انسان کے مکمل گناہ ہوں گے تو اُس کی رُوسیاہی مکمل ہوگی اگر گناہ ادھورے ہیں تو رُوسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر۔ قرآن پاک میں ہے وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۔ اور اُن کے درمیان انصاف فیصلہ کیا جائیگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر کھلی چھپی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب تقدیر کی بحث ختم کرو کیونکہ عاشقوں میں عشق کے غلبہ سے عید کی سی خوشی طاری ہوگئی ہے اور معشوق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آرہا ہے۔ آبِ جاں، یعنی عشق۔ شاہ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیبہ اب ناز کررہا ہے اور عشق کے غلبہ سے توبہ شکنی کا وقت آگیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلال رض دوبارہ اظہارِ ایمان سے توبہ کو توڑنے پر مجبور ہوگئے خماری۔ وہ شرابی جس پر نشہ کا اثر ہو۔ شرابِ لعل۔ یعنی عشق کی سُرخ شراب۔ لعلِ جانفزا۔ یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر۔ یعنی ہمیں عشق کی دولتیں حاصل ہوگئی ہیں۔ اسپند کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دھونی دی جاتی ہے۔ نکِ ہلالے حضرت بلال رض کا قصہ آگے مذکور ہے۔

مصرع۔
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

گرز زخمِ خار، تن غربال شُد — جان و جسمم گُلشنِ اقبال شُد
اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہوگیا ہے — میری جان اور جسم نصیبہ وری کا چمن بنگیا ہے

تن بہ پیشِ زخمِ خارِ آں جہود — جانِ من مست و خراب آن وُدود
میرا جسم اُس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہو — میری جان اُس محبوب سے مست و خراب ہے

بُوئے جانے سُوئے جانم میرسد — بُوئے یارِ مہربانم میرسد
ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہو — مجھے مہربان دوست کی خوشبو آرہی ہے

از سُوئے معراج آمد مصطفیٰ — بر بلالش رض حبذا آں حبذا
مصطفیٰ عروج سے آئے — اُن کے بلال رض کو مبارک ہو وہ مبارکباد

بازگردانیدنِ صِدّیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را و ظلمِ جہوداں بروے و اَحد اَحد گفتنِ او و فزوں شدنِ کینۂ جہوداں و قصّۂ او پیشِ حضرت مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ او از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رض کے واقعہ اور اُن پر کافروں کے ظلم اور اُن کے اَحد اَحد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور اُن کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دُہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صِدّیق از بلالِ رض دم درست — ایں شنید از توبۂ او دست شُست
جب صدیق رض نے سچے بلال رض سے — یہ سُنا، اُن کی توبہ سے ہاتھ دھولیا

بعد ازاں صِدّیق رض پیشِ مصطفیٰ — گفت حالِ آں بلالِ رض باوفا
اُس کے بعد صدیق رض نے آنحضور کے سامنے — اُن وفادار بلال رض کا حال کہا

کاں فلک پیمائے میموں فالِ چُست — ایں زماں در عشق و اندر دامِ تُست
کہ وہ آسمان کو طے کرنیوالا مبارک فال، مستعد — اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے

بازِ سلطان است زاں جُغداں برنج — در حدث مدفون شد آں زفت گنج
شاہی باز ہے اُن جغدوں سے تکلیف میں ہے — وہ بھاری خزانہ گندگی میں دفن ہوگیا

جُغدہا بر بازِ استم می کنند — پرّ و بالش بیگناہے می کنند
جغد، باز پر ظلم کررہے ہیں — بغیر خطا کے اُس کے پروبال اُکھاڑ رہے ہیں

ا۔ گرز زخم۔ یعنی حضرت بلال رض نے کہا۔ غربال۔ چھلنی۔ تن۔ جسم کو اگرچہ یہ کافر زخمی کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ وَدود۔ اللہ تعالیٰ۔ بُوئے جانے۔ یعنی آنحضورؐ کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضورؐ نے عروجِ روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلال رض کی طرف متوجہ ہوئے۔

۲۔ ظلمِ جہوداں۔ حضرت بلال رض پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اُس کا سارا قصہ حضرت ابوبکر رض نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ دم درست۔ سچا۔ دست شست۔ یعنی حضرت بلال رض کی توبہ سے مایوس ہوگئے۔ کاں فلک۔ حضرت بلال رض کو شاہی باز قرار دے کر ان صفات کا ذکر کیا ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضورؐ۔

۳۔ جغداں۔ یعنی کفارِ قریش۔ حدث۔ یعنی کفارِ قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلال رض۔ جغدہا۔ پہلے تصہ بیان کرچکے ہیں کہ ایک شاہی باز جغدوں میں جا پھنسا تھا۔

جرمِ او اینست کو بازست و بس — غیرِ خوبی[1] جرمِ یوسف چیست پس

اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے — یوسفؑ کا سوائے حُسن کے کیا جرم ہے!

جُغد را ویرانه باشد زاد و بود — هست شاں بر بازِ زاں خشم و جحود

جغدوں کا تولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے — باز پر اُن کا انکار اور غصہ اِس لئے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں — لاله زار و جوئبار و گلستاں

کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس — لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یاد آری زاں دیار — یا ز قصر و ساعدِ آں شہریار

کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — یا اُس شاہ کے قلعہ اور کلائی کو

در دہِ جغداں فضولی می کُنی — فتنہ و تشویش در می افگنی

تو جغدوں کی بستی میں بیہودگی کرتا ہے — تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مسکنِ ما را کہ شد رشکِ اثیر — تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر

ہماری قیام گاہ جو رشکِ فلک ہے — تو (اُسکو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

شید آوردی کہ تا جغدانِ ما — مر ترا سازند شاه و پیشوا

تو مکاری کرتا ہے، تاکہ ہمارے جغد — تجھے شاہ اور پیشوا بنا لیں

وہمِ[2] و سودائی در ایشاں می تنی — نامِ ایں فردوس ویراں می کُنی

تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے — تو اِس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سرت چنداں زنیم اے بد صفات — کہ بگوئی ترکِ شید و ترہات

اے بد صفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے — کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کنند — تن برہنہ شاخِ خارش میزنند

مشرق کے رُخ اُس کو چار میخ کرتے ہیں — ننگے بدن، اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از تنش[3] صد جای خون بر می جہد — او احد می گوید و سر می نہد

اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خون اُبل پڑتا ہو — وہ اَحد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پندها دادم کہ پنہاں دار دیں — سِر بپوشاں از جہودانِ لعیں

میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ — ملعون کافروں سے، راز چھپا

عاشق ست او را قیامت آمد ست — تا درِ توبہ برو بستہ شده ست

وہ عاشق ہے، اُس کے لئے قیامت آگئی ہے — حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہوگیا ہے

---

[1] غیرِ خوبی۔ حضرت یوسفؑ سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حُسن کی وجہ سے تھی۔ جحود۔ انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو جغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کلائی اور محلات کا ذکر کرکے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکن۔ جغد یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمانوں سے بھی افضل ہے ویرانہ کہتا ہے۔ شید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لئے ہے۔

[2] وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ ترہات۔ بکواس۔ پیش۔ حضرت بلالؓ کو اِس طرح سزا دیتے تھے کہ لٹا کرکے چاروں ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خار دار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

[3] از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر اَحد اَحد کہتے رہتے ہیں اور اِس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ پندہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے انکو دین ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں لیکن وہ خدا اور رسول کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اُس کیلئے اِس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہوگیا ہے۔

عاشقی[1] و توبہ یا امکانِ صبر — این محالے باشد اے جانِ سطر

عاشقی اور توبہ، یا صبر کا امکان — اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا — توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا

توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدہے کی طرح ہے — توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق ز اوصافِ خدائے بے نیاز — عاشقی بر غیرِ او باشد مجاز

عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے — اس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکہ آں مس زر اندود آمدست — ظاہرش نور، اندروں دود آمدست

کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے — اس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دخاں — بفسرد عشقِ مجازی آں زماں

جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہو جاتا ہے — اس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

چوں شود پیدا دخانِ غم فزا — بفسرد نے عشق ماند نے ہوا

جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے — وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وا رود[2] آں حسن سوئے اصلِ خود — جسم ماند گندہ و رسوا و بد

وہ حسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے — جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مہ راجع شود ہم سوئے ماہ — وا رود عکسش ز دیوارِ سیاہ

چاند کی چاندنی چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے — اس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہو جاتا ہے

نے در[3] و نورے بود نے زندگی — نے جمالش ماند و نے فرخندگی

نہ اس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی — نہ اس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گلِ بے آں نگار — گردد آں دیوار بے مہ دیو وار

اس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے — وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کی طرح رہ جاتی ہے

قلب را کہ زر ز روئے او بجست — باز گشت آں زر بکانِ خود نشست

کھوٹا، جس کے اوپر سے سونا اڑ گیا — وہ سونا واپس ہو گیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مسِ رسوا بماند دود وش — زو سیہ تر رو بماند عاشقش

رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے — اس کا عاشق اس سے زیادہ روسیاہ ہو جاتا ہے

عشقِ بینایاں بود بر کانِ زر — لاجرم ہر روز باشد بیشتر

عقلمندوں کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے — وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

---

[1] عاشقی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اور پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ۔ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز سے عشق، عشقِ مجازی ہے۔ زانکہ۔ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ سونے کا عشق۔ چوں۔ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہو جاتا ہے اس معشوق سے عشق بھی نہیں رہتا۔

[2] وا رود۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور برا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورِ مہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہو جاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔

[3] نے در و۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور وہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قلب۔ ملمع شدہ چیز پر سے جب سونا اڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا روسیاہ رہ جاتا ہے اور اس کا عاشق اس سے بھی زیادہ رسوا ہو جاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں، وہ اصل پر عاشق ہوتے ہیں وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے جس کا حسن ہمیشہ [illegible] رہتا ہے۔

مرحبا اے کانِ زر لاشک فیک — زانکہ کاں را در زری نبود شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش تیرے بارے میں شک نہیں ہے — کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کند انباز کان — وارود زر تا بکانِ لامکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے — سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب — ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مرگئے — مچھلی رہ گئی، اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربانی ست خورشیدِ کمال — امر نورِ اوست خلقاں چوں ظلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے — (عالم) امر اس کا نور ہے (عالم) خلق سایوں کی طرح ہے

مصطفیٰ زیں قصہ چوں گل بر شگفت — رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت

حضرت مصطفیٰ اس قصے سے پھول کی طرح کھل گئے — کہنے سے، ان کی رغبت بھی بڑھ گئی

مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰ — ہر سرِ مویش زبانے شد جدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفیٰ جیسا پایا — ان کا ہر سرِ مو مستقل زبان بن گیا

مصطفیٰ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست — گفت ایں بندہ مر او را مشتری ست

(حضرت) مصطفیٰ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ — عرض کیا، یہ غلام اس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید او رامی خرم — در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اس کو خرید لوں گا — ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کو اسیر اللہ فی الارض آمدست — سخرہ خشمِ عدو اللہ شدست

کیونکہ وہ سرزمین میں اللہ (تعالیٰ) کا قیدی ہے — اللہ (تعالیٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہو گیا ہے

وصیت کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مشتری میشوی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا

ہر آئینہ ایشاں از ستیزہ بسیار بہای او را خواہند افزود و مرا در ایں فضیلت شریک خود کن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

وہ لوگ لامحالہ مخالفت کی وجہ سے اس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس فضیلت میں اپنا شریک کرلے اور میرا وکیل بنجا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

ـــ۱ مرحبا۔ اب مولانا جوش میں معشوقِ حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے تہر کہ۔ جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق۔ وہ عاشق جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائیگا جب کھوٹے کا ملمع اڑ جائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں پریشانی سے ایسے مردہ ہو جائیں گے، جیسا کہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہو جانے کے بعد پڑی رہ جائے۔ عالمِ امر قرآن میں ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ، خلق اور امر اسی کے لئے ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالمِ خلق جسمانی عالم ہے اصل عالمِ امر ہے اور عالمِ خلق اس کا سایہ ہے۔

ـــ۲ مصطفیٰ۔ حضرت بلال رضہ کا قصہ سن کر آنحضور خوش ہوئے تو حضرت ابوبکر رضہ نے اس کی خوب تشریح کی۔ مصطفیٰ۔ آنحضور نے حضرت ابوبکر رضہ سے حضرت بلال رضہ کا پورا قصہ سن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے تو حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا میں انکو خرید لونگا وہ جو بھی قیمت طلب کرینگے انکو دیدونگا اور کسی ظاہری نقصان کی پرواہ نہ کرونگا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے۔

ـــ۳ وصیت۔ آنحضور نے حضرت ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ وہ لوگ عداوت کی وجہ سے بہت قیمت طلب کرینگے انکو خریدلے

مُصطفٰے گفتش کہ اے اقبال جُو — در خریدن می شوم انبازِ تو

(حضرت) مُصطفٰے نے اُن سے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو کرنے والے — خریداری میں میَں تیرا شریک بنتا ہوں

تو وکیلم باش و نیمے بہرِ من — مُشتری شو قبض کُن از من ثمن

تو میرا وکیل بن جا اور آدھے کا میرے لئے — خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صدیقؓ خدمت کُنم رفت آں زماں — سُوئے خانہ آں جہودِ بے اماں

عرض کیا تیار، خدمت کرتا ہوں فوراً روانہ ہو گئے — اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر — می تواں آساں خریدن اے پدر

اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی — اے بابا! آسانی سے خریدا جا سکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قومِ جہول — می خرد با مُلکِ دنیا دیوِ غول

اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو — شیطان، دنیا کے مُلک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

آنچناں زینت دہد مُردار را — کہ خرد زایشاں دو صد گلزار را

وہ مُردار کو اس قدر مزیّن کر دیتا ہے — کہ اُن سے دو سَو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر — کز خساں صد کیسہ بر باید بسحر

چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دِکھا دیتا ہے — کہ شعبدے کے ذریعہ کمینوں سے سَو تھیلیاں اُچک لیتا ہے

انبیاشاں تاجری آموختند — پیشِ ایشاں شمع دیں افروختند

اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی — اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

دیو و غولِ ساحر از سحر و نبرد — انبیا را در نظرشاں زشت کرد

جادوگر بھوت اور چھلاوے نے جادوگری اور مخالفت سے — اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کر دیا

زشت گرداند بجادوئی عدو — تا طلاق اُفتد میانِ جُفت و شُو

دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے — حتٰی کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

دیدہاشاں را بسحرے دوختند — تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند

جادو سے، انھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں — یہاں تک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ ڈالا

ایں گہر از ہر دو عالم برترست — ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خرست

یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے — ہاں اِس نادان بچے سے خرید لے کیونکہ وہ گدھا ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست — آں اشک را در دُرّ و دریا شکیست

گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے — اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے

۱ے تو وکیلم۔ بلالؓ کی خریداری میں تم میرے وکیل بن جاؤ…… آں جہود۔ اُمیّہ بن خلف گفت۔ ابو بکرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلالؓ کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُن سے بلالؓ کو آسانی سے اسی طرح خرید لوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ اِن کفار سے شیطان دنیا کے بدلے عقل اور ایمان خرید لیتا ہے۔

۲ے آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لئے مُردار دنیا کو اس قدر پُر رونق کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب۔۔ چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور اُن کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشت۔ شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہو جاتی ہے اور طلاق تک نوبت آ جاتی ہے۔

۳ے دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے اُن کو اندھا کر دیا اور اُن کفار نے حضرت بلالؓ کو چند ٹکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر یعنی حضرت بلالؓ۔ زیں طفل یعنی اُمیّہ۔ خرمہرہ۔ کوڑی۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

منکرِ[1] بحرست و گوہر ہای او ۔۔۔ کے بُود حیواں درو پیرایہ جُو

وہ سمندر اور اس کے موتیوں کا منکر ہے ۔۔۔ جانور، اس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است ۔۔۔ کو بُود در بندِ لعل و دُر پرست

خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے ۔۔۔ کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار ۔۔۔ گوش و ہوشِ خر بُود در سبزہ زار

تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے ۔۔۔ گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم در وَالتِّیْن بخواں ۔۔۔ کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" کو سورۂ "والتین" میں پڑھ لے ۔۔۔ کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از عرشش فزوں ۔۔۔ اَحْسَنُ التَّقْوِیْم از فکرت بروں

"اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" اس کے عرش سے بڑھ کر ہے ۔۔۔ "اَحْسَنُ التَّقْوِیْم" تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمتِ این[2] ممتنع ۔۔۔ ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع

اگر میں اس کی قیمت بتاؤں، ناممکن ہے ۔۔۔ میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب ببند اینجا و خر ایں سو مراں ۔۔۔ رفت آں صدیق سوئے آں خراں

اس جگہ ہونٹ بند کر لے، اس جانب گدھا نہ ہنکا ۔۔۔ صدیق رضؓ، اُن گدھوں کی جانب روانہ ہو گئے

حلقۂ در زد چو در را بر کشود ۔۔۔ رفت بیخود در سرایِ آں جہود

کنڈی بجائی، جب اس نے دروازہ کھولا ۔۔۔ بیخودی میں اس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سرمست در آتش نشست ۔۔۔ از دہانش بس کلامِ تلخ جست

بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں، جا بیٹھے ۔۔۔ اُن کے منہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی ۔۔۔ ایں چہ حقدست اے عدوِ روشنی

کہ تو اللہ (تعالیٰ) کے اِس دوست کو کیوں مارتا ہے ۔۔۔ اے نور کے دشمن! یہ کیا کینہ ہے!

گر ترا صدقیست اندر دینِ خود ۔۔۔ ظلم بر صادق دلت چوں میدہد

اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے ۔۔۔ تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہ ۔۔۔ کیں گماں داری تو بر شہزادہ

ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے ۔۔۔ کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

---

[1] بحر۔ یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہر ہای۔ یعنی مومنین۔ پیرایہ۔ آراستگی۔ در سرِ حیوان۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مر خراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتے اس لئے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار یعنی محدود فرش۔ وَالتِّین۔ سورۂ والتین میں مذکور ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ "بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے" افزوں۔ روحِ کامل عرش سے افضل ہے اور انسان اس دنیا میں اس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔

[2] این ممتنع۔ روحِ کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لب ببند۔ لہٰذا اس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکرؓ کے اِن کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔ ..... حلقۂ در۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُمیّہ کے گھر کے کواڑ کھٹکھٹائے اور گھر میں چلے گئے اور چونکہ حضرت بلال رضؓ کے پٹنے کا رنج تھا اس کو سخت باتیں کہیں۔

[3] کیں۔ یہ کہا کہ تو اس اللہ کے دل کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اس پر ظلم کرنا پسند نہ کریگا۔ اس کے اعتقاد پر اس کو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

در ہمہ زآئینۂ کژ ساز خود — منگر اے مردودِ نفرینِ ابد

اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو — اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدیق جست — گر بگویم گم کُنی تو پا و دست

اس وقت (حضرت) صدیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا — اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات — از دہانِ اُو رواں از بے جہات

حکمتوں کے فرات جیسے چشمے — لامکان کی جانب سے اُن کے منہ سے جاری تھے

ہمچو از سنگے کہ آبے شُد رواں — نے زپہلو مایہ دارد نز میاں

جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا — جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اسپرِ خود کردہ حق آں سنگ را — بر گشادہ آبِ مینا رنگ را

(اللہ تعالٰی نے) اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا — جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچُناں کز چشمۂ چشمِ تو نُور — اُو رواں کردست بے بخل و فتور

جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور — اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے زپیہ آں مایہ دارد نے ز پوست — روئے پوشی کردہ در ایجاد دوست

وہ نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے — دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در خلائے گوش بادِ جاذبش — مُدرکِ صدقِ کلام و کاذبش

اُس کی جذب کرنے والی ہوا کان کے سوراخ میں — اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا ادراک کرنے والی ہے

آں چہ بادست اندراں خرد استخواں — کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں

اُن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟ — کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخوان و باد رُوپوش ست و بس — در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس

ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے — دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مُستمع اُو قائل اُو بے احتجاب — زانکہ الاذنان من راس اے مثاب

بلاشک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے — کیونکہ اے ثواب پانے والے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید برو — زر بدہ بستانش اے اکرام خُو

اُس نے کہا اگر (تجھے) اُس پر رحم آتا ہے — اے کرم کی عادت والے! روپیہ دے اُسکو لے لے

ا؎ در ہمہ۔ چونکہ تیری فطرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج فطرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس وقت حیران کن باتیں کہیں جو بڑی پُر حکمت تھیں۔ آں ینابیع۔ اُن باتوں کے پُرحکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے جاری تھیں لیکن اُن کا اصل سرچشمہ حضرت حق تعالٰی تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکَم۔ حکمت کی جمع ہے۔

۲؎ ہمچو۔ حضرت ابوبکرؓ کے منہ سے اِن چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالٰی پتھر سے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اسپر۔ حضرت حق نے اس پتھر کو اپنے لئے پردہ بنا لیا تھا۔ اسپر۔ سپر، ڈھال یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالٰی نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزا میں نور کہاں ہے۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالٰی۔

۳؎ در خلای۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اُس کے اجزاء میں سُننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ غیرِ یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر ہے کہ سر ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ اُمیّہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر تجھے بلالؓ پر رحم آتا ہے تو اُس کو خرید لے۔

ازمنش واخر چومی سوزد لت — بے[1] مؤنت حل نگردد مشکلت

اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اُسکو خرید لے — بغیر خرچہ کے تیری مشکل حل نہ ہوگی

گفت صد خدمت کنم پانصد سجود — بندہ دارم نکو لیکن جہود

حضرت ابوبکرؓ نے کہا سو خدمتیں پانسو سجدہ کرونگا — میرے پاس ایک اچھا غلام ہے لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہ ہستش بگیر — درعوض دہ تن سیاہ و دل منیر

اُس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے — بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دیدے

پس فرستاد و بیاورد آں ہمام — بود الحق سخت زیبا آں غلام

پھر اُن سردار نے بھیجا اور بلوایا — سچ یہ ہے کہ وہ غلام نہایت حسین تھا

آں[2] چنانکہ ماند حیران آں جہود — آں دل چوں سنگش از جارفت زود

ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا — اُس کا پتھر جیسا دل فوراً بے تابو ہوگیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بود — سنگِ شاں از صورتے مومیں بود

ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے — اُن کا پتھر، صورت (دیکھنے) سے موم ہوجاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشد — کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بد

اُس نے جھگڑا شروع کردیا اور راضی نہ ہوا — کہ بلا معاملہ اِس پر اضافہ کرو

یک نصاب نقرہ ہم بروے فزود — تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہود

انھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اُس پر بڑھادی — حتیٰ کہ اُس کافر کی حرص راضی ہوگئی

بیع[3] کرد و داد و رستہ بے غرض — داد گوہر سنگ بستد در عوض

اُس نے فروخت کردیا اور بامقصد مومن کرلیا — موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

بر خیالِ آنکہ سودے کردہ ام — دادم اسود ابیضے آوردہ ام

اِس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے — کالا دے دیا ہے، سفید حاصل کرلیا ہے

منعقد چوں گشت بیع اندمیاں — یافت ایجاب و قبول ہر دو آں

جب باہمی معاملہ طے ہوگیا — دونوں کا ایجاب اور قبول ہوگیا

خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیقؓ مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اِس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل — از سرِ افسوس و طنز و غش و غل

اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا — مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

لہ بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہوگی گفت۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ معاملہ ہوجائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حسین غلام ہے لیکن اُس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اُس کے بدلے میں کالے بلالؓ کو دیدے جن کا دل منور ہے۔ ہمام۔ سردار۔

لہ آں چنانکہ حضرت ابوبکرؓ کا غلام اِس قدر خوبصورت تھا کہ اُس کو دیکھ کر اُمیہ کا دل بے تابو ہوگیا۔ حالت۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باز کرد۔ اُس نے اصرار شروع کیا کہ بلالؓ کے عوض اِس غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابوبکرؓ نے چاندی کا اضافہ کردیا۔

لہ بیع کرد۔ چاندی کے اضافے پر وہ راضی ہوگیا اور یقین ہوگیا اُس نے موتی دے کر پتھر لے لیا اُس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کمایا، کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ منعقد۔ جب بیع مکمل ہوگئی تو وہ بہت ہنسا اور اُسکو یقین تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے اِس معاملہ میں ٹوٹا اُٹھایا ہے۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ۔ معاملہ مکمل ہونے پر اُس نے قہقہہ لگایا جیسے مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابوبکرؓ نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر ہیں غلام کی خریداری میں آپ کا اصرار نہ ہوتا

گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود — در جواب و پرسش او خندہ فزود

(حضرت) صدیق نے اس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟ — جواب میں اور ان کے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدت نبودے و اہتمام — در خریداری ایں اسود غلام

اس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا — اس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم — خود بعشر اینش می بفروختم

میں جھگڑ کر اس کو نہ بیچتا — خود اس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ[1] بنزد من نیرزد نیم دانگ — تو گراں کردی بہائش را ببانگ

کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے لائق نہیں ہے — تو نے شور کر کے اس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیق اے غبی — گوہرے دادی بجوزے چوں صبی

تب (حضرت) صدیق نے اس کو جواب دیا، اے بیوقوف! — تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے موتی دیدیا

کو بنزد من ہمی ارزد دو کون — من بجانش ناظرستم تو بلون

کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے — میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زر سرخ ست و سیہ تاب آمدہ — از برای رشک ایں احمق کدہ

وہ سرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہو گیا ہے — اس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدۂ[2] ایں ہفت رنگ جسمہا — در نیابد زیں نقاب آں روح را

ست رنگے جسموں کی آنکھ — اس پردے کی وجہ سے اس روح کا ادراک نہیں کر سکتی

گر میکسی کردۂ در بیع بیش — دادمے من جملہ مال و ملک خویش

اگر تو سودے میں زیادہ کھینچ تان کرتا — میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور مکیس افزودئی من ز اہتمام — دامنے زر کردمے از غیر وام

اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے — دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[3] دادی زانکہ ارزاں یافتی — در ندیدی حقہ را نشگافتی

تو نے آسانی سے دیدیا، چونکہ تو نے سستا خریدا — تو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حقۂ سربستہ جہل تو بداد — زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد

تیری نادانی نے بند ڈبیہ دے دی — تو جلد دیکھ لے گا کہ تجھے کس قدر ٹوٹا ہوا

حقۂ پر لعل را دادی بباد — ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد

تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کر دی — تو حبشی کی طرح سیاہ روئی پر خوش ہے

---

[1] کہ بنزد۔ کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تو نے شور و شر کر کے اس کے دام بڑھا لئے۔ پس۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو جواب دیا کہ تو پیرِ نابالغ ہے تو نے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اس کے باطن پر ہے۔ زرِ۔ یہ غلام تو کالا سونا ہے اس پر سیاہی رنگ کی وجہ سے ہے تاکہ احمق اس کو نہ پہچان سکیں۔

[2] دیدہ۔ جو آنکھیں محض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ میکسی۔ اور مکس، معاملہ میں کھینچ تان کرنا۔ وامے۔ کسی اور سے قرض لے کر ادائیگی کر دیتا۔

[3] سہل۔ چونکہ تجھے سستا (ہاتھ) آیا تھا سستا بیچ ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن۔ ٹوٹا۔ حقہ۔ حضرت بلالؓ موتی بھری ڈبیہ تھے جو آبنوسی تھی۔ ہمچو۔ تو بھی اس معاملہ میں سیاہ رو بنا اور اس پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بسے
انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا

بخت و دولت را فروشد خود کسے
کوئی نصیبہ اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید
نصیبہ، غلامی کے جامہ میں تیرے پاس آیا

چشم بدبختت بجز ظاہر ندید
تیری بدبخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

او نمودت بندگی خویشتن
اس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی

خوئے زشتت کرد با او مکر و فن
تیری بدخصلت نے اس کے ساتھ مکر اور چالاکی کی

ایں سیاہ اسرار تن اسپید را
اس سیاہ باطن، سفید جسم کو

بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
اے بیہودے! بت پرستوں کی طرح لے

ایں ترا و آں مرا بردیم سود
یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا

ہیں لکم دینٌ و لی دین اے جہود
ہاں اے کافر! تمہارا دین تمہارے لئے میرا دین میرے لئے

خود[2] سزائے بت پرستاں ایں بود
بت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے

جلش اطلس اسپ او چوبیں بود
اس کی جھول اطلس کی، اس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے

ہمچو گور کافراں پر دود و نار
کافروں کی قبر کی طرح، دھویں اور آگ سے بھری ہوئی

وز بروں بر بستہ صد نقش و نگار
اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کئے ہوئے

ہمچو مال ظالماں بیروں جمال
ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین

وز دروں‌اش خون مظلوم و وبال
اور اس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] منافق از بروں صوم و صلوٰۃ
منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز

وز دروں خاک سیاہ بے ثبات
اور اندر سے کالی خاک، بے بنیاد

ہمچو ابر خالی پر قرد و قر
خالی ابر کی طرح، گڑگڑاہٹ سے پر

نے درو نفع زمیں نے قوت بر
نہ اس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدہ مکر و گفتار دروغ
مکر کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح

آخرش رسوا و اول با فروغ
اس کا آخر رسوا اور اول پر رونق

بعد ازاں بگرفت او دست بلالؓ
اس کے بعد انھوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا

آں زخم ضرس محنت چوں خلال
وہ مشقت کی ڈاڑھ کے زخم سے خلال جیسے تھے

شد خلالے در دہانے راہ یافت
وہ خلال بن گئے، منہ میں راستہ پایا

جانب شیریں زبانے می شتافت
ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کھلے گی تو بہت افسوس کرے گا۔ بخت۔ تیرا نصیبہ بشکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو اس کو نہ پہچانا۔ او۔ اس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری اور چالاکی برتی۔ ایں سیاہ۔ تو اس غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ ان کو کاٹھ کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہو، حاصل ہوتا ہے۔ ہمچو۔ ان کا ماحصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ مال ظالماں۔ کافر کے ماحصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر بڑا پیارا لگتا ہے اس کے باطن میں مظلوم کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے ماحصل کی مثال منافق بھی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اس کا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز اس کو اس بادل سے بھی تشبیہ دی جا سکتی ہے جو صرف گرجے اور نہ برسے یا جھوٹے وعدہ سے تشبیہ دے تو جس کی ابتدا خوش کن اور انتہا مایوس کن ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ خریداری کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو آنحضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ ضرس۔ دانت کی کچلی۔ خلال۔ دانت کریدنے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضورؐ۔

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ ۔۔۔ کہ بجاں اُو کردہ بُد دینش قبول

وہ ان کو رسولؐ کے پاس لائے ۔۔۔ کیونکہ انھوں نے دل سے آپکا دین قبول کر لیا تھا

چوںؔ بدید آں خستہ روئے مصطفٰےؐ ۔۔۔ خر مغشیًّا فتاد اُو بر قفا

جب اُن بدحال نے مصطفٰےؐ کا چہرہ دیکھا ۔۔۔ وہ غش کھا کر گر گئے، پشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند ۔۔۔ چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند

وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے ۔۔۔ جب ہوش میں آئے خوشی سے آنسو بہانے لگے

مصطفٰےؐ اَش در کنارِ خود کشید ۔۔۔ کس چہ داند بخششے کو را رسید

اُن کو مصطفٰےؐ نے بغل میں لے لیا ۔۔۔ اس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی؟

چوں بُوَد مِسّے کہ بر اکسیر زد ۔۔۔ مُفلسے بر گنجِ پُر توفیر زد

اُس تانبے کا کیا حال ہوگا جو اکسیر سے جا لگا؟ ۔۔۔ ایک مفلس بھرپور خزانہ پر پہنچ گیا

ماہیِ پژمردہ در بحر اُوفتاد ۔۔۔ کاروانِ گم شدہ زد بر رشاد

ادھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی ۔۔۔ بھٹکا ہوا قافلہ، راستہ پر پڑ گیا

آںؔ خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ ۔۔۔ گر زند بر شب بر آید از شبی

وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے ۔۔۔ اگر رات پر پڑیں، وہ رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح ۔۔۔ کے توانم گفت من آں اصطلاح

وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے ۔۔۔ میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں؟

خود تو دانی کآفتاب اندر حمل ۔۔۔ تا چہ گوید با نبات و با دَقَل

تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں ۔۔۔ نباتات اور دقل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زلال ۔۔۔ می چہ گوید با ریاحین و نہال

تو خود بھی جانتا ہے، کہ وہ صاف پانی ۔۔۔ بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے؟

صُنعؔ حق با جملہ اجزائے جہاں ۔۔۔ چوں دم و حرفست از افسونگراں

جہاں کے سب اجزاء کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی کارگری ۔۔۔ ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک اور حرف

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب ۔۔۔ صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب

آثار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش ۔۔۔ بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سیکڑوں باتیں کہہ دیتی ہے

لہ چوں بدید جب حضرت بلال کی نظر آنحضورؐ کے چہرۂ انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا خوشی سے رونے لگے مصطفٰےؐ یعنی آنحضورؐ نے انکو سینہ سے لگایا سینہ سے لگانے سے اُن کو کیا فیوض حاصل ہوئے انکو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے یہ سمجھ کہ ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چھو گیا یا کوئی مفلس تھا کہ اچانک اس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا ادھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جسکو راستہ مل گیا۔

سلہ آں خطاباتے یعنی آنحضورؐ نے ان سے ایسی باتیں فرمائیں کہ جمادات سے کہدی جائیں تو وہ منور ہو جائے۔ اصطلاح انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلوب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ خود۔ بغیر کلام کے جو تاثیر ہے اس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اس کی تاثیر سے پھلوں میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل۔ بھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے آب زلال صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

سلہ صنع حق یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات بغیر کسی آلہ کے ہیں اور سرعتِ تاثیر میں جادوگروں کے افسوں کی طرح ہیں۔ جذب۔ اسباب کا وجود اور ان سے اثرات کا تعلق بھی خداوندی حکم کے تابع ہے جو بغیر لب و حرف کے صادر ہوتا ہے۔

نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست — لیک تاثیرش از و معقول نیست

یہ نہیں ہے کہ تاثیر (اللہ کی) قدرت کا عمل نہیں ہو — لیکن اس قدرت کی تاثیر عوام کی سمجھ میں نہیں آتی ہے

چوں مقلد بود عقل اندر اصول — داں مقلد در فروعش اے فضول

جب اصول کے بارے میں عقل مقلد ہے — اے فضول (بحث کرنے والے) اس کو فروع میں بھی مقلد سمجھ

گر بپرسد عقل چوں باشد مرام — گو مچنانکہ تو ندانی والسلام

اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہوگا؟ — تو کہہ دے کہ اس طرح پر جسکو تو نہیں سمجھتا ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ترا وصیت کردم کہ بشرکت من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہر خود تنہا خریدی و عذر گفتن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا! اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سیدِ کونین و سلطانِ جہاں[۲] — در عتاب آمد زمانے بعد ازاں

دونوں جہانوں کے سردار اور شہنشاہِ عالم — اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے خفا ہوئے

گفت اے صدیق آخر گفتمت — کہ مرا انباز کن در مکرمت

فرمایا، اے صدیق رض! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا — کہ اعزاز میں مجھے شریک کر لے

تو چرا تنہا خریدی بہرِ خویش — باز گو احوال اے پاکیزہ کیش

تو نے تنہا، اپنے لئے کیوں خریدا؟ — اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو — کردمش آزاد من بر روئے تو

انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچے کے غلام ہیں — میں نے آپ کے سامنے اس کو آزاد کر دیا

تو مرا میدار بندہ و یارِ غار — ہیچ آزادی نخواہم زینہار

آپ مجھے غلام اور یارِ غار بنا لیں — میں ہرگز، کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

نے حضرت بلال رض کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضور کو ناگواری ہوئی۔ انباز۔ شریک۔ مکرمت۔ یعنی بلال رض کی خریداری کی عزت۔ گفت۔ حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا میں نے بلال رض کو آزاد کرنے کیلئے خریدا تھا لہذا آپ کے سامنے آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی غلامی میں مجھے قبول کر لیں۔

[۱] نے کہ۔ اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن عوام اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جبکہ عوام کی عقل اللہ کی ذات کے معاملے میں انبیاء کی مقلد ہے تو ان جزوی مسائل میں بھی اس کو تقلید سے کام لینا چاہئے، حوادث یعنی اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں یا نہیں حکماء انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارادہ باری تعالیٰ کا تعلق اگر اس حادث سے قدیم مانا جائے تو اس حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یا تو حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہو سکتا اس لئے حوادث کو حوادث کا فعل ماننا چاہئے نہ کہ قدیم کا۔ متکلمین محققین نے اس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ارادہ کا حادث سے تعلق حادث ہے لیکن اس حادث کے لئے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو اس حادث کی ہے اور اس کے ضمن میں اس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اس مقام پر اپنے مذہب کے مطابق اقناعی تقریر کر کے مسئلہ کا جواب دے دیا ہے۔

[۲] سید کونین۔ حضرت ابوبکر رض

کہ مرا از بندگیت آزادی ست — بے تو بر من محنت و بیدادی ست

کیونکہ میرے لئے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے — آپ کے بغیر، میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اے[1] جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا — خاص کردہ عام را، خاصہ مرا

اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کر دیا — عوام کو خواص بنا دیا، خصوصاً مجھے

خوابہا می دید جانم در شباب — کہ سلامم کرد قرصِ آفتاب

جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی — کہ مجھے سورج کی ٹکیہ نے سلام کیا ہے

از زمینم بر کشید او بر سما — ہمرہِ او گشتہ بودم زارتقا

اس نے مجھے زمین پر سے آسمان پر کھینچ لیا — چڑھنے کی وجہ سے میں اس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں مالیخولیا بود و محال — ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال

میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا — کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چوں[2] ترا دیدم بدیدم خویش را — آفریں آں آئینہ خوش کیش را

جب میں نے آپ کو دیکھا میں نے اپنے آپکو دیکھ لیا — اس بہتر وصف کے آئینہ پر آفرین ہے

چوں ترا دیدم محالم حال شد — جانِ من مستغرقِ اجلال شد

جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال، حال بن گیا — میری روح، عظمت میں غرق ہو گئی

چوں ترا دیدم خود اے روح البلاد — مہر ایں خورشید از چشمم فتاد

اے شہروں کی جان! جب میں نے آپکو دیکھا خود — اس سورج کی وقعت میری نظر سے گر گئی

گشت عالی ہمت از تو چشمِ من — جز بخواری ننگرد اندر زمن

آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی — زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نور[3] جستم خود بدیدم نورِ نور — حور جستم خود بدیدم رشکِ حور

میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپکو نور ہی نور دیکھا — میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھ لیا

یوسفے جستم لطیف و سیمتن — یوسفستانے بدیدم در تو من

میں نے پاکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا — میں نے آپ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

در پئے جنت بُدم در جستجو — جنتے بنمود از ہر جزوِ تو

میں تلاش میں جنت کے در پے تھا — آپ کے ہر جزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا — ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا

میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے — آپ کے اعتبار سے یہ برائی اور ہجو ہے

[1] اے۔ آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ بن گیا، عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مرا۔ حضرت ابوبکرؓ کیلئے خاص فیضان تھا، خواہا۔ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اسکے ساتھ ہو گیا۔ اُس وقت میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خللِ دماغی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے۔

[2] چوں ترا۔ لیکن جب آپ کا شرفِ صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپ کی ذات نے میرے لئے آئینہ کا کام دیا اور وہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اس کو درجہ ہو گیا آپکے دیدار کے بعد معاملہ کھلا وہ سورج تو آپ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز بے حقیقت بن گئی۔

[3] نور جستم۔ مجھے تمنا تھی کہ نور دیکھوں جب میں نے آپکا دیدار کیا تو نور النور کو دیکھا اور حور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشکِ حور کو دیکھ لیا حضرت یوسفؑ کے حُسن کی شہرت پر انکے دیکھنے کی تمنا تھی آپ کے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپکے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار حاصل ہو گیا ہے۔ میں ان الفاظ میں آپ کی تعریف کر رہا ہوں لیکن چونکہ کما حقہ تعریف نہیں ہے لہٰذا میری یہ تعریف آپ کے فضائل کے اعتبار سے ناقص باتوں کا ذکر ہے اور میری یہ تعریف ایسی ہے جیسی کہ چرواہے نے حضرت موسیٰ ؑ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کی تھی۔

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم ۔۔۔ مر خدا را پیشِ موسیٰؑ کلیم

جیسی بھولے چرواہے انسان کی تعریف ۔۔۔ خدا کی، موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ بجویم[51] اشپشت شیرت دہم ۔۔۔ چارقت دوزم من و پیشت نہم

کہ میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے دودھ پلاؤں گا ۔۔۔ میں تیرے چپل سی دوں گا اور تیرے سامنے رکھ دونگا

قدحِ او را حق بمدحے برگرفت ۔۔۔ گر تو ہم رحمت کُنی نبود شگفت

اللہ تعالیٰ نے اس کی بُرائی کو تعریف کے بدلے میں ۔۔۔ اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہوگا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا ۔۔۔ اے ورای عقلہا و وہمہا

عقلوں کی کوتاہی پر رحم فرما دیجئے ۔۔۔ اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

اَیُّہَا الْعُشَّاقُ اقبالِ جدید ۔۔۔ از جہانِ کہنہ، نو در رسید

اے عاشقو! نیا نصیبہ ۔۔۔ پُرانے جہان سے تازہ بتازہ آپہنچا ہے

زاں[52] جہاں کو چارہ بیچارہ جُوست ۔۔۔ صد ہزاراں نادرہ عالم در وست

اُس جہان سے جو ہر لاچار کا چارہ جُو ہے ۔۔۔ اُس میں (اِس) جہان کے لاکھوں عجائب ہیں

اَبْشِرُوْا یَا قَوْمُ اِذْ جَاءَ الْفَرَج ۔۔۔ اِفْرَحُوْا یَا قَوْمُ قَدْ زَالَ الْحَرَج

اے قوم! بشارت حاصل کرو کیونکہ کشادگی آگئی ہے ۔۔۔ اے قوم! خوش ہو بیشک تنگی زائل ہو گئی ہے

آفتابے[53] رفت در کازہ ہلال ۔۔۔ در تقاضا کہ اَرِحْنَا یَا بِلَالؓ

ہلالؓ کی جھونپڑی میں سورج گیا ہے ۔۔۔ تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدو ۔۔۔ بر منارہ رو بگو کوریِ او

دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے ۔۔۔ منارہ پر چڑھ، اُس کے اندھے پن کو بیان کر

میدمد در گوشِ ہر غمگیں بشیر ۔۔۔ خیز اے مُدبر رہِ اقبال گیر

بشیر (آنحضورؐ) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں ۔۔۔ اے بدبخت! اُٹھ اقبال (سعادت) کا راستہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ و شپش ۔۔۔ ہیں کہ تا کس نشنود رفتی خمش

اے! اس قید اور اِس گندگی اور جوؤں میں ۔۔۔ خبردار! کوئی دشمن لے، تو بُرا ہے، چُپ ہو جا

چوں کُنی خامش کنوں اے یارِ من ۔۔۔ کز بُنِ ہر مُو برآمد طبل زن

اے میرے محبوب! آپ کیسے خاموش ہوں گے ۔۔۔ کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنیوالا پیدا ہو گیا ہے

دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہیگا۔ شپش۔ جوں، مراد شیاطین ہیں۔ ہیں۔ وہ مُدبر کہتا کہ یہ باتیں نہ کہہ کہ کوئی دشمن نہ سُنے۔ چوں کُنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کر سکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر رُونگٹا دعوت کا اعلان کر رہا ہے۔

[51] کہ بجویم۔ اُس چرواہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ میں تیرے جوئیں پاؤں گا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کر تجھے دوں گا۔ قدح چرواہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اسی طرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپ کے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپ کے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ ایہا العشاق۔ آنحضورؐ کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہانِ کہنہ یعنی عالمِ ملکوت۔

[52] زاں آں۔ وہ عالمِ ملکوت ہر گمراہ کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور اس عالم میں بہت سے عجائبات ہیں وحی جیسی چیز جس سے بیچاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اُس عالم سے آتی ہے جنت اور خضرؑ جیسی عجیب چیزیں اُس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذاتِ گرامی اُس جیسے عالم سے آگئی ہے تو قوم کیلئے بشارت ہے اس لئے کہ آپ کی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

[53] آفتابے۔ حضورؐ کی آمد سب کے لئے باعثِ بشارت ہے خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت بلالؓ کے لئے۔ کازہ۔ جھونپڑی۔ اَرِحْنَا حضرت بلالؓ سے حضورؐ نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی۔ ہر غمگیں۔ یہ حضورؐ کے عام فیض کا ذکر ہے۔ خیز۔ وہ بشیر مُدبر کو کہتا ہے کہ تو اس

آنچناں[1] کر شد عدوِّ رشک خُو — گویدایں چندیں دُہل را بانگ کو
حاسد دشمن ، ایسا بہرا ہو گیا ہے — اتنے ڈھولوں (کی آواز) کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟

میزند بر رُوش ریحاں کہ طریست — اُو ز کوری گویدایں آسیب چیست
دکوئی، اس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے — وہ اندھے پن سے کہتا ہے یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حور دستش میکشد — کور حیراں کز چہ دردم میکند
حور چٹکی لیتی ہے اور اس کا ہاتھ کھینچتی ہے — اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم — خفتہ اُم بگذار تا خوابے کنم
میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ — میں سو رہا ہوں، چھوڑ تاکہ میں سو لوں

آنکہ[2] در خوابش ہمی جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہِ نیکو پے ست
تو جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے — آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بُود — کاں تجمّش یار با خوباں نمود
اسی لئے پیاروں پر مصیبتیں زیادہ آتی ہیں — کیونکہ محبوب نے وہ چھیڑ چھاڑ حسینوں سے کی ہو

لاغ با خوباں کند در ہر رہے — نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ حسینوں سے ہر راہ میں چھیڑ چھاڑ کرتا ہے — کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریو از کوئے کوراں بر جہد
کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے — تاکہ اندھوں کے کوچہ سے شور برپا ہو

قصۂ ہلال[3] کہ بندۂ مخلص بُود خدائی را صاحب بصیرت

ہلالؓ کا قصہ جو صاحبِ بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے

بے تقلید پنہاں شدہ در بندگیِ مخلوق بجہتِ مصلحت نہ از عجز

تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے

چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از رُوی ظاہر و غیر ایشاں و ایں

جیساکہ بظاہر لقمانؑ اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ ہلالؓ ایک

ہلال بندۂ سائس بُود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بُود اما چشم کور بُود

سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

[1] آنچناں۔ باوجود بزرگی کے اعلانچی بن جانے کے دشمن اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ می زند۔ وہ دشمن اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ حور اس کے چہرے پر تر پھول مار رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کس چیز سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ می شکنجد۔ اس منکر کی مثال اس اندھے کی ہے کہ حور جس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے؛ اور یہ کہے کہ یہ میرے ہاتھ اور جسم کی کھینچ تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دے۔

[2] آنکہ۔ اس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حور کے وہ خواب دیکھتا ہے وہ یہی حور ہے۔ زاں بلاہا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنانا نفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفس الامر میں ایسا پُر لطف ہے جیسا کہ حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو بلاؤں کا آنا بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوئی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ قولہ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی اجنبیوں سے بھی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تاکہ ان میں بھی شعور برپا ہو جائے۔

[3] ہلالؓ رضہ۔ ہلال رضی اللہ عنہ شاید ہلال بن حارث ہیں جن کی کنیت ابو الحمراء ہے جو آنحضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے شاید آنحضورؐ کے آزاد کرنے سے پہلے کسی سردار کے غلام ہوں یا ایک سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور چونکہ اس سردار کو بصیرت حاصل نہ تھی وہ ان کا رتبہ نہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے آپ کو غلامی میں چھپائے ہوئے تھے۔

داندؔ اعمیٰ کہ مادرے دارد — لیک چونے بوہم در نارد

اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے — لیکن وہ کیسی ہے؟ خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیمِ مادر کُند ممکن بُوَد کہ خلاص یابد کہ اِذَا

اگر اس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ

اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَتَحَ عَیْنَیْ قَلْبِہٖ لِیُبْصِرَ بِہِمَا الْغَیْبَ

کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان سے غیب کو دیکھ لے

ایں رہ از زندگیِ دل حاصل کُن — کیں زندگیِ تن صفتِ حیوانست

دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر — کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ — بشنو اکنوں قصۂ ضعفِ ہلالؓ

جبکہ تو نے بلال رضؓ کے بعض اوصاف سن لئے — اب ہلال رضؓ کے ضعف کا قصہ سن لے

ازؔ بلالؓ او بیش بُود اندر روش — خوئے بد را بیش کردہ بُد کُشش

وہ بلال رضؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے — انھوں نے بدعادت سے کینہ دری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رَو کہ ہر دم پستری — سوئے سنگی میروی از گوہری

تیری طرح پیچھے چلنے والے نہ تھے کہ تو ہر دم زیادہ نیچے کر — سوتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنیٰ

اِس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناںؔ کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایّامِ سالش بر رسید

جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا — (ان) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عمرت چند سال ست اے پسر — باز گو و در مدُزد و بر شمر

کہا اے بیٹا! تیری عمر کے سال کی ہے؟ — بتا، اور نہ چُرا، اور شمار کر

گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ — یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ

اس نے کہا اٹھارہ[۱۸]، سترہ[۱۷] یا خود سولہ[۱۶] — یا پندرہ[۱۵] اے بھائی! خواہ دس[۱۰]

گفت واپس واپس اے خیرہ سرت — باز میرو تا بفرجِ مادرت

اس نے کہا پیچھے لوٹ جا لے کہ تیرا دماغ پریشان ہے — اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ ہمیں سخن

اسی معنیٰ کے اِثبات میں حکایت

ؔ**ل** داند۔ اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اسی قدر جاننے پر اس کی تعظیم کرے تو اس کو نجات حاصل ہو جائے۔ ایں رہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

ؔ**ل۲** از بلال رضؓ حضرت ہلال رحؒ حضرت بلال رضؓ سے مجاہدوں اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ اے مخاطب۔ ان کی حالت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہر دم اور پستی کی طرف جا رہا ہے اپنے سوتی پن کو پتھر بنا رہا ہے۔

ؔ**ل۳** ہمچناں۔ انسان کو اپنے رتبہ سے پیچھے ہٹتے چلے جانے پر قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال سے گھٹاتے گھٹاتے دس سال تک پہنچا دی تھی۔ باز میرو۔ یعنی یہ کہہ دے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں یعنی سخن۔ اس میں بھی گھوڑے کے پیچھے ہٹنے کا قصہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر — گفت رَو آں اسپِ اشہب[1] را بگیر

ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا — اس نے کہا، جا وہ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت آں را مَن نخواہم گفت چوں — گفت اُو واپس رو ست و بس حروں

اس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا، اس نے کہا کیوں؟ — اس نے کہا وہ ہٹنی ہے اور بہت سرکش ہے

سخت پس پس میرود اُو سوئے بُن — گفت دمش را بسوئے خانہ کُن

وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے — اس نے کہا، اس کی دُم گھر کی جانب کر دے

دُمِّ ایں استورِ نفست شہوتست — زاں سبب پس پس رود آں خود پرست

تیرے اِس جانور نفس کی دُم شہوت ہے — اسی لئے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

شہوتِ اُو را کہ دُم آمد زبُن — اے مُبدّل شہوتِ عقبیش کُن

اس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے — اے (مخاطب)، اسکو آخرت کی شہوت میں تبدیل کر دے

چوں[2] بہ بندی شہوتش را از رغیف — سَر کُند آں شہوت از عقلِ شریف

جب تو روٹی کی جانب سے اسکی شہوت کو بند کر دیگا — وہ شہوت، شریف عقل میں سَر ابھارے گی

ہمچو شاخے کش بِبُری از درخت — سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت

اس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے — اے نیکبخت! (دوسری) شاخ سے قوت ابھرتی ہے

چونکہ کردی دُمِّ اُو را آں طرف — گر رود پس پس رود تا مکتنف

جب تو نے اس کی دم اس جانب کر دی — اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جائیگا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

حبّذا[3] اسپانِ رامِ پیش رو — نے سپس رو نے حرونی را گرو

قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، مطیع گھوڑے — نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکشی کے عادی ہیں

گرم رو چوں جسمِ موسیٰؑ کلیم — تا بحرینش چو پہنائے گلیم

حضرت موسیٰ کلیم (اللہ) کے جسم کی طرح تیز رفتار ہیں — مجمع البحرین تک جہان، جن کیلئے کملی کی چوڑائی کی طرح تھا

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حقب — کہ بکرد اُو عزم در سیرانِ حُب

وہ حُقب سات سو سالہ راستہ ہے — سفرِ عشق میں جس کا انھوں نے عزم کیا

ہمتِ سیرِ تنش چوں ایں بود — سیرِ جانش تا بہ عِلّیّیں بود

جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی — اُن کی روح کی سیر عِلّیّین تک ہوگی

مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا اسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا حُقب۔ اسّی سال زمانۂ دراز۔ ہمت۔ جبکہ اُن کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر عالمِ جنت کے اعلیٰ مقام تک ہوگی۔

[1] اشہب۔ کالے رنگ کا گھوڑا جس پر سفیدی غالب ہو۔ واپس رَو۔ یعنی وہ گھوڑا آگے کو چلنے کی بجائے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ حروں۔ سرکش۔ بُن یعنی دُم گفت۔ اس سردار نے کہا تو اس کی دم گھر کی جانب کر دیا کر، وہ پیچھے ہٹے گا تو تو اپنی منزل پر پہنچ جائیگا۔ دُم۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تیرا نفس تو بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور یہ بھی ہٹنی گھوڑا ہے اور اس کی دُم شہوت ہے تو اس کی شہوت کا رُخ دنیا سے موڑ کر عقبیٰ کی طرف کر دے منزل پر پہنچ جائے گا۔ بُن یعنی اصل۔

[2] چوں۔ جب تو شہوت کا رُخ دنیاوی لذتوں کی طرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت عشق کے راستے سے ابھرے گی اس کی مثال یہ ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اس کی قوت دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چونکہ۔ جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کی جانب کر دیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا۔

[3] حبّذا۔ وہ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں جن کے نفوس تیزی سے اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ گرم رَو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی ملاقات کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا، یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے

شہسواراں در سباقت[1] تاختند　　خربطاں در پایگہ انداختند

شہسوار گھوڑ دوڑ میں دوڑ پڑے　　احمقوں نے معمولی جگہ (ڈیرے) ڈال دیئے

حکایت ہم در تقریر ایں معنیٰ
اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید　　در دہے آمد درے را باز دید

جیسا کہ ایک قافلہ آرہا تھا　　ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا

آں یکے گفت اندریں بردالعجوز　　بار بند از ہم اینجا چند روز

ایک شخص نے کہا اس سخت سردی میں　　چند روز اسی جگہ سامان ڈال دیں

بانگ آمد نے بنہ از بروں　　وانگہانے اندر آ تو اندروں

آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے　　تب تو اندر آ

ہم بروں افگن[2] ہر انچہ افگندنی ست　　در میا با آں کہ ایں مجلس سنی ست

تو بھی ہر اس چیز کو پھینک دے جو پھینکنے کی ہے　　اس کو لے کر اندر نہ آ، کیونکہ یہ مجلس بلند ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ
ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کی جانب رجوع

بد ہلال[3] استاد دل جاں روشنے　　سائس و بندہ امیر مومنے

ہلال کا دل استاد تھا اور روح نورانی تھی　　ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام (تھے)

سائسی کردے در آخر آں غلام　　لیک سلطانِ سلاطین، بندہ نام

وہ غلام اصطبل میں سائیسی کرتے تھے　　لیکن شاہوں کے شاہ تھے اور نام کے غلام تھے

سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم　　از فراواں کس شدہ در پیش ہم

وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی　　بہت سے لوگوں سے آگے بھی بڑھے ہوئے تھے

آں امیر از حالِ بندہ بے خبر　　کہ نبودش جز بلیسانہ[4] نظر

وہ امیر غلام کی حالت سے لاعلم تھا　　کیونکہ اس کی نظر محض شیطانی تھی

آب و گل میدید و درو گنج نے　　پنج و شش میدید و اصل پنج نے

وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور انہیں خزانہ نہ دیکھتا تھا　　پانچ اور چھ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں

رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں　　ہر پیمبر ایں چنیں بد در جہاں

مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے　　دنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

[1] سباقت۔ گھوڑ دوڑ۔ خربطاں۔ احمق لوگ۔ در یعنی اس گاؤں کی چہار دیواری کا دروازہ۔ بردالعجوز۔ سردی کے چلہ میں سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں، ان کو بردالعجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ۔ گاؤں کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گاؤں کے باہر ڈال کر اندر آسکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو مال کی محبت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گاؤں کے اندر آرام کی جگہ نہ جا سکے ہوں گے۔

[2] ہم بروں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مقام قرب بھی ایک بلند مجلس ہے انہیں بھی سامان باہر پھینک کر پہنچا جا سکتا ہے۔

[3] بد ہلال۔ اب پھر حضرت ہلال رض کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے استاد تھے یعنی اُن کا دل طریقت کا استاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائس۔ وہ ہلال رض اس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اس کے اصطبل میں سائیس تھے اور غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے نفس۔ وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی مصلح تھے اسی لئے اُن کا رتبہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا تھا۔

[4] بلیسانہ۔ جس طرح شیطان نے حضرت آدم ع کے صرف ظاہر کو دیکھا اسی طرح اس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلال رض کے ظاہر پر تھی۔ پنج و شش۔ یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں یعنی جسمانی احوال کو دیکھتا تھا اور جو ان پانچ حواس کی اصل یعنی روح ہے اس کو نہ دیکھتا تھا۔ رنگ جسمانی احوال تو ظاہر ہوتے

آں[1] منارہ دید و بر وَے مُرغ نے ‫—‬ بر منارہ شاہبازِ پُر فنے

اُس نے منارہ دیکھا اور اُس پر کا پرند نہیں ‫—‬ منارے پر ہُنر مند شاہباز ہے

واں دوم میدید مُرغِ پر زنے ‫—‬ لیک مُوئے اندر دہانِ مُرغِ نے

دوسرا پھڑپھڑانے والے پرند کو دیکھتا تھا ‫—‬ لیکن پرند کے مُنہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ اُو یَنْظُرْ بِنُورِ اللہ بُوَد ‫—‬ ہم زِ مُرغ و ہم زِ مُو آگہ بُوَد

وہ شخص جو "اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" ہو ‫—‬ وہ پرندے سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت[2] آخر چشم سُوئے مُوئے نہ ‫—‬ تا نہ بینی مُو نہ بکشاید گرہ

اُس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر ‫—‬ جب تک تو بال کو نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گِل دید نقشیں در وَحَل ‫—‬ واں دِگر دل دید پُر علم و عمل

ایک شخص نے کیچڑ میں منقش رنگی دیکھی ‫—‬ دوسرے نے علم اور عمل سے بھرپور دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مُرغ ‫—‬ خواہ سی صد مُرغ گیر و یا دو مُرغ

جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں ‫—‬ خواہ تین سو پرند فرض کرلے یا دو پرند

مردِ اوسط مُرغ بین ست اُو و بس ‫—‬ غیرِ مُرغے می نہ بیند پیش و پس

اوسط (درجہ) کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہو ‫—‬ پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

مُوئے آں نوریست پنہاں آنِ مُرغ ‫—‬ کہ بداں پایندہ باشد جانِ مُرغ

بال پرند کی چھپی صفت، نور ہے ‫—‬ جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مُرغ[3] کاں مُو نیست در منقارِ اُو ‫—‬ ہیچ عاریت نباشد کارِ اُو

وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے ‫—‬ اُس کا عمل کبھی عارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ اُو از جانِ اُو جوشد مُدام ‫—‬ پیشِ اُو نے مُستعار آمد نہ وام

اُس کا علم ہمیشہ اُس کی روح سے جوش مارتا ہے ‫—‬ وہ اُس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبری خواجۂ اُو از رنجوری اُو از تحقیر و ناشناخت و واقف شدنِ دلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حالِ اُو و افتقاد و عیادتِ رسول

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہوجانا اور اُن کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ ہونے سے اُن کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا اُن کی بیماری اور حالت سے واقف ہوجانا اور رسول صلی اللہ

[1] آں منارہ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں اِس کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اُس پر ایک پرندہ ہے اُس پرندہ کے مُنہ میں ایک بال ہے جو اُس پرند کے لئے مدارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے اور پرند اور اُس کے مُنہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

[2] گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسان کے نورِ باطن کی مثال اُس بال کی سی ہے جو پرند کے مُنہ میں ہے۔ وَحَل۔ کیچڑ۔ سی صد۔ علم و عمل کی جزئیات۔ دو مرغ۔ یعنی علم و عمل۔ مرد اوسط۔ متوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

[3] مُرغ۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی نظر انسان کے نورِ باطن پر بھی پڑتی ہے۔ عاریت۔ یعنی اُس کا علم و عمل عارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلالؓ بیمار ہوگئے اُن کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضورؐ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ افتقاد۔ دلجوئی۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ
علیہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

از قضا[۱] رنجور و ناخوش شد ہلالؓ — مصطفیٰ را وحی شد غمازِ حال
تقدیر سے ہلال رضؓ بیمار اور علیل ہو گئے — مصطفیٰ ص کے لئے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر — کہ برِ او بُد کساد و بے خطر
آقا اُن کی بیماری سے لاعلم تھا — کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کھوٹے اور معمولی تھے

خفتہ نُہ روز اندر آخُرِ محسنے — ہیچ کس از حالِ او آگاہ نے
ایک نکوکار نو دن سے اصطبل میں پڑا تھا — اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

آنکہ[۲] کس بود و شہنشاہِ کساں — عقل چوں صد قلزمش ہر جا رساں
وہ جو کہ انسان اور انسانوں کا شہنشاہ تھا — اُنکی سو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحمِ حق غمخوار شد — کہ فلاں مشتاقِ تو بیمار شد
اُن کو وحی آئی، اللہ (تعالیٰ) کی رحمت غمخوار بنی — کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہو گیا ہے

مصطفیٰ ام بہرِ ہلالؓ باشرف — رفت از بہرِ عیادت آں طرف
مصطفیٰ ص صاحبِ شرف ہلال رضؓ کے لئے — اُس جانب مزاج پرسی کے لئے گئے

در پئے[۳] خورشیدِ وحی آں مہ دواں — واں صحابہؓ در پیش چوں اختراں
وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا جا رہا تھا — اور صحابہ رضؓ اُن کے پیچھے ستاروں کی طرح (تھے)

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم — للسّریٰ قدوۃ وللطّاغی رجوم
چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں — رات کے چلنے کے لئے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سلطاں رسید — او ز شادی بیدل و جاں بر جہید
لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے — وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

بر گمانِ آں شادی زد دو دست — کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمدست
اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا — کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر — جاں ہمی افشاند پا مزدِ بشیر
جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا — خوشخبری دینے والے کے انعام میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بوس و سلام آورد او — کرد رخ را از طرب چوں ورد او
پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا — اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کر لیا

---

[۱] از قضا۔ تقدیر سے حضرت ہلال بیمار ہوئے آنحضورؐ کو وحی کے ذریعہ اُن کی بیماری کا پتہ چلا۔ غماز۔ اشارہ کرنے والا۔ کہ۔ چونکہ آقا کے نزدیک اُنکی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ اُنکی بیماری سے لاعلم رہا اور نو روز تک وہ تنہا اصطبل میں پڑے رہے۔

[۲] آنکہ۔ حضرت ہلالؓ کی بیماری کا حال باوجود آنحضورؐ کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکا اسلئے کہ ان کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے جب آنحضورؐ کو اُن کی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے گئے۔

[۳] در پئے۔ آنحضورؐ خورشیدِ وحی کی روشنی میں چلے جا رہے تھے اور صحابہ ستاروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے آنحضورؐ نے فرمایا ہے أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ۔ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ السّریٰ۔ رات کو چلنا۔ قدوہ۔ پیشرو۔ طاغی۔ سرکش۔ رجوم۔ رجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ میر۔ آنحضورؐ کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے قابو ہو گیا۔ پا مزد۔ جب خوشخبری دینے والے نے اس سردار کو آنحضورؐ کی آمد کی اطلاع دی تو بالاخانہ سے نیچے اُتر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا پس۔ اُس نے نیچے اُتر کر آنحضورؐ کی قدمبوسی کی اور سلام کیا۔ طرب۔

گفت بسم اللہ مُشرّف کُن وطن[۱] — تاکہ فردوسے شود ایں انجمن

اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کریجئے — تاکہ یہ مجلس جنت بن جائے

تافزاید قصرِ من بر آسماں — کہ بدیدم قطبِ دورانِ زماں

تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے — کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم — من برائے دیدنِ تو نامدم

اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا — میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں

گفت روحم آنِ تو خود روح چیست — ہیں بفرما کیں تجشّم بہرِ کیست

اُسنے عرض کیا میری جان آپ کی ملکیت ہے جان ہے کیا؟ — ہاں فرمایئے، کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے؟

تاشوم من خاکپائے آں کسے — کہ بباغِ لطفِ تستش مغرسے

تاکہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں — کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت او و نخوت[۱] براند — مصطفےؐ ترکِ عتابِ او بخواند

جب اُس نے یہ کہا اور تکبّر کو دُور کر دیا — مصطفےؐ نے اُس پر ناراضی ترک فرمادی

پس[۲] بگفتش کاں ہلالِ عرش کو — ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو

پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟ — تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ — بہرِ جاسوسی بدُنیا آمدہ

وہ بادشاہ ہے، غلامی میں چھپا ہوا ہے — جاسوسی کے لئے دُنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخُرچیِ ماست — ایں بدانکہ گنج در ویرانہاست

تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے — یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانہ ہے

اے[۳] عجب چون ست از سُقم آں ہلالؓ — کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال

تعجب ہے، بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟ — کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پامال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست — لیک روزے چند بر درگاہ نیست

اُس نے عرض کیا اُس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے — لیکن چند روز سے ڈیوڑھی پر نہیں ہے

صحبتِ او با ستور و اُشتر ست — سائس ست و منزلش آں آخُرست

اُس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے — وہ سائیس ہے اور اُس کی قیامگاہ اصطبل ہے

درآمدنِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم از بہرِ عیادت

ہلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پُرسی کے لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سرزار

---

[۱] وطن۔ یعنی مکان۔ تافزاید۔ وہ میرا محل اپنی آسمان پر فوقیت کی وجہ زبانِ حال سے بتائیگا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کے وجود کا مدار ہے۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے عتاب اس وجہ سے فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو اُنکو حضرت بلال رضؓ کی بیماری کا علم ہو جائے۔ تجشم۔ تکلیف اُٹھانا۔ مغرس۔ پودے کا تھاؤ لگا۔ نخوت۔ تکبّر۔

[۲] پس۔ حضرت بلال رضؓ رتبہ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں۔ آں شہے۔ (شعر)

آخرچی۔ اصطبل کا نگراں، سائیس۔

[۳] اے عجب۔ عرش کا چاند بیمار ہو کر ہلال بن جاتا ہے لیکن اس ہلال کی بیماری قابلِ تعجب ہے جس پر چودھویں کے چاند قربان ہیں۔ گفت۔ اُس سردار نے کہا کہ حضرت بلال رضؓ کی بیماری کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن چند روز سے وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ درآمدن۔ یہ سُن کر کہ حضرت بلال رضؓ اصطبل میں ہیں آنحضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُن کی دلجوئی کی۔

ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ در ستورگاہِ[1] آں امیر و نواختن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را

ہلال رضی اللہ عنہ کا اصطبل میں جانا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبر برغبت بہرِ اُو — اندر آخر آمد و اندر جستجو

پیغمبر خوشی سے اُن کیلئے روانہ ہوئے — تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بُود آخر مظلم و زشت و پلید — وایں ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید

اصطبل، تاریک اور خراب اور ناپاک تھا — جب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہو گئے

بُوئ پیغمبر ببُرد آں شیرِ نر — ہمچنانکہ بُوئ یوسف را پدر

اُس نر شیر نے پیغمبر کی خوشبو محسوس کی — جیسے کہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو باپ نے

مُوجبِ ایماں نباشد معجزات[2] — بُوئ جنسیت کند جذبِ صفات

معجزے، ایمان کا سبب نہیں ہوتے ہیں — جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

معجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست — بُوئ جنسیت پئے دل بُردن ست

معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہیں — جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لئے ہے

قہر گردد دشمن اَمّا دوست نے — دوست کے گردد بہ بستہ گردنے

دشمن مغلوب ہو جاتا ہے لیکن دوست نہیں بنتا ہے — گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بُوئ اُو — گفت سرگین داں درون زینگونہ بُو

اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہو گئے — سوچا، گوبر خانہ اور پھر اُس میں اس طرح کی خوشبو؟

از میانِ پائ استوراں بدید[3] — دامنِ پاکِ رسولِ بے ندید

جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا — بے نظیر رسولِ پاک کا دامن

پس ز کُنجِ آخر آمد غژغژاں — رُوی بر پایش نہاد آں پہلواں

وہ گھسٹتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے — اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھ دیا

پس پیمبر رُوی بر رُویش نہاد — بر سر و بر چشم و رُویش بوسہ داد

پھر پیغمبر نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا — اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو چوما

گفت یارا تا چہ پنہاں گوہری — اے غریبِ عرش چونی خوشتری

فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟ — اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ بہرِ اُو یعنی حضرت ہلال رض سے ملاقات کیلئے۔ آخر۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن آنحضورؐ کے انوار سب پر غالب آ گئے۔ بُوئ۔ حضرت ہلال رض نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کر لیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] موجب۔ ایمان لانے کے لئے معجزے مُؤثر قریب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قریبی سبب جنسیت کی بُو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہوتا ہے لیکن اُس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر ہو کر عاجز اور مغلوب ہو اُس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اندر۔ آنحضورؐ کی خوشبو پا کر حضرت ہلال رض جاگ گئے۔

[3] از میان۔ حضرت ہلال رض کو چوپاؤں کے پاؤں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو گھسٹتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لئے پاؤں پر منہ رکھ دیا.... پس پیمبر۔ آنحضورؐ نے اُن کے منہ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا اور سر و چشم کا بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلال رض سے فرمایا تو عرشی ہے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[۱] چوں باشد خود آں شوریدہ خواب — کہ درآید در دہانش آفتاب

عرض کیا اس پریشان خواب والے کا کیا حال ہوگا؟ — جس کے منہ میں دھوپ آجائے

چوں بود آں تشنہ کو گل خورد — آب بر سر بنہدش خوش می برد

اس پیاسے کا کیا حال ہوگا؟ کہ مٹی چوسے — پانی اس کو سر پر رکھ لے، اچھی طرح لے جائے

در[۲] بیان آنکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بر روی آب رفت

اس کا بیان کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور ان پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے

فرمود کہ لو ازداد یقینہ لمشی علی الھواء

فرمایا کہ اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو عیسیٰؑ[۳] بر سرش گیرد فرات — کایمنی از غرقہ در آب حیات

(حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرات ان کو سر پر اٹھا لیتی ہو — کہ تو آب حیات میں (ہونے کی وجہ سے) ڈوبنے سے محفوظ ہے

گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بدے — خود ہوایش مرکب و ہاموں شدے

احمدؐ فرماتے ہیں، اگر ان کا یقین بڑھا ہوا ہوتا — خود ہوا ان کے لئے سواری اور جنگل ہوتی

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم — در شب معراج مستصحب شدم

میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا — معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

گفت چوں باشد سگے کور پلید — جست او از خواب و خود را شیر دید

(بلال رضؓ نے) عرض کیا اس اندھے ناپاک کتے کا کیا حال — جو نیند سے اٹھا اور اس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند — بل ز بیمش تیغ و پیکاں بشکند

ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس پر تیر چلائے — بلکہ اس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے

کور بر اشکم روندہ ہمچو مار — چشمہا بکشادہ در باغ و بہار

اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو — باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

حوادث یومیہ میں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جما لیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اسکے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اسکے یقین کے مطابق وقوع عمل میں آجاتا ہے لیکن یہ چیز نہ کمال نبوت سے متعلق ہے نہ کمال ولایت سے۔ فرات مطلقاً دریا۔ ہاموں جنگل ——— [۳] ہمچو۔ آنحضورؐ شب معراج میں براق پر سوار تھے اور براق ہوا پر چل رہا تھا۔ مستصحب صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے اپنے لئے تیسری مثال بیان کی میں پہلے بمنزلہ کتے کے تھا آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہو گیا۔ کور۔ یہ حضرت بلال رضؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھل تو باغ و بہار میں ہوں۔

[۱] گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی نیند رات میں اچٹ گئی ہو اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہو اور اچانک اس کے منہ پر دھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے کیچڑ چوس رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر سیلاب آجائے کہ وہ اس میں تیرنے لگے۔

[۲] در بیان۔ آنحضورؐ نے یہ سنا کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے۔ یہ حدیث احیاء العلوم کی شرح زبیدی میں منقول ہے۔ محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں۔ صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں انہوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو انھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈر گئے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے موج کے رب سے کیوں نہ ڈرے اور پھر ان کو پانی میں سے نکالا۔ یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے

چوں¹ بُوَد آں چوں کہ از چونی رہید — در حیاتستانِ بیچونی رسید

وہ چوں کیسا ہوگا جو چونی سے نجات پاگیا؟ — (اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں — گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

وہ لامکاں میں چونی بخشنے والا بن گیا — اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتوں کی طرح

او ز بیچونی دہد شاں استخواں — در جنابت تن مزن ایں سورہ مخواں

وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے — تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ یہ سورت نہ پڑھ

تا ز چونی غسل ناری تو تمام — تو برِیں مصحف منہ کف اے غلام

تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کرلے — اے لڑکے! تو اس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر²پلیدم ور نظیفم اے شہاں — ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

اے شاہو! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں — دنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب — غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب

آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لئے — تو غسل کئے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از برونِ حوض غیرِ خاک نیست — ہر کہ او در حوض نآید پاک نیست

حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے — جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر³ نباشد آبہا را ایں کرم — کہ پذیرد مر خبث را دمبدم

اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو — کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کرلیا کریں

وائے بر مشتاق و بر امیدِ او — حسرتا بر حسرتِ جاویدِ او

تو مشتاق اور اسکی امید پر افسوس ہوتا — اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام — کو پلیداں را پذیرد والسلام

پانی سینکڑوں کرم (اور) سینکڑوں حشمتیں رکھتا ہے — کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرلیتا ہے والسلام

۱ے چوں بُوَد۔ چوں کے لغوی معنیٰ کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیات اور عوارضِ بشریہ مراد ہیں اسی لئے بیچونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے اس شعر میں چوں بُوَد کے اندر چوں بمعنیٰ کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصافِ بشریہ سے خالی ہوگیا ہو اور چونی سے مراد اوصافِ بشری ہیں۔ در حیاتستان۔ فنا کے بعد مقامِ بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اِس شعر میں مُرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اِس شعر میں مُرشد کے افاضہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش۔ یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں لامکاں یعنی وہ مُرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہوچکا ہے۔ چوں سگاں یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ او ز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اُس کو مُرشد کہہ دیتا ہے کہ ابھی تو اس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اُس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

۲ے گر پلیدم۔ سالک عرض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہو یا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک اوصافِ بشری کا ازالہ نہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش نہ کروں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر ہی بشری صفات کی نفی ہوگی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کو کہے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لئے نہ جا اگر وہ جائے تو پاک کیسے ہوگا؟ اِسلئے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہوگی۔

۳ے گر نباشد۔ مُرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصافِ بشری کو مقصود بالذات نہ بنا، نجاست تو اُن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دُور ہوسکے گی۔ آب دارد۔ مقصد پر پہنچ کر ہی صفاتِ بشری کی نفی ہوگی، پانی کا یہ کرم ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

اے[۱] ضیاء الحق حسام الدیں کہ نور — پاسبانِ تست از شرِ الطیور

اے ضیاء الحق حسام الدین! کہ نور — بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

پاسبانِ تست نور و ارتقاش — اے تو خورشیدِ مستر از خفاش

نور اور اس کی بلندی تمہاری محافظ ہے — اے وہ کہ تیرا سورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

چیست پردہ پیش نورِ آفتاب — جز فزونی شعشعہ و تیزی تاب

سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے؟ — شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

پردہ[۲] خورشید ہم نورے رلیست — بے نصیب آمد فے خفاش ست و شب

سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے — چمگادڑ اور رات اس سے محروم ہے

ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند — با سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند

جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں — سیاہ رُو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلالؔ — داستانِ بدر آر اندر مقال

جبکہ تو نے ہلال رہ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے — چودھویں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

آں ہلال و بدر دارند اتحاد — از دوئی دور اند و از نقص و فساد

وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں — دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں

آں ہلال از نقص در باطن بریست — آں بظاہر نقص تدریج آوریست

وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے — وہ ظاہری نقص درجہ بدرجہ بلندی پر لاتا ہے

درس[۳] گوید شب بشب تدریج را — در تانی بر دہد تفریج را

وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے — آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

در تانی گوید اے عجولِ خام — پایہ پایہ بر تواں رفتن بہ بام

آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے! — درجہ بدرجہ بالاخانے پر جایا جاسکتا ہے

دیگ را تدریج و استادانہ جوش — کار ناید قلیہ دیوانہ جوش

دیگ کو رفتہ رفتہ اور اُستادوں کی طرح جوش دے — دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

[۳] درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مشق کرا رہا ہے۔ در تانی۔ اس تدریجی ترقی کے بارے میں سمجھاتا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے بالاخانے پر سیڑھی کے درجات طے کرکے ہی پہنچا جاسکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ دھیمی آنچ میں تیار ہوتی ہے۔

[۱] اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیے سالک کی تعجیل اور تقاضہ مضر ہے وہ قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے، اے ضیاء الحق ندا کا جواب چھٹا شعر چوں نوشتی جس سے اصل مضمون شروع ہوگا درمیان میں محافظ فیبی کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نور ان کو چندھیا دیتا ہے۔ شر الطیور۔ یعنی مخالف جو بمنزلہ چمگادڑ کے ہیں۔

[۲] پردہ۔ سورج کے لئے اس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ جن میں صلاحیت ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہر دو۔ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لئے کہ اس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں۔ اب جبکہ ہلال رہ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو کامل ہوتا ہے۔ آں ہلال یعنی مرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گھٹاؤ اور فساد سے دور ہیں اس تشبیہ سے مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اس کا باطن رفتہ رفتہ مکمل ہو رہا ہے۔

حق ﴿۱﴾ نہ قادر بود بر خلقِ فلک
کیا اللہ (تعالیٰ) آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟
در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک
کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لحظہ میں

پس چرا شش روز آنرا در کشید
پھر چھ روز اُس کو کیوں کھینچا
کُلُّ یَوْمٍ اَلْفُ عَامٍ اے مُستفید
اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خلقتِ طفل از چہ اندر نُہ مہ است
بچّے کی پیدائش نو مہینے میں کیوں ہے؟
زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است
کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اُس شاہ کی عادت ہے

خلقتِ آدم چرا چل صبح بود
حضرت آدمؑ کی پیدائش چالیس دن میں کیوں ہوئی!
اندراں گل اندک اندک میفزود
اُس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار
اِس صبح سے اُس صبح تک ایک ہزار سال
تا بآخر یافت آں صورت قرار
یہاں تک کہ بالآخر اُس صورت نے قرار پایا

نے ﴿۲﴾ چو تو اے خام کاکنوں تاختی
نہ کہ تیری طرح اے کچّے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا
طفلی و خود را تو شیخے ساختی
تو بچہ ہے، اور تو نے اپنے آپ کو شیخ بنایا

بر دویدی چوں کدو فوقِ ہمہ
تو کدو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا
کو ترا پائے جہاد و ملحمہ
تجھ میں جہاد اور جنگ کا قدم کہاں ہے؟

تکیہ کردی بر درختان و جدار
تو نے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا
بر شدی اے اقرعک ہم قرع وار
اے حقیر گنجے! تو کدو کی طرح بڑھ گیا

اول ار شد مرکبت سرو سہی
ابتداء اگرچہ تیری سواری سیدھا سرو بن گیا
لیک آخر خشک بے مغز و تہی
لیکن آخر میں تو خشک، بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شد اے قرع زود
اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا
زانکہ از گلگونہ بود اصلی نبود
کیونکہ وہ پوڈر کا تھا اصلی نہ تھا

داستانِ ﴿۳﴾ آں عجوزہ کہ روی زشت خود را گلگونہ می ساخت
اُس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدّے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ

ساختہ نمی شد و پذیرا نمی آمد
نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بود کمپیرے نود سالہ کلاں
ایک نوّے سال کی بڑی بوڑھی تھی
پر تشنج روی و رنگش زعفراں
چہرہ جھرّیوں بھرا اور اُس کا رنگ زرد تھا

﴿۱﴾ حق۔ آہستہ روی خدا کی صفت ہے اِسی لئے باوجود قدرت کے اُس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔ پس۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ چھ آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ خلقت۔ اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنّتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اُس کی پیدائش ہوتی ہے۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس روز میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

﴿۲﴾ نے چو تو۔ سالک کو یہ نہ چاہیے کہ جلد بازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔ بر دویدی۔ کدو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اِس صورت میں سالک کو مجاہدوں کی زحمت نہیں آتی ہے۔ تکیہ۔ کدو کی بیل دوسرے کے سہارے پھیلتی ہے اقرعک۔ ناچیز گنجا۔ قرع۔ کدو۔ اوّل۔ بیشک دوسرے کے سہارے ترقی ہو جاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اُتر جاتا ہے۔

﴿۳﴾ داستان۔ اِس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔ کمپیر۔ بڑھیا۔ پُر تشنج رو۔ یعنی اس کے

چوں سرِ سُفرہ[1] رُخِ اُو تو بتوی
منقعے کے سرے کی طرح اُس کا چہرہ تہ بہ تہ تھا

لیک در وَے بُود ماندہ عشقِ شوی
لیکن اُس میں شوہر کی ہوس تھی

ریخت دَنداں ہاش و مُو چوں شیر شُد
اُسکے دانت گر گئے تھے اور بال دودھ کیطرح سفید ہو گئے تھے

قد کمان و ہر حِسش تغیر شُد
قد، کمان کی طرح اور اُس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرص تمام
شوہر کا شوق اور اُس کی شہوت اور حرص مکمل تھی

عشقِ صَید و پارہ پارہ گشتہ دام
شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا

مُرغ بے ہنگام و راہی بیرہے
بے وقت کا مُرغ اور بغیر راستہ کا مسافر

آتشِ پُر در بُنِ دیگِ تہی
خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ[2] میدان و اسپ و پائے نے
میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں ندارد

عاشقِ زمر و لب و سرنائے نے
بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری ندارد

حرص در پیری جہوداں را مباد
خدا کرے بڑھاپے میں حرص کافروں کو (بھی) نہ ہو

اے شقیقے کہ خداش ایں حرص داد
ہائے وہ بد بخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریخت دنداں ہای سگ چوں پیر شُد
کتا جب بوڑھا ہو گیا، دانت گر گئے

ترکِ مردم کرد و سرگیں گیر شُد
اُس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنے والا بن گیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
اِن ساٹھ سالہ کُتوں کو دیکھ

ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر
کُتے کا سا اُن کا دانت لمحہ بہ لمحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ سگ[3] را ریخت پشم از پوستیں
بوڑھے کُتے کی کھال سے بال جھڑ گئے

ایں سگانِ پیر اطلس پوش بیں
اطلس پہننے والے اِن بوڑھے کُتوں کو دیکھ

عشقِ شاں و حرصِ شاں در فرج و زر
شرمگاہ اور سونے پر اُن کا عشق اور انکی حرص

دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر
کُتے کی نسل کی طرح لمحہ بہ لمحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
ایسی عمر جو دوزخ کا سرمایہ ہے

مر قصابانِ غضب را مسلخ ست
قہر (خداوندی) کے قصائیوں کا کیلا ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
جب اگر، اُس سے کہتے ہیں، تیری عمر دراز ہو

بیشود دلخوش دہانش از خندہ باز
خوش دل ہوتا ہے، اُس کا منہ ہنسی سے کھل جاتا ہے

اور عذاب کے فرشتوں کا کیلا ہے۔ چوں۔ اِس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا ملتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

[1] سُفرہ۔ منقعہ۔ عشقِ شوی۔ یعنی اُس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ ریخت۔ بڑھاپے سے اُس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے اور قد کُبڑا ہو گیا تھا، حواس میں تغیر آ گیا تھا۔ عشقِ صید یعنی شوہر تو چاہتی تھی لیکن اُس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اُس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہو سکے۔ مُرغ۔ یعنی اُس بڑھیا کی خواہش بالکل بے محل تھی۔

[2] عاشق۔ اُس بڑھیا کی مثال اُس شخص کی ہے جس کو میدانِ جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اُس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اُس کے پاؤں ہوں، یا کسی کو منہ سے باجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اُس کے ہونٹ ہوں نہ اُس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریخت۔ کُتا بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ (مصرع)
مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد

[3] پیرِ سگ۔ بڑھاپے میں کُتے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی حرص کا یہ حال ہے کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیبِ تن کرتا ہے۔ نسلِ سگ۔ کُتیا کتنی کتنی بچے دیتی ہے۔۔۔ ایں چنیں۔ جو عمر گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہے۔

این چنیں نفرینؔ[۱] دعا پندارد او — چشم نکشاید سرے بر نارد او

ایسی لعنت کو وہ دعا سمجھتا ہے — وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سر مو از معاد — اوش گفتے ایں چنیں عمر تو باد

اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا — وہ اُس سے کہہ دیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدا تعالیٰ

اُس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

ترا بسلامت بخان و مانِ تو باز رساند

سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفتؔ[۲] یک روزے بخواجہ گیلئے — ناں پرستے نرگدا ز نبیلئے

ایک روز، گیلانی سردار سے کہا — ٹکڑ گدا، پیٹ کتے، بھکاری جھولی والے نے

ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا — تا بگویم مر ترا من یک دعا

مجھے روٹی چاہیئے، مجھے روٹی دے — تاکہ میں تجھے، ایک دعا دوں

چوں ستد زو ناں بگفت اے مستعاں — خوش بخان و مانِ خود بازش رساں

جب اُس نے اُس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا! — اس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام — حق ترا آنجا رساند اے دژم

اُس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے — اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہرؔ[۳] محدث را خساں بددل کنند — حرفش ار عالی بود نازل کنند

کمینے، بیان کرنے والے کو بزدل کر دیتے ہیں — اُس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدرِ مستمع آید نبا — بر قدِ خواجہ برد درزی قبا

کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے — درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست — از حدیثِ پست و نازل چارہ نیست

چونکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں ہوتی ہے — پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہے

واستاں ہیں ایں سخن را از گرو — سوئے افسانہ عجوزہ باز رو

ہاں اِس بات کو گرفت سے چھوڑ دے — بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ۔ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ اُن کے روبرو وہ مجاز پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

[۱] نفرین۔ گنہگار کی عمر کی درازی کی دعا، دعا نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اُس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اُس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی دراز عمر تجھے نصیب ہو۔ داستان۔ اِس قصہ کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار چونکہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا تو اُس نے اُس دعا کو بددعا سمجھا گیا۔ گیلانی۔ گیلان ایک شہر ہے۔

[۲] گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دیدے تو میں تجھے دعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق خیریت کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دیدی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اُس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اُس وطن میں پہنچا دے۔

[۳] ہر محدث۔ جس طرح اِس فقیر کی دعا کو اُس سردار نے اچھا نہ سمجھا اِسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنیٰ پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ اُن سامعین کے لئے پست کلام بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقرر کو سامعین کی عقلوں کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات۔۔۔ بر قدِ خواجہ۔ درزی کپڑا سلوانے

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایت آں
اس بڑھیا کا بیان اور اس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد — تو بنہ نامش عجوزِ سالخورد
جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اس راہ کا مرد نہیں ہے — تو اس کا نام پرانی بڑھیا رکھ دے

نے مر او را اس مال و مایہ — نے پذیرائی قبول و پایہ
اس کے پاس نہ پونجی اور سرمایہ ہے — نہ وہ مقبولیت اور رتبہ کو قبول کرنے والا ہے

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی — نے درو معنیٰ و نے معنیٰ کشی
نہ وہ خوشی عطا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنے والا — نہ اس میں کمال ہے اور نہ اس میں کمال کی طلب

نے زبان نے گوش نے عقل و بصر — نے ہُش و نے بیہُشی و نے فکر
نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت — نہ ہوش ہے اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر

نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز — تو بتو ریش گندہ مانندِ پیاز
نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لئے حسن — وہ تہ بہ تہ، پیاز کی طرح گندہ ہے

نے رہے بُبریدہ و نے پای راہ — نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ
نہ راہ (سلوک) طے کئے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے — نہ اس قحبہ کے لئے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصۂ درویشے کہ از خانہ ہرچہ میخواست می گفتند کہ نیست
اس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہدیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسوئے خانۂ — خشک نانے خواست یا تر نانۂ
ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا — ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست — خیرۂ کے ایں دُکانِ نانباست
گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ — تو پاگل ہے، یہاں نانبائی کی دکان کہاں ہے؟

گفت بارے اندکے پیہم بیاب — گفت آخر نیست دُکانِ قصاب
اس نے کہا تو چربی کا ایک ٹکڑا دیدے — اس نے کہا قصائی کی دکان تو نہیں ہے

گفت مُشتِ آردہ اے کدخدا — گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
اس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دیدے — اس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے

گفت بارے آب دہ از مکرعہ — گفت آخر نیست جو یا مشرعہ
اس نے کہا آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دیدے — اس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

۱ے چوں مُسن۔ پھر حسب میں بوڑھوں کا ذکر شروع کرتا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے ان حریص بوڑھوں کو ہی بڑھیا سمجھو۔ نے مر او را۔ اس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اس کا سرمایۂ حیات ختم ہو گیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ یعنی نہ اس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی نہ اس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔

۲ے نے زبان۔ نہ اس میں حق گوئی کی زبان ہے، نہ حق سننے کا کان، نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اس میں سمجھ ہے نہ فکر، نہ اللہ کی آیات میں تفکر کرنا۔ نے نیاز۔ نہ اس میں طالب کا نیاز ہے نہ صاحب کمال کا ناز ہے۔ رہے۔ نہ اس نے راہ سلوک طے کی نہ اس کے قدم بڑھے نہ اس میں راہ سلوک کا عزم ہے نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔

۳ے قصہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ اس بوڑھے حریص میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور مالک مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ بیہودہ۔ نانبا۔ نانبائی۔ پیہ چربی۔ آسیا۔ چکی۔ مکرعہ پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ گھاٹ۔

هر چه او درخواست از نان و سبوسؔ[1]
اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی

چر بکے میگفت و می کرد ش فسوس
وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید
وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن سمیٹا

واندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ اُس گھر میں کودا اور ہگنا چاہا

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم
اُس نے کہا ہائیں ہائیں اُس نے کہا اے پاگل چپ رہ

تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
تا کہ میں اِس ویرانے میں فراغت حاصل کروں

چوں دریں جانیست وجہ زیستن
جبکہ اِس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے

در چنیں خانہ بباید ریستن
ایسے گھر میں ہگنا چاہیے

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار
جبکہ تو باز نہیں ہے کہ تو شکار پکڑے

دست آموزِ شکارِ شہریار
بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی[2] طاؤس با صد نقش و بند
تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے

کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں

گوش سوئے گفتِ شیرینت نہند
تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار و زار

خوش بنالی در چمن با لالہ زار
لالہ زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغام رسانی کرے

نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنائے

در زمستاں سوئے ہندستاں روی
جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے

در بہاراں سوئے ترکستاں شوی
موسمِ بہار میں ترکستان کی جانب پہنچ جائے

در چہ کاری تو و بہر چیت خرند
تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لئے خریدیں؟

تو چہ مرغی و ترا باچہ خورند
تو کیسا پرندہ ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں؟

زیں[3] دکانِ با مکیساں بر تر آ
کھینچ تان کرنے والوں کی اِس دکان سے آگے بڑھ

تا دکانِ فضلِ اللہ اشتری
اللہ نے خریدا، کی مہربانی کی دکان کی طرف

کالہ کہ ہیچ خلقش ننگرید
وہ سامان کہ کسی انسان نے اُسکی طرف نظر نہ کی

از خلاقت آں کریم آں را خرید
کہنگی کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خرید لیا

---

[1] سبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ رید۔ ریدن ہگنا۔ دژم۔ پراگندہ دماغ۔ فارغ کنم۔ یعنی پاخانہ سے اپنے آپ کو فارغ کروں۔ چوں دریں فقیر نے کہا جبکہ اِس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اِس میں پاخانہ پھر دیا جائے۔ چوں نہ اب پیر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا باز بھی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

[2] نیستی۔ تجھ میں کوئی حسن ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ و زاری میں چمن کے لالے کی ہمنوائی کرتی ہے۔ ہدہد۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لئے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آ جاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ در چہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے گاہک کیوں بنیں۔

[3] زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر وہاں مقبولیت کیلئے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا اُدھر کو رجوع کرنا مقبولیت کے لئے کافی ہے کالا۔ سامان۔ خلاقت۔ پرانا ہونا۔ کریم۔ اللہ تعالےٰ۔

ہیچ قلبے پیشِ اُو مردود نیست — زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
کوئی کھوٹا، اُس کے دربار سے مردود نہیں ہے — کیونکہ خریدنے سے اُس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سُودِ اُو و بیعِ آں یارِ نکو — کوست نیکو خلق و ہم نیکوش خو
اُس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے — کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اُس کی عادت بھی بھلی ہو

بیحدست افضالِ اُو آیس مشو — سوی دستانِ عجوزہ بازرو
اُس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو — بوڑھی کے قصّہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سوی قصۂ عجوز — زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
میں پھر بُڑھیا کے قصّہ کی طرف لوٹتا ہوں — کیونکہ اِن نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر
اُس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بُود[2] در ہمسایہ اش سُورِ عجب — کردہ بُودند از قضا اُو را طلب
اُس کے پڑوس میں بُڑھیا شادی تھی — تقدیر سے اُنھوں نے اُسکو (بھی) بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفتن آں گندہ پیر — کرد ابرو را سیاہ اُو ہمچو قیر
جب اُس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا — اُس نے ابرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں حریف — مُوی ابرو پاک کرد آں مُستخیف
جب اُس حرفتی نے شادی میں جانا چاہا — اُس ظالم نے ابرو کے بال صاف کئے

پیشِ رُو آئینہ بگرفت آں عجوز — تا بیارایدرُخ و رخسار و پوز
اُس بڑھیا نے مُنھ کے سامنے آئینہ رکھا — تاکہ مُنھ اور رُخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ[3] بمالید از بطر — سُفرۂ رُویش نشد پوشیدہ تر
اُس نے اکڑ سے بہت سا پوڈر مَلا — اُس کے مُنھ کی مُقعد زیادہ نہ چھپی

عُشرہائے مُصحف از جا می برید — می بچسپانید بر رُو آں پلید
وہ قرآن کے عُشر جگہ سے کاٹتی تھی — وہ ناپاک چہرے پر چپکاتی تھی

تاکہ سُفرۂ رُوی اُو پنہاں شود — تا نگینِ حلقۂ خوباں شود
تاکہ اُس کے مُنھ کی مُقعد چھپ جائے — تاکہ حسینوں کے حلقہ کا نگ بن جائے

عُشرہا بر رُوی ہر جا می نہاد — چونکہ بر می بست چادر می فتاد
چہرے پر ہر جگہ عُشر رکھتی تھی — وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

---

[1] قلب۔ وہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کو بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اُس کا منشا نفع کمانا نہیں ہے سُودِ اُو۔ وہاں نفع اور معاملہ صرف اِس بنا پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آیس۔ مایوس۔ دستوزہ۔ اللہ کی مہربانیاں۔

[2] بود۔ اُس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اُس کو بھی دعوت دے دی۔ قیر۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اُس نے اپنی سفید ابرؤوں کو خوب کالا کرلیا۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ پاک کرد۔ یعنی اُس نے ابرؤوں کو تراش کر صحیح کرلیا۔ مستخیف۔ ظالم۔ پوز۔ ٹھوڑی۔

[3] گلگونہ۔ اُبٹن، پوڈر۔ بطر۔ اکڑ۔ سفرہ۔ مُقعد۔ عُشرہای قرآن پاک کی ہر دس آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اُسکو عُشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہ۔ مُنھ پر عُشر اِس لئے چپکاں کر رہی تھی کہ مُنھ کی سلوٹیں چھپ جائیں۔ چونکہ۔ عُشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

بازاو آں عُشرہا را با خدو[۱] | می بچفسانید بر اطراف رُو

وہ پھر ان عُشروں کو تھوک سے | مُنھ کے اطراف پر چپکاتی

باز چادر راست کردے آں نگیں | عُشرہا افتادے از رُو بر زمیں

وہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی | عُشر چہرے سے زمین پر گر پڑتے

چوں بسے می کرد فن آں می فتاد | گفت صد لعنت بر اں ابلیس باد

جب اس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ گرے | بولی، اس شیطان پر سَو لعنتیں ہوں

شد مُصوّر آں زماں ابلیس زُود | گفت اے قحبہ قدیدِ بے ورود

اُس وقت فوراً شیطان مجسّم ہو گیا | اُس نے کہا اے بدکار سُوکھے گوشت جسکے پاس کوئی نہ آئے

من ہمہ عُمر[۲] ایں نیندیشیدہ ام | نے ز جز تو قحبہ ایں دیدہ ام

میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے | نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے

تخمِ نادر در فضیحت کاشتی | در جہاں تو مُصحفے نگذاشتی

تُو نے رُسوائی میں عجیب بیج بویا ہے | تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس | ترکِ من گو اے عجوزِ درد بیس

تو لشکر در لشکر سینکڑوں شیطان ہے | اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے

چند دُزدی عُشر از اُمّ الکتیب | تا شود رُویت ملوّن ہمچو سیب

تو قرآن کے عُشر کب تک چُرائے گی؟ | تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے

چند دُزدی حرفِ مردانِ خدا | تا فروشی و ستانی مرحبا

تو مردانِ خدا کے حرف کتنے چُرائے گا؟ | تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے

رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد | شاخِ بربستہ فنِ عرجوں نکرد

جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا | بندھی ہوئی شاخ نے اصل شاخ کا کام نہ کیا

عاقبت[۳] چوں چادرِ مرگت رسد | از رُخت ایں عُشرہا اندر فتد

انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئیگی | تیرے رُخ سے یہ عُشر جھڑ جائینگے

چونکہ آید خیز خیز آں رحیل | گم شود زاں پس فسونِ قال و قیل

جبکہ اس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا | اس کے بعد قال وقیل کا جادو گم ہو جائے گا

عالمِ خاموشی آید پیش بیست | وائے آنکو در درونش نیست

خاموشی کا عالم آ جائیگا کہ، سامنے کھڑا ہو | اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر محبت نہیں ہے

---

۱ خدو۔ تھوک۔ باز چادر۔ وہ ہمت کر کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عُشر پھر گر جاتے۔ چوں۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عُشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ شد مصوّر۔ شیطان مجسّم بن کر اس کے سامنے آ گیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے ورود۔ یعنی جسے کوئی لینے آئے۔

۲ من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی، نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مُصحف۔ قرآن پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ درد بیس بہت بوڑھی عورت، مٹریل، گندی۔ اُمّ الکتیب۔ قرآن پاک۔ ملوّن: رنگین۔ چند دُزدی۔ اب مولانا حکایت کے مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چُرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کرے گا۔ یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا۔ کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصل شاخ کا سا کام نہ کرے گی۔

۳ عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عُشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالمِ آخرت۔ پیش۔ یعنی یہ حکم ہو گا کہ رب العالمین کے سامنے

صیقلے کُن یک دو روزے سینہ را
دو ایک دن سینہ کی صیقل کرے

دفترِ خود ساز آں آئینہ را
اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنالے

کہ ز سایہ یوسفِ صاحبقراں
کہ صاحبقراں یوسف کے سایہ سے

شد زلیخای عجوز از سر جواں
بوڑھی زلیخا از سرِ نو جوان ہوگئی

می شود مُبدل بخورشیدِ تموز
ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے

آں مزاج باردِ بردالعجوز
چلّے کے جاڑے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مُبدل بسوزِ مریمی
مریمی سوز سے بدل جاتی ہے

شاخ لب خشکے بہ نخلِ خرمی
خشک لب شاخ خوشی کی کھجور سے

اے عجوزہ چند کوشی با قضا
اے بڑھیا! تو حکمِ خداوندی کے مقابلہ میں کب تک

نقد جو اکنوں رہا کُن ما مضیٰ
اب نقد کی جستجو کرلے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت را نیست در خوبی امید
جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی اُمید نہیں ہے

خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
خواہ پوڈر لگا اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب در وے اُمیدِ صحت ندید

اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی اُمید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوی طبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا

گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
بولا اے عقلمند! میری نبض غور سے دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل
تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہوجائے

کہ رگِ دست است با دل متصل
کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ دل غیب است خواہی زو مثال
چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اُس کی مثال چاہتا ہے

زو بجو کہ با دلستش اتصال
اُس سے تلاش کرلے کیونکہ اُس کا دل سے اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں
اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے

در غبار و جنبشِ برگش ببیں
غبار اور پتّوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست او وزاں یا از شمال
کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے

جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال
پتّوں کی حرکت حال بتادے گی

نبض والی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے — ۳ چونکہ۔ دل نظروں سے غائب ہے اگر اُس کی حالت سمجھنے کیلئے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے سمجھ لو اُس کا اِس سے اتصال ہے وہ نبض اِس کی حالت بتادیگی۔ باد۔ جو چیز مخفی رہائی سے متصل چیز سے اُس کی حالت معلوم کیجاتی ہے ہوا مخفی چیز ہے غبار اور پتّے اُس سے متصل ہیں اُنسے اُس کی حالت کا پتہ؟

۱ صیقلے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھو پھر اُس میں اسرار ظاہر ہونگے اور تیرا دل تیرے لئے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کز سایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہوسکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوارِ الٰہی پیدا ہونگے تو جاب شش بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقراں۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک برج میں جمع ہوجائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہوجاتی ہے اِسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہوجائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ مریمی۔ حضرت مریم کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اِسی طرح تیرے اندر تبدیلی آجائے گی۔

۲ اے عجوز۔ انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہوکر آئندہ اعمال کی اصلاح کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ گذشتہ سے قطع نظر کرکے اصلاحِ حال میں لگ جانا چاہیئے۔ چوں رُخت۔ پہلے تونے جو کچھ زرضی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہونگی اب صحیح حالات پیدا کرے۔ حکایت۔ زرضی باتوں کا حقیقت بننا اِسی طرح ناممکن ہے جس طرح اِس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ ذہین۔ تا ز نبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کرلے

مستیٔ دل را نمی دانی کہ کو ۔۔۔ وصفِ او از نرگسِ مخمور جو

اگر تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا ہے کہ وہ کہاں ہے ۔۔۔ تو خمار آلود آنکھوں میں اس کی حالت تلاش کرے

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات ۔۔۔ باز دانی از رسول و معجزات

جبکہ تو خدا کی ذات سے دور ہے ذات کی صفت ۔۔۔ تو رسول اور معجزوں سے معلوم کرے گا

معجزاتے و کراماتے خفی ۔۔۔ بر زند بر دل ز پیرانِ صفی

معجزے اور مخفی کرامات ۔۔۔ برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ درونِ شاں صد قیامت نقد ہست ۔۔۔ کمترین آنکہ شود ہمسایہ مست

کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں ۔۔۔ اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہوجاتا ہے

پس جلیس اللہ گشت آں نیک بخت ۔۔۔ کو بہ پہلوے سعیدے برد رخت

وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا ۔۔۔ جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لیجا ڈالا

معجزہ کاں بر جمادے زد اثر ۔۔۔ یا عصا یا بحر یا شق القمر

وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا ۔۔۔ لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر بر جاں کند بے واسطہ ۔۔۔ متصل گردد بہ پنہاں رابطہ

اگر بغیر واسطہ کے جان پر اثر کرے ۔۔۔ تو مخفی طور پر رابطہ جُڑ جائے گا

بر جمادات آں اثرہا عاریہ است ۔۔۔ آں پے روحِ خوشِ متواریہ است

بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں ۔۔۔ وہ مخفی پاکیزہ روح کے لئے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر ۔۔۔ حبذا ناں بے ہیولائے خمیر

تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے ۔۔۔ خمیر کے مادے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھی ہے

حبذا خوانِ مسیحی بے کمی ۔۔۔ حبذا بے باغ میوہ مریمی

بغیر کمی کا مسیحی دستر خوان خوب ہے ۔۔۔ (حضرت) مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

بر زند از جانِ کامل معجزات ۔۔۔ بر ضمیرِ جانِ طالب چوں حیات

معجزے کمل روح سے اثر کرتے ہیں ۔۔۔ زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے ضمیر پر

---

۱ مستی۔ دل کے عشق کا آنکھیں حال بتا دیتی ہیں چونکہ ذاتِ باری بھی مخفی ہے اس کے صفات کا حال رسول اور اس کے معجزوں سے معلوم ہوجاتا ہے۔ زپیران صفی۔ یعنی رسول اور اولیا کی برکت سے معجزے اور کرامات دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ درون۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اِس لئے اُن کا باطن مُردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے اُس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔

۲ پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اُس میں اللہ کی ہمنشینی کا اثر جو تعلق مع اللہ ہے پیدا ہوجاتا ہے۔ معجزہ۔ معجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے معجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدھا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسیٰؑ کے لئے گذرنے کی بقدر خشک ہو گیا یا شق القمر پر پڑا اور ان کے ذریعہ سے اُس کی تاثیر ان پر پڑی تو اگر معجزہ بغیر موادِ خاصہ کے واسطہ کے دل پر اثر کرے گا تو اُس سے معجزے کا مقصد بدرجۂ اتم پورا ہو جائے گا یعنی دل میں اور حضرت حق میں ربط پیدا ہوجائے گا۔

۳ بر جمادات۔ معجزوں کا اصل مقصد ان مواد کو متاثر کرنا نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرنا ہے۔ تا ازاں بے جان معجزے سے اِس لئے متاثر ہوتی ہے کہ اس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو اگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہو جائے تو کیا اچھا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ حبذا۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو بغیر مادی وسائط کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ بر زند۔ لیکن اس تاثیر کے لئے طلب ضروری ہے۔

معجزہ[۱] بحرست و ناقص مرغِ خاک
معجزہ سمندر ہے اور ناقص خشکی کا پرندہ ہے

مرغِ آبی در وے ایمن از ہلاک
پانی کا پرندہ اس میں ہلاک ہونے سے پُرامن ہو

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے
وہ (معجزہ) ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے

لیک قدرت بخشِ جانِ ہمدمے
لیکن ہمدم کی جان کے لئے قدرت بخشنے والا ہے

چوں[۲] نیابی ایں سعادت در ضمیر
اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے

پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑنا سیکھ لے

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہرست
کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں

ویں اثرہا از مؤثر مخبرست
اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیٔ ہر دار وئے
ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے

ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادوئے
جیسا کہ ہر جادو کی سحرکاری اور کارگری

چوں نظر در فعل و آثارش کُنی
تو جب اس کے اثرات اور کام پر نظر کریگا

گرچہ پنہانست اظہارش کُنی
اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اس کا اظہار کردے گا

قوّتے کاں اندرونش مضمرست
وہ قوت جو اس میں پوشیدہ ہے

چوں بفعل آید عیانِ مُظہرست
جب کام میں آتی ہے ظاہر کردینے والا مشاہدہ ہو

چوں[۳] باآثار ایں ہمہ پیدا شدت
جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہوگئیں

چوں نشد ظاہر باآثار ایزدت
تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سببہا و اثرہا مغز و پوست
کیا اسباب اور اثرات گودا اور چھلکا نہیں ہیں

چوں بجوئی جملگی آثارِ اوست
جب تو جستجو کریگا سب اس کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر
اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنالیتا ہے

پس چرا ز آثار بخشے بے خبر
تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را
تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنالیتا ہے

چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را
مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنالیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد
اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے

حرص ما را اندریں پایاں مباد
اس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصّہ آں رنجور
اس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

---

[۱] معجزہ۔ معجزے کو دریا سمجھو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور روحِ کامل بمنزلہ آبی پرندے کے ہے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش۔ معجزے کا اثر ناقص اس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلے سے عاجز آجاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[۲] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالٰی کے اثرات حواس پر ظاہر ہوجاتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں۔ ہست۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظروں سے مخفی ہیں لیکن اُن کے اثرات دیکھ کر تو اُن کا اظہار کر دیتا ہو دوا کی قوت اور جادو کا اثر جب وجود میں آتا ہے محسوس ہوجاتا ہے۔

[۳] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اس کو کیوں نہیں پہچانا جاسکتا۔ نے۔ دنیا میں جس قدر اسباب اور ان کے آثار ہیں سب اللہ تعالٰی کے آثار ہیں۔ دوست۔ دنیا کی اشیاء سے اُنکے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر ان آثار کے پیدا کرنیوالے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ از خیالے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو

بازگرد و قصۂ رنجور گو — باطبیبِ آگہ و ستّار[1] خو
واپس لوٹو اور بیمار کا قصہ کہو — واقف کار اور پردہ پوشی کرنیوالے طبیب کیساتھ

نبضِ اُو بگرفت و واقف شُد ز حال — کہ اُمیدِ صحتِ اُو بُد محال
اُس نے اُس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہوگیا — کہ اُس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چت دل بخواہد آں بکُن — تا رَوَد از جسمت ایں رنجِ کہُن
اُس نے کہا جو تیرا دل چاہے وہ کر — تاکہ تیرے جسم سے یہ پُرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وا مگیر — تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک — تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں — ہر چہ خواہد دل دراَرش درمیاں
صبر اور پرہیز کو اس مرض کے لئے مضر سمجھ — جو دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو — حق تعالیٰ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ
اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لئے فرمایا ہے — اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[2] رَو ہیں خیر بادت جانِ عم — مَن تماشائے لبِ جُو میروم
اُس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو — میں دریا کے کنارے سیر کو جاتا ہوں

بر مرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب — تاکہ صحّت را بیابد فتحِ باب
وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا — تاکہ صحت کے دروازے کی کشادگی ہو جائے

بر لبِ جُو صوفیِ بنشستہ بُود — دست و رُو می شُست و پاکی میفزود
دریا کے کنارے، ایک صوفی بیٹھا تھا — ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفائیش دید چوں تخییلیے — کرد اُو را آرزوئے سیلیے
جب اُس نے اُس کی گدی دیکھی، تو سودائی آدمی کی طرح — اُس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

بر قفائے[3] صوفی آں حیرت پرست — راست میکرد از برائے صفع دست
وہ حیرت پرست، صوفی کی گدی پر — طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ تان رہا تھا

کارزو را گر نرانم تا رَوَد — آں طبیبم گفت کاں علّت شود
کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں، ختم کر دی جاتی ہے — تو اُس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائیگی

[1] ستّار خو - مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا - بُد محال - وہ دِق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا - ہر چت دل - دلِ تو ہر چہ - رنجِ کہُن - یعنی پرہیز کی پُرانی تکلیف یا مریض کی تسلی کے لئے کہہ دیا وہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا - زحیر - اب صبر اور پرہیز نہ کرو ورنہ طبیعت اور کمزور ہو گی مرض کا غلبہ ہو جائیگا - ایں چنیں - اب مولانا کا ذہن مایوس العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہو گیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی مایوس العلاج مریضوں کے لئے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کیلئے تھا۔

[2] گفت - مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا جو اُس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اُس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ میفزود - یعنی باطنی طہارت تو اُس کو حاصل تھی ظاہری طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کی بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں - اُو - مریض نے صوفی کی گدی دیکھی تو اُس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہو گئی.... تخییلیے - یعنی وہ آدمی جو سودائی ہو۔

[3] برقفا - اُس مریض نے صوفی کی گدی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا - حیرت پرست - یعنی حیران عقل والا مسکین طبع۔ کارزو - دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہوگا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

سیلیش اندر برم در معرکہ
میں لڑائی میں اُس کے طمانچہ (مارنے) کو لایا ہوں

زانکہ لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْ تَهْلُکَۃ
کیونکہ (حکم ہے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں
اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے

خوش[1] بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
اُس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش نہ ہو

چوں زدش سیلی برآمد یک طراق
جب اُس نے اُسکے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی

گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
صوفی نے کہا ہائیں ہائیں اے دیوث، نافرمان

خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند
صوفی نے چاہا کہ اُس کے دو تین مکے مارے

بسلت و ریشش یکایک برکند
یکبارگی اُس کی مونچھ اور داڑھی اکھاڑ دے

لیک اُو را خستہ و رنجور دید
لیکن اُس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا

بس ضعیف و خوار و زار و عور دید
بہت کمزور اور خوار اور لاغر اور برہنہ دیکھا

باز اندیشید اُو ضعفِ ورا
پھر اُس کی کمزوری کو اُس نے سوچا

گفت اگر مشتش زنم گردد فنا
کہا اگر اُس کے گھونسا ماروں گا، مرجائے گا

رنجِ دِق از وے برآوردہ دمار
دِق کی بیماری نے اُس کی تباہی مچادی ہے

دید شخصے سخت مدقوق و نزار
اُس نے ایسا شخص دیکھا جو دِق میں مبتلا اور کمزور تھا

خلق[2] رنجورِ دِق و بیچارہ اند
مخلوق دِق کی مریض اور لاعلاج ہے

وز خداعِ دیو سیلی بارہ اند
اور شیطان کے ورغلانے سے طمانچہ مارنے کی شوقین ہے

جملہ در ایذائے بیجرماں حریص
سب بے خطاؤں کو ستانے کے شوقین ہیں

در قفای ہمدگر جویاں نقیص
ایک دوسرے کے پیٹھ پیچھے عیب کے جویاں ہیں

اے زنندہ بے گناہاں را قفا
او بے گناہوں کی گُدّی پر مارنے والے!

در قفای خود نمی بینی چرا
تو اپنی گُدّی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

اے ہوا را طبِّ خود پنداشتہ
اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھے ہوئے ہے

بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
کمزوروں پر طمانچہ تانے ہوئے ہے

بر[3] تو خندید آنکہ گفت ایں دواست
تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے

اُوست کادم را بگندم رہنماست
وہ وہی ہے جو آدم کا گیہوں کیجانب رہنما ہو

کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں
کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اِس دانہ کو کھاؤ

بہرِ دارو تا تکونا خالدین
دوا کیلئے، تاکہ تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

[1] خوش - یعنی مریض نے اپنے آپ کو کہا۔ طراق - طمانچہ کی آواز۔ قواد - دیوث۔ خواست - صوفی نے اُس مریض کو مارنا چاہا، لیکن اُس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اُس کو ماروں گا تو وہ مرجائے گا۔ عور - ننگا۔ دمار - ہلاکت، تباہی۔ مدقوق - وہ شخص جو دِق کا بیمار ہو۔

[2] خلق - اب مولانا ارشادی مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اُس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچے مارے اسی طرح عوام روحانی مریض شیطان کے ورغلانے سے مخلوقِ خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ - طمانچہ بازی کا شائق۔ نقیص - عیب

سعدی؂ شعر

[illegible]

[3] بر تو - وہی شیطان جو تیرا اغوا کرتا ہے تیرا مذاق اُڑاتا ہے۔ اُسی نے تیرے باوا آدمؑ کا اغوا کیا تھا۔ مستعین - مدد کا طالب۔ دارو - دوا۔

اُوش لغزانید و زد اُو را قفا — آں قفا وا گشت و گشت ایں را جزا
اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدی پر مارا — وہ گدی (پر مارنا) پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی

اُوش لغزانید سخت اندر زلق — لیک پشت و دستگیرش بود حق
اُس نے اُن کو پھسلن میں پھسلایا — لیکن اللہ (تعالیٰ) اُن کا سہارا اور مددگار تھا

کوہ بود آدمؑ اگر پُر مار شُد — کانِ تریاقست و بے اضرار شُد
(حضرت) آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے — وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے

تو کہ تریاقے نداری ذرّہ — از خلاصِ خود چرائی غرّہ
تو جو کہ تریاق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا — اپنی نجات سے تو کیوں غافل ہے؟

آں توکّل کو خلیلانہ تُرا — واں کرامت چوں کلیمت از کجا
(حضرت) خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہے؟ — کلیم (اللہ) کی عزت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟

تا نبُرد تیغت اسمٰعیلؑ را — تا کُنی شہ راہ قعرِ نیل را
تاکہ تیری تلوار (حضرت) اسماعیلؑ کو نہ کاٹے — تاکہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنالے

گر سعیدے از منارہ اُو فتید — بادش اندر جامہ اُوفتاد و رہید
اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے — ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے

چوں یقینت نیست آں بختِ حسن — تو چرا بر باد دادی خویشتن
جب وہ اچھا نصیبہ یقیناً تیرے لئے نہیں، تو — تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟

زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد — در فتادند و سراسر باد داد
اس منارے سے لاکھوں آدمی، عاد کی طرح — گرے اور سراسر برباد ہوئے

سر نگوں افتادگاں زیرِ منار — می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے — تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے

تو رسن بازی نمی دانی یقیں — شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
تو یقیناً نٹ پنا نہیں جانتا ہے — پاؤں کا شکر ادا کر اور زمین پر چل

پر مساز از کاغذ و از کہ مپر — کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر سے نہ اُڑ — کیونکہ اُس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

رسن بازی ۔ نٹ ۔ یہ کھیل دکھاتے ہیں کہ وہ تنی ہوئی رسی پر سے بیں گزر جاتے ہیں ۔ پر مساز ۔ کاغذ کے بازو نہ بنا کر پہاڑ پر سے اُڑنے کی کوشش نہ کر ورنہ گر کر ہلاک ہو جائے گا۔

---

۵۱ آں قفا ۔ اُس خبیث کے لئے وہی طمانچہ ۔ سزا بنا اس لئے کہ اُس نے توبہ نہ کی ۔ زلق ۔ پھسلن ۔ لیک ۔ حضرت آدمؑ کی خطا سے اپنے لئے خطا کا جواز نہ پیدا کر تجھ میں اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرت حق اُن کا دستگیر تھا ۔ کوہ ۔ حضرت آدمؑ کی مثال تو اُس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ ہوں تو تریاق بھی ہو ۔ تو کہ تریاقے ۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت آدمؑ میں تھیں ۔ آں توکل ۔ حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے؟ اسی توکل کی بنا پر اُن کی تلوار حضرت اسماعیلؑ کا گلا نہ کاٹ سکی۔

۵۲ چوں کلیمت ۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کا سا توکل تجھ میں کہاں ہے اسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ ڈبو سکا ۔ سعیدے ۔ حضرت شیخ شجاع سعید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے سے گرا یا لیکن نہ ہوا ۔ بچ گئے ۔ جبکہ تیرا وہ نصیبہ نہیں ہے جو شیخ شجاع سعید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کر۔

۵۳ زیں منارہ ۔ یہی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے قوم عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے ۔ تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔

گر چہ ۱ آں صوفی پُر آتش شد ز خشم — لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم

اگرچہ وہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا — لیکن اس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّلِ صف بر کسے ماند بکام — کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام

پہلی صف میں وہی شخص بامراد رہتا ہے — جو دانہ نہ چگے، جال کا پھندا دیکھ لے

حبّذا دو چشمِ پایاں بینِ راد — کہ نگہدارند تن را از فساد

عقلمند کی وہ دو انجام بین آنکھیں بڑی مبارک ہیں — جو جسم کو خرابی سے بچالیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بود کو — دید دوزخ را ہم ایں جا مُو بمُو

جس نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ انہوں نے — اسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنات را — تا درید اُو پردۂ غفلات را

انھوں نے عرش، کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا — یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کر دیا

گر ہمی خواہی سلامت از ضرر — چشم ز اوّل بند و پایاں را نگر

اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے — آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام کو دیکھ لے

تا عدمہا را بہ بینی جملہ ہست — ہستہا ۲ را بنگری محسوس و پست

تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے — تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست — روز و شب در جستجوئے نیست ہست

ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے — وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

در گدائی طالبِ جُودے کہ نیست — بر دکانہا طالبِ سُودے کہ نیست

فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے جو کہ عدم ہے — دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے جو عدم ہے

در مزارع ۳ طالبِ دخلے کہ نیست — در مغارس طالبِ نخلے کہ نیست

کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے جو عدم ہے — تھانولوں میں اُس پودے کا طالب ہے جو عدم ہے

در مدارس طالبِ علمے کہ نیست — در صوامع طالبِ حلمے کہ نیست

مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے جو عدم ہے — عبادتخانوں میں اُس حلم کا طالب ہے جو عدم ہے

ہستہا را سوی پس افگندہ اند — نیستہا را طالب اند و بندہ اند

انہوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے — عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا — نیست غیرِ نیستی در انجلا

کیونکہ اللہ تعالٰی کی کاریگری کی کان اور خزانہ — ظہور میں عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

۱ گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ بامراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آں کو۔ آنحضورؐ سب سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہو گئی تھیں۔ گر ہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کرے اور انجام پر نظر رکھے۔ عدمہا۔ آخرت کی چیزیں جو اس وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

۲ ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو اس وقت پیشِ نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

۳ در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اس علم کا طالب ہے جو معدوم ہے، عبادتگذار اس بُردباری کا طالب ہے جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ ان سب نے اپنے موجود کو پس پشت ڈال دیا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالٰی کی صفت ایجاد کرنا ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو انکی صنعت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

(۱۰)

پیش[1] ازیں رمزے بگفتستم ازیں — ایں و آں را تو یکے بیں دو مبیں

اِس سے پہلے اِس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں — تو اِس کو اور اُس کو ایک دیکھ دو نہ دیکھ

گفتہ شد کہ ہر صناعتگر کہ رُست — در صناعت جائگاہِ نیست جُست

کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے — اُس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے ناساختہ — گشت وِیراں سقفہا انداختہ

معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی — جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقّا کوزۂ کِش آب نیست — واں درو گر خانۂ کِش باب نیست

سقّے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے — اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ[2] صید اندر عدم بیں حملہ شاں — وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں

شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھ لے — پھر (بھی) سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاست زو پرہیز چیست — با انیسِ طبعِ خود استیز چیست

جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے؟ — اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے؟

چوں انیسِ طبع تو آں نیستی ست — از فنا و نیست ایں پرہیز چیست

جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے — (تو) فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے؟

گر انیسِ لا نہ اے جاں بسِر — در کمینِ لا چرائی منتظِر

اے جان! اگر تو مخفی طور پر عدم سے اُنس کرنے والا (نہیں) — عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ[3] داری جملہ دل بر کندۂ — شستِ دل در بحرِ لا افگندۂ

تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے — تو نے دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈال دیا ہے

پس گریز از چیست زیں بحرِ مُراد — کو بشستت صد ہزاراں صید داد

تو اِس بحرِ مراد سے گریز کیوں ہے؟ — جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیئے ہیں

از چہ نامِ برگ را کردی تو مرگ — جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ

تو نے سازوسامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟ — اُس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش — تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش

اُس کاریگری کے جادو نے تیری دونوں آنکھیں بند کر دی ہیں — حتیٰ کہ جان کنوئیں کی طرف راغب ہے

در خیالِ اُو ز مکرِ کردگار — جملہ صحرا فوقِ چہ زہرست و مار

اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے — کنوئیں کے اوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

[1] پیش ازیں۔ دفتر پنجم میں اِس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعتگر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنّا۔ معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے سقا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

[2] وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ چوں امیدت۔ جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے انسان کو اِن حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیئے۔ گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

[3] زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ لا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم انسان کی مراد ہے۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ ساز و سامان۔ چہ۔ دنیا داری کا کنواں جو دراصل موت ہے۔ در خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالمِ غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ را پناہے ساختست — تا کہ مرگ او را بچاہ انداختست

لامحالہ اُس نے کنوئیں کو پناہ گاہ بنا لیا ہے — یہاں تک کہ موت نے اُسکو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز — ہم بریں بشنیدم از عطارِ نیز

اے پیارے! میں نے جو کچھ اسکی غلطیاں بتائیں — ایسی ہی میں نے عطارؒ سے بھی سُنی ہیں

قصۂ سلطان محمود و غلامِ ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است — ذکرِ شہ محمود غازی سُفتہ است

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے — (سلطان) محمود غازی کا ذکر (نظم کی لڑی میں) پرویا ہے

کز غزای ہند پیشِ آں ہمام — در غنیمت اُوفتادش یک غلام

کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کی پیشی میں — غنیمت میں ایک غلام آگیا

پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند — بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند[۲]

پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اُسکو تخت پر بٹھایا — اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا

طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو — در کلامِ آں بزرگِ دیں بجو

قصہ کی لمبائی اور چوڑائی اور تہ بہ تہ باتیں — دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کرلے

حاصل آں کودک بر آں تختِ نضار — شستہ پہلوئے قبادِ شہریار

خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اُس زریں تخت پر — سلطان فرمانروا کے پہلو میں بیٹھ کر

گریہ کردے اشک میراندے بسوز — گفت شاہ او را کہ اے پیروز روز

رونے لگا (اور) سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا — بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!

از چہ گریی دولتت شد ناگوار — فوقِ[۳] افلاکی قرینِ شہریار

تو کیوں روتا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی — تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے، شاہ کا ہمنشین ہے

تو بریں تخت و وزیران و سپاہ — پیشِ تختت صف زدہ چوں نجم و ماہ

تو اس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر — چاند اور ستاروں کی طرح تیرے تخت کے سامنے صف بستہ ہیں

گفت کودک گریہ ام زانست زار — کہ مرا مادر دراں شہر و دیار

بچہ نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اِسلئے ہے — کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں

از توام تہدید کردے ہر زماں — بینمت در دستِ محمود ارسلاں

ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی — میں تجھے محمود شیر کے ہاتھوں میں دیکھوں

---

۱ تا کہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ جائے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسبابِ ہلاکت کو اسبابِ نجات اور اسبابِ نجات کو اسبابِ ہلاکت سمجھنا۔ قصہ اس قصہ میں بھی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھے ہوئے تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ فریدالدین عطار۔ آں ہمام۔ یعنی سلطان محمود۔

۲ بر سپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نضار نون کے ضمہ کے ساتھ زر و طلا، ہر خالص چیز۔ شستہ نشستہ۔ قباد۔ قاف کے ضمہ کیساتھ بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گریہ کردے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولتت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا رہا ہوں۔

۳ فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا۔ پیشِ۔ تیرے سامنے وزراء اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ یعنی ہندوستان۔ از توام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلاں۔ شیر۔

پس[۵۱] پدر مر مادرم را در جواب — جنگ کردے کاینچہ خشم ست و عتاب

پھر میرا باپ ماں کے جواب میں — لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرینِ دگر — زیں چنیں نفرینِ مہلک سہل تر

تجھے کوئی دوسری بددعا نہیں ملتی — جو اس مہلک بددعا سے آسان ہو

سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی — کہ بصد شمشیر او را قاتلی

تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے — کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اسکی قاتل ہے

من[۵۱] زگفتِ ہر دو حیراں گشتمے — در دل افتادے مرا بیم و غمے

میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا — میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب — کہ مثل گشت ست در ویل و کرب

ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟ — کہ ہلاکت اور مصائب میں ضرب المثل بنگیا ہے

من[۵۲] ہمی لرزیدمے از بیمِ تو — غافل از اکرام و از تعظیمِ تو

میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا — تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کو تا بہ بیند ایں زماں — مر مرا بر تخت اے شاہِ جہاں

میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھے — اے شاہ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں — خوش نشستہ پہلوئے سلطانِ دیں

یا باپ کہاں ہے کہ وہ مجھے ایسا دیکھے — دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقر آں محمودِ تست اے بے سعت — طبع از و دائم ہمی ترساندت

اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے — طبیعت تجھے اس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحمِ ایں محمود را — خوش بگوئی عاقبت محمود باد

اگر تو اس سخی محمود کا رحم سمجھ لے — تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقر آں محمودِ تست اے بیم دل — کم شنو زیں مادرِ[۵۳] طبعِ مُضل

اے ڈرپوک! فقر تیرا محمود ہے — اس گمراہ کرنیوالی ماں، طبیعت کی بات نہ سن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں — ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں

جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً — قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادرست — لیک از صد دشمنت دشمن ترست

اگرچہ جسم پرورش کرنے میں ماں کی طرح ہے — لیکن تیرے سَو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

---

[۵۱] پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اس قدر سخت بددعا کیوں دیتی ہے اس سے نرم کوئی بددعا تجویز کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑ جانا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔ من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تا چہ۔ ان بددعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کس قدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

[۵۲] من ہمی لرزیدمے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور عظمت عطا کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو وہ دیکھیں کہ ان کے خیالات کس قدر غلط تھے۔ فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو۔ اس کے دونوں معنی ہیں کہ قابل تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آجائے۔

[۵۳] مادر۔ جس طرح اس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکارِ فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائیگا تو پھر اسی طرح روئیگا جس طرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم انسان

تن[1] چو شد بیمار داروجُوت کرد
جسم جب بیمار ہوا اُس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا
ور قوی شُد مر ترا طاغوت کرد
اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چوں زرہ داں این تنِ پُر حیف را
اِس ظالم جسم کو زرہ کی طرح سمجھ
نے شتا را شاید و نے صیف را
نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکوست بہرِ صبر را
صبر کے لئے بُرا دوست اچھا ہے
کہ کشاید صبر کردن صدر را
کہ صبر کرنے کیلئے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ با شب مُنوّر داردش
چاند کا رات کے ساتھ صبر اُس کو مُنوّر بنا دیتا ہے
صبرِ گُل با خار اَذفر داردش
پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ اُسکو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبرِ[2] شیر اندر میانِ فرث و خوں
لید اور خون میں دودھ کے صبر نے
کرد اُو را ناعشِ ابن اللبون
اُسکو دودھ پیتے بچے کیلئے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جُملہ اَنبیا با مُنکراں
منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے
کرد شاں خاصِ حق و صاحبقراں
اُنکو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست
تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے
دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست
سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا
تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے
ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا
وہ اُس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہر[3] کہ مُستوحش بُوَد پُر غصہ جاں
جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو
کردہ باشد با دغائی اِقتراں
اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے ز اَلف آں بیوفا
اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا
از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا
اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

خُوی باحق ساختے چوں انگبیں
اللہ کے ساتھ موافقت کرتا جس طرح شہد
باللبن کہ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
دودھ کیساتھ مگر میں غروب کرجانیوالوں کو محبوب نہیں رکھتا ہوں

لاجرم تنہا نماندے ہمچناں
لامحالہ اِس طرح اکیلا نہ رہتا
کاتشے ماندہ براہ از کارواں
جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

ابراہیمؑ کی طرح کہدیتا کہ مجھے غائب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہوجاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

---

[1] تن چو شد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنیت پیدا کر دیتا ہے۔ چوں زرہ جس طرح لوہے کی زرہ بدن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اِسی طرح جسم انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یارِ بد۔ جسم اگرچہ بُرا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبرِ مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اُسکو منور کرتا ہے پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اُسمیں مہک پیدا کرتا ہے۔

[2] صبر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچے کو زندگی بخشنے والا بنجاتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیاء کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگنے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اِسکی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

[3] ہر کہ جو شخص غمگین ہو اُسکے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اُس نے بیوفائی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اقتراں۔ باہم جُڑنا۔ آں بے وفا۔ اگر یہ فانی اشیاء کی بے وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت

چونکہ زبے صبری قرینِ غیر شد | در فراقش پُر غم و بے خیر شد
جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا | اُسکی جدائی کے وقت غمگین اور بے خیر بن گیا

صحبتت چوں ہست زرِ دہ دہی | پیشِ خائن چوں امانت می نہی
جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے | خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوئے با اُو کُن کا ماتنہائے تو | ایمن آید از افول واز عتو
اُس سے عادت ڈال کر تیری امانتیں | مفقود ہونے اور تعدّی سے محفوظ ہوں

خوی با او کُن کہ خُو را آفرید | خو یہائے انبیا را پرورید
عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی | انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

برّہ بدہی رمہ بازت دہد | پرورندہ ہر صفت خود ربّ بود
تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلّہ لوٹاتا ہے | ہر صفت کا پرورش کرنیوالا خود اللہ (تعالےٰ) ہے

برّہ پیشِ گرگ امانت می نہی | گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیئے کے پاس امانت رکھتا ہے | بھیڑیئے اور یوسفؑ کو ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی | ہیں مکُن باور کہ ناید زُو بہی
بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے | خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی | عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے | انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو دو آلت دارد و خنثیٰ بود | فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہیجڑا ہے | یقیناً دونوں کا کام ظاہر ہو گا

اُو ذکر را از زناں پنہاں کُند | تا کہ خود را خواہرِ ایشاں کُند
وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے | تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ از مرداں بکف پنہاں کُند | تا کہ خود را جنسِ آں مرداں کُند
ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے | تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کُسِ مکتومِ او | شُلّہ سازیم بر خرطومِ او
خدا تعالےٰ نے فرمایا اُسکی اُس چھپی ہوئی فرج کو | ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

تو عورتوں والے آلۂ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شُلّہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ اہل بصیرت اُسکے دوغلے پن کو سمجھ جائینگے خدا اُنکو اُسکی ایسی علامتیں دکھا دیگا جنسے وہ اُسکے نفاق کو سمجھ لینگے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے ہم اُسکی ناک پر داغ لگا دینگے"۔ کُس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

ـــــــــــــ

۵۱ چوں زبے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اُس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبتت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اُسکو امانت نہ رکھ یعنی اِس صلاحیت کو غیر اللہ کیلئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہو جائے گی۔ اُفول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہو جانے سے اور عتو یعنی انکار سے ہوتا ہے۔ خُوی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور جس نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے انسان کو اُس سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔

۵۲ برّہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس امانت کرنیکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اُس کو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے عطا کریگا۔ گرگ۔ اگر اپنی صفات اور محبت کو تو نے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی بکری کا بچہ بھیڑیئے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اُسکے دو چہرے اِسی طرح ہوتے ہیں جیسا کہ خنثیٰ۔ اُسمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء تناسل ہوتے ہیں۔

۵۳ اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاتا ہے تو مرد والے آلۂ تناسل کو چھپاتا اور مردوں میں بیٹھتا ہے

تا کہ بینایانِ ما زاں دو دلال[1] — در نیاید از فنِ او در جوال

تاکہ ہمارے بینا ان دو ناز (و انداز) سے — اس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصل آں کز ہر ذکر ناید نری — ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نر میں مردانگی نہیں ہوتی ہے — خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن — کم شنو کاں ہست چوں سمِ کہن

میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں) — نہ سن کیونکہ وہ پرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر چشمِ روشن گویدت — جز غم و حسرت ازاں نفزویدت

وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے — اس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ نہ بڑھے گا

مر پدر را گوید آں مادر جہار — کز مکتب بچہ ام شد بس نزار

ماں علی الاعلان باپ سے کہتی ہے — کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

از زنِ دیگر گرش آوردہ — بروے ایں جور و جفا کم کردہ

اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا — تو اس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

از جز[2] از تو گر بدے ایں بچہ ام — ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم

اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا کسی عورت سے ہوتا — وہ عورت بھی یہی بکواس کرتی

ہیں بجہ زیں مادر و تیباے او — سیلیِ بابا بہ از حلواے او

خبردار! اس ماں اور اس کے افسون سے کود (بھاگ) — باپ کا طمانچہ اس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد — اولش تنگی و آخر صد گشاد

ماں نفس اور دانا عقل، باپ ہے — اس کی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس — تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس

اے عقل عطا کرنیوالے، مدد کر — جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہتا

ہم طلب[3] از تست و ہم آں نیکوئی — ما کئیم اول توئی آخر توئی

طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی — ہم کیا ہیں؟ اول تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش — ما ہمہ لاشیئم باچندیں تراش

تو ہی کہہ، تو ہی سن، تو ہی رہ — باوجود اس قدر تراش (خراش) کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجود — کاہلی جبر مفرست و خمود

اس حوالے سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھادے — جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

---

[1] جوال۔ بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل۔ جس طرح خنثیٰ، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دو ستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو بچہ کیلئے مضر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مر پدر۔ باپ بچہ کو تعلیم کیلئے مکتب بھیجتا ہے تو بچہ کی محبت میں ماں بچے کے باپ سے لڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر یہ بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اس پر تو اس قدر ظلم نہ کرتا۔

[2] از جز۔ باپ جواب دیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ ہست۔ انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اسلئے مولانا نے اسکے بیان کے بعد دعا شروع کر دی۔

[3] ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کیوجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ (ترجمہ) "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کر دیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھا دے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار سے نہیں ہے جو انسان کو کاہل اور سست بنا دیتا ہے

جبر باشد پرّ و بالِ کاملاں ¹ — جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں
جبر کاملوں کا پروبال ہے — جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را — آب مومن را و خوں مر گبر را
اس جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ — جو مومن کیلئے پانی اور کافر کے لئے خون ہے

بالِ بازاں را سوئے سلطاں برد — بالِ زاغاں را بگورستاں برد
شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لیجاتا ہے — کوؤں کو بازو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم — کو چو پازہر ست و پنداریش سم
اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ — کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اسکو زہر سمجھتا ہے

ہمچو ² ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش — رو ز محمودِ عدم ترساں مباش
اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچے کی طرح — چل، عدم کے محمود سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں در وئی — آں خیالت لاشئ و تو لاشئ
اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے — تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشئ بر لاشئ عاشق شدست — ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدست
ایک معدوم دوسرے معدوم پر عاشق ہو گیا ہے — معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں بروں شد ایں خیالات از میاں — گشت نامعقولِ تو بر تو عیاں
جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہو گئے — تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہو گیا

قَالَ النَّبِیُّ ³ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ
نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے
ھَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَھُمْ حَسْرَۃُ الْفَوْتِ
اُن کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشر — کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر
انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا — کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبنِ موت — بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت
اسکو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے — بلکہ اُس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

ہے بلکہ اعمالِ صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مر کر جائیگا اسکو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کیلئے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

¹ جبر۔ مولانا کئی بار سمجھا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے وہ باعث نجات ہے اور ایک جبر جبریوں کا عقیدہ ہے وہ گمراہی ہے۔ ہمچو۔ جبر محمود بھی ہے اور مذموم بھی اسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلئے پانی اور قبطیوں کیلئے خون ثابت ہوا۔ بالِ شہباز کے بازو اسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوؤں کے بازو اُن کو مردار کھانے کیلئے قبرستانوں میں لیجاتے ہیں۔ شرحِ عدم۔ سلطان محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونے کا ذکر کیا تھا اب پھر اسکی طرف رجوع کیلئے کہ تو اسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

² ہمچو۔ اِس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اس کیلئے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجود۔ جو اسوقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اِس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہو جائیگا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا

³ قال النبیؐ۔ اس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنے کے بعد مرنے پر افسوس نہ کرینگے کیونکہ ان کو معلوم ہو جائیگا وجود فانی کا فوت ہو جانا رنج کی بات نہیں

لَیسَ لِلْمَاضِینَ ھَمُّ المَوْتِ گفت
فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے

لیک شاں با حسرتِ فوت اند جُفت
لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را
کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟

مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را
ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از حَوَل
ہم نے بھینگے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا

آں خیالاتے کہ گم شُد در اجل
اُن خیالات کو جو موت میں گم ہو گئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست
اُن مردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے

زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
اس سے ہے کہ ہم نے نقوش (خیالی) میں بسر کی

ماندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف
ہم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے

کف ز دریا جُنبد و یابد عَلَف
جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را بَبَر
جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا

رَو بگورستاں رواں کفہا نگر
جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو کو جُنبش و جولانِ تاں
پھر کہہ کہ تمہاری جُنبش اور جولانی کہاں ہے؟

بحر افگندست در بُحران تاں
سمندر نے تمہیں تغیر میں مبتلا کر دیا ہے

تا[2] بگویندت بلب نے بل بحال
تاکہ وہ تجھ سے کہیں ہونٹ سے نہیں بلکہ حال سے

کہ ز دریا کن نہ ازما ایں سوال
کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج
نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے

خاک بے بادے کجا آید باوج
خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غبارِ نقش دیدی باد بیں
جبکہ تو نے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ

کف چو دیدی قلزمِ ایجاد بیں
جب تو نے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار
خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا

باقیت شحمے و لحمے پود و تار
تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب
تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی

لحمِ تو مخمور را نامد کباب
تیرا گوشت، مخمور کے لئے کباب نہ بنا

در گداز ایں جملہ تن را در بصر
نظر میں اس تمام جسم کو پگھلا دے

در نظر رو، در نظر رو، در نظر
نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں

---

[1] مخزن۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاحاصل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالم آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ماندیدیم۔ افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر بے روح اور فانی جھاگ کیوں نہ سمجھے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی وجہ سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔

[2] تا بگویندت۔ وہ حُباب اور کفِ دریا جواب دیں گے چونکہ وہ بالکل مُردہ ہیں، انکی زبان قال نہیں ہے اسلئے زبانِ حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اُس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالمِ امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کر سکتا ہے عالمِ امکان خاک ہے وہ بغیر ارادۂ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کر سکتا ہے۔

[3] چوں غبار۔ عالمِ امکان کو دیکھنے کے بعد نظرِ توحیدی پیدا کر یہ نظرِ توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کار آمد نہ آخرت میں نہ تیری چربی سے شمع بنتی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ درگداز۔ جبکہ تیرے اندر

یک[1] نظر دو گز ہمی بیند ز راہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دو گز دیکھتی ہے
یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر ہے (جس نے) دونوں جہان اور شاہ کا چہرہ دیکھا

درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار
ان دونوں میں لاتعداد فرق ہے
سرمہ جُو واللہُ اَعلمُ بالسِّرار
سرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

چوں شُنیدی شرحِ بحرِ نیستی
جب تونے عدم کے سمندر کی شرح سن لی
کوشش دائم تا دریں بحر ایستی
ہمیشہ کوشش کرتا کہ تو اس سمندر میں ٹھہر جائے

چونکہ[2] اصلِ کارگاہ ایں نیستی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے
کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے

جملہ اُستاداں پئے اظہارِ کار
تمام استاد کاریگری کے اظہار کے لئے
نیستی جُویند و جائے اِنکسار
عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں

لاجرم اُستادِ اُستاداں صَمَد
لامحالہ اُستادوں کا اُستاد، خدا
کارگاہش نیستی و لا بُوَد
اُسکا کارخانہ نیستی اور عدم ہوگا

ہر کجا ایں نیستی افزوں تر ست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے
کارِ حق و کارگاہش آں سَر ست
اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے

نیستی چوں ہست بالائیں طبق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے
بر ہمہ بُردند درویشاں سَبَق
درویش سب پر سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شُد بے جسم و مال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا
کارِ فقرِ جسم دارد نے سُوال
اعتبار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال

سائل[3] آں باشد کہ مالِ اُو گداخت
سوالی وہ ہوگا جس کا مال ضائع ہوگیا ہو
قانع آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
قانع وہ ہوگا جس نے اپنے جسم کو ہار دیا

پس ز درد اکنوں شکایت بر مدار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر
کُوست سُوئے نیست اسپے راہوار
کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے

ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن
ہم نے اِسقدر کہدیا اور باقی تو سوچ
فکر اگر جامد بُوَد رَو ذکر کُن
فکر اگر افسردہ ہو، جا ذِکر کر

ترک کے جو فضائل ہم نے بیان کئے ہیں انکے علاوہ فضائل پر تو غور کرے اور فکر و غور کو بیدار کرنے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر۔ ذکر فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جو ٹھٹھرے ہوئے کے لئے سورج کرتا ہے۔

[1] یک نظر۔ تاثر سے موثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا اس سے موثرِ حقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے پہلا درجہ نہیں ہے ان دونوں نظروں میں بہت فرق ہے۔ چوں شنیدی۔ اب پھر عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحرِ نیستی۔ یعنی عالمِ ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

[2] چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے۔ لا۔ معدوم۔ ہر کجا۔ جہاں نیستی زیادہ ہوگی وہاں اللہ تعالیٰ کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہوگی۔ بالائیں طبق۔ نیستی چونکہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہذا وہ سب سے سبقت لیگئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی لٹا دیا ہو اور مال کو بھی۔ کار فقر جسم۔ اصل فقیری جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلادے، نہ کہ بھیک مانگنا۔

[3] سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلایا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جسمانی درد اسکا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلیٰ مقام تک تجھے پہنچا دیگا۔ ایں قدر۔ نیستی اور

ذکر آرد فکر را در اہتزاز — ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز

ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے — ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنادے

اصل¹ خود جذبست لیک اے خواجہ تاش — کار کن موقوفِ آں جذبہ مباش

اصل خود کشش ہے، لیکن اے آقا بھائی! — کام کر، اس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ ترکِ کار چوں نازے بود — ناز کے درخورِ جانبازے بود

چونکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے — ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے رد اے غلام — امر را و نہی را می بیں مدام

اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو — ہمیشہ امر اور نہی کو دیکھتا رہ

مرغ² جذبہ ناگہاں پرّد ز عش — چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش

جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اڑے گا — جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھادے

چشمہا چوں شد گزارہ نورِ اوست — مغز ہا می بیند او در عینِ پوست

جب آنکھیں کھل گئیں، اس کا نور ہے — وہ بعینہ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرہ خورشیدِ بقا — بیند اندر قطرہ کل بحر را

وہ بقا کے سورج کو ذرے میں دیکھ لیتا ہے — سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بار دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت³ صوفی در قصاصِ یک قفا — سر نشاید باد دادن از عمیٰ

صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں — اندھے پن سے، سر نہ گنوانا چاہیے

خرقۂ تسلیم اندر گردنم — بر من آساں کرد سیلی خوردنم

تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے — جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کردیا ہے

دید صوفی خصمِ خود را سخت زار — گفت اگر مشتش زنم من خصم وار

صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا — سوچا اگر میں اسکے مخالفانہ گھونسا ماردوں

او بہ یک مشتم بریزد چوں رصاص — شاہ فرماید مرا زجر و قصاص

وہ میرے ایک گھونسے سے رانگ کیطرح بکھر جائیگا — شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرمادیگا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وتد — او بہانہ می کند تا در فتد

خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی — وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

¹ اصل۔ محض ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو عبادت اور ذکر میں مشغول رہنا چاہیے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہیے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اسکو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہیے جو خدا کے احکام ہیں انکی پابندی کرنی چاہیے۔

² مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کئے جائیگا تو جذب اپنے مقام سے اڑکر تیرے پاس آجائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا۔ جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کر لیتا ہے تو پھر اسکے افعال حضرت حق تعالیٰ کیطرف منسوب ہوجاتے ہیں۔ بیند۔ اس کو کائنات کے ہر ذرہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔

³ گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیمار کے طمانچہ ماردونگا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اس پر سر تسلیم خم کردینا پھر قاضی کے پاس اسلئے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر وہ ظلم نہ کرے۔ رصاص۔ رانگ۔ خیمہ۔ اس بیمار کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے گرجائے گا۔ وتد۔ کھونٹا جس سے خیمہ کی رسیاں باندھتے ہیں۔

بہرِ[۱] ایں مُردہ دریغ آید دریغ — کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ

افسوس پر افسوس ہوگا اِس مُردے کیوجہ سے — کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو

چوں نمیتانست کف بر خصم زد — عزمش آں شد کِش سُوئے قاضی برد

جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا — اُسکا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لیجائے

کہ ترازوئے حق ست وکیلِ او — زاں سُوی حق ست دائم میلِ او

کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیمانہ ہے — اِسی لئے ہمیشہ اُسکا جھکاؤ حق کی طرف ہے

مُخلص ست از مکرِ دیو و حیلاش — مامَن ست از قیدِ دیو و قیلاش

شیطان کے مکر اور اُسکے حیلہ سے خلاصی کا سبب ہے — شیطان کی قید اور اُسکے قول سے امن کا سبب ہے

ہست اُو مقراضِ احقاد و جدال — قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال

وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے — دو مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے

دیو[۲] در شیشہ کُند افسونِ اُو — فتنہ ہا ساکن کُند قانونِ اُو

اُسکا منتر، بھوت کو شیشے میں اُتار لیتا ہے — اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کردیتا ہے

چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع — سرکشی بگذارد و گردد تبع

جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی — سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بنجاتا ہے

ور ترازو نیست گر افزونیش — از قسم راضی نگردد آگہیش

اور اگر ترازو نہیں ہے اگر تو اسکو زیادہ دے — اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہوگی

کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش — از پئے بے دانشی و ابلہیش

اُسکی کھوکھلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہوگی — اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کیوجہ سے

ہست[۳] قاضی رحمت و دفعِ ستیز — قطرۂ از بحرِ عدلِ رُستخیز

قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے — قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے

قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد — لطفِ آبِ بحر ازُو پیدا بُوَد

قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے — اُس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہوجاتی ہے

از غبار ار پاک داری کلّہ را — تو زِ یک قطرہ بہ بینی دجلہ را

اگر تو کلّہ کو غبار سے صاف رکھے — تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے

جُزوہا بر حالِ کُلہا شاہد ست — چوں شفق غمّازِ خورشید آمد ست

اجزاء مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں — جس طرح شفق، سورج کی غمّاز بنی ہے

---

۱ بہرِ ایں۔ یہ بیمار جو مُردے کی طرح ہے اُس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے۔ کہ ترازو۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مُخلص۔ شیطان غاصب کو جو حیلہ و مکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اسکو ختم کردیتا ہے۔ ہست اُو۔ مدّعی اور مدّعیٰ علیہ کی جنگ و جدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلہ کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔

۲ دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے قاضی کے فیصلہ کے بعد اُس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چوں ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اُس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حصّہ سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہو تو ترازو کو دیکھکر اُسکی یہ تمنا ختم ہوجاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق قسمیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا ہے۔

۳ ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہوجاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنے چاہتا ہے تو اکلِ حلال کی عادت ڈال۔ جزوہا۔ اجزاء کُل پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جسطرح شفق سورج کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آں[1] قسم بر جسمِ احمد ﷺ راند حق — آنچہ فرمودہ ست کلا و الشفق

وہ قسم (اللہ تعالیٰ) نے احمد ﷺ کے جسم پر جاری فرمائی ہو — جو یہ فرمایا ہے کلا والشفق

مور بر دانہ چرا لرزاں بدے — گر ازاں یک دانہ خرمن در بدے

چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟ — اگر اُس دانہ کی بجائے، کھلیان میں ہوتی

بر سرِ حرف آ کہ صوفی بیدل ست — در مکافاتِ جزا مستعجل ست

مطلب پر آجا، کیونکہ صوفی بے دل ہے — بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافا غافلی

اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کئے ہیں کیونکر خوشدل ہو — بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہا — کہ فرو آویخت غفلت پردہا

یا وہ کارنامے تو بھول گیا — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے لٹکا دیئے ہیں

گر نہ[2] خصمیہاستے اندر قفات — جرمِ گردوں رشک بردے بر صفات

اگر تیرے درپے دشمنیاں نہ ہوتیں — تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برای آں حقوق — اندک اندک عذر میخواہ از عقوق

لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے — نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہا کر

تا بیکبارت نگیرد محتسب — آب خود روشن کن اکنوں یا محب

تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے — اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کر لے

رفتن صوفی سوی سیلی زنش و بردن او را بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت[3] صوفی سوی آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی بر دامنش

صوفی اپنے اس طمانچہ مارنے والے کی جانب روانہ ہوا — مدعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش بر قاضی کشاں — کایں خرِ ادبار را بر خر نشاں

اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا — کہ اس نحوست کے گدھے کو، گدھے پر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ او را دہ جزا — آنچنانکہ رائے تو بیند سزا

یا دُرّے کی مار سے اُس کو سزا دے — جس طرح تیری رائے مناسب سمجھے

کانکہ از زخمِ تو میرد در دمار — بر تو تاواں نیست باشد آں جبار

کیونکہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مر جائے — تجھ پر تاوان نہیں ہے، وہ (خون) معاف ہوگا

[1] آں قسم۔ قرآن پاک میں ہے فلا اُقسم بالشفق میں قسم کھاتا ہوں شفق کی۔ مولانا نے شفق سے آنحضور کا جسم اطہر مراد لیا ہے جو کہ روح احمدی کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے گم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اُس نے دانے سے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کبھی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ بر سر حرف۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا ہونے والا۔ مکافات، بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔

[2] گر نہ خصمیہا۔ اگر انسان اگر انسان مظالم سے پاک و صاف ہو تو اُس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید۔ عقوق۔ نافرمانی۔ محتسب۔ یعنی محاسب حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔

[3] رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ بر خر نشاں۔ رُسوا کرنے کے لئے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ دُرّہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مر جائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

کانکہ از زجرِ تو بیند مرگِ خویش[1]
جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے
فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش
دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حد و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد
قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا
نیست بر قاضی ضماں کو نیست خُرد
قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹا (آدمی) نہیں ہے

نائبِ حق ست و سایہ عدلِ حق
اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہے
آئینہ ہر مستحِق و مستحَق
وہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا آئینہ ہے

کو ادب از بہرِ مظلومے کند
کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے
نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود
نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لئے

چوں برائے حق و روزِ اجل ست
جبکہ اللہ اور قیامت کے لئے ہے
گر خطائے شد دیت بر عاقلست
اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

عاقلہ او کیست[2] دانی ہست حق
اس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے
سوئے بیت المال برگرداں ورق
بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ خود زند او ضامن ست
جو اپنے لئے مارے وہ ضامن ہے
آنکہ بہرِ حق زند او آمن ست
جو اللہ (تعالیٰ) کے لئے مارے وہ محفوظ ہے

گر پدر زد مر پسر را او بمُرد
اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا
آں پدر را خونبہا باید شمُرد
اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے

زانکہ او را بہرِ کارِ خویش زد
کیونکہ اس نے اپنے معاملہ کے لئے مارا
خدمتِ او ہست واجب بر ولد
اس کی خدمت، لڑکے پر واجب ہے

چوں معلم[3] زد صبی را شد تلف
جب استاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا
بر معلم نیست چیزے لا تخف
استاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں معلم نائب افتاد و امیں
وہ استاد نائب اور امین واقع ہوا ہے
ہر امیں را ہست حکمش ہمچنیں
ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ استا بر و
استاد کی خدمت اس پر واجب نہیں ہے
پس بزجرش نبود استا کار جو
تو اس کے مارنے میں استاد کام کا طالب نہیں ہے

---

[1] کانکہ۔ بعض علماء کے نزدیک حدِ شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ نیست خرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مستحِق۔ صیغہ اسم فاعل مدعی۔ مستحَق۔ صیغہ اسم مفعول مدعیٰ علیہ۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لئے سزا دیتا ہے۔ چوں۔ مجرم کے مر جانے پر کسی طرح کا ضمان نہ ہونا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اس کا بیان ہے۔ روزِ اجل۔ قیامت کا دن۔

[2] عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لئے تھی لہٰذا اس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اس کا عاقلہ اللہ تعالیٰ ہے۔ برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائیگی۔ آمن۔ قاضی بہرحال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ گر پدر۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر بیٹے کا خونبہا واجب ہے۔

[3] چوں معلم۔ استاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے استاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر استاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا انکے مطالبہ میں سمجھا جا سکے، باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اسکا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کا مرجوح قول ہے صاحبین کے نزدیک باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

وَر پدر زد از برائے خود زدست
اگر باپ نے مارا تو اپنے لئے مارا ہے

لاجرم از خونبہا دادن نرست
لا محالہ خونبہا دینے سے نہ چھوٹا

پس[1] خودی را سَر ببُر با ذوالفقار
تو ذوالفقار سے خودی کا سَر کاٹ دے

بیخودے شو فانی و درویش وار
درویش کی طرح بے خود اور فانی بن جا

چوں شدی بیخود ہر آنچہ تو کُنی
جب تو بے خود ہو گیا جو کچھ تو کرے گا

مَا رَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ ایمنی
جب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا تو محفوظ ہے

آں ضماں بر حق بُود نے بر امیں
وہ تاوان اللہ پر ہوگا نہ امانت دار پر

ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
اُس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

ہر دُکانے[2] راست سودائے دگر
ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے

مثنوی دُکانِ فقر ست اے پسر
اے بیٹا! مثنوی فقر کی دکان ہے

در دکانِ کفش گر چرم ست خوب
موچی کی دکان میں اچھا چمڑا ہے

قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب
اگر تو نے لکڑی دیکھی تو جوتے کا فرما ہے

پیشِ قزازاں[3] خزِ ادکن بُود
ریشمین کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کالا کپڑا ہوگا

بہرِ گز باشد اگر آہن بُود
اگر لوہا ہوگا تو گز کے لئے ہوگا

مثنویِ ما دکانِ وحدت ست
ہماری مثنوی وحدت کی دکان ہے

غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بت ست
واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بت ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را
بت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لئے

ہمچناں داں کالغرانیق العُلیٰ
ایسا ہی سمجھ جس طرح "الغرانیق العلیٰ" کا قصہ

خواندش در سورۂ والنجم زود
اُس کو سورۂ والنجم میں جلدی سے پڑھ دیا

لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبود
لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

جملہ[4] کفار آں زماں ساجد شدند
اُس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے

ہم سرے بُود آنکہ سَر بر در زدند
راز بھی تھا کہ انھوں نے در پر سَر رکھ دیا

بعد ازیں حرفیست پیچاپیچ و دور
اِس کے بعد پیچ در پیچ حرف ہے

با سلیماں باش و دیواں را مشور
حضرت سلیمانؑ کے ساتھ رہ شیطانوں کو شورش میں مبتلا نہ کر

---

[1] پَس۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ بیخودے شو۔ جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائیگا تیرا فعل اپنا فعل نہ رہے گا۔ ہر دکانے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہیں اسی لئے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔

[2] در دکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو لکڑی کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر لوہے کا گز ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[3] قزاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنیوالا۔ خزِ ادکن۔ ریشمی کالا کپڑا۔ غرض یہ۔ مثنوی صرف توحید کی دکان ہے توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ مذکور ہے وہ بُت ہے۔ بت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بُت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلیٰ جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جزو نہ تھا، محقق محدثین اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں۔

[4] جملہ کفار۔ جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدہ میں گر گئے، اسیطرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کا بھی ان کو اتفاق ہو جاتا ہے۔ بعد ازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں اور باتیں بیان کیجا سکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ انکے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیئے ورنہ شبہات پیدا کرنیوالے مزید شبہات پیدا کریں گے لہٰذا گریز کرو۔

ہیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار — واں ستمگارِ ضعیف زار زار

خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا — اور کمزور، لاغر، ظالم کا

ہم در تقریر قصہ قاضی و صوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[1] قاضی ثبتِ العرش اے پسر — تا بروں نقشے کنم از خیر و شر

قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت بچھا — تاکہ میں اس پر بھلے اور برے کا نقش قائم کر لوں

کو زننده کو محلِ انتقام — ایں خیالے گشتہ است اندر سقام

مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟ — یہ تو بیماری میں خیال بن کر رہ گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و اغنیاست — شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست

شرع زندوں اور مال والوں کے لئے ہے — قبرستان کے باشندوں کے لئے شرع کہاں ہے؟

آں[2] گروہے کز فقیری بے برند — صد جہت زاں مردگاں فانی ترند

وہ گروہ جس نے فقیری کا پتہ لگا لیا ہے — سو حیثیتوں سے مردوں سے زیادہ فانی ہیں

مردہ از یک روست فانی در گزند — صوفیاں از صد جہت فانی شدند

مردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے — صوفیا سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و ایں سیصد ہزار — ہر یکے را خونبہائے بے شمار

موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ — ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا — ریخت بہرِ خونبہا انبارہا

اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے — خونبہا کے لئے انبار بہا دیئے ہیں

ہمچو جرجیس[3] اندر ہر یک در سرار — کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار

باطن میں ہر ایک، جرجیس کی طرح ہے — ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا

کشتہ از ذوقِ سنانِ دادگر — می بزارد کہ بزن زخمِ دگر

منصف کی بھالے کے ذوق سے مقتول — روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست — کشتہ بر قتلِ دوم عاشق ترست

خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی بہ نسبت — دوسرے قتل پر، یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضادار حیم — حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم

قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں — میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں!

---

[1] گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا تم مجھ پر قاضی طیبہ کو متعین کر۔ ثبت۔ مشہور مثل ہے، ثبّت العرش ثم انقش، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ متعین کر۔ کو زننده۔ یہ تو محض خیالی انسان رہ گیا ہے اس سے بدلہ کہاں لیا جا سکتا ہے بشرع جسمان اور تاوان تو زندہ اور مالدار سے لیا جا سکتا ہے مردے سے نہیں لیا جا سکتا۔

[2] آں گروہے۔ مولانا نے ان درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقام فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مردہ ہیں حقیقی مردہ تو محض ایک مرض سے مردہ بن جاتا ہے۔ مرگ۔ (شعر)

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

ریخت۔ چونکہ اللہ ان کو قتل کرتا ہے اس نے خونبہا میں محبت اور قرب کے خزانے عطا کر دیئے ہیں۔

[3] جرجیس۔ ان کو خدا وقت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم ان کو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ وجود جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جیسی زندگی سے محبت ہوتی ہے۔ گفت۔

ایں بصورت گر نہ در گورست پست — گورہا در دودمانش[1] آمدہ است
یہ اگرچہ بظاہر قبر میں دبا ہوا نہیں ہے — بہت سی قبریں اُس کے خاندان میں ہیں

بس بدیدی مُردہ اندر گور تو — گور را در مُردہ بیں اے کور تو
تُو نے قبر میں بہت سے مُردے دیکھے ہیں — اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

گر ز گورے خشت بر تو اُوفتاد — عاقلاں از گور کے خواہند داد
اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے — عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

بر ُردِ خشم و کینۂ مُردہ مگرد — ہیں مکُن با نقشِ گرمابہ نبرد
مُردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو — خبردار! حمام کی تصویر سے نہ جھگڑ

شُکر کُن کہ زندہ بر تو نزد — کانکہ زندہ رد کند حق کرد رد
شُکر ادا کر، کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا — کیونکہ جس کو زندہ رد کردے اللہ (تعالیٰ) رد کرتا ہے

خشمِ[2] اَحیا خشمِ حق و زخمِ اوست — کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے — کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باللہ ہے

حق بکُشت اُو را و در پاچہ اش دمید — پوستش از سر چو قصّاباں کشید
اللہ تعالیٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک بھردی — قصائیوں کی طرح اوپر سے کھال کھینچ لی

نفخ در وے باقی آمد تا مآب — نفخِ حق نبُود چو نفخ آں قصاب
اُس میں قیامت تک پھونک باقی رہی — اللہ (تعالیٰ) کا پھونک بھرنا قصائی کے پھونک بھرنے کی طرح نہیں ہے

فرق بسیارست بین النفختین — اینہمہ زین ست واں سر جملہ شین
دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے — یہ بالکلیہ خوبی ہے وہ اور اس جانب برائی ہے

ایں حیات از وے برید و شد مضر — واں حیات از نفخِ حق شد مستمر
اِس نے اُس سے زندگی جُدا کردی اور مضر ہوئی — وہ زندگی اللہ (تعالیٰ) کی پھونک سے دائمی ہوگئی

ایندم[3] آں دم نیست کاید آں بشرح — ہیں برآ زیں قعر چہ بالائے صرح
یہ پھونک وہ پھونک نہیں ہے جس کی تشریح ہو سکے — خبردار اکنویں کی اِس گہرائی سے قلعہ کے اوپر آجا

نیستش بر خر نشاندن مجتہد — نقش ہیزم را کسی بر خر نہد
اُس کو گدھے پر سوار کرنا، ممکن اجتہاد نہیں ہے — ایندھن کے نقش کو کوئی گدھے پر لادتا ہے

بر نشستِ اُو نہ پشتِ خر سزد — پشتِ تابوتیش اولیٰ تر سزد
اسکی نشست کیلئے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے — تابوت کی پشت اُس کے لئے زیادہ لائق ہے

---

[1] دودمانش۔ یعنی اِس مدّعیٰ علیہ کا جسم۔ گور۔ کیونکہ صوفی اُس کو مُردہ نہ سمجھ رہا تھا اس لئے اُس کو کور کہا ہے۔ گر۔ جبکہ مدّعیٰ علیہ مجسّم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آپڑے تو اُس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ مدّعیٰ علیہ مُردہ ہے تو اُس پر غصّہ نہ کر یا تو وہ محض ایک بے جان تصویر ہے اُس سے جھگڑا کرنا بیوقوفی ہے۔ زندہ۔ اب اُس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقا اور زندگی بحق حاصل ہوگئی ہو اُس کا ظاہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

[2] خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکُشت۔ اِس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اُس کو رذائلِ بشری سے پاک کردیا اور پھر اُس میں نفخ روح کردیا۔ قصّاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اُسمیں پھونک بھرتے ہیں تاکہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت چکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ۔ قصائی اور اللہ کے پھونک بھرنے میں فرق ہے۔ اینہمہ۔ اللہ کا قتل کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے اور قصائی کا معاملہ بُرا ہے اسلئے کہ قصائی اسکی زندگی ہمیشہ کیلئے ختم کرکے پھونک بھرتا ہے۔

[3] ایندم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اسکی شرح نہیں ہو سکتی تو اِس

ظلمؑ چہ بُود وضعِ غیرِ موضعش
ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اُس کا رکھنا

ہیں مکُن دَر غیرِ موضع ضائعش
خبردار! غیر جگہ میں اُس کو برباد نہ کر

۱۱

گفت صُوفی پس رَوا داری کہ اُو
صوفی نے کہا تو پھر تم اِس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے

سیلیم زَد بے قصاص و بے تسُو
میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دمڑی کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش
کب جائز ہوگا کہ ہر ریچھ بے آبرو

صُوفیاں را صفع اندازد بَلاش
صوفیوں کے طمانچہ کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی را چہ باکؔ از صفع خیز
اس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا، اُٹھ

باچنیں بیمار کمتر کُن ستیز
ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی تو چہ داری بیش و کم
قاضی نے کہا، تو کم و بیش کیا رکھتا ہے؟

گفت دارم در جہاں من شش دِرم
اس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ درم توؔ خرچ کُن
قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کرلے

آں سہ دیگر را بدُو دہ بے سُخن
دوسرے تین، اُس کو بغیر حجت دیدے

زار و رنجور ست و درویش و ضعیف
کمزور اور بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے

سہ درم باید ترا بہرِ رغیف
تین درہم روٹی (کھانے) کیلئے تجھے چاہئیں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل
قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں تھے

لیک آں رنجور بر گشتہ سبیل
لیکن وہ بیمار، راستے سے بھٹکا ہوا

بر قفائے قاضی اُفتادش نظر
اُس کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی

از قفائے صُوفی آمد خوب تر
صوفی کی گُدی سے بہتر معلوم ہوئی

راستؔ میکرد از پئے سیلیش دست
اُس کے طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ سیدھا کیا

کہ قصاصِ سیلیم ارزاں شُدست
کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہوگیا ہے

سُوئے گوشِ قاضی آمد بہرِ راز
راز کی بات کے لئے قاضی کے کان کے پاس آیا

سَیلئے آورد قاضی را فراز
قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہر شش را بگیرید اے دو خصم
بولا اے دونوں مخالفو! تم سب پورے چھ لے لو

مَن شوم آزاد و بے خرخاش و وصم
میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہوجاؤنگا

۵۱ ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو اُس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اِس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اُس کا جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اِس کو اِس طرح چھوڑ دینگے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مار دیا کرے گا۔ بلاش۔ بلاشئ یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا کہ صوفی تو بہت مجاہدے کرتا ہے ایک طمانچہ کی اُس کو کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہو جانا چاہیے پھر بھی تجھے کچھ دلائے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے۔ بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔
۵۲ تو خرج کُن۔ قاضی نے بیمار سے کہا اِن چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لئے رکھ لے اور تین صوفی کو دیدے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور کمزور ہے تو تین درہم اِس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کیلئے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی اودھر اُس بیمار کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی جو اُسکو طمانچہ مارنے کیلئے صوفی کی گُدی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔
۵۳ راست۔ اُس بیمار نے یہ طے کر کر طمانچہ کا عوض تو بہت سستا ہو گیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کیلئے تیار کیا صوفی۔ قاضی کے پاس اِس طرح پر آیا جیسے اُس سے کوئی راز کی بات کہے گا اور قاضی کی گُدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مار کر بیمار بولا اب تم دونوں مدعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سب مال چلا جائیگا تو نہ کوئی خرخشہ باقی رہیگا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

تیرہ[1] شُدنِ قاضی از سیلیِ آں درویشِ رنجورو
اُس بیمار فقیر کے طمانچے سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی

سرزنش کردن صُوفی قاضی را
کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صُوفی گفت ہی — حکمِ تو عدل ست لاشک نیست غی

قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا، ہائیں — آپ کا حکم بیشک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ[2] نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں — چوں پسندی بر برادر اے امیں

اے دین کے شیخ: جو آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے — اے امانتدار! بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں؟

ایں ندانی کز پئے من چہ کنی — ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی

آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لئے جو کنواں کھودیں گے — اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَنْ حَفَرَ بِئْرًا نخواندی از خبر — آنچہ خواندی کن عمل جانِ پدر

حدیث میں آپ نے مَنْ حَفَرَ بِئْرًا نہیں پڑھا — اے جانِ پدر: جو آپنے پڑھا ہے اُس پر عمل کیجئے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا — کو ترا آورد سیلے در قفا

فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا — جس نے آپ کی گُدّی پر طمانچہ وارد کیا

وایِ بر احکامِ دیگر ہائے تو — تاچہ آرد بر سر و بر پایِ تو

ہائے، آپ کے دوسرے فیصلے — آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے؟

ظالمے[3] را رحم آری از کرم — کہ برایِ نفقہ بدہش سہ درم

آپ نے کرم کر کے ظالم پر رحم کیا — کہ اُس کے خرچ کے لئے تین درہم دیئے

دستِ ظالم را ببرّ چہ جایِ آں — کہ بدستِ اُو نہی حکم و عناں

ظالم کا ہاتھ کاٹ، بجائے اس کے — تونے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دیدی

تو بداں بُزمانی اے مجہول داد — کہ نژادِ گرگ را اُو شیر داد

اے مجہول العدل! تو اُس بکری کی طرح ہے — کہ بھیڑیئے کے بچے کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را
قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا — ہر قفا و ہر جفا کآرد قضا

قاضی نے کہا ہماری رضامندی ضروری ہے — ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

---

[1] تیرہ شدن۔ قاضی طمانچہ کھا کر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا، حکم تو بیشک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا اُس میں کوئی گمراہی نہ تھی اُس فیصلہ کو آپ کو بھی بلا تامّل قبول کرنا چاہیئے۔

[2] آنچہ۔ ہرچہ بر خود نہ پسندی بدیگراں پسند مکن مشہور مقولہ۔ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِأَخِيهِ فَقَدْ وَقَعَ فِيهِ جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرا۔ آپ کا فیصلہ خود تیرے لئے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ وائے۔ یہ تو ایک فیصلہ کی پاداش تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

[3] ظالمے۔ تو نے ظالم کو خرچ کے تین۳ درہم دلائے۔ دست۔ ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیئے تھا نہ کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دینا۔ تو بداں۔ تیری مثال تو اُس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیئے کے بچے کو بکری کا دودھ پلا کر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اُسکی بکری کو کھا گیا۔ گفت قاضی۔ قاضی نے کہا قضاءِ خداوندی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکم زبر[1]
کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں

گرچہ شد رویم ترش کالحق مر
اگرچہ میرا چہرہ ترش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست وچشم ابروش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے

ابر گرید باغ خندد شاد وخوش
ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتاب خیرہ خند
قحط کے سال میں بیباکی سے ہنسنے والے سورج سے

باغہا در مرگ وجانکندن رسند
باغ موت اور جان کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زامرِ حق وابکوا کثیرا خواندہ[2]
"اور زیادہ روؤ" تو نے خدائی حکم پڑھا ہے

چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندہ
بھنی ہوئی سری کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع
تو گھر کی روشنی ہوگا، شمع کی طرح

گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع
اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں ترش روئیِ مادر یا پدر
ماں باپ کی ترش روئی

حافظِ فرزند شد از ہر ضرر
ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان بنی

ذوقِ خندہ دیدۂ اے خیرہ خند
اے بیہودہ ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا

ذوقِ گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند
رونے کا مزا دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں[3] جہنم گریہ آرد یادِ آں
جب جہنم کی یاد رُلائے

پس جہنم خوشتر آید از جناں
تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہا آمد کتیم
ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں

گنج در ویرانہا جو اے سلیم
اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند
مزا غموں میں ہے انھوں نے نشان گم کر دیا ہے

آبِ حیواں را بظلمت بردہ اند
آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

بازگونہ نعل در رہ تا رباط
راستہ میں منزل تک اُلٹے نعل ہیں

چشمہا را چار کن در احتیاط
احتیاط میں چار آنکھیں کر لے

چشمہا را چار کن در اعتبار
عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کر لے

یار کن با چشمِ خود دو چشمِ یار
یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنا لے

امرھم شوریٰ بخواں اندر صحف
پاروں میں امرھم شوریٰ پڑھ لے

یار را باش ومکن از ناز اُف
یار کا ہو جا اور ناز سے اُف نہ کر

لے زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ الحق مر۔ صحیح بات کڑوی لگتی ہے۔ ایں دلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

لے زامرِ حق۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا، چاہئے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ سرِ بریاں۔ جب سری کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سُکڑ کر دانت کھل جاتے ہیں۔ روشنی۔ موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوق۔ یادِ الٰہی میں رونے میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

لے چوں۔ جہنم کا خوف رُلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوق۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہو جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ بازگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لئے جوتوں میں اُلٹے نعل لگا لئے جاتے ہیں۔ رباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑے تب نشانِ منزل کا پتہ چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے لئے اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھیں شامل کرے۔ امرھم۔ صحابہ کیلئے فرمایا گیا ہے کہ وہ باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ اُف۔ شیخ سے بے نیازی نہ برت۔

یارؔ باشد راہ را پُشت و پناہ — چونکہ نیکو بنگری یار ست راہ

یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے — جب تو غور کرے گا یار، راستہ ہے

چونکہ در یاراں رسی خامُش نشیں — اندراں حلقہ مکُن خود را نگیں

جب تو یاروں میں پہنچے چُپ بیٹھ جا — اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگ نہ بنا

در نمازِ جمُعہ بنگر خوش بہوش — جُملہ جمع اند و یک اندیش و خموش

جمُعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے — سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سُوی خاموشی کشاں — چوں نشاں جوئی مکُن خود را نشاں

سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا — جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبرؐ کہ در بحرِ ہموم — در دلالت دال تو یاراں را نجوم

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں — تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشمؔ در استارگاں نہ، رہ بجُوی — نُطق تشویشِ نظر باشد مگوی

ستاروں پر آنکھ جما دے، راستہ تلاش کر — بولنا دیکھنے کے لئے پریشان کن ہوتا ہے نہ بول

گر دو حرفِ صدق گوئی اے فلاں — گفتِ تیرہ در تبع گردد رواں

اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا — مکدر گفتگو پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام — فی شجُونٍ جرّہٗ جرُّ الکلام

اے حیران! یہ تو نے نہیں پڑھا کہ گفتگو — مختلف شعبوں میں ہے گفتگو کو کھینچنا اسکو کھینچتا ہے

ہیںؔ مشو شارع دراں حرفِ رشد — چوں سخنُ بیشک سخن را می کشد

خبردار! تو اُس بھلی بات کو شروع کرنیوالا نہ بن — کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بگشادی دہاں — از پئے صافی شود تیرہ رواں

جب تو نے منہ کھول دیا، تیرے قابو میں نہیں ہے — صاف کے پیچھے، مکدر روانہ ہو جاتا ہے

آنکہ معصوم رہِ وحیِ خداست — چوں ہمہ صافست بکشاید رواست

جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے — جبکہ وہ سب صاف ہے (منہ) کھولے تو مناسب ہے

زانکہ مَا یَنطِقُ رسُولُ بِالھَویٰ — کے ہوا زاید ز معصُومِ خدای

کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا — خدائی معصوم سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے؟

معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ مَا یَنطِق۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ وہ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو اُن کو بھیجی جاتی ہے۔"

۱ؔ یار۔ شیخ راستہ کا مددگار ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے۔ چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خود نمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کر۔ صحبتِ پیر از ذکر و فکر برترست۔ "در نماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی سے خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جس کی اقتداء کی ہدایت یافتہ بنے۔

۲ؔ چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہو گی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کرو گے۔ بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گر دو حرف۔ عام حالت میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے تو اُن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ الکلام فی شجون۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوا کرتی ہے جرّہٗ جرّ الکلام۔ کلام کا دراز کرنا اُس کو کھینچ لاتا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے

۳ؔ ہیں۔ انسان بھلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی درازی اُس کو بُری بات تک پہنچا دیتی ہے۔ نیست۔ جب ٹونٹ کھولکر بوتل کو خالی کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے۔ آنکہ۔ یہ صرف

خویشتن را ساز منطیقے[1] زحال — تا نگردی ہمچو من سُخرہ مقال

اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنائے — تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردنِ صوفی از قاضی

صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چوں زیک کان ست زر — ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر

صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے — یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست — ایں چرا ہشیار و آں مست آمدست

جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے — یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے؟

چوں[2] زیک دریاست ایں جوہا رواں — ایں چرا نوش ست و آں زہرِ دہاں

یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں — یہ شہد اور وہ منہ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمسِ بقاست — صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست

جبکہ سب نور آفتابِ بقا کے ہیں — سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں زیک سرمہ است ناظر را کحل — از چہ آمد راست بینی و حول

جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمے سے ہے — صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دار الضرب را سلطاں خداست — نقد را چوں ضرب خوب و ناروا ست

جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے — سکے پر کھرا ٹھپہ اور کھوٹا ٹھپہ کیوں ہے؟

چوں[3] خدا فرمود رہ را راہِ من — ایں خفیر از چیست و آں یک راہ زن

جبکہ خدا نے فرمایا راستہ، میرا راستہ ہے — یہ راہنما اور راہزن کیوں ہے؟

از یک اشکم چوں رسد حبر و سفیہ — چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ

ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ — جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار — صد ہزاراں جنبش از عینِ قرار

اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ — لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتن آں قاضی صوفی را

قاضی کا اُس صوفی کو جواب دینا

---

[1] منطیقے زحال۔ زبانِ حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تا نگردی۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوبِ مقال کہا ہے۔ سوال پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہیے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذاتِ خداوندی جبکہ واحد بیطرہے تو اس سے متضاد چیزوں جفا و وفا، سخط و رضا، منع و عطاء کا صدور کسطرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔

[2] چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذاتِ باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سُرمہ سے سُرمگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ۔ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔

[3] چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستے کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک اشکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدتے۔ خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اس سے اِسقدر کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوئی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحدِ حقیقی سے اِسقدر کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مُستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفتِ قاضی صوفیا خیرہ مشو [1]
قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو

یک مثالے در بیانِ ایں شنو
اِس کے بیان میں ایک مثال سُن لے

ایں ببیں و حالِ آں را نیک داں
یہ دیکھ لے اور اُس کے حال کو خوب جان لے

ور نہ بینی حال را نیکو بخواں
اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ بیقراری عاشقاں
جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری

حاصل آمد از قرارِ دلستاں
معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

اُو چو کُہ در ناز ثابت آمدہ
وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے

عاشقاں چوں برگہا لرزاں شُدہ
عاشق پتّوں کی طرح لرزتے ہیں

خندہ اُو گریہ ہا انگیختہ
اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کئے

آبروئش آبروہا ریختہ
اُسکے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد
یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح

بر سرِ دریائے بیچوں می طپد
بے کیفیت دریا کے اوپر حرکت کرتی ہیں

ضِدّ و نِدّش نیست در ذات و عمل [2]
اُس کا ضد اور نِد ذات اور فعل میں نہیں ہے

زاں بپوشیدند ہستیہا حُلل
اِسی لئے موجودات نے لباس پہن لئے ہیں

ضِد ضِد را بُود ہستی کے دہد
ضِد، ضِد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟

بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد
بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

نِد چہ بُود مِثل ہمثلِ نیک و بد [3]
نِد کیا ہے؟ مِثل ہے، نیک اور بد کی مِثل

مِثل مِثلِ خویشتن را کے کند
مِثل، اپنی مِثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مثل آمدند اے متقی
اے پرہیزگار! جبکہ دو چیزیں مِثل ہیں

ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

بر شمارِ برگِ بستاں ضِدّ و نِدّ
ضِد اور نِد باغ کے پتّوں کی شمار پر

چوں کفے بر بحرِ بے نِدست و ضِدّ
بے نِد اور بے ضِد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرد و ماتِ بحر
سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ

چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر
کیف سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

مِثل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نِد مثل کو کہتے ہیں اور ایک ہستی اپنے مثل کو وجود عطا نہیں کرسکتی کیونکہ دونوں یکساں ہیں تو ایک کو خالق اور دوسرے کو مخلوق کہنا بلاوجہ ترجیح ہے جو باطل ہے۔ بر شمار۔ اب پھر سابق مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ تمام ممکنات جو ایک دوسرے کی ضد اور نِد ہے بحرِ وحدت پر جو بے ضد و نِد ہے م

[1] گفتِ قاضی۔ قاضی نے کہا ذاتِ غیر متغیر اور غیر متضاد کا، متغیر اور متضاد چیزوں کے مبدا بننے سے حیران نہ ہو ایک مثال سُن لے اور حال کو سمجھ لے۔ ہمچنانکہ۔ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا مبداء ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتّوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا مبداء ہے تو اِن باتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ مبداء اور اسکے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذاتِ باری تعالےٰ جو عوارض سے منزہ ہے۔

[2] ضِد و نِد۔ مبداء اور اثر، علّت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہیئے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبدا جو ذاتِ واحد ہے اور اُسکے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکی ذات اور افعال میں اُسکا مثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذاتِ باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اِسی لئے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضِد۔ ایک ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کرسکتا ہے یعنی اُسکی علّت نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔

[3] نِد۔ ذاتِ باری کا ہمتا ہو

کمترینِ[1] لعبتِ اُو جانِ تُست
تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے

ایں چگونہ و چون جاں کے شُد درست
جان کے لئے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں
ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے

زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
اِس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مضیقِ چند و چُوں
وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتا ہے؟

عقلِ کُل آنجاست از لَا یَعْلَمُوْنَ
وہاں عقلِ کل (بھی)، ناواقفوں میں سے ہے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد[2]
عقل، جسم سے کہتی ہے کہ اے بے روح

بُوئے بُردی ہیچ ازاں بحرِ معاد
تو نے اِس بحرِ معاد کا کچھ پتہ پایا؟

جسم گوید من یقیں سایہ توام
جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں

یاری از سایہ کہ جُوید جانِ عم
اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں نہ آں حیرت سرا است
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے

کہ سزا گستاخ تر از ناسزا است
کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[2] جا آفتابِ انورے
اِس جگہ روشن سورج

خدمتِ ذرّہ کُند چوں چاکرے
خادم کی طرح ذرے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سُو پیشِ آہو سر نہد
یہاں شیر، ہرن کے سامنے سر رکھ دیتا ہے

باز ایں جا پیشِ تیہو پر نہد
یہاں باز، تیتر کے سامنے پر بچھاتا ہے

ایں ترا باور نیاید مصطفےٰؐ
(اگر) تجھے اِس کا یقین نہیں ہے (تو) مصطفیٰؐ

چوں ز مسکیناں ہمی جُوید دعا
مسکینوں سے دعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر بگوئی[3] از پئے تعلیم بُود
اگر تو کہے سکھانے کے لئے تھی

عینِ تجہیل از چہ رُو تفہیم بُود
بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار
بلکہ وہ جانتے تھے کہ لاتعداد خزانہ

در خرابیہا نہد آں شہریار
وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

کرتا ہے سورج ذرے کی خدمتگاری کرتا ہے۔ شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلہ میں عاجز ہے۔ ایں ترا۔ یہی وجہ ہو کر آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کرلینا ـــــ [3] گر بگوئی۔ آنحضورؐ کی دعا کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کیلئے نہ تھی بلکہ بسا اوقات آنحضورؐ اپنے مقام سے تنزل اختیار کرتے تھے اور تعلیم امت کیلئے اِس قسم کا طریقہ اختیار کرلیتے تھے تو مطلب یہ ہوگا آنحضورؐ نے یہ طریقہ اِسلئے اختیار کیا تا کہ امت کو تعلیم دیں کہ تمہیں کامل فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مسلّم ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کرسکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ آنحضورؐ کا دعا کیلئے فرمانا تعلیم کیلئے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں۔

[1] کمترین۔ روح اُس کی معمولی مخلوق ہے اُس کی حقیقت اور کُنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے پس جہاں وہ ذاتِ باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں مقید نہیں ہو سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقلِ کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ "اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے" عقل گوید۔ جب عقلِ کامل کا یہ حال ہو تو عام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر رُوح کے بے جان ہے۔ بحرِ معاد۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ سایہ۔ یعنی تابع۔ عقل گوید۔ جسم کا جواب سن کر عقل کہتی ہے کہ ذاتِ باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں قابلِ ادراک اور ناقابلِ ادراک یکساں ہیں۔
[2] اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابلِ ادراک سے ذاتِ باری کی کُنہ معلوم کرنی چاہی تھی اور اس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے؟ تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ ویست
بدگمانی، اُس کا اُلٹا نعل ہے

گرچہ ہر جزویش جاسوسِ ویست
اگرچہ اُس کا ہر جز اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد
بلکہ درحقیقت، حقیقت غائب ہوگئی

زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد
اِس لئے ستر بلکہ سَو فرقے ہوگئے

با تو قُل مَا شِئْتَ خواہم گفت ہاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا، خبردار!

صوفیا خوش پہن بکشا گوشِ جاں
اے صوفی! جان کے کان کو خوب کھول لے

مر ترا ہر زخم کاید ز آسماں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے

منتظر می باش خلعت بعد ازاں
اس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صفا را ہم ببیں
تو نے وہ طمانچہ تو دیکھا، خلوص بھی دیکھ لے

گر[2] دِراں با گردن آمد اے امیں
اے امین! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

کو نہ آں شاہ ست کت سیلی زند
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے

کہ نہ تاج و تخت بخشد مستند
اور سہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جملہ دنیا را پرِ پشہ بہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پَر ہے

سیلئے را رشوتِ بے منتہا
ایک طمانچہ کا عطیہ لاتعداد ہے

گردنت زیں طوق زرّینِ جہاں
تو اپنی گردن دنیا کے اِس زرّیں طوق سے

چست در دزد و ز حق سیلی ستاں
جلد نکال لے، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں[3] قفاہا کانبیا برداشتند
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کئے ہیں

زاں بلا سرہائے خود افراشتند
اُس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ
لیکن اے جوان! تو اپنے اندر موجود رہا کر

تا بخانہ او بیابد مر ترا
تاکہ وہ تجھے گھر میں پالے

ورنہ خلعت را برد او باز پس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا

کہ نیا بیدم بخانہ ہیچ کس
کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا

خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالےٰ کسی سے دنیا کی کوئی چیز چھینتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پَر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کردیتا ہے۔ طوقِ زرّیں۔ یعنی دنیا کی نعمتیں ــــــــ [3] آں قفاہا۔ انبیاء نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ اُن کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیک۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے ذریعہ رجوع ہو۔ تا بخانہ۔ وہ تیرے قلب پر فیضان کرے گا۔ ورنہ۔ اگر حضورِ قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہوجائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کردی جاتی۔

[1] بدگمانی۔ رخہ

غالب ساؤن جہان را بگمان شگر
توبردانی کہ درین گرد سوارے باشد

ساکین اور بظاہر حقیر انسانوں کے ساتھ بدگمانی اُلٹا نعل ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کرلیتا ہے اگرچہ عقلمند انسان کی نظر میں اُس کا جز جز جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ بل۔ بدگمانوں کے لئے یہ معکوس نعل صرف اُلٹا نشان ہی نہیں ہے بلکہ ان کی نگاہ ہوں سے حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اس لئے اُن کے ستر بلکہ سَو فرقے بن گئے ہیں۔ با تو۔ قاضی کے اُس جواب کی طرف عود ہے کہ راضی بالقضاء رہنا چاہیئے۔ قُل مَا شِئْتَ۔ قُل مَا شِئْتَ کا مخفف ہے اِس کے معنی بکواس اور گھر کے سامان کے ہیں یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی میں تجھ سے ایک اندر کی بات کہتا ہوں غور سے سُن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا۔ تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے

[2] گر دِراں۔ جب قصائی ران کا حصہ کاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں ہڈی کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا حصہ بھی دیتا ہے جس میں ہڈی زیادہ ہوتی ہے اب اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہر اچھائی برائی کے ساتھ ہے۔

باز سوال کردن آں صوفی ازاں قاضی
پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت[1] صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں — ابروی رحمت گشادے جاوداں
صوفی نے کہا کیا ہو جاتا؟ کہ یہ عالم — ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش — بر نیاوردے ز تلونہاش نیش
ہر لمحہ شور سامنے نہ لاتا — اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دُزدیدے چراغِ روز را — دے نبودے باغِ عیش اندوز را
رات، دن کے چراغ کو نہ چُراتی — عیش والے باغ کے لئے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبودے سنگِ تب — ایمنی را خوف ناوردے کرب
صحت کے جام کے لئے بخار کا پتھر نہ ہوتا — اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے ز جود و رحمتش — گر نبودے خرخشہ در نعمتش
اُس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آجاتی؟ — اگر اُس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال[2] بودے خوب و خوش بر جملگاں — تیرہ کم بودے روانِ انس و جاں
سب کی حالت اچھی اور بہتر ہوتی — انسانوں اور جنوں کی رُوح مکدّر نہ ہوتی

جاوداں بودے حضور و ذوقِ خوش — دائما در جاں بُدے ہم شوقِ خوش
حضور اور عمدہ ذوق ہمیشہ ہوتا — روح میں بھی ہمیشہ بہترین شوق ہوتا

جواب[3] قاضی سوالِ صوفی را و قصۂ تُرک و درزی را مثل آوردن
صوفی کے سوال پر قاضیؒ کا جواب دینا اور تُرک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رو صوفیی — خالی از فطنت چو کافِ کوفیی
قاضی نے کہا، تو بہت خشک دماغ صوفی ہے — تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پُر قند لب — غدرِ خیاطاں ہمی گفتے بشب
تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب — رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ — می نمود افسانہائے سالفہ
لوگوں کو اس گروہ کی چوری کے بارے میں — پہلے قصّے سُنا رہا تھا

قصۂ پارہ رُبائی در بُریں — می حکایت کرد او با آن و ایں
تراشنے میں ٹکڑا چُرا لینے کا قصہ — اِس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

[1] گفت صوفی۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ دو متضاد چیزوں کا ایک مبدأ سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بات باقی ہے کہ متضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا۔ خب۔ مثلاً ہی دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار ہوتا خزاں نہ ہوتی۔ جام صحت معرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی۔ خرخشہ۔ بے موقع جھگڑا۔

[2] حال۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا۔ جاوداں۔ ہمیشہ

پرا گندہ روزی پراگندہ دل
تو اندر روزی تنگ مشغول

[3] جواب۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اُس سے بہت سی دینی مضرتیں پیدا ہو جاتیں اسی مناسبت سے تُرک اور درزی کا قصہ سُنایا ہے کہ تُرک نے عشرت میں پڑ کر اپنا کپڑا گنواں دیا۔ کاف کوفی بھی نقطہ سے خالی ہے۔ قند لب۔ شیریں سخن، درزیوں کی چوری کے قصے سُنا رہا تھا۔ طائفہ۔ گروہ۔ سالفہ۔ گذشتہ۔ بُریں۔ کاٹ۔

درسمرﷺ می خواند درزی نامہ | گردِ او جمع آمدہ ہنگامہ

لسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا | مجمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قولہٖ علیہ السلام اِنَّ اللہَ یُلَقِّنُ الحِکمَۃَ علٰی لِسَانِ الوَاعِظِینَ بِقَدرِ ھِمَمِ المُستَمِعِین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالٰی واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مُستَمِع چوں یافت جاذبِ آں وَدود | جملہ اجزایش حکایت گشتہ بود

جبکہ آتش بیان نے سننے والے کو قبول کرنے والا پایا | اُس کے سارے اجزا حکایت بن گئے تھے

جذبِ سمع ست ار کسے را خوش لبی ست | گرمی وجدِ مُعلّم از صبی ست

اگر کسی میں خوش بیانی ہے (تو) سننے کی کشش ہے | اُستاد کی پُرزور گرمی اور کوشش بچہ کی وجہ سے ہے

چنگیے را کو نوازد بست و چار | چوں نیابد گوش گردد چنگ وار

وہ سارنگی بجانے والا جو چوبیس راگ گاتا ہے | جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہو جاتا ہے

نےٌ حرارہ یادش آید نے غزل | نے دہ انگشتش بجنبد در عمل

نہ اُس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل | نہ عمل میں اُس کی دسوں انگلیاں ہلتی ہیں

گر نبودے گوشہائے غیب گیر | وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر

اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے | ایک بشارت دینے والا (بھی) وحی نہ لاتا

ور نبودے دیدہائے صُنع بیں | نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں

اگر کاریگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں | نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مُسکراتی

آں دمِ لولاکٌ ایں باشد کہ کار | از برائے چشمِ تیز ست و نزار

لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق | باریک اور تیز آنکھ کے لئے ہے

عامہ را از عشقِ ہمخوابہ و طبق | کے بود پروائے عشقِ صُنعِ حق

عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کی وجہ سے | اللہ کی کاریگری کی پروا کب ہوتی ہے؟

آب تُتماجی نریزی در تغار | تا سگے چندے نباشد طعمہ خوار

تو آش کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا | جب تک کہ چند کتے خوراک کھانے والے نہ ہونگے

رو سگِ کہفِ خداوندش باش | تا رہاند زیں تغارت اصطفاش

جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کُتا بن جا | تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اِس تغار سے چھڑا دے

۱ سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جسقدر سُننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اُس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مُستمع۔ سُننے والے شوقین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دل جمعی سے وعظ کہتا ہے۔ ودود یعنی قصہ سُنانے والا۔ جذبِ سمع۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچہ ذہین ہوتا ہے تو اُستاد محنت سے پڑھاتا ہے.....

چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سارنگی نواز کا دل بجھ جاتا ہے۔

۲ نے حرارہ۔ سارنگی نواز نہ چند ہی چلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اسکی انگلیاں کام کرتی ہیں

گر نبودے۔ اگر انبیاء میں وحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیلؑ وحی لے کر نہ آتے۔ ور نبودے۔ اگر اللہ تعالٰے کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیدا کی جاتی۔

۳ لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپ کامل صاحب نظر ہیں اسلئے آسمان پیدا کئے گئے ہیں۔ محدثین نے اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، معشوق کو دسترخوان کے خیال میں انکو اللہ تعالٰی کی کاریگری میں غور کرنے

دعویٰ کردن و گرو بستن ترک کہ درزی از من چیزے نتواند بُرد

ایک ترک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت — کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت

جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں — جو درزی چپکے سے کرتے ہیں

اندراں ہنگامہ تُرکے از خطا — سخت تیرہ شد ز کشفِ آں غطا

اُس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک — اُس پردے کے کھلنے سے سخت مکدّر ہوگیا

شب چو روزِ رستخیز آں رازہا — کشف می کرد از پئے اہلِ نُہیٰ

رات کے وقت، قیامت کے دن کی طرح رازوں کو — وہ عقلمندوں کے لئے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در کنجِ فراز — بینی آنجا دو عدو در کشفِ راز

تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا — راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکور داں — واں گلوئے راز گو را صور داں

زبان کو تو مذکور حشر سمجھ — اور راز کہنے والے گلے کو صور سمجھ

کہ خدا اسبابِ خشمی ساختست — واں فضائح را بکوی انداختست

کیونکہ خدا نے غصّہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں — اور رسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ درزیاں را ذکر کرد — حیف آمد تُرک را و خشم و درد

اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا — تُرک کو افسوس اور غصّہ اور درد ہوا

نشان جُستن تُرک خانۂ درزی را

تُرک کا درزی کے گھر کا پتہ معلوم کرنا

گفت اے قصّاص در شہرِ شما — کیست اُستاتر دریں مکر و دغا

اُس نے کہا اے قصّہ گو! تمہارے شہر میں — اِس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت خیاطیست نامش پورِ شش — اندریں دُزدی و چستی خلق کُش

اُس نے کہا ایک درزی ہے اُس کا نام پورشش ہے — اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنیوالا ہے

گفت من ضامن کہ با صد اضطراب — اُو نیارد بُرد پیشم رشتہ تاب

اُسنے کہا میں ضامن ہوں سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود — وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا دھاگا نہیں لے جاسکتا

پس بگفتندش کہ از تو چست تر — ماتِ اُو گشتند در دعویٰ مپر

لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک — اُس سے مات کھاگئے ہیں، دعوے پر پرواز نہ کر

لہ دعویٰ۔ تُرک نے دعویٰ کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چرا سکے گا۔ اندراں۔ اس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک تُرک تھا جو درزیوں کی چوری کے قصے سُن کر برہم ہوگیا۔ اہلِ نُہیٰ۔ عقلمند لوگ۔ ہر کجا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلا ہے۔

ﷺ کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو تُرک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصّاص۔ قصّہ گو۔ اُستاتر۔ زیادہ استاد۔

سلہ گفت۔ قصّہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو پورشش کہتے ہیں۔ گفت۔ تُرک نے کہا کہ وہ باوجود اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بٹا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چُرا سکے گا۔ پس۔ لوگوں نے تُرک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو[۱] بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش
تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو

کہ شوی یاوہ تو در تزویر ہاش
کیونکہ اس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد تُرک و بست آنجا گرو
ترک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی

کہ نیارد بُرد نے کہنہ نہ نو
کہ وہ نہیں لے جا سکتا نہ پرانا نہ نیا

مُطمعانش گرم تر کردند زود
بھڑکانے والوں نے اس کو فوراً بھڑکا دیا

اُو گرو بست و دہاں را بر کشود
اس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گرو ایں مرکبِ تازیِ من
کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے

بدہم ار دُزدد قماشم را بفن
اگر فریب سے اس نے میرا کپڑا اچرا لیا، دیدوں گا

ور نتاند بُرد اسپے از شما
اور اگر وہ نہ اڑا سکا تم سے ایک گھوڑا

واستانم بہرِ رہنِ مبتدا
ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لونگا

تُرک را آں شب نبُرد از غصّہ خواب
ترک کو غصہ سے اس رات نیند نہ آئی

با خیالِ دُزد می کرد او حراب
وہ چور کے خیال سے لڑائی لڑتا رہا

بامداداں اطلسے زد در بغل
صبح کو اطلس بغل میں دبائی

شُد ببازار و دُکانِ آں دغل
اس مکار کے بازار اور دکان پر پہنچا

پس[۲] سلامش کرد گرم و اوستاد
اس نے اسکو گرمجوشی سے سلام کیا اور استاد

جست از جا لب بپُرسش بر کشاد
جگہ سے اٹھا، اسکی مزاج پرسی کیلئے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش زحدِ تُرک بیش
اسنے ترک کی اسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی

تا فگند اندر دلِ او مہرِ خویش
حتیٰ کہ اسکے دل میں اپنی محبت ڈالدی

چوں شنید از وے نوائے بلبلے
اس نے جب اس سے بلبل کا نغمہ سنا

پیش افگند اطلسِ اصطنبلے
استنبولی اطلس اس کے سامنے ڈالدی

کہ[۳] بُبر ایں را قبائے روزِ جنگ
کہ اسکی جنگ کے دن کی قبا تراش دے

زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ
نیچے کا دامن وسیع ہو اور اسکا اوپر کا حصہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را
اوپر کا تنگ حصہ، جسم کی آرائش کے لئے

زیر واسع تا نگیرد پائے را
نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ الجھے

گفت صد خدمت کنم اے ذو وداد
اس نے کہا اے دوست ایسی سو خدمتیں بجالاؤنگا

در قبولش دست بر سینہ نہاد
اس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

---

۱ تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اسکی مکاریوں میں تو گم ہو جائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی ان باتوں سے ترک اور گرما گیا اور اس نے بازی لگائی کہ اگر وہ میرا کپڑا لیگا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاوے گا۔ ور نتاند اور اگر وہ نہ چرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لونگا۔ ترک۔ اس رات کو ترک غصہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اسکی چوری کے داؤں پیچ اور اسکے توڑ کو سوچتا رہا۔ دغل کینہ، مکار۔

۲ پس۔ ترک اطلس لے کر درزی کی دکان پر پہنچا تو درزی اپنی جگہ سے اٹھا اسکو سلام کیا اور اسکی مزاج پرسی شروع کردی گرم۔ جس قدر ترک کی مزاج پرسی کرنی تھی اس سے بہت زیادہ مزاج پرسی کی جس سے ترک کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو گئی۔ اصطنبل۔ استنبول استنبولی اطلس مشہور تھا۔

۳ کہ ببر۔ ترک نے درزی سے کہا اس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چست ہو اور دامن فراخ ہوں۔ تنگ۔ اوپر کا حصہ تنگ ہوگا تو سینہ اور ڈونڈ چیں معلوم ہوں گے، دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ الجھیں گے ذو وداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پَس بہ پیمود و بدید اُو رُوی کار — بَعد ازاں بکشاد لَب را در فشار[1]

پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا — کے بعد بکواس کیلئے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکایتہائے میرانِ دگر — وز کرمہاے و عطاءِ آں نفر

دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا — اور اُس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان وز تحیراتِ شاں — از برائِ خندہ داد اُو ہم نشاں

اور بخیلوں اور اُنکے گھٹانے کا — ہنسانے کے لئے اُس نے پتہ بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں — می بُرید و لَب پر افسانہ فسوں

آگ جیسی ایک قینچی نکالی — کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی ترک را و از قوتِ خندہ بستہ شدنِ

درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا

دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دُزدی

بند ہو جانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک مضاحک[2] چُست گفت آں اُوستاد — تُرکِ مست از خندہ شد سُست و فتاد

اُس استاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی — مست تُرک ہنسی سے سُست ہو گیا اور گر پڑا

تُرک خندیدن گرفت از داستاں — چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں

قصہ سے، تُرک نے ہنسنا شروع کر دیا — اُس وقت اُس کی تنگ آنکھ بند ہو گئی

پارۂ دُزدید و کردش زیرِ راں — غیرِ حق از جملہ اَحیا نہاں

اُس نے ایک ٹکڑا چرایا، اُسکو ران کے نیچے کر لیا — خدا کے علاوہ سب زندوں سے پوشیدہ

حق[3] ہمی دید آں ولے ستّار خوست — لیک چوں از حد بری غمّاز اُوست

اللہ (تعالیٰ) اُسکو دیکھ رہا تھا لیکن پردہ پوشی کی عادت والا ہے — لیکن جب تو حد سے گذرے، وہ غمّاز ہے

تُرک را از لذتِ افسانہ اَش — رفت از دل دعویٔ پیشانہ اَش

اُس کے قصہ کی لذّت سے تُرک کے — دل سے اُس کا پہلا دعویٰ جاتا رہا

اطلسے چہ دعویٔ چہ رہن چہ — تُرک سرمست ست در لاغ اے اچہ

کیسی اطلس، کیسا دعویٰ، کیسا رہن؟ — اے بھائی! تُرک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش تُرک کز بہرِ خدا — لاغ می گو کاں مرا شد مُغتذی

تُرک نے اُس کی خوشامد کی کہ خدا کے لئے — مذاق کی بات سنا کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

[1] فشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکایتہای۔ اُس درزی نے اُس ترک کو دوسرے سرداروں کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سُناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

[2] یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سُست پڑ گیا اور گر گیا اور ہنسی میں اُس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پا کر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپا لیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اُس کو دیکھ رہا تھا۔

[3] حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کر دیتا ہے۔ تُرک۔ تُرک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اُسکو نہ اطلس کی پروا تھی نہ دعوے کی نہ اُس گھوڑے کی جو اُس نے گروی رکھا تھا۔ اَچہ۔ ترکی لفظ ہے بمعنی برادر۔ لابہ۔ خوشامد۔

گفت[1] لاغِ خندہ انگیز آں دغا — کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا

اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی — کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گر گیا

پارۂ اطلس سُبک بر نیفہ زد — تُرکِ غافل خوش مضاحک می مزد

اُس نے جلدی سے اطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا — غافل ترک ہنسانے والی بات چوس رہا تھا

ہمچنیں بارِ سوم تُرکِ خطا — گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا

اِسی طرح خطا کے تُرک نے تیسری بار — کہا، خدا کے لئے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں تر زاں دوبار — کرد اُو ایں تُرک را کلی شکار

اُس نے دو بار سے زیادہ ہنسی لانیوالی بات سُنائی — اُس نے اِس ترک کو پورا شکار کر لیا

چشم بستہ عقل جستہ مولہہ — مست، تُرکِ مدعی از قہقہہ

آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ — مدعی تُرک، قہقہے سے مست تھا

پس سوم[2] بار از قبا دزدید شاخ — کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ

پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا — کہ اُسکو اُس کی ہنسی کیوجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا — لاغ زاں اُستا ہمی کرد اقتضار

جب اُس خطا کے تُرک نے چوتھی بار — اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضہ کیا

رحم آمد بر وے آں اُوستاد را — کرد در باقی فنِ بیداد را

اُس اُستاد کو اُس پر رحم آگیا — ظلم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لئے رکھ چھوڑا

گفت مولع[3] گشتہ ایں مفتوں دریں — بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں

کہا یہ پاگل اِس پر فریفتہ ہو رہا ہے — اِس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو — کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو

اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا — کہ خدا کے لئے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود — چند افسانہ بخواہی آزمود

اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور (اپنے) وجود سے بے خبر ہے — فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست — بر لبِ گور خراب خویش ایست

تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے — اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہوجا

خطاب با ہر نفسے کہ بمثل ایں بلا مُبتلا است

اُس نفس کو خطاب جو اِس جیسی بلا میں پھنسا ہے

---

[1] گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ پارۂ۔ اب چونکہ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے نکالکر نیفے میں اڑس لیا۔ ہمچنیں۔ ترک نے تیسری بار پھر فرمائش کی۔ کرد اُو۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرا لیا۔ از قہقہہ۔ قہقہے مارنے سے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل بھاگ چکی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

[2] پس سوم بار تیسری بار۔ شاخ۔ یعنی اطلس کا ٹکڑا۔ فراخ۔ وسیع چوں چہارم۔ چوتھی بار پھر ترک نے فرمائش کی۔ اقتضار۔ تقاضہ کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس ترک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دوسرے لوگوں یا دیگر وقت کے لئے اٹھار کھا۔

[3] مولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا۔ بوسہ۔ اُس ترک نے اُس درزی کا خوشلد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود ہٹکر وہ محض افسانہ رہجاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جاکر اپنا انجام سوچ۔

اے فرو رفتہ بقبرِ جہل و شک
اے نادانی اور شک کی قبر میں اُترے ہوئے

چند جوئی لاغ[۱] و دستانِ فلک
فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کریگا؟

تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں
تو کب تک اِس دنیا کا فریب کھائے گا؟

کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں
کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ روح

لاغِ ایں چرخِ ندیم کرد و مُرد
اِس آسمان کے مذاق نے جو گرد اور بے ریش کا ہمنشین ہے

آبروئے صد ہزاراں چوں تو بُرد
تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

میدرد میدوزد ایں درزیِ عام
یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے

جامۂ صد سالگان و طفلِ خام
سو سالہ اور ناتجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شستہ پیشش بہرِ کد
بوڑھے اور بچے اُسکے سامنے بھیک کیلئے بیٹھے ہیں

تا بسعد و نحس اُو لاغے کُند
تاکہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغِ اُو گر باغہا را داد داد[۲]
اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو عطا دی ہے

چوں دے آمد دادہا برباد داد
جب خزاں آئی اُس نے عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

گفتنِ درزی تُرک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہو جا، کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہو جائے گی

گفت درزی تُرک اے ازیں درگذر
درزی نے ترک سے کہا اِس کو جانے دے

وائے بر تو گر کُنم لاغِ دگر
تیری حالت پر افسوس ہوگا اگر میں اور مذاق کرونگا

پس قبایت تنگ آید باز پس
پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی

ایں کند با خویشتن خود ہیچ کس
اپنے ساتھ ایسا کوئی کرتا ہے؟

سِرّ[۳] ایں خندہ اگر دانستیے
اِس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا

آں ز صد گریہ بتر دانستیے
تو اُس کو سَو رونوں سے بدتر سمجھتا

ترکِ خندہ کُن ایا اے تُرکِ مست
اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے

زانکہ عُمرت رفت خواہی گشت پست
کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہو جائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست
جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی

اسپ را برباد داد آں تُرکِ مست
اُس مست تُرک نے گھوڑا برباد کر دیا

---

[۱] لاغ۔ بیہودہ بات۔ دستاں۔ مکر۔ عشوہ۔ فریب۔ لاغ۔ فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ گرد۔ ایک قوم ہے یہاں مُراد داڑھی والے ہیں۔ مُرد۔ اَمرد کی جمع ہے نوخیز لڑکا۔ میدرد۔ یہ آسمان انسانوں کیساتھ وہی کچھ کرتا ہے جو درزی نے ترک کیساتھ کیا۔ صد سالگان۔ پرانی عمر کے لوگ۔ تا بسعد۔ آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

[۲] لاغِ اُو۔ آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو بخشش دیتا ہے تو خزاں میں چھین لیتا ہے۔ گفتن۔ درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہو جا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤنگا تو تیری قبا بہت تنگ ہو جائے گی۔ ایں کند۔ تیرا ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا کپڑا چوری کرانا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

[۳] سِر۔ درزی نے کہا کہ اگر تو اس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترکِ خندہ۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق، دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئیگا تو بالکل برباد ہو جائے گا۔ چونکہ۔ جب درزی نے ہاتھ سے اطلس رکھدی اور ظاہر ہو گیا کہ اسمیں چوری ہو چکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مخلصش[۵۱] بشنو تو ئی آں ترکِ گول | عالمِ غدار خیاطِ چو غول
اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے | غدار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اطلسے کز بہرِ تقویٰ و صلاح | دوختت باید خرج کردی از مزاح
وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لئے | سینا چاہئے تھا، تو نے مذاق سے اُسکو خرچ کردیا

اطلست عمر و مضاحک شہوت ست | روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست
تیرا اطلس عمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے | دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[۵۲] ایمان ست و شیطان در کمیں | باخود آ افسانہ را بگذار ہیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے | خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاران و افسانہ جویان مثلِ آں ترک اند و عالمِ
اِس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور

غدارِ غرار ہمچوں آں درزی و شہوات و زنان مضاحکِ
دھوکے باز غدار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اِس دنیا کی

گفتنِ ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیشِ ایں درزی
ہنسانیوالی باتیں کہنا ہے اور عمر اُس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے

جہتِ قبائے بقا و لباسِ تقویٰ ساختن
بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اطلسِ عمرت بمقراضِ شہور | بُرد پارہ پارہ خیاطِ غرور
مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس | دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کرکے لے اُڑا

تو تمنا می بری کاختر مُدام | لاغ کردے سعد بودے بر دوام
تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ | مذاق کرتا (اور) ہمیشہ سعد ہوتا

سخت می[۵۳] تولی ز تربیعاتِ او | وز وبال و کینہ و آفاتِ او
تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے | اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ او | وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ او
اُسکی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے | اور اُسکی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مُشتری و زُہرہ چوں در رقص نیست | چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست
جب مُشتری اور زُہرہ رقص میں نہیں ہیں | جبکہ بہرام اور زُحل میں گھاٹا نہیں ہے

---

[۵۱] مخلصش۔ اب مولانا کسی کی زبان سے فرماتے ہیں کہ اے انسان تو بے وقوف ترک ہے اور یہ دنیا غدار درزی ہے، تیری عمر اطلس ہے اور تیری شہوت ہنسی مذاق کی باتیں ہیں اور دن رات قینچی ہے اور غفلت ہنسنا ہے۔

[۵۲] اسپ۔ گھوڑا تیرا ایمان ہے اور شیطان اِسی طرح گھات میں ہے جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ اطلسِ عمرت۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے چُرا رہا ہے۔ تو تمنا یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

[۵۳] می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے بمعنی رمیدن بھاگنا یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم سے جو ربع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی تجھے ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مُشتری یعنی اِن ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

که چرا زُہرہ طرب در رقص نیست
کہ مستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟

بر سعود و رقص و سعدِ اُو مایست[1]
تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر نہ ٹھہر

اختر گوید کہ گر افزوں کنم
تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بڑھا دوں

لاغ را پس کُلّیت مَغبوں کُنم
مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کر دوں گا

(۱۲) تو مبیں قلّابیِ ایں اختراں
تو اِن ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ

عشقِ خود بر قلّابِ زن بیں اے فلاں
اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیلِ[2] ایں جہاں در تسکینِ فقیراں از جورِ روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اِس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شُد بِرہ سوئے دُکاں
ایک شخص دکان کی جانب راستہ پر پڑا

پیشِ رہ را بَستہ دید اُو از زناں
اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے اُو می سوخت از تعجیل و راہ
جلدی کیوجہ سے اُسکا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ

بَستہ از جوقِ زنانِ ہمچو ماہ
چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مُستہاں
اُس نے ایک عورت کیجانب مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل!

ہے چہ بسیار اند ایں دخترچگاں
اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُو بدو کرد[3] آں زن و گفت اے مہیں
اُس عورت نے اُسکی طرف مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل!

ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں
ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ با بسیاریِ ما بر بساط
دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود

تنگ می آید شمارا انبساط
تمہیں خوش عیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

در لواطہ می فتید از قحطِ زن
عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو

فاعل و مفعول رسوائے زمن
فاعل اور مفعول جہاں میں رسوا ہوئے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ روزگار
تو زمانہ کے اِن واقعات پر نظر نہ کر

کز فلک می گردد اینجا ناگوار
جو اِس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں تخسیرِ روزی و معاش
تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ

تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش
تو اِس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ

بلکہ یہ دیکھ کہ اُن کے باوجود تو زمانہ پر جان دیتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تخسیر۔ خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش۔ لرزہ۔

---

[1] برِ سعود۔ انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہئے۔ نحوست۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اِس ٹرک کیطرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائیگا۔ تو مبیں۔ اِن ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہئے بلکہ جو ذات اِنکو گھماتی ہے اُس سے عشق پیدا کر۔

[2] تمثیل۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ اِس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ جوق۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ حسین عورتیں تھیں۔ رُو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ عورتیں اِس قدر زیادہ ہو گئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

[3] رُو بدو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اِسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی تنگیوں کو نہ دیکھ

ہیں کہ باایں جملہ تلخیہائے اُو
خبردار! کہ اس کی اِن تمام تلخیوں کے باوجود

مُردہ اُوئید و ناپروائے اُو
اُس پر مٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پرواہیں

رحمتے ۱؎ داں امتحانِ تلخ را
تلخ امتحان کو تو رحمت جان

نقمتے داں مُلکِ مَرو و بلخ را
مَرو اور بلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں براہیم از تلف بگریخت و ماند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا

ایں براہیمؑ از شرف بگریخت و راند
یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے

ایں ۲؎ نسوزد ویں بسوزد اے عجب
یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے

نعلِ معکوس ست دَر راہِ طلب
طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

باز مکرّر کردنِ صوفی آں سوال را
صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صُوفی قادرست آں مُستعاں
صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے

کر کُند سودائے مارا بے زیاں
کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنادے

آنکہ آتش را کُند وَرد و شجر
جو آگ کو پھول اور درخت بنا دیتا ہے

ہم تواند کرد ایں را بے ضرر
اِسکو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گُل آرد بُروں از عینِ خار
جو بعینہٖ کانٹے سے پھول پیدا کر دیتا ہے

ہم تواند کرد ایں دَے را بہار
اِس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زُو ہر سَرو آزادی کُند
وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سَرو آزادی برتتا ہے

قادرست ار غصّہ را شادی کُند
وہ قادر ہے اگر غصّہ کو خوشی بنادے

آنکہ ۳؎ شُد موجود از وے ہر عدم
وہ کہ جس سے ہر عدم موجود بنا

گر بدارد باقیش اُو را چہ غم
اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

آنکہ تَن را جاں دہد تا حَی شوَد
وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ زندہ ہوجاتا ہے؟

گر نمیراند زیانش کے شوَد
اگر وہ اُسکو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہوگا؟

خود چہ باشد گر ببخشد آں جَواد
خود کیا ہوجائے گا اگر وہ سخی عطا فرما دے

بندہ را مقصودِ جاں بے اجتہاد
بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

۱؎ رحمتے۔ جس تلخ امتحان سے تو گریزاں ہے اسکو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے۔ اور دنیاوی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں براہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو کنجوسی اور خست میں ضرب المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے خرچ کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند۔ یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ ایں ابراہیمؑ۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ راند۔ یعنی دربارِ حق میں سواری بڑھادی اور مقرّبِ بارگاہ ہوگئے

۲؎ ایں نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو انکو آگ نہ جلا سکی۔ ویں بسوزد۔ ابراہیم بخیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس۔ جس طرف مطلوب کے نہ ہونیکا خیال ہے اُدھر چلو تو مطلوب تک پہنچ گے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کرکے بے ضرر بنادے، ایسا کیوں نہیں کیا۔

۳؎ آنکہ۔ حضرت حق تعالےٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کرسکتا تھا کہ اسکو بے ضرر بنادے، جو ذات خار سے پھول پیدا کرسکتی ہے، وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سَرو کو آزادی بخش سکتی ہے وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مُردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کرسکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود۔ اِسمیں کیا مضائقہ تھا کہ بغیر کوشش کے مقاصد حاصل ہوجایا کرتے، وہ یہ بھی کرسکتا تھا کہ کمزوروں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

دُور دارد از ضعیفاں در کمیں — مکرِ نفس و فتنۂ دیوِ لعیں

کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے — نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جوابِ[۱] گفتنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امرِ مُر — ور نبودے خوب و زشت و سنگ و دُر

قاضی نے کہا، اگر تلخ معاملہ نہ ہوتا — اور اگر اچھا اور برا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا

ور نبودے نفس و شیطان و ہوا — ور نبودے زخم و چالیش و وغا

اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی — اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی

پس بچہ نام و لقب خواند مَلِک — بندگانِ خویش را اے منہتک

تو شاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟ — اے پردہ درا اپنے بندوں کو

چوں بگفتے اے صبور و اے حلیم — چوں بگفتے اے شجاع و اے حکیم

اے بہت صبر کرنے والے اور اے بُردبار کیسے فرماتا؟ — اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟

صابرین و صادقین و مُنفقین — چوں بُدے بے رہزنِ دیوِ لعیں

صبر کرنیوالے اور سچے اور خرچ کرنیوالے — بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے؟

رُستم و حمزہؓ مُخنث یک بُدے — علم و حکمت باطل و مُندرک بُدے

رُستم اور حمزہؓ اور ہجڑا ایک ہوتے — علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہوجاتی

علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست

علم اور دانائی راہ اور بے راہی کیوجہ سے ہے — جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی

بہرِ[۲] ایں دُکانِ طبع شورہ آب — ہر دو عالم را روا داری خراب

کھاری پانی، مزاج کی اس دکان کے لئے — تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے

مَن[۳] ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام — ویں سوالت ہست از بہرِ عوام

میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام — تیرا یہ سوال، عوام کے لئے ہے

جورِ دوران و ہر آں رنجیکہ ہست — سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست

زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے — اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

۱؎ جوابِ گفتن۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مضرتیں اور تلخیاں بالکل ختم ہوجائیں تو پھر ابتلاء اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ ور نبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ برائیاں اور تلخیاں نہ رہیں۔ پس بچہ۔ اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اس لئے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ حلم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا۔ صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم و حکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

۲؎ بہرِ این دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہوجائیں، آخرت تو اسی لئے ہے کہ فضائل حاصل کئے جائیں اور وہاں اُن کا بدلہ ملے جب ابتلاء اور امتحان ہی ختم ہوجائے گا تو فضائلِ اعمال حاصل نہ ہونگے اور نہ دنیا مزرعۃ الاخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہوجائیں گے۔

۳؎ من ہمیدانم۔ قاضی نے صوفی سے تعنت اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لئے تھے۔ جورِ دوران۔ اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالیٰ سے غفلت ہوجائے گی۔

زانکہ اینہا بگذرد واں نگذرد | دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد
کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہوگی | دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقر ایں دیار | صعب نبود چوں فراق و بعد یار
اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس | دوست کی دوری اور فراق سے سخت نہیں ہے

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر در فراق یار و محنت او باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کرلینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی مشقت کے زیادہ آسان ہے

آں یکے زن شوی خود را گفت ہے | اے مروت را بیک رہ کرده طے
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! | اے شخص جس نے یکبارگی مروت کو لپیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا | تا بکے داری دریں خواری مرا
تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ | تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شو من نفقہ چارہ می کنم | گرچہ عورم دست و پائے می زنم
شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں | میں اگرچہ مفلس ہوں ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کسوہ ست واجب اے صنم | از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم
اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے | میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستین پیرہن بنمود زن | بس درشت و پر وسخ بد پیرہن
عورت نے کرتے کی آستین دکھائی | کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت از سختی تنم را می خورد | کس کسے را کسوہ زینساں آورد
بولی، سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے | کوئی کسی کو ایسا لباس لاکر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم | مرد درویشم ہمیں آمد فنم
اس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں | میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند | نیک اندیشہ کن اے اندیشمند
یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے | اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں درشت و زشت تر یا خود طلاق | ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق
یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق | یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

۱ زانکہ۔ دنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہوجائیں گی لیکن اگر اللہ سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت۔ اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

۲ آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبرگیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عور۔ ننگا، مفلس۔ نیست کم۔ خرچ اور لباس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ آستیں۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

۳ گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بیشک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کرسکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کرلے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

ہمچناں اے خواجۂ تشنیع زَن

اِسی طرح اے طعنہ زن صاحب!

از بلا و فقر از رنج و محن

بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاشک ایں ترکِ ہوا تلخی دہ ست

یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے

لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است

لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جہاد و صوم سخت ست و خشن

اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے

لیک آں بہتر ز بُعد اے مُمتحِن

لیکن اے آزمانیوالے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند دمے کاں ذوالمنن

اُس وقت رنج کہاں رہیگا جب وہ احسانوں والا

گویدت چونی تو اے رنجورِ من

تجھے یوں کہے اے میرے بیمار تو کیسا ہے؟

ورنہ گویدت کت آں فہم و فن ست

اور اگر وہ نہ کہے کیونکہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں؟

لیک آں ذوقِ تو پرسش کردن ست

لیکن تیرا ذوق، پرسش کرنا ہے

۵۲ آں ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند

وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں

سُوئے رنجوراں بہ پرسش مائل اند

بیماروں کی جانب، پرسش پر مائل ہیں

ور حذر از ننگ و از نامی کنند

اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں

چارہ سازند و پیغامی کنند

تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ورنہ در دل شاں بود آں مُفتکر

ورنہ وہ اپنے دل میں فکر مند ہوتے ہیں

نیست معشوقے ز عاشق بیخبر

کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

اے تو جویائے نوادر داستاں

اے (شخص!) تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے

ہم فسانۂ عشق بازاں را بخواں

عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

۵۳ بس بجوشیدی دریں عہدِ مدید

تو اِس دراز وقت میں بہت جوش میں آیا

تُرک جوشے ہم نگشتی اے قدید

اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدہ عمرے تو داد و داوری

تو نے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی

وانگہ از نادیدگاں ناسی تری

پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھول رہا ہے

ہر کہ شاگردیش کرد اُستاد شُد

جس نے اُس کی شاگری کی اُستاد بن گیا

تو پسِ تر رفتہ اے گولِ لُد

اے جھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

---

۵۱ ہمچناں۔ بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی کمی زیادہ بہتر ہے۔ گر جہاد۔ عبادات کی سختی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج۔ اس لئے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہکر پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی۔ ورنہ گوید۔ الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون اکثر اہلِ نسبت محسوس کر لیتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ کی پکار سمجھو۔

۵۲ آں ملیحاں۔ اِسکو سمجھنے کے لئے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھ لو معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر بدنامی کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پرسی کرتا ہے۔ ورنہ۔ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہرحال معشوق عاشق سے بیخبر نہیں ہوتا ہے تو عشقبازوں کی داستان پڑھو یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔

۵۳ بس بجوشیدی۔ اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تو نے اِس بُرائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ تُرک جوش۔ نیم پختہ کے معنی میں ہے ترک اُدھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدہ۔ ایسے اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کر سکتا تھا۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ تہ رگ۔ اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کر لیتا تو اُستاد بن جاتا۔

خود نبود از والدینت[1] اعتبار — ہم نبودت عبرت از لیل و نہار

تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی — نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مثل پرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پرسید زاں پیرِ کشیش — کہ توئی خواجہ مسن تر یا کہ ریش

اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا — کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا داڑھی

گفت نے من پیش ازو زائیدہ ام — بے ز ریشی بس جہاں را دیدہ ام

اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں — میں نے دنیا کو بے داڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شد سفید از حال گشت — خوئے زشتِ تو نگردیدست وشت

اُس نے کہا تیری داڑھی سفید ہوگئی، حالت بدل گئی — تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

اُو پس از تو زاد و از تو بگذرید — تو چنیں خشکی ز سودائے ثرید[2]

وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سبقت لیگئی — تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو براں رنگی کہ اول زادۂ — یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ

تو اسی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا — اس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دوغِ ترشی ہمچناں در معدنی — خود نگردی زو مخلص روغنی

تو معدن میں اُسی طرح کھٹی چھاچ ہے — اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمر الطینہ دری — گرچہ عمرے در تنورِ آذری

تو خمیر ہی ہے آب و گل کے خمیر میں ہے — اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چوں حشیشی[3] پا بگل بر ہشتۂ — گرچہ از بادِ ہوس سرگشتۂ

تو نے گھاس کیطرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے — اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰؑ اندر حرِ تیہ — ماندۂ چل سال برجائے سفیہ

(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کیطرح تیہ کی گرمی میں — اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پر ہے

میروی ہر روز تا شب ہرولہ — خویش می بینی در اول مرحلہ

تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے — اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

---

١ والدینت۔ اپنے ماں باپ سے ہی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثل۔ اِس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مُسِن۔ زیادہ عمر والا۔ حال۔ یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہوگئی۔ وشت۔ خوب، خوش۔ اُو پس۔ داڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اُسمیں تبدیلی آگئی لیکن تو اُس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

٢ ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جسمیں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کیطرح اصل حالت پر ہے۔ ہم خمیری ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا۔ خمرتُ طینۃ آدمؑ اَربعینَ صَباحاً یعنی آدمؑ کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی۔ آذر۔ آگ۔

٣ چوں حشیشی۔ ہوا اپنی جگہ گڑی ہوئی ہلتی ہے یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰؑ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہرولہ۔ تیز دوی کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری زیں بُعدِ سہ صد سالہ تو[1]
تو اِن تین سو سالہ مسافت کو طے نہ کر سکے گا

تا کہ داری عشقِ آں گوسالہ تو
جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تا خیالِ عجل شاں از جاں نرفت
جب تک بچھڑے کا خیال اُنکی جان سے نہ نکلا

بُد بر ایشاں تیہ چوں گردابِ زفت
اُن کے لئے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیرِ ایں عجلے کزو یابیدہٗ
وہ اِس بچھڑے کے علاوہ ہے کہ تونے اُس سے پائی ہو

بے نہایت لُطف و نعمت دیدہٗ
بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاوِ طبعی زاں نکو یہائے زفت
تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اِسی لئے بڑی بھلائیاں

از دلت در عشقِ آں گوسالہ رفت
بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بارے اکنوں تو زہر جزوت بپرس
آخر، اب تو اپنے ہر جُز سے دریافت کرے

صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
یہ گونگے اجزاء سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ نعمتہائے رزّاقِ جہاں[2]
جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ

کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں
جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہوگئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست
تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے

جزو جزوِ تو فسانہ گوی تُست
تیرا جُز جُز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جُزو جُزوت تا بر ستت از عدم
جب سے تیرا جُز جُز عدم سے پیدا ہوا ہے

چند شادی دیدہ است و چند غم
اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذّت نروید ہیچ جزو
اسلئے کہ کوئی جُز بغیر لذّت کے نہیں اُگتا ہے

بلکہ لاغر گردد از ہر پیچ جزو
بلکہ جُز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جزو ماند و آں خوشی از یاد رفت[3]
جُز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی

بل نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت
بلکہ نکل نہیں، پانچ اور سات سے پوشیدہ ہوگئی

ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد
گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی

ماند پنبہ رفت تابستاں زیاد
روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا
یا جیسے یخ، جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا

شد شتا پنہان و آں یخ پیشِ ما
جاڑے کا موسم چھپ گیا وہ یخ ہمارے سامنے ہے

---

[1] نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بعدِ سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تا خیال۔ جب تک حضرت موسیٰؑ کی قوم کے دل سے گئوسالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں چکر کاٹتی رہی۔ غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہئے وہ گئوسالہ نہیں ہے اُس کے علاوہ ہے اُس کی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاوِ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہٰذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بارے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کر چکا ہے اُن پر تیرا جُز جُز گواہ ہے۔ خرس۔ اخرس کی جمع گونگا۔

[2] ذکر نعتہای۔ اجزاء سے اُن نعمتوں کو دریافت کرے تو بھول گیا ہے۔ روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزاء سے نعمتوں کے افسانے سُن لے۔ جزو جزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزاء نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو تجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزاء نے خوشی کی لذّت سے نشو ونما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان اِسی لذّت کی وجہ سے ہوا ہے۔

[3] جزو ماند۔ تیرے اجزاء تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظ سے نکل گئی ہیں بلکہ نکل بھی نہیں ہیں تیرے حواس خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہوگئی ہیں۔ پنج۔ حواس خمسہ۔

باصرہ، شامہ، سامعہ، ذائقہ، لامسہ۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔
تابستاں۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگاریں روئی اور یخ باقی رہ جاتا ہے۔

هست آں تخِ زاں صعوبت یادگار
وہ تخ اُس دشواری کی یادگار ہے

یادگارِ صیف در دے ایں ثمار
یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہیں

ہمچناں ہر جزو جزوت اے فتے[1]
اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جُز

در تنت افسانہ گوئے نعمتے
تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے

چوں زنے کہ بیست فرزندش بُود
جیسی کہ وہ عورت جس کے بیس اولادیں ہوں

ہر یکے حاکئِ حالِ خوشش بُود
ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو

حمل نبُود بے زمستی و ز لاغ
بغیر مستی اور مذاق کے حمل نہیں ٹھہرتا

بے بہارے کے شود زایندہ باغ
بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟

حاملان و بچگاں شاں در کنار
حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے

شد دلیلِ عشقبازی با بہار
بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں

ہر درختے[2] در رضاعِ کودکاں
ہر درخت بچوں کو دودھ پلانے میں

ہمچو مریم حامل از شاہِ جہاں
شاہِ جہاں سے (حضرت) مریم کی طرح حمل والے

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شد
اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہوگئی

صد ہزاراں کف بروجوشیدہ شد
لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے لگے

گرچہ آتش سخت پنہاں می تند
اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اٹھ رہی ہے

کف بدہ انگشت اشارت میکند
جھاگ دس انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے

ہمچنیں اجزائے مستانِ وصال
اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء

حامل از تمثالہائے حال و قال[3]
حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں

در جمالِ حال وا ماندہ دہاں
حال کے حُسن میں مُنہ کھلا رہ گیا

چشم غائب ماندہ از نقشِ جہاں
دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہوگئی

آں موالید از رہ ایں چار نیست
وہ پیداوار ان چار کے طریقہ کی نہیں ہے

لاجرم منظورِ ایں ابصار نیست
لامحالہ ان نگاہوں سے نظر آنیوالی نہیں ہے

آں موالید از تجلّی زادہ اند
وہ پیداوار تجلّی سے جنی ہوئی ہے

لاجرم مستور پردہ سادہ اند
لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ؟

اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال و قال عنصری نہیں ہے لہٰذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلی رب کی پیداوار ہے لہٰذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

[1] ہمچناں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی پہلی نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی یادگار جسم کا جزو جزو باقی رہ جاتا ہے۔ چوں زنے۔ جماع کی لذت ختم ہو جاتی ہے اور اُسکی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل۔ استقرارِ حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور ہنسی مذاق ہو جب تک موسم بہار کی مستی نہیں آتی چمن میں پھول نہیں کھلتا۔ حاملاں۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اسکی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسم بہار سے عشقبازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرت حق کے حکم سے ہر درخت اسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنی تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اُس کے آثار بلبلے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں ہمچنیں۔ جس طرح ان چیزوں میں موثر پوشیدہ ہے اور ظاہر آثار اُس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزاء میں حال و قال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزاء اس پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال و قال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلام نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں مُنہ کھلا رہجاتا ہے

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زاد نیست　　ایں عبارت جزپئے ارشاد نیست

ہم نے جنا ہوا کہدیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے　　یہ عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کُن تا بگوید شاہ قُل　　بلبلی مفروش با ایں جنسِ گُل

خبردار! چپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کہ کہہ　　پھول کی اِس جنس کے ساتھ بلبل پن نہ جتا

ایں گُلِ گویاست پُر جوش و خروش　　بُلبلا ترک زباں کُن باش گوش

یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے　　اے بلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال　　شاہدِ عدل اند بر سِرِّ وصال

دونوں قسم کے پاکیزہ مثالی پیکر　　وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دو گوں حُسنِ لطیفِ مُرتضےٰ　　شاہدِ احیا و حشرِ ما مضےٰ

دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف، حُسن　　گذشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مُستجد　　ہر دم افسانہ زمستاں می کُند

جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں　　ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں اریاحِ سردِ زمہریر　　اندراں ایام و ازمانِ عسیر

سخت سرد ہواؤں کا ذکر　　جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا　　می کُند افسانۂ لُطفِ صبا

اُس میوے کی طرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں　　صبا کے لُطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دورِ تبسمہائے شمس　　واں عروسانِ چمن را لمس و لمس

سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ　　چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حالِ رفت و ماند جُزوت یادگار　　یا از و وا پُرس یا خود یاد آر

حال چلا گیا اور تیرا جُز یادگار رہ گیا　　یا اُس سے پوچھ لے یا خود یاد کرے

چوں[3] فرو گیرد غمت گر چُستیی　　زاں دمِ نومید کُن وا جُستیی

اگر تو چست ہوتا، جب تجھے غم گھیرتا　　تو مایوس کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال　　راتبہ انعامہا را زاں کمال

تو اُس سے کہتا، اے غصے! حالت کے ذریعہ منکر　　کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست　　ہمچو چاشِ گُل تنت انبار چیست

اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے　　پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

---

[1] زادہ۔ اِن دونوں کو جنا ہوا کہنا محض سمجھانے کے لئے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدائی حکم نہ ہو اُس وقت تک حال وقال کی تفصیل نہ کریگا۔ یہ حال وقال خود زبانِ حال سے گویا ہیں تو چپ رہ انکی بات سُن۔ ہر دوگوں۔ حال و قال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔

[2] یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے۔ ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ قصہ۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حالِ رفت۔ گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اجزاء سے دریافت کرے یا خود یاد کرے۔

[3] چون فرو۔ جب تجھے مصائب گھیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر غم و غصہ طاری ہو تو اس غصے سے یہ دریافت کر کہ اگر تو اِن نعمتوں کا منکر ہے تو پھر بتا کہ تیرے جسم نے نشوونما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

چاشِ[1] گُل تن، فکرِ تو ہمچوں گُلاب
جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح
مُنکرِ گُل شد گُلاب اینت عجاب
گلاب، گُل کا منکر ہوا یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کفراں کہ دریغ
بندر خصلت ناسپاس لوگوں سے گھاس (بھی) دریغ ہے
بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ
نبی خصلت لوگوں پر، سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست
جھگڑا اور کفر، بندر کا قانون ہے
واں سپاس و شکر منہاجِ نبی ست
اور شکر و سپاس نبی کا راستہ ہے

با[2] کپی خویاں تہتّکہا چہ کرد
بندر خصلت لوگوں کے ساتھ پردہ دری نے کیا کیا؟
با نبی رُویاں تنسّکہا چہ کرد
نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمارتہا سگانند و عقوُر
عمارتوں میں کتے ہیں اور کٹ کھنے کتے
در خرابیہاست گنجِ عزّ و نور
ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف
اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا
گم نکردے راہ چندیں فیلسوف
تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکان و مُوشگافانِ دہی
ذہین اور عقلمند باریک بینوں نے
دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی
بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصّۂ[3] فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج
اُس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مُفلس ز درد
ایک بے چارہ مفلس درد سے
کہ ز بے چیزی ہزاراں زخم خورد
جس نے بے سروسامانی کی وجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کی تھیں

لابہ کردے در نماز و در دُعا
نماز اور دعا میں خوشامد کرتا
کاے خداوند و نگہبانِ رُعا
کہ اے خداوند اور گلّہ کے محافظ!

بے زجہدے آفریدی مر مرا
تو نے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا
بے فنِ مَن روزیم دہ زیں سرا
اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم در دُرجِ سر
تو نے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کیے
پنج حسِّ دیگرے ہم مُستتر
دوسرے پانچ حواس باطنی بھی

باصرہ[1] سامعہ[2] شامّہ[3] ذائقہ[4] لامسہ[5] پنج حِس۔ حِسّ مشترک[1] خیال[2] وہم[3] حافظہ[4] متخیلہ[5]۔

---

[1] چاش۔ جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اُس کا عرق ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گُلاب کا انکار کرے۔ از کپی۔ کفران کی بُرائی اور شکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور شکر گزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔ آں لجاج۔ ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکر گزاری انبیاء کا طریقہ ہے منہاج۔ راستہ۔

[2] با کپی خویاں۔ نا شکر گزار دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔ تنسکہا۔ شکر گزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔ در عمارتہا۔ جو تن پرور ہیں وہ کتے بلکہ کٹ کھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے ان کی روح میں نور اور عزت کا خزانہ ہیں۔ گر نبودے۔ اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لئے عقلِ دین کی ضرورت ہے زیرکان۔ جو شخص عقلِ دنیاوی رکھتے ہیں اُن کی بیوقوفی نمایاں ہو گئی۔ دہی۔ داہی، چالاک۔

[3] قصہ۔ اِس قصے سے بھی عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ ز درد یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا۔ رُعا۔ گلّہ۔ بے زجہدے۔ انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔ پنج گوہر

لایعدُّ ایں داد و لا یُحصیٰ زِ تو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے
من کلیلٌ از بیانش شرم رُو
میں اُس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلّاقیم تنہا توئی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے
کارِ رزّاقیم کُن تو مُستوی
میری رزق رسانی کے کام کو درست کر دے

سالہا زُو ایں دُعا بسیار شُد
اُس کی جانب سے یہ دُعا سالوں بہت ہوئی
عاقبت زاریِ اُو برکار شُد
بالآخر اُس کی عاجزی کار آمد ہو گئی

ہمچو آں شخصے کہ روزیِ حلال
اُس شخص کی طرح جو حلال روزی
از خدا میخواست بے کسب و کلال
خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاوَ آورد شِ سعادت عاقبت
بالآخر نیک بختی اُس کے پاس بیل لے آئی
عہدِ داؤدِ لدُنّی معدلت
(حضرت) داؤدؑ کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں مُتیّم نیز زاریہا نمُود
اِس درد مند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں
ہم زمیدانِ اجابت گُو ربُود
یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بدظن می شُدے اندر دُعا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہو جاتا
از پئے تاخیرِ پاداش و جزا
نتیجہ اور جزا کی تاخیر کی وجہ سے

باز اِرجائے خداوند کریم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا
در دلش بشّار گشتے و زعیم
اُسکے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شُدے نومید در جہد از کلال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے نا امید ہوتا
از جنابِ حق شنیدے کہ تعال
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے سنتا، آجا

خافض ست و رافعست ایں کردگار
خدا پست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے
بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
اِن دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ ارضی بین و رفعِ آسماں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ
بے ازیں دو نیست دورانش ایفلاں
اے فلاں! اِن دو کے بغیر اُسکی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر
اِس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے
نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفع روزگارِ با کرب
پُر مصائب زمانہ کی پستی اور بلندی
نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
دوسری قسم کی ہے آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

لہ کلیل ۔ درماندہ ۔ برکار شُد ۔ دعا مقبول ہو گئی ۔ آں شخصے ۔ اُس شخص کا قصہ دفترِ سوم میں مذکور ہے ۔ کلال ۔ تھکن ۔ گاؤ ۔ اُس شخص کے گھر میں خود بیل گھس آیا تھا ۔ لدُنّی معدلت ۔ خدائی انصاف والا ۔ متیّم ۔ فریفتہ عاشق ۔ گاہ بدظن ۔ دعا کے دور میں اُس پر مختلف کیفیتیں گذر رہی تھیں ۔ اِرجا ۔ امید دلانا ۔ بشّار ۔ خوشخبری دینے والا ۔ زعیم ۔ کفیل ۔ تعال ۔ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے اِلہام ہوتا کہ "آجا" ۔ دعا کر قبول ہو گی۔

سے خافض ۔ چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بنا پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالےٰ پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

سے خفض ۔ زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دورانِ فلک ہو سکا خفض و رفع ۔ یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے ، بنجر بھی پڑا رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اُس کا بلند ہونا ہے بروزگار ۔ زمانہ کا پست اور بلند ہونا ، رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض و رفعِ ایں مزاجِ ممتزج | گاہ صحت گاہ رنجوریِ مُفج

اس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی | کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہمچنیں داں جملہ احوالِ جہاں | قحط و خصب و صلح و جنگ و افتتان

دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے | قحط اور ارزانی اور صلح اور جنگ اور فتنوں میں پڑنا

اینجہاں با ایں دو پر اندر ہواست | زیں دو جانہا موطنِ خوف و رجاست

یہ عالم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے | انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تا جہاں لرزاں بُود مانندِ برگ | در شمال و در سموم و بعث و مرگ

تاکہ جہان پتے کی طرح لرزتا رہے | شمالی ہواؤں اور لوؤں میں اور حیات اور موت میں

تا خمِ یک رنگیِ عیسیٰ ما | بشکند نرخِ خمِ صد رنگ را

تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی مٹکا | سو رنگ والے مٹکے کے نرخ کو سستا کردے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست | ہر چہ آنجا رفت بے تلویں شدست

کیونکہ وہ جہان نمک کی کان کی طرح ہے | جو وہاں گیا، وہ بے رنگت ہوگیا

خاک را بیں خلقِ رنگا رنگ را | می کُند یک رنگ اندر گورہا

مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو | قبروں میں ایک رنگ کردیتی ہے

ایں نمکسارِ جسومِ ظاہرست | خود نمکسارِ معانی دیگرست

یہ ظاہری جسموں کی کانِ نمک ہے | باطنی چیزوں کی کانِ نمک دوسری ہے

ایں نمکسارِ معانی معنویست | از ازل آں تا ابد اندر نُویست

باطنی اشیاء کی کانِ نمک، باطنی ہے | ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نُوی را کہنگی ضدش بُود | آں نُوی بے ضد و بے ند و عدد

اس تازگی کی، کہنگی ضد ہے | وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نورِ مصطفےٰ | صد ہزاراں نوعِ ظلمت شد ضیا

جیسے کہ مصطفےٰ کے نور کی جیقل سے | لاکھوں قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مُغ | جملگی یک رنگ شد زاں الپ اُلغ

یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی | اس بزرگ کے ذریعہ سب یک رنگ ہوئے

آنحضور کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہوگئیں۔ مُغ۔ آتش پرست۔
الپ اُلغ۔ دلیر و بزرگ۔

ف۱ مزاج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی اس کی بیماری اور صحت ہے۔ مُفج۔ شور کرنے والا۔ ہمچنیں۔ دنیا کے احوال کو اسی طرح سمجھ۔ قحط بھی ہے اور ارزانی بھی، صلح بھی ہے اور جنگ و فتنہ میں مبتلا ہونا بھی ہے۔ اینجہاں۔ عالم کا بقا انہی متضاد کیفیتوں سے ہے اور جانوں میں امید و بیم انہی کی وجہ سے ہے۔ تا جہاں۔ امید و بیم کی وجہ سے دنیا لرزتی رہتی ہے اور اس پر مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔

ف۲ تا خم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالمِ آخرت کی قدر ہو کہ وہاں راحت ہی راحت ہے، مصائب نہیں ہیں۔ عیسیٰ ما۔ اس سے مراد حضرت حق تعالیٰ ہے۔ خمِ صد رنگی۔ عالمِ دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز پہنچ جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے۔ خاک۔ قبر عالمِ آخرت کی ابتداء ہے، وہاں پہنچ کر بھی نے رنگی ختم ہوجاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لئے نمک کی کان ہے۔ نمکسارِ معانی۔ ارواح کا نمکسار عالمِ آخرت ہے۔

ف۳ ایں نمکسار۔ عالمِ آخرت میں نیا پرانا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے۔ ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالمِ آخرت کی یک رنگی اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز — شد یکے در نورِ آں خورشیدِ راز

لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے — اُس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہوگئے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن — گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن

نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن — قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہوگئے

لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست — بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست

لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے — بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

کہ معانی آں جہاں صورت شود — نقشہائے ما در خورِ خصلت شود

کیونکہ معنی چیزیں اس عالم میں ظاہر بنجائیں گی — ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہوجائیں گی

گردد آنگہ فکر نقشِ نامہا — ایں بطانہ روئے کارِ جامہا

اُس وقت فکر، خطوں کی تحریر بنجائے گا — یہ استر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

ایں زماں[2] سرہا مثالِ گاوِ پیس — دوکِ نطق اندر ملل صد رنگ ریس

اس وقت راز، چکبرے بیل کی طرح ہیں — گویائی کا تکلا مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی — عالمِ یک رنگ کے گردد جلی

صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے — یک رنگ عالم کب ظاہر ہوگا؟

نوبتِ زنگی ست و رومی شد نہاں — ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں

حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہوگیا ہے — یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ[3] گرگ ست و یوسف زیرِ چاہ — نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ

بھیڑیئے کا زمانہ ہے اور یوسف کنوئیں میں ہے — قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون، بادشاہ ہے

تا ز رزقِ بے دریغ و خیرہ خند — ایں سگاں را حصہ باشد روز چند

تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی — چند روز ان کتوں کا حصہ بنے

در درونِ بیشہ شیراں منتظر — تا شود امرِ تعالوا منتشر

کچھار میں شیر منتظر ہیں — تاکہ "آجاؤ" کا حکم پھیل جائے

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج — بے حجابے حق نماید دخل و خرج

تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے — اللہ بغیر پردے کے حجاب آمد و خرچ کردے گا

جوہرِ انساں بگیرد بر و بحر — پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر

انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کرے گا — چکبرے بیل قربانی کے دن ذبح ہوں گے

---

[1] سایہ۔ کفر کی تاریکی۔ نے درازی۔ ان کفروں کا تفاوت ختم ہوگیا۔ لیک۔ عالم آخرت کی یک رنگی پوشیدہ ہے لیکن حشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہوجائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کرلے گی۔ گردد۔ وہاں پہنچکر استر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا، جو ظاہر ہے۔ بطانہ۔ استر روئے کار جامہ۔ ابرا۔

[2] ایں زماں۔ اخروی حقیقتیں اس دنیا میں چکبرے جانور کی طرح ہیں کہ اُس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں انہی اخروی باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور مذاہبی باتوں میں زبان کا تکلا مختلف رنگ کا دھاگا کاتتا ہے۔ عالمِ یک رنگ۔ عالمِ آخرت۔ نوبتِ زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بد رنگی۔ رومی یعنی خوش رنگی۔ رہاں۔ گروی۔

[3] نوبتِ گرگ یعنی باطل غالب اور حق مغلوب ہے۔ تا۔ یہ خفا اس لئے ہے کہ اہلِ باطل بھی کچھ دن مزے اڑالیں۔ در درون۔ حقائق مخفی ہیں اور ظاہر ہونے کے حکم کے منتظر ہیں۔ مرج۔ چراگاہ۔ دخل و خرج۔ جمع خرچ جوہر۔ پھر حق کا غلبہ ہوجائے گا اور باطل فنا ہوجائے گا۔ روزِ نحر۔ قیامت کا دن عید کا دن ہوگا۔ جس میں مومن خوشی منائیں گے اور کفار ہلاک ہونگے۔

روزِ نحرِ رستخیزِ سہمناک — مومناں را عید و گاواں را ہلاک

خوفناک قیامت کا قربانی کا دن — مؤمنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملہ مرغانِ آب آں روزِ نحر — ہمچو کشتیہا رواں بر روئے بحر

پانی کے سب پرندے اس قربانی کے دن — سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے

تا کہ یہلک من ہلک عن بینۃ — تا کہ ینجو من نجا واستیقنہ

تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو — تاکہ نجات پائے جو نجات پائے اس حال میں کہ اس دن کا یقین ہو

تا کہ بازاں جانبِ سلطاں روند — تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند

تاکہ باز، شاہ کی جانب روانہ ہوں — تاکہ کوے قبرستان کی جانب جائیں

کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچو ناں — نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں

کیونکہ ہڈیاں اور گوبر کے اجزاء روٹی کی طرح — دنیا میں کووں کی غذا بنے ہیں

قندِ حکمت از کجا زاغ از کجا — کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا

کہاں دانائی کی شکر، کہاں کوا؟ — کہاں گوبر کا کیڑا، کہاں چمن؟

نیست لائق غزو نفسِ مردِ غر — نیست لائق عود و مشک و کونِ خر

بددل مرد کا نفس، جہاد کے لائق نہیں ہے — عود اور مشک، گدھے کی مقعد کے مناسب نہیں

چوں غزا ندہد زناں را ہیچ دست — کے دہد آنکہ جہادِ اکبر ست

جبکہ زنانوں کو جہاد کا موقع نہیں — تو جہاد اکبر کا کیا موقع ہے؟

جز بنادر در تنِ زن رستمے — گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے

-وائے نادر کے عورت کے جسم میں کوئی بہادر — پوشیدہ ہو (حضرت) مریم کی طرح

آنچناں کہ در تنِ مرداں زناں — خفیہ اند و ماندہ از ضعفِ جناں

جیسے کہ مردوں کے جسم میں عورتیں — پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں

آنجہاں صورت شود در مادگی — ہر کہ در مردی ندید آمادگی

(وہ) اس عالم میں مادہ کی صورت میں ہوگا — جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

روزِ عدل و عدل داد اندر خورست — کفش زانِ پا کلاہ آنِ سر ست

(وہ) انصاف کا دن ہے اور انصاف اور عطا مناسب ہیں — جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے — تا بغرب خود رود ہر غاربے

تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے — تاکہ ہر غروب ہونے والا اپنے غروب کو پہنچ جائے

لہ جملہ مرغاں۔ مؤمنوں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ حقائق اس لئے واضح کئے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بدباطن لوگ۔ کاستخواں ان کووں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

کلہ قندِ حکمت۔ دانائی اور کوے، گبرونڈے اور چمن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ نیست۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی مقعد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چوں صوفیا کے نزدیک کافروں سے جہاد، جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مریم۔ حدیث شریف ہے مرد تو بہت سے کمل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کمل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح تمام کھانوں میں ثرید افضل ہے۔

سلہ آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں انکی صفت واضح ہوجائے گی۔ روزِ عدل۔ عالمِ آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا وہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھیگا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح

نیست[۵۱] ہر مطلوب از طالب دریغ
کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے

جُفتِ تابش شمس و جُفتِ آب میغ
تپش کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہر خانہ کردگار
دنیا اللہ (تعالیٰ) کا قہر خانہ ہے

قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
جب تونے ظلم کرنا اختیار کیا قہر کو (بھی) دیکھ

اُستخوان و مُوئے مقہوراں نگر
قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ

تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بر
قہر کی تلوار نے انکو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پَر و بالِ مُرغ بیں بر گردِ دام
جال کے چاروں طرف پرند کے پَر و بال دیکھ لے

شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام
جو اللہ تعالیٰ کے قہر کی بغیر لفظوں کے شرح کر رہے ہیں

مُرد[۵۲] اُو بر جائے خر پُشتہ نشاند
وہ مرگیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا

وانکہ کہنہ گشت پُشتہ ہم نماند
اور جو پرانا ہوگیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جُفت کردہ عدلِ حق
اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے

پیل را با پیل و بَق را جنسِ بَق
ہاتھی کا ہاتھی ہے اور مچھر کا مچھر کی جنس ہے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار
احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں

مُونسِ بوجہل عتبہ و ذو الخمار
ابوجہل کے دوست، عتبہ اور ذوالخمار ہیں

کعبۂ جبریل و جانہا سدرہ[۵۳]
جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے

قبلۂ عبد البطوں شُد سُفرہ
پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُوَد نورِ وصال
عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے

قبلۂ عقلِ مُفلسِف شُد خیال
فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُوَد یزدانِ بَر
زاہد کا قبلہ محسن خدا ہے

قبلۂ مطمع بُوَد ہمیانِ زر
لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مَردانِ حق اعمالِ نیک
مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں

قبلۂ نااہل جہلِ مُردریگ
نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ
اہل باطن کا قبلہ، صبر اور سکون ہے

قبلۂ صورت پرستاں نقشِ سنگ
ظاہر پرستوں کا قبلہ، پتھر کا نقش ہے

---

۵۱ نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ تپش کا مطلوب سورج اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرت حق تعالیٰ کے قہر کا ظہور ہوجاتا ہے جب انسان ظلم کرتا ہے تو اُس پر قہرِ خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھ لو۔ پَر و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرندے کے جو پَر و بال جال کے چاروں طرف پھیلے ہوتے ہیں وہ اُس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

۵۲ مُرد۔ جن پر قہرِ خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑا اُس سے لگا دیتی ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ عتبہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ ذوالخمار ایک کاہن تھا، اپنا مُنہ ڈھکے رہتا تھا اس لئے وہ "اوڑھنی والا" کے نام سے مشہور تھا۔

۵۳ سدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبریلؑ کا منتہی ہے۔ عبد البطوں۔ پیٹو انسان۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ باخدا انسان نور وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہے۔ زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلۂ مَرداں۔ جو خدا پرست ہیں اُن کا مطمعِ نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن
خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد۔ اے پسر
اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
اے بابا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سر بسر
فرعون کا قبلہ، سراسر نیل ہے

قبلۂ خر بندہ چہ بود کونِ خر
گدھے والے کا قبلہ کیا ہوگا، گدھے کی مقعد؟

ہمچنیں بر می شمر تازہ و کہن
اسی طرح نئے اور پرانے کو شمار کرلے

ور ملولی رو تو کارِ خویش کن
اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زریں شد عقار
ہمارا رزق، زریں پیالہ میں شراب ہے

واں سگاں را آبِ تتماج و تغار
ان کتوں کیلئے تتماج اور تغار کا پانی ہے

لائق آں کہ بُد اُو خود دادہ ایم
جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا

در خورِ آں رزق اُو بفرستادہ ایم
اس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را
اُن صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے

سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اس کو ہم نے جان سے بیزار کر دیا ہے کیوں؟

خوئے آں را عاشقِ ناں کردہ ایم
ہم نے اُسکی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا

جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم
اس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں بخوئے خود خوشی و خرمی
جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے

پس چرا از خورِ خوئیت می رمی
تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر
تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے

رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
تجھے رستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش
تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے

ور بحیزی مائلی رو کوں فروش
اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے، جا مقعد بیچ

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ فقیر

گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر
محتاجی کے زخم سے زخمی ہوگیا ہے

ؔلہ باطن نشین۔ خلوت گزیں۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون فرعون کا مطلوب دنیا اور دریائے نیل ہے، گدھے والے کا مقصد گدھے کا مقعد ہے۔ تمر ہمیشہ خلو یا اور مثالوں کو شمار کرلے۔ کارِ خویش۔ اپنے کام میں لگ یہ تیرا کام نہیں ہے۔ عقار۔ شراب یعنی مضامین عالیہ جن میں سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔

ؔلہ سگاں۔ دنیادار۔ آبِ تتماج یعنی آشِ تتماج جو تتماج (ایک ترش پھل) سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنا لیا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اس میں اس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کر دیا اور دوسرے کو خدائی مست بنا دیا چونکہ اس میں اس کے آثار تھے۔

ؔلہ چوں۔ جب انسان اپنی بری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزاء کا سبب ہیں تو اس کے مناسب جزاء سے اس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہیے بہادری پسند ہے تو خنجر باندھنا بھی پسند ہونا چاہیے۔ جوشن۔ زرہ۔ کون۔ مقعد۔ ایں سخن۔ خدائی انصاف کا بیان۔ عقیر۔ زخمی۔

قصۂ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قُبّہ رُوی بقبلہ کُن و تیر

اُس گنجنامہ کا قصّہ کہ اُنھوں نے کہا، قُبّہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر

در کمان نہ و بینداز آنجا کہ اُفتد گنجست

کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کُو
اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟

واقعہ بے خواب صُوفی راست خُو
بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

ہاتفے[۲] گفتش کہ اے دیدہ تعب
ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے!

رُقعہ در مشقِ وَرّاقاں طلب
ایک پرچہ ردّی فروشوں کے مشق (شدہ کاغذوں) میں سے لے

خُفیہ زاں وَرّاق کت ہمسایہ است
چپکے سے اپنے پڑوسی ردّی فروش کے

سُوئے کاغذ پارہاش آور تو دست
کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعہ شکلش چناں رنگش چنیں
ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے

پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بدُزدی آں ز وراق اے پسر
اے بیٹا! جب تو اُس کو ردّی فروش سے اڑالے

پس بُرو ں رَو زانبُہی و شور و شر
تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

تو بخواں آں را بخود در خلوتے
تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ

ہیں مجُو در خواندنِ آں شرکتے
خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

ور[۳] شود آں فاش ہم غمگیں مشو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا

کہ نیابد غیرِ تو زاں نیم جو
کیونکہ اسمیں تیرے سوا کوئی ادھا جو بھی نہیں حاصل کرسکتا

ور کشد آں دیر ہیں زنہار تو
اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو

وِردِ خود کُن دمبدم لَا تَقْنَطُوْا
ہر وقت اپنا ورد لَا تَقْنَطُوْا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مُژدہ ور
یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ

بر دلِ اُو زد کہ رَو زحمت ببر
اُس کے دل پر رکھدیا کہ جا محنت کر

چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں
جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا

می نگنجید از فرح اندر جہاں
خوشی سے دنیا میں نہ سماتا تھا

تاکہ اُس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

---

۱ قصّہ۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردّی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے اُس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قُبّہ کے پاس جاکر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دید۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اِسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

۲ ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ وراق۔ کاغذ فروش مراد ردّی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں حزیں۔ غمگین۔ بدزدی۔ حقیقت میں چوری نہ تھی اِسلئے کہ ردّی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اُس کو تنہائی میں بلا شرکتِ غیرے پڑھنا تاکہ راز نہ کھلے۔

۳ ور شود۔ اِن احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ ور کشد اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوْا۔ تم مایوس نہ ہو۔ ایں بگفت۔ اب وہ ہاتف نمودار بھی ہوگیا اور اُس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھدیا

زہرۂ[1] اُو بردریدے از قلق
دھڑکن سے اُس کا پتہ پھٹ جاتا

گر نبودے رِفق و حفظ و لُطفِ حق
اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے

گوشِ اُو بشنید از حضرت جواب
اُس کے کان نے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے جواب سُنا

از حجب چوں حسِّ سمعش در گذشت
جب اُس کے سننے کی حِسّ پردوں سے بڑھ گئی

شُد سَر افراز و ز گردوں بر گذشت
وہ سر بلند ہوگیا اور آسمان سے بڑھ گیا

چوں[2] گذارہ شُد حسِّ سمعش زحجب
اُس کے سننے کی حِسّ جب پردوں سے گذر گئی

بر فلک بُرد اُو سَر افرازی زعجب
خود پسندی سے وہ اپنی سر بلندی کو آسمان پرلے گیا

کے بُود کاں حسِّ چشمش زاعتبار
کب ہوگا کہ اُسکی آنکھ کی حِسّ عزت حاصل کرنے میں

زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
اُن غیب کے پردوں سے (بھی) گذر جائے

چوں گذارہ شُد حواسش از حجاب
جب اُس کے حواس، پردے سے گذر جائیں

پس پیاپے گردِشش دید و خطاب
تو اُنکو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہوگا

چوں سپاہِ زنگ پنہاں شُد ز روم
جب حبش کا لشکر، روم والوں سے چُھپ گیا

تیغ زد خورشید و پیدا شُد علوم
سورج نے تلوار چلادی اور علوم پیدا ہوگئے

یک[3] فرح آں کز سُوال آمد خلاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہوگئی

خواہدش حاصل شُدن آں گنجِ خاص
اُس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہوجائے گا

یک فرح آنکہ نشُد رَدِّش دُعا
ایک یہ خوشی کہ اُس کی دعا رَد نہ ہوئی

عاقبت آمد اجابت مَر وُرا
بالآخر اُس کو قبولیت حاصل ہوگئی

جانبِ دُکانِ ورّاق آمد اُو
وہ ردّی فروش کی دکان پر آیا

دست میزد اُو بمشقش سُو بسُو
اُسکے مشقی کاغذوں پر اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زُود
بہت جلد وہ لکھا ہوا (کاغذ) اُسکی آنکھوں کے سامنے آگیا

با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بُود
اُن علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد
اُس نے بغل میں دبالیا کہا جناب خیریت سے رہیں

ایں زماں وا میرسم اے اُوستاد
اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

---

[1] زہرہ۔ اِس قدر خوش تھا کہ دھڑکن سے پتہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالےٰ اُس کی حفاظت نہ فرماتا۔ یک فرح۔ اُسکی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بُود۔ جسطرح اُسکی قوتِ سماعت حجابات سے گزر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اُس کی چشمِ دل حجابات سے گذر جائے اور اُس کو تجلی مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے۔

[2] چوں گذارہ شُد۔ جب سالک کی قوتِ سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کرجاتی ہے تو پھر اُسکو مسلسل اللہ تعالےٰ کی دید اور کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک تیسری کیفیت کا ذکر ہے کہ اُسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اُسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سپاہِ زنگ۔ یعنی اوصافِ بشری۔ رُوم۔ یعنی انوارِ خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجودِ حقیقی فنا کی تلوار چلا دیتا ہے اور یہ فانی ہوکر بقا باللہ حاصل کرلیتا ہے اور حضرتِ حق کی صفتِ علمیہ سے مُستفید ہونے لگتا ہے۔

[3] یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اُسکو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اُس کی دعا مقبول ہوگئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پڑوسی ردّی فروش کے یہاں گیا اور اُس نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اُس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وا میرسم۔ اِس وقت کام سے میں جارہا ہوں پھر فوراً واپس آجاؤں گا۔

رفت کُنجِ خلوتے آں را بخواند | وز تحیّر والہؔ و حیراں بماند
وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا | اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدیں پنہاں گنج نامہ بے بہا | چوں فتادہ ماند اندر مشقہا
کہ اِس طرح سے بے بہا گنجنامہ | مشقی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش ایں فکر جَست | کز پئے ہر چیز یزداں حافظ است
پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا | کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف | کہ کسے چیزے رباید از گزاف
نگہبان، اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟ | کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اڑالے

گر بیاباں پُر شود زرّ و نقوُد | بے رضائے حق جوے نتواں رُبُود
اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے | اللہ (تعالیٰ) کی مرضی کے بغیر ایک جو نہیں لیا جاسکتا

ور بخوانی صد صُحُف بے سکتۂ | بے قدر یادت نماند نُکتۂ
اگر تو سَو کتابیں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے | تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ور کُنی خدمت نخوانی یک کُتیب | علمہائے نادرہ یابی زجیب
اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے | تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کرے گا

شد زجیب آں کفِ موسیٰ ضوفشاں² | کاں فزوں آمد زماہِ آسماں
(حضرت) موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں نور افشاں ہوگیا | جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جُستی زچرخِ باہیب | سر برآورد ست اے موسیٰؑ زجیب
کہ تو جس چیز کو پُرہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا | اے موسیٰؑ! وہ گریبان میں سے نمودار ہوگئی ہے

تا بدانی کاسمانہائے سمی | ہست عکسِ مُدرکاتِ آدمی
تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ بلند آسمان | انسان کے علوم کا عکس ہیں

³نے کہ اوّل دستِ یزدانِ مجید | از دو عالم پیشتر عقل آفرید
کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالےٰ کے دست (قدرت) نے | دونوں جہان سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہانست و بس | کہ نباشد محرمِ عنقا مگس
یہ بات بہت واضح اور مخفی ہے | کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

عقل کامل کی افضلیت جس قدر سمعی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اُس کا کشفی حصہ اہلِ قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اُس کی اور اہل قال کی سمجھ کی مثال عنقاء اور مکھی کی ہے۔

حاشیہ:

۱ والہ۔ سرگشتہ۔ بے بہا۔ اِس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جاسکے، ردّی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اُسکو کہاں لے جاسکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہو جو سب کو نظر آئے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دھڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے، ورنہ سبب بیکار ہے ور کنی۔ اللہ تعالےٰ بغیر اسباب کے بھی مُسبّب کو پیدا فرمادیتا ہے۔

۲ شد۔ حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھا دیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کررہے تھے وہ تمہارے گریبان میں بھی موجود ہے۔ تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوّتِ مدرکہ عقل کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اِس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

۳ نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ" سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ عقل سے مراد عقلِ کامل ہے جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن۔

بازٔ سوی قصه باز آ ای پسر ——— قصهٔ گنج و فقیر آور بسر

اے بیٹا! پھر قصہ کی جانب واپس آجا ——— خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامیِ قصهٔ آں فقیر و نشانِ جای آں گنج

اُس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رُقعه نوشته بُود ایں ——— که برونِ شهر گنجے داں دفیں

اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا ——— کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ

آں فلاں قُبّه که در وے مَشهد ست ——— پشتِ او در شهر و رُو در فدفد ست

وہ فلاں قُبّہ جس میں مزار ہے ——— جس کی پشت شہر کیطرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پُشت با وے کُن تو رُو با قبله آر ——— وانگہاں از قوس تیرے در گذار

تو اُس کی طرف پشت کر اور مُنہ قبلہ کی جانب کر ——— پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سُعاد ——— بر کَن آں موضع که تیرت اُوفتاد

اے محبوب! تو جب کماں سے تیر پھینکے ——— جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پسٔ کمانِ سخت آورد آں فتیٰ ——— تیر پرّانید در صحنِ فضا

وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا ——— (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر او شاد شاد ——— کند آں موضع که تیرش اُوفتاد

(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا ——— جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کُند شُد هم او و هم بیل و تبر ——— خود ندید از گنجِ پنهانی اثر

وہ بھی کُند ہوگیا اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی ——— (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

همچنیں هر روز تیر انداختے ——— لیک جایِ گنج را نشناختے

وہ روزانہ اِسی طرح تیر پھینکتا ——— لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکه٣ ایں را پیشه کرد او بر دوام ——— فجفجے در شهر اُفتاد و عوام

چونکہ اُس نے مسلسل یہ پیشہ بنا لیا ——— شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شُدنِ خبر آں گنج و رسیدن بگوشِ پادشاه

اُس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

هر کسے در گفتگوی او فتاد ——— کاینچنیں بازی نباشد در نهاد

ہر شخص ایک بات کہنے لگا ——— کہ اِس طرح کا کھیل (کسی کی) طبیعت میں نہیں ہوتا

---

۱ باز۔ لہذا اِس بحث کو ختم کرکے اِسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہئے۔ اندراں وہ پرچہ جو اُس کورڈی فروش کی دکان سے ملا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مَشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ سُعاد عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنیٰ میں ہے۔

۲ پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھکر بغیر چلّہ کھینچے چھوڑنا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلّہ کھینچکر تیر چلایا اسی لئے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کُند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کُند ہوگیا ہمچنیں۔ وہ روز مرہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

۳ چونکہ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کررہا ہے تو اُنہیں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ فاش شدن۔ مشہور ہوجانے کا تھجپے۔ اِس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اِس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

هر کسے در گفت گوی فاسدے — هر طرف برخاستش یک حاسدے
ہر شخص ایک بیہودہ بات میں — ہر جانب اُس کا ایک حاسد پیدا ہوگیا

پس[۱] خبر کردند سلطاں را ازیں — آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں
پھر اُنھوں نے اِس کی بادشاہ کو خبر دی — اُن لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیر دست — کہ فلانے گنجنامہ یافت ست
اُنھوں نے وہ بات مخفی طور پر کہدی — کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں با شہ رسید — جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب اُس نے سُنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی — سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں قباد — رُقعہ آورد و بہ پیشِ شہ نہاد
اس سے پہلے کہ اُس بادشاہ کیجانب سے کوئی سختی دیکھے — پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھدیا

گفت تا[۲] ایں رقعہ را یابیدہ ام — گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام
عرض کیا کہ جب سے میں نے یہ پرچہ پایا ہے — خزانہ تو نہیں البتہ بیحد تکلیف دیکھی ہے

خود نشد یک حبہ از گنج آشکار — لیک پیچیدم بسے من ہمچو مار
خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی — لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مدتِ ماہے چنینم تلخ کام — کہ زیان و سودِ ایں بر من حرام
ایک ماہ کی مدت سے میں اسی طرح ناکام ہوں — کہ اُس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

بوکہ بختت برکند زیں کاں غطا — اے شہ پیروز جنگ و دژ گشا
ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اس معدن سے یہ پردہ ہٹادے — اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کشا شاہ!

مدتِ[۳] شش ماہ و افزوں پادشاہ — تیر می انداخت و برمی کند چاہ
چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ — تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کجا سختہ کمانے بود چست — تیر می انداخت ہر سو گنج جست
جہاں کہیں بھی کوئی سنجیدہ کمان والا چالاک آدمی تھا — وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیر تشویش و غم و طاماتے — ہمچو عنقا نام فاش و ذاتے نے
سوائے پریشانی اور غم اور بیہودہ گوئی کے کچھ نہیں — عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات ندارد

نومید شدنِ آں پادشاہ از نا یافتن آں گنج و ملول

اُس خزانہ کے نہ پانے سے پادشاہ کا نا اُمید ہونا اور اُس

[۱] پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اُس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جا کہا۔ چوں شُنید۔ جب اُس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا۔

[۲] گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنجنامہ ملا ہے روز کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ مار کے۔ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کہ زیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اُس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ بوکہ۔ بوذکہ۔ غطا۔ ڈھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

[۳] مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ اتنی گہری کھدواتا رہا کہ کنواں بنجاتا تھا۔ ہر کجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیر انداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سختہ کمان۔ کمان کو صحیح تولکر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدن اُواز طلب آں گنج سعادت

نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آجانا

چونکہ[۱] تعویق آمد اندر عرض و طول — شاہ شد زاں گنج دل سیر و ملول
جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی — بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہو گیا

دشتہا را گز گزاں شہ چاہ کند — می ندید از گنجِ اُو جز ریشخند
جنگلوں میں ایک ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوادیا — خزانہ سے، سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیرِ دردمند — رقعہ را از خشم پیشِ اُو فگند
پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا — غصّہ سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست — تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
کہا یہ پرچہ لے اسکے کچھ نشان نہیں رہے — تو اس کے مناسب ہے، چونکہ تجھے کوئی کام نہیں ہے

نیست ایں کارِ کسے کش ہست کار — گر بسوزد گل نگردد گردِ خار
یہ اُس کا کام نہیں ہے جسے کوئی کام ہو — اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے چکر نہیں کاٹتا ہے

نادر[۲] افتد اہلِ ایں ماخولیا — منتظر کش روید از آہن گیا
ایسے مالیخولیے والے کم ہوتے ہیں — جو منتظر ہوں کہ اُن کیلئے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را چو تو — تو کہ داری جانِ سخت ایں را بجو
اس کام کے لئے تجھ جیسا سخت جان چاہئے — چونکہ تو سخت جان ہے اُس کی تلاش کر

گر نیابی نبودت ہرگز ملال — ور بیابی آں بتو کردم حلال
اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہوگا — اور اگر تو پائے گا، تو میں نے تیرے لئے حلال کیا

عقل راہِ ناامیدی کے رود — عشق باشد کاں طرف بر سر دود
عقل، ناامیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟ — عشق ہی ہوتا ہے جو اس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لاابالی[۳] عشق باشد نے خرد — عقل آں جوید کزاں سودے برد
بے پروا عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل — عقل وہ تلاش کرتی ہے، جس سے نفع اٹھائے

ترکتاز و تن گداز و بے حیا — در بلا چوں سنگ زیرِ آسیا
غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے — مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح وہ ہے

سخت رُوئی کہ ندارد ہیچ پُشت — بہرہ جُوئی را درونِ خویش کشت
ایسا ڈھیٹ کہ پُشت نہیں پھیرتا — اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

---

۱ چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہو گیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہذا یہ بیکار کام کرتا رہ۔ گر بسوزد۔ یعنی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔

۲ نادر افتد۔ خزانہ کا کھودنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہوگا اس لئے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقلی تھی وہ مایوس ہو گیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔

۳ لاابالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتا ہے۔ چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت رُوی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی رُوگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاک[1] می بازد نہ جوید مزد اُو — آنچناں کہ پاک می گیرد زِ ہُو
پاکبازی اختیار کرتا ہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتا ہے — جیسا کہ وہ اللہ (تعالےٰ) سے پاک حاصل کرتا ہے

می دہد حق ہستیش بے عِلّتے — می سپارد باز بے علّت فتے
اللہ (تعالےٰ) اُسکو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتا ہے — پھر کسی سبب کے بغیر جوان اسکو واپس کر دیتا ہے

کہ فتوّت دادنِ بے علّت ست — پاکبازی خارج ہر مِلّت ست
کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے — پاکبازی ہر ملّت سے خارج ہے

زانکہ مِلّت فضل جُوید یا خلاص — پاکباز[2] انند قُربانانِ خاص
کیونکہ ملّت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات — پاکباز لوگ، ذات خاص (اللہ تعالےٰ) کے قربان ہیں

نے خدا را امتحانے می کُنند — نے درِ سُود و زیانے می زنند
نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں — نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادنِ پادشاہ آں گنجنامہ را بآں فقیر کہ بگیر
بادشاہ کا نا امید ہوجانا اور گنجنامہ کو اُس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے

کہ ما از سرِ ایں گنج در گذشتیم
کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رُقعہ گنج پُر آشوب را — شہ مُسلّم داشت آں مکروب را
جب پُر فتنہ خزانہ کا پرچہ — شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کر دیا

گشت ایمن اُو زِ خصمان و زِ نیش — رفت و می پیچید در سودائے خویش
وہ دشمنوں اور نیش (زنی) سے مطمئن ہو گیا — وہ چلا گیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (و غلطاں) ہو گیا

یار کرد اُو عشقِ درد اندیش[3] را — کلب لیسد خویش ریشِ خویش را
اُس نے درد اندیش عشق کو دوست بنالیا — کُتّا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را در پیچش خود یار نیست — محرمش در دہ یکے دیّار نیست
پیچ (و تاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے — اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر — عقل از سودائی اُو کور ست و کر
عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے — عقل اُس کے جنوں سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگی عام نیست — طب را ارشادِ ایں احکام نیست
کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے — طب کو اِن احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

[1] پاک۔ یعنی پاکباز ہے اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالےٰ کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کو وجود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کر دیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اس طرح کی جوانمردی ملّت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لئے کرتا ہے۔

[2] پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذاتِ خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اُسکو پرچہ واپس کر دیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہو گیا۔ اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُر آشوب۔ اُس پرچہ کیوجہ سے کھدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ۔ نیش۔ یعنی دشمنوں کی نیش زنی۔

[3] درد اندیش۔ عشق درد اور غم و الم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کُتّا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دیگر کا سہارا نہیں ڈھونڈھتا ہے عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اُسکا کوئی محرم راز ہوتا ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اسی لئے عقل کو اُسکے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے۔ زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا

گر طبیبے را رسد زیں گوں جنوں
اگر کسی طبیب کو اِس قسم کا جنون ہو جائے

دفترِ طب را فرو شوید بخوں
وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طبِّ جملہ عقلہا مدہوشِ اُوست
تمام عقلوں کی طب اُس سے حیران ہے

روئے جملہ دلبراں روپوشِ اُوست
تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

روی در روئے خود آرائے عشق کیش
اے عاشق! اپنا رخ اپنی طرف کر

نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش
اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دُعا
اُس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش ازاں کو پاسخے نشنیدہ بود
اِس سے پہلے کہ اُس نے جواب نہ سنا تھا

سالہا اندر دُعا پیچیدہ بود
سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دُعاہا می تنید
بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا

از کرم لبیکِ پنہاں می شنید
کرم سے مخفی لبیک سُنتا تھا

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل
جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا

زاعتمادِ جُودِ خلّاقِ جلیل
بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سوئے اُو نے ہاتف و نے پیک بُود
اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد

گوشِ اُمیدش پُر از لبیک بُود
اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

بے زباں می گفت اُمیدش تعال
امید اُس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آجا

از دلش می رفت آں دعوت ملال
وہ بلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کردیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموختست
جس کبوتر کو اٹاری (پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے

تو مخواں میرانش کاں پر دوختست
تو اُسکو نہ بلا، اُسکو بھگا کیونکہ اُسکے پر سلے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدیں برانش
اے ضیاء الحق حسام الدین! اُس کو بھگا

کز ملاقاتِ تو بر رُستست جانش
کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان اُگی ہے

گر برانی مُرغِ جانش از گزاف
اگر تو بے وجہ اُسکے مرغ جان کو بھگائے گا

ہم بگردِ بام تو آرد طواف
وہ تیری اٹاری کا چکر لگائے گا

دیتی تھی تو اُسکی سب تھکن اتر جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اُس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اُسکو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جن شخصوں کی روح اُس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم اُنکو اپنی جناب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کرینگے۔ گزاف۔ یعنی بلا وجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

۵۱ گر طبیبے۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طبِّ۔ تمام عقلی طبیب عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اُس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمالِ عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست اِن صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور اُن کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ رُوی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کیجانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھ تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اس فقیر نے دل کی طرف توجہ کر کے دعا شروع کردی۔ لَیس۔ دعا اِس لیے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اُس کے کام آتی ہے۔

۵۲ پیش ازاں۔ گنجنامہ نہ ملا تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا اب تو اُسکو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی نہ ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی مخفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے۔ چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اُسکا رقص یعنی دعا کی مصروفیت تھی تو اب کیوں نہ ہوتی۔ ہاتف۔ اُسکو غیبی آواز نے پرچہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پُر امید تھا۔

۵۳ بے زباں۔ جب اُسکی امید اللہ تعالیٰ کی جانب اُسکو دعوت

چینہ[1] و نقلش ہمہ بربامِ تُست
اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے
پرزناں براوجِ مستِ دامِ تُست
بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا عاشق ہے

گر دمے مُنکر شود دُزدانہ رُوح
اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے
در اداے شکرت اے فتحِ فتوح
اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شحنۂ عشق مکرّر کینہ اَش
مکرّر کینہ والا عشق کا کوتوال
طشتِ آتش می نہد بر سینہ اَش
اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھدیتا ہے

کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد
کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا
شاہِ عشقت خواند زوتر باز گرد
تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانہ مَن
میں اِس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد
چوں کبوتر پرزنم مستانہ مَن
کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیلِ[2] عشقم و سِدرم توئی
میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سِدرہ ہے
من سقیمم عیسیٰؑ مریم توئی
میں بیمار ہوں اور میرا عیسیٰؑ (ابن) مریم تو ہے

جوش دہ آں بحرِ گوہر بار را
موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا
خوش بپرس امروز ایں بیمار را
آج اُس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پرسی کرلے

چوں توٓ آنِ اُو شدی بحر آنِ تُست
جب تو اُس کا ہوگیا سمندر تیری ملکیت ہے
گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تُست
اگرچہ اِس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ ست کو کرد آشکار
یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے
آنچہ پنہان ست یارب زینہار
جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو[3] دہاں داریم گویا ہمچو نے
ہم نے کی طرح دو بولنے والے مُنہ رکھتے ہیں
یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ایک مُنہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سُوئے شما
ایک مُنہ تمہاری جانب نالہ کر رہا ہے
ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
اُس نے فضا میں شور برپا کردیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظرست
لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے
کہ فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اِس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

---

[1] چینہ۔ چونکہ اُن روحوں کو آپ کی صحبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں گردمے۔ اگر کسی وقت یہ روح منکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرر یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کہ بیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر شحنۂ عشق سے خود عشق مُراد لیا جائے اور شاہِ عشق سے مراد محبوب ہے۔ گرد۔ مولانا فرماتے ہیں میں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

[2] جبرئیل۔ حضرت جبرئیلؑ کا منتہیٰ سِدرۃُ المُنتہیٰ ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجئے۔ چوں۔ بحر سے مراد حق تعالےٰ ہے حدیث شریف ہے مَن کان للہ کان اللہُ لہٗ جو خدا کا ہوگیا خدا اُس کا ہوگیا۔ گرچہ فی الحال اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں التجا اور زاری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یہ اُس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

[3] دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دُو مُنہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے مُنہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا مُنہ

اُس کے مُنہ میں پھونکتا ہے اِسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اُس محبوب کا فعل ہے لیکن جو صاحبِ نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغان میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

دمدمہ[1] ایں نائ از دمہائے اوست
اس نے کا شور اس کی پھونکوں سے ہے

ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست
روح کی ہائے وہو اس کی ہائے وہو کی وجہ سے ہے

گر نبودے با لبش نے را سمر
اگر نے کا اس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا

نے جہاں را پُر نکردے از شکر
تو نے دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

با کہ خفتی وز چہ پہلو خاستی
آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟

کہ چنیں پُر جوش چوں دریاستی
کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یا اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ خواندیٔ
یا آپ نے میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں پڑھا؟

در دلِ دریائ آتش اندیٔ
اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[2] یا نارُ کُونِی بَارِدًا
اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا کا نعرہ

عصمتِ جانِ تو گشت اے مقتدا
اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین و دل
اے ضیاء الحق! آپ دین اور دل کی تلوار ہیں

کے تواں اندود خورشیدے بگل
سورج کو مٹی میں کب چھپایا جا سکتا ہے؟

قصد کردستند ایں گل پارہا
ان مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے

کہ بپوشانند خورشیدِ ترا
کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

در دلِ کہ لعلہا دلالِ تست
پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلال ہیں

باغہا از خندہ مالا مالِ تست
باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مردیت را کو رستمے
آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟

تا ز صد خرمن یکے جو گفتمے
کہ سیکڑوں انباروں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[3] بخواہم کز سرت آہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں

چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
(حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اخواں را دل کینہ ور ست
چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے

یوسفم را قعرِ چہ اولیٰ تر ست
میرے یوسف کے لئے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم
میں مست ہو گیا ہوں میں اپنے آپکو شور و غل پر پھینکے مارتا ہوں

چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم
کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

---

[1] دمدمہ۔ اس بانسری کا جو کچھ نوحہ ہے وہ اسکی پھونکوں کا اثر ہے۔ اَلسُّلْطَانُ یَتَصَرَّفُ فِی مِلْکِہٖ کَیْفَ یَشَآءُ "بادشاہ اپنی ملکیت میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے" گر نبودے۔ اگر یہ نالہ و زاری محبوب کی جانب سے نہ ہوتی تو اس میں اس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا۔ باکہ خفتی۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اس قدر جوش و خروش ہے۔ یا اَبِیْتُ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے" یعنی آپ کو رات میں وصالِ حق میسر آیا ہے۔

[2] نعرہ۔ باوجود اسکے کہ آپ نے خود کو دریائے آتش میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے۔ اے ضیاء الحق۔ جبکہ تمہارے جوش و خروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔ گل پارہا۔ مٹی کے ڈھیلے۔ محرم۔ آپ میں جو کمالات ہیں اگر کوئی انکو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو میں اس خرمن میں سے ایک جو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں اس شعر میں "را" زاید ہے۔

[3] چوں بخواہم۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے سے عاجز آجاتے تھے اور کوئی ہمراز نہ ملتا تھا جس کو سنا کر دل ہلکا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈال کر وہ راز کہدیتے تھے۔ چونکہ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے اس میں جاں تو بچی رہے گی۔ مست۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کیوجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہذا اب میں علی الاعلان راز کہدوں گا۔

برکفِ[1] من نہ شرابِ آتشیں — وانگہاں کرّو فرِ مستانہ ہیں
میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو — پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر — زانکہ ما غرقیم ایں دم در عصیر
کہدو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے — کیونکہ ہم اِس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ — از منِ غرقہ شدہ یاری مخواہ
اے فقیر! اِس وقت خدا سے پناہ چاہ — مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اسناد نیست — از خود و از ریشِ خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھے اِس سند کی پروا نہیں ہے — مجھے اپنی اور اپنی داڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سُبلت کے بگنجد و آبِ رو — در شرابے[2] کہ نگنجد تارِ مو
آبرو اور غرور کہاں سمائے گا ؟ — اُس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

در دہ اے ساقی یکے رطلِ گراں — خواجہ را از ریش و سُبلت وا رہاں
اے ساقی ! ایک بھاری جام دے — خواجہ کو داڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش بر ما سبالے میزند — لیک ریش از رشکِ ما بر میکند
اُس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے — لیکن وہ ہمارے رشک سے داڑھی نوچتا ہے

ماتِ اُو شو ماتِ اُو شو ماتِ اُو — کہ ہمیدانیم تزویرات اُو
تو اُس سے مات کھا، تو اُس سے مات کھا، اُس سے — کیونکہ ہم تو اُس کی مکاریاں جانتے ہیں

از پسِ[3] صد سال آنچہ آید برو — پیر می بیند معیّن مو بمو
سو سال بعد جو اس پر آئے گا — شیخ معین طریقہ پر سب موجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام — کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے ؟ — جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید — ہست بر کوسہ یکایک آں پدید
جو کچھ داڑھیلے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا — وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

اِس غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اُسکی سزا کو فی الحال نہیں دیکھ رہا ہے لیکن ہمیں وہ نظر آرہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بد نتائج جو تو سو سال کے بعد دیکھے گا ہمیں ابھی سے نظر آرہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اُس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے ۔ لحیانی۔ گھر کے اندر کی چیز جو داڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اُس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضاء بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچے دیکھ لیتے ہیں۔

---

[1] برکف۔ ایک تو جام اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھئے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا تقاضا مجھے تنگ میں پورا نہیں کرسکا ہوں اور وہ اُس خزانہ کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے اب مجھے اُس کی بجھنگی تلاش کی فرصت نہیں ہے۔ عصیر یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کرسکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہے۔ اسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خزانہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کرچکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

[2] در شرابے۔ جو شراب اِس قدر مُصفّیٰ ہے کہ اُس میں بال بھی نظر آجاتا ہے اُس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور حُبِّ جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ در دہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا یہی علاج ہے کہ انسان شرابِ عشق پئے۔ رطلِ گراں۔ بڑا پیمانہ۔ نخوتش چونکہ وہ خواجہ شرابِ عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اُس کے اِس فعل کا ضرر اُسی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی داڑھی نوچتا ہے ماتِ اُو شو۔ اب اُس خواجہ کو توبیخاً کہتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اِس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اِس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

[3] از پس۔ تجھ لامحالہ اپنے

رَوْ [1] بدریائے کہ ماہی زادۂ
تو دریا میں جا، کیونکہ تو مچھلی کا جنا ہے

ہمچو خَس در ریش چوں افتادۂ
داڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نہ، دور از تو، رشکِ گوہری
تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے

در میانِ موج و بحر اولیٰ تری
تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست
وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے

گوہر و ماہیش غیر از موج نیست
اس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال و اے محال اشراکِ او
اے مخاطب! محال در محال ہے اُسکا شریک کرنا

دور ازاں دریا و موجِ پاکِ او
اُس دریا اور اس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست [2] اندر بحر شرک و پیچ پیچ
دریا میں شرک اور اینچ پینچ نہیں ہے

لیک با اَحول چگویم ہیچ ہیچ
لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں، کچھ نہیں

چونکہ جفتِ احولانیم اے شمن
اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں

لازم آمد مشرکانہ دم زدن
مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہوگیا

آں یکے کز انسوئے وصف و حال
وہ ذات جو وصف اور خیال سے وراء ہے

جز دوئی ناید بمیدان مقال
گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا [3] چو احول ایں دوئی را نوش کن
یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا

یا دہاں بر بند و خوش خاموش کن
یا منہ بند کرلے اور اچھی طرح چپ ہوجا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام
یا باری باری، کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو

احولانہ طبل می زن والسلام
بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گو سرِّ جاں
جب تو کوئی محرم دیکھے، جان کا راز کہہ

گُل بہ بینی نعرہ زن چوں بلبلاں
پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجودِ واجب کے علاوہ کسی اور کو وجودِ مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجودِ مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اُس سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کیلئے متکلمین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو سمجھ لو حالانکہ ممکنات کا وجود ہی نہیں ہے۔ آں یکے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت موصوف یعنی بیانِ لفظی اور خیالی یعنی تصور سے بالاتر ہے اب اگر اسکو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہوگی ——— [3] یا چو احول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارہ کرلو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کرلو کہ جب صاحبِ باطن ملے اُس کو سمجھادو ورنہ خاموشی اختیار کرو۔ چوں بہ بینی۔ جب رازدار ملے تو اس سے توحیدِ عارفین کی بات کرلیا کرو وہ محرم بمنزلہ گُل کے ہے اُس کے سامنے بلبلانہ نعرے لگاؤ۔

[1] رَوْ بدریا۔ پھر سفر در کو خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدم کی اولاد ہے تیرا ماویٰ اور ملجا دریائے عشق ہے تو تنکے کی طرح داڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس نہ۔ داڑھی سے تو تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گزشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اُس بحر کے لئے موتی، مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے اُن کا ازالہ شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحرِ وحدانیت ہے کہ نہ اُس کو فرد کہا جاسکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ امام اعظم رح کا مقولہ ہے۔ اَللّٰہُ وَاحِدٌ لَیْسَ وِحْدَتُہٗ... کَوِحْدَۃِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنٰی اِنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ خدا واحد ہے لیکن اُس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُس کے گوہر یعنی ملائکہ اور مقربین ہیں اور اس کی مچھلی یعنی عاشق اُن کا وجود عینِ وجودِ حق ہے۔

[2] نیست۔ اس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عینِ ذات ہے۔ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سوائے اللہ کے وجودِ مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ احول۔ بھینگا جس

چوں[1] بہ بینی مشک پُر مکر و مجاز
جب تو کوئی مشک مکر اور مجاز سے پُر دیکھے

لب بہ بند و خویشتن را خُنب ساز
(تو) ہونٹ بند کر لے اور اپنے آپ کو مٹکا بنا لے

دشمنِ آبست پیشِ اُو مجنب
وہ پانی کا دشمن ہے اس کے سامنے نہ ہل

ورنہ سنگِ جہلِ اُو بشکست خُنب
ورنہ اس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

بابیاستہائے جاہل صبر کُن
جاہل کی تکالیف پر صبر کر

خوش مدارا کُن بعقلِ من لدُن
خدائی عقل کے ذریعہ اچھی خاطر تواضع کر

صبر با نااہل اہلاں را جلے ست
نااہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کرنا جلا ہے

صبر صافی میکند ہر جا دلے ست
جہاں کہیں کوئی دل ہے صبر اُسکو صاف کر دیتا ہے

آتشِ[2] نمرود ابراہیمؑ را
نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لیے

صفوتِ آئینہ آمد در جلا
جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفر نوحیان و صبر نوحؑ
نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر

نوحؑ را شُد صیقلِ مرآتِ رُوح
(حضرت) نوحؑ کے لئے روح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایت آں مُریدِ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہرِ طالقاں
ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا

بہرِ صیتِ بوالحسنؒ تا خارقاں[3]
خارقان کے لئے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا ببرید و وادیِ دراز
پہاڑ اور دراز وادی قطع کی

بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز
سچائی اور نیازمندی کیساتھ، شیخ کے دیدار کیلئے

آنچہ در رہ دید از جور و ستم
جو ظلم و ستم اس نے راستہ میں دیکھے

گرچہ در خورد ست کوتہ می کنم
اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں
جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا

خانۂ آں شاہ را جست اُو نشاں
اس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حرمت بزد حلقہ درش
جب بصد احترام اس نے اُنکے دروازے کی کنڈی بجائی

زن بروں کرد از درِ خانہ سرش
عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگو اے بوالکرم
اے صاحبِ کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟

گفت بر قصدِ زیارت آمدم
اس نے کہا کہ میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

[1] چوں بہ بینی۔ جب تو غیر عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مٹکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا۔ دشمن۔ یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔ بابیاستہائے۔ لیکن اگر وہ بغیر اظہار اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذارسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذاء نہ پہنچا صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔

[2] آتش۔ نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مُصفّٰی کر دیا۔ جورِ کفر حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہو گئے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رحؒ کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔ طالقان۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صیت۔ شہرت۔

[3] خارقان۔ خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لئے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کئے دیتا ہوں۔ آں شاہ۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقۂ در۔ دروازے کی کنڈی۔ زن۔ یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت۔ یعنی شیخ کی زیارت۔

خندہ زد زن کہ خِہ[1] خہ ریش بیں ... ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں

عورت نے قہقہہ لگایا، کہ واہ واہ داڑھی دیکھ ... اِس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھ

خود تُرا کارے نبُود آں جائیگاہ ... کہ بہ بیہودہ کُنی ایں عزمِ راہ

اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟ ... کہ تو نے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اِشتہایِ گول گردی آمدت ... یا ملولیِ وطن غالب شُدت

تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی ... یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوت دو شاخہ بر نہاد ... بر تو وسواسِ سفر را در کشاد

یا شاید شیطان نے دُوشاخہ رکھ دیا ... تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ ... مَن[2] نتانم باز گفتن آں ہمہ

اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں ... میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل و ز ریشخندِ بے حسیب ... آں مُرید افتاد از غم در نشیب

مثل اور بے حساب مذاق ... وہ مُرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدن آں وارِد از حرمِ شیخ کہ شیخ کجاست و کُجا جُویم و جوابِ نافرجام دادنِ حرمِ شیخ آں مُرید را

اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش کروں اور اُس مُرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اَشکش از دیدہ بجُست و گفت اُو ... با ہمہ آں شاہِ شیریں نام کُو

اُس کی آنکھ سے آنسو بھر پڑے اور اُس نے کہا ... باوجود اِس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت[3] آں سالوس زرّاقِ تہی ... دامِ گولان و کمندِ گمرہی

اُس نے کہا وہ مکّار، ریاکار، کورا ... احمقوں کا جال اور گمراہی کا پھانسہ

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو ... اُوفتادہ از وے اندر صد عتو

تجھ جیسے لاکھوں بے عقل ... اُس کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہوگئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت وا روی ... خیرِ تو باشد نگردی زو غوی

اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے ... تیرے لئے بہتر ہوگا تو اُس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار ... بانگِ طبلش رفتہ اطراف و دیار

شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے ... اُسکے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

---

[1] خِہ خہ۔ واہ واہ، کیا خوب ریش یعنی اپنی داڑھی کو دیکھ اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی! خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اِشتہاسی۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دُوشاخہ۔ ایک لکڑی تھی جس سے گردن کو شکنجہ میں کستے تھے۔ نافرجام۔ نالائق، نامناسب۔

[2] من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔ وارد۔ آنیوالا۔ حرمِ شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ اَشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہر حال یہ بتا دے کہ شیخ کہاں ہیں۔

[3] گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کرکے بولی اگر تو اُس کو نہ دیکھے تو اِسی میں تیری خیر ہے۔ تہی۔ کمالات سے خالی۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل۔ عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی۔ گمراہ۔

سِبطی اند ایں قوم گوسالہ پرست [1] — بر چنیں گاوے ہمی مالند دست

یہ بچھڑے کی پجاری قوم سِبطی ہے — وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں

جیفۃ اللیل ست و بطال النہار — ہر کہ او شد غرّہ ایں طبل خوار

وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے — جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا

ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال — مکر و تزویرے گرفتہ کاینست حال

اس قوم نے سینکڑوں علم و کمال چھوڑے — مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے

آلِ موسیٰ کو دریغا تا کنوں — عابدانِ عجل را ریزند خوں

افسوس موسوی کہاں ہیں؟ کہ اب — بچھڑے کے پجاریوں کی خون ریزی کریں

کو رہِ پیغمبر و اصحابِ او — کو نماز و سُبحہ و آدابِ او

کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟ — کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اُس کے آداب؟

شرع [2] و تقویٰ را فگندہ سوئے پُشت — کو عمر رض کو امرِ معروفِ دُرشت

شریعت اور تقوے کو پسِ پشت پھینک دیا ہے — کہاں ہیں عمر رض، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟

کایں اباحت زیں جماعت فاش شُد — رخصتِ ہر مُفلس و قلّاش شُد

کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے پھیلی ہے — ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جوابِ گفتنِ مُریدُ و زجر کردنِ او آں طعانہ را از کفر و بیہودہ گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اُس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بر وے جوان و گفت بس — روزِ روشن از کجا آمد عسس

جوان اُس پر چیخ پڑا اور بولا بس — روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آگیا؟

نورِ [3] مرداں مشرق و مغرب گرفت — آسمانہا سجدہ کردند از شگفت

مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا — آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا

آفتابِ حق بر آمد از حَمَل — زیرِ چادر رفت خورشید از خجل

چھپر کھٹوں سے حق کا سورج طلوع کر آیا — سورج شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا

تُرہاتِ چوں تو ابلیسے مرا — کے بگرداند ز خاکِ ایں سرا

تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے — اِس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟

مَن ببادے نامدم ہمچوں سحاب — تا بگردے باز گردم زیں جناب

میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں — کہ ایک گرد سے اُس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

---

[1] سبطی اند۔ اُس کے مُرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنیں گاوے۔ یعنی شیخ۔ جیفۃ۔ جو شخص اُس کا مُرید اور معتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے اور دن کو بھی اُس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے۔ آلِ موسیٰ۔ یعنی علماءِ حق۔ کو۔ اِن صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہ کی سنت کو ہٹا دیا اور نماز روزہ ختم کر دیا۔ سُبحہ۔ تسبیح۔

[2] شرع۔ اِن لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پسِ پشت ڈال دیا اِس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اِباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھ۔ قلّاش۔ بے نام و ننگ، مفلس۔ طعّانہ۔ طعنہ زن عورت یعنی شیخ کی بیوی۔ عسس۔ حفاظت کے لئے رات کو پہرے دینے والا۔ شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔

[3] نورِ مرداں۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو بُرا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے منور ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ اُنھیں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ تُرّہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اِس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا

عجلؔ با آں نور شُد قبلۂ کرم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلۂ کرم ہوگیا
قبلہ بے آں نور شُد کفر و صنم
اُس نور کے بغیر قبلہ کفر اور بُت ہوگیا

ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال
جو اباحت خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے
ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو اباحت خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت
کفر ایمان ہوگیا اور شیطان نے اسلام پالیا
آںؔ طرف کاں نورِ بے اندازہ تافت
جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

مظہرِ عشق ست و محبوبِ بحق
عشق کا مظہر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے
از ہمہ کرّوبیاں بُردہ سبق
تمام (مقربِ بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدۂ آدم را بیانِ سبقِ اُوست
آدم کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے
سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
جُڑا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را پُف کنی تو اے عجوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک مار رہی ہے
ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
اے گندہ دہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس
کتّے کے منہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟
کے شود خورشید از پُف منطمس
سورج، پھونک سے کب مٹتا ہے؟

حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے
چیست ظاہر تر بگو زیں روشنی
تو بتا اِس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہؔ ظاہر ہا بہ پیشِ ایں ظہور
اِس ظہور کے سامنے سب ظاہر
باشد اندر غایتِ نقص و قصور
کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پُفو
جو خدائی شمع پر پھونک مارے
شمع کے میرد بسوزد پوزِ اُو
شمع کب بجھے گی اس کا منہ جل جائے گا

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں
کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

موجہائے تیز دریاہائے روح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں
ہست صد چنداں کہ بُد طوفانِ نوحؑ
جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اُس سے کئی سو گنا ہیں

ظاہر پر حکم لگاتی ہو تو بتا اِس ظاہر زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے —— سٓ جملہ. تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ ہیں. ہر کہ. شعر: چراغ را کہ ایزد بر فروزد ❊ ہر آنکو پُف کند ریشش بسوزد - چو تو- تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہوسکتا. موجہائے. روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

لہ عجل. تو نے اُن کے مُریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو سُن لے کہ شیخ میں جو نور ہے وہ نورِ حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہوجائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلہ سے مفقود ہوجائے تو پھر اُس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے. اِباحت. تو نے کہا ہے کہ اِس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اباحت کی دو قسمیں ہیں. ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ لینا. یہ خواہشِ نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبۂ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے.

ٹہ آں طرف. اِس سے مُراد آنحضورؐ ہیں آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسکے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہوگیا. مظہرِ عشق. ایسے نور والا عشق کا مظہر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے. سجدہ. حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اُن کی افضلیت کا بیان ہے مفضول نے افضل کو سجدہ کیا ہے. شمعِ حق یعنی شیخ. گندہ پوز گندہ دہن. کے شود. تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہوگا. منطمس مٹنے والا. حکم. اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور

لیک اندر چشمِ کنعاںؔ[۱] موئے رست
لیکن کنعان کی آنکھ میں بال اُگ آیا

نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست
(حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں
اُس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو بہا لے گئی

نیم موجے تا بقعرِ امتہاں
ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مہ فشاند نور و سگ وَع وَع کند
چاند نورافشانی کرتا ہے اور کُتّا بھوں بھوں کرتا ہے

سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کند
کتّا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ
رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی

ترکِ رفتن کے کنند از بانگِ سگ
کُتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جُزو سُوئے کُل رواں مانندِ تیر
جُز کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے

کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر
وہ بڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارف ست
عارف شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے

معرفت محصولِ زہدِ سالف ست
معرفتِ (خداوندی) پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زہد[۲] اندر کاشتن کوشیدن ست
تقوے کھیتی میں کوشش کرنا ہے

معرفت آں کشت را روئیدن ست
معرفت اُس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد
مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے

جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد
اِس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف اُو و ہم معروف اُوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی

کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اُوست
وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروزینہ و فردائے ماست
وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں

پوست بندہ مغز نغزش دائماست
چھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں انا الحق[۳] گفت شیخ و پیش برد
جب شیخ نے انا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے

پس گلوی جملہ کوراں را فشرد
تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لا شد از وجود
جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے "لا" بنا

پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
اے منکر! تو سوچ کر کیا رہ گیا؟

---

[۱] کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان نے حضرت نوحؑ اور اُن کی کشتی کو چھوڑ کر کہا سَآوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ۔ میں پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا وہ مجھے محفوظ رکھیگا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اُس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ مہ۔ کُتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ مرتع۔ چراگاہ۔ شبروان۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اُٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کُتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رُکتے ہیں۔ جزو یعنی مُرید و مُعتقد۔ کُل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جانِ شرع۔ عارف باطنِ شریعت اور تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اُنکو جو معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ تقوے ہی کا نتیجہ ہے۔

[۲] زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفتِ خداوندی اُس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد یعنی عملِ صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوئے اور اِس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اُس کا کاٹنا معرفت ہے۔ امرِ معروف بھلی بات کا حکم یعنی تو نے کہا تھا کہ عرش کہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ تو خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور اُن کے باطن کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہراً و باطناً مکمل ہیں شاہِ امروزینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز ہیں لہٰذا ہم اُنکے غلام ہیں۔

[۳] چوں انا الحق۔ شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ انا الحق کہے اور ظاہر بینوں کے نزدیک حد سے تجاوز کر جائے اور اُسکی وجہ سے ظاہر بین غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلافِ شرع نہیں ہے۔ چوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اُسکے ذہن سے فراموش ہوگئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

گر ترا[۱] چشم ست بکُشا در نگر | بعدِ لَا آخر چہ می مانَد دگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ | "لَا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب و حلق و دہاں | کہ کُند تُف سُوئے مَہ یا آسماں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور مُنہ کٹ جائے | جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تُف بُرُویش باز گردد بیشکے | تُف سُوی گردوں نیابد مَسلکے
بیشک تھوک اُس کے مُنہ پر واپس آجائے گا | تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تُف برُو بارد ز رب | ہمچو تبّت بر روانِ بُولہب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک اُس پر تھوک | جیساکہ ابولہب کی روح پر تبّت

طبل و رایت ہست مِلکِ شہر یار | سگ کسے کہ خواند اُو را طبل خوار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے | وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[۲] بندۂ ماہِ وے اَند | شرق و مغرب جملہ نان خواہِ وے اند
آسمان اُن کے چاند کے غلام ہیں | مشرق و مغرب سب اُسکی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لَوْلَاکَ ست بر توقیعِ اُو | جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لَوْلَاکَ" ہے | سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر نبُودے[۳] اُو نیابیدے فلک | گردش و نور و مکانیِ ملک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی | گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بننا

گر نبُودے اُو نیابیدے بحار | ہیئت ماہی و دُرِّ شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی | مچھلی اور دُرِّ شاہوار کی صورت

گر نبُودے اُو نیابیدے زمیں | در درونہ گنج و بیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا | اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اَند | میوہا لب خشکِ بارانِ وے اَند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں | میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست دَرِ اَمر ایں گرہ | صدقہ بخشِ خویش را صدقہ بدہ
امرِ (خداوندی) میں یہ اُلٹا عُقدہ ہے | اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

۱ گر ترا۔ اگر تیرے حقیقت بیں آنکھ ہے تو غور کرلے۔ اے بریدہ۔ اگر اب بھی کوئی اَنَا الْحَق پر اعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی بُرائی خود اُس پر آئیگی۔ تف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالا خود اُن میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تُف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورہ تبت کی بددعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو انکو طبل خوار یعنی پیٹو وہی کہے گا جو خود کتا ہو۔

۲ آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نورِ حق ہے تو زمین و آسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاءِ کائنات اُس کے طفیل ہے۔ زانکہ یعنی وہ نور ہے جو آنحضورؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالٰے نے فرمایا تھا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیل ہے اور وہ بھی اللہ تعالٰے کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

۳ گر نبُودے۔ چونکہ ان میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمانوں کی گردش اور اُس کا نور اُس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خواروں کا رزق اور پھلوں کے لئے بارش سب اُن کے طفیل ہے۔ ہیں۔ فقراء کو صدقہ دینے کا حکم ہے اُنمیں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقراء اور شیوخ ہی کے طفیل میں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت اُنھوں نے ہمیں عطا کی ہے اسلئے کہا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو انکو صدقہ دے

از فقیر ستت ہمہ زرّ و حریر ‖ ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر

تیرا تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے ‖ اے فقیر! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جفتِ آں مقبولِ رُوح ‖ چوں عیالِ کافر اندر عقدِ نوحؑ

تجھ جیسی ذلیل کا اس مقبول روح کی بیوی ہونا ‖ جیسے کہ حضرت نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گر نبودے نسبتِ تو زیں سرا ‖ پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا

اگر اِس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی ‖ اِسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص ‖ تا مشرف گشتمے من در قصاص

اس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا ‖ تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] با خانہ شہنشاہِ زمن ‖ ایں چنیں گستاخیِ ناید ز من

لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ ‖ مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رَو دعا کُن کہ سگِ ایں موطنی ‖ ورنہ اکنوں کردمے من کردنی

جا دعا دے کہ تو اِس جگہ کی کتیا ہے ‖ ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

بازگشتنِ مُرید از وثاقِ شیخ و پُرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مُرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پُرساں شد اُو از ہر کسے ‖ شیخ را می جُست از ہر سُو بسے

اس کے بعد وہ ہر شخص سے سوالی بنا ‖ وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار ‖ رفت تا ہیزم کشد از کوہسار

تو کسی نے اُس سے کہا، کہ وہ قطبِ عالم ‖ گئے ہیں۔ تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مُریدِ ذوالفقار اندیش[3] تفت ‖ در ہوایِ شیخ سُوئے بیشہ رفت

وہ تیز سمجھ والا مُرید جلد ‖ شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد ‖ وسوسہ تا خفیہ گردد مہ زگرد

شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا ‖ وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کایں چنیں زن را چرا ایں شیخِ دیں ‖ دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں

کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں ‖ گھر میں یار اور ساتھی بنایا ہے؟

[1] ہیں۔ تو اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جا رہا ہے کہ تو غنی یعنی فقیرِ کامل شیخ کو صدقہ دے۔ چوں تو۔ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ گر نبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوحؑ صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مشرف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لئے باعثِ شرف ہوتا۔

[2] لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رَو دعا کُن۔ جا دعا دے کہ تو اس در کی کتیا ہے اس لئے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعد ازاں۔ بیوی کو یہ باتیں کرنے کے بعد وہ مُرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اس کو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔

[3] ذوالفقار اندیش۔ یعنی اُس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تلوار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مُرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے

ضد را با ضد ایناس[1] از کجا — با امام الناس نسناس از کجا

ضد کو ضد سے اُنس کہاں سے — انسانوں کے امام کے ساتھ بن مانس کہاں ہے

باز او لا حول می کرد آتشیں — کاعتراضِ من برو کفرست و کیں

پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا — کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

من کہ باشم با تصرفہائے حق — کہ بر آرد نفسِ من اشکال و دق

(اللہ تعالیٰ) کے تصرفات کے روبرو میں کون ہوتا — کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می آورد زود — زیں تعرض در دلش چوں کاہ دود

پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا ہوں — اس تعرض سے اُنکے دل میں جس طرح گھاس دھواں پیدا کرتی

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2] — کہ بود با او بصحبت ہم مقیل

کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا نسبت؟ — کہ وہ صحبت میں اس سے ہمخواب ہو

چوں تواند ساخت با آزر خلیل — چوں تواند ساخت با رہزن دلیل

خلیل، آزر کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟ — رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

یافتنِ آں مرید مراد را و ملاقات او با شیخ نزدیکِ آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کر لینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بود او کہ شیخ نامدار — زود پیش افتاد بر شیرے سوار

وہ اسی میں تھا کہ نامور شیخ — ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آ گئے

شیرِ غراں ہیزمش را می کشید — بر سرِ ہیزم نشستہ آں سعید

شیر غراتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا — وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اش مارِ نر بود از شرف — مار را بگرفتہ چوں خرزن بکف

بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا — سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو یقیں میداں[3] کہ ہر شیخے کہ ہست — ہم سواری می کند بر شیرِ مست

تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے — وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس و ایں محسوس نیست — لیک آں بر چشمِ جاں ملبوس نیست

اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے — لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں — پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں

لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے — غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

[1] ایناس۔ محبت۔ امام الناس۔ یعنی شیخ۔ نسناس۔ بن مانس یعنی بیوی۔ کاعتراض یعنی شیخ پر بدگمانی۔ دق۔ اعتراض۔ تصرفہا۔ ایسی بدصورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ لاحول پڑھتا لیکن نفس پھر اس کے دل میں اسی طرح وسوسہ پیدا کر دیتا جیسا کہ گھاس بہت دھواں پیدا کرتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیل یعنی شیخ۔ ہم مقیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ۔ اندریں۔ مرید اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اس کے سامنے آ گئے۔ شیر غراں۔ اس نے دیکھا کہ شیر غرا رہا ہے اور اس کی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ ان لکڑیوں پر بیٹھے چلے آ رہے ہیں تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔ خرزن۔ تازیانہ۔

[3] تو یقیں۔ شیخ ابوالحسن ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ گرچہ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسن کا شیر نظر آ رہا تھا دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے ہیں صرف ان لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کو چشم بصیرت حاصل ہو۔ صد ہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں جو انکی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفس امارہ ہے

لیک آں یک را خدا محسوس کرد — تا کہ بیند نیز اُو کہ نیست مَرد[1]

لیکن خدا نے اِس ایک کو ظاہر کر دیا — تاکہ وہ بھی دیکھ لے جو مردِ (میدان) نہیں ہے

دیدش از دور و بخندید آں خدیو — گفت آں را مشنو اے مفتونِ دیو

انھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے — فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی بات مت سن

از ضمیرِ اُو بدانست آں جلیل — ہم زنورِ دل بلے نعم الدلیل

اُن بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا — دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

خواند بر وے یک بیک آں ذوفنون — اینچہ در رہ رفت بر وے تاکنوں

اُن ہنرمند نے ایک ایک بتلا دیا — جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بعد ازاں در مشکلِ انکارِ زن[2] — بر گشاد آں خوش سرایندہ دہن

اُس کے بعد عورت کے انکار کے اشکال کے سلسلہ میں — اُن خوش گو نے، منہ کھولا

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست — آں خیالِ نفسِ تست اینجا مایست

کہ وہ برداشت، نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے — وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اِس جگہ قائم نہ رہ

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن — کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من

اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا — تو نر شیر، میری بیگار کب برداشت کرتا؟

اشترانِ بختیم اندر سبق — مست و بیخود زیرِ محملہائے حق

میں سابقت میں بختی اونٹ ہوں — اللہ کے کجاووں کے نیچے، مست اور بے خود ہوں

من[3] نیم در امر و فرماں نیم خام — تا بیندیشم من از تشنیعِ عام

میں حکم اور فرمان کے بارے میں اُدھ کچرا نہیں ہوں — کہ عوام کے (طعن و) تشنیع کی فکر کروں

عامِ ما و خاصِ ما فرمانِ اوست — جانِ ما بر رُو دواں جویانِ اوست

ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے — ہماری جان منہ کے بل اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ — فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ

میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دور ہوں — اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

فردیِ ما جفتیِ ما نہ از ہواست — جانِ ما چو مہرہ در دستِ خداست

ہمارا اکیلا پن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے — ہماری جان نرد کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو اُو — نے ز عشقِ رنگ و نے سودائے بُو

ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں — نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

---

[1] مَرد۔ یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں را مشنو۔ یہ شیطان کے وسوسہ کی بات مت سننا۔ از ضمیرِ شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہوتی کشف بہترین راہنما ہے۔ خواند۔ اُس کے دل پر جو وساوس گذرے تھے وہ سب اُس کو بتا دیئے۔

[2] بعد ازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا انکار کیا تھا اِس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شیخ نے اِس کا جواب دینا شروع کیا۔ کاں تحمل۔ اُس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کیلئے بیوی بنا رکھا ہے۔ اشتراں۔ ہم صوفیاء کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں بختی اونٹوں کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بیخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

[3] من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بدنامی یا خاص بدنامی سے ڈروں۔ عامِ ما۔ ہمارا عام و خاص سے واسطہ نہیں، ہمارا تعلق تو صرف فرمانِ خداوندی سے ہے۔ دورم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پرواہ ہے نہ ذلت کی۔ فردی۔ کسی سے علیحدگی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش

اینقدر[1] خود درسِ شاگردانِ ماست — کرّ و فرِّ ملحمہ ما تا کجاست

اتنا تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے — ہماری جنگ کا کرّ و فر کہاں تک ہے؟

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست — جز سنا برقِ مہِ اللہ نیست

وہاں تک ہے جہاں مکان کیلئے راستہ نہیں ہے — سوائے اللہ (تعالیٰ) کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے

از ہمہ اوہام و تصویرات دور — نور نورِ نور نورِ نورِ نور

تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے — نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے

بہرِ تو من پست کردم گفتگو — تا بسازی با رفیقِ زشت خو

تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی — تاکہ تو بدخو ساتھی سے بنائے رکھے

تا کشی خندان و خوش بارِ حرج — از پئے اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ

تاکہ تو تنگی کا بار ہنسی خوشی برداشت کرلے — "صبر کشادگی کی کنجی ہے" کی خاطر

چون[2] بسازی با خسیِ این خسان — گردی اندر نورِ سنتہا رسان

جب تو اُن کمینوں کے کمینہ پن سے بنالے گا — سنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا

کانبیا رنجِ خسان بس دیدہ اند — از چنین ماران بسے پیچیدہ اند

کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہے — ایسے سانپوں سے بہت پیچ (و تاب) میں رہے ہیں

چون مراد و حکمِ یزدانِ غفور — بود در قدمت تجلی و ظہور

چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم — ازل میں تجلی اور ظہور تھا

بے[3] ز ضدّے ضد را نتوان نمود — وان شہِ بے مثل را ضدّے نبود

کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جاسکتا — اور اُس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ — تا بود شاہیش را آئینہ

اُس نے صاحبِ دل کو خلیفہ بنادیا — تاکہ وہ اُس کی شاہی کا آئینہ ہو

پس صفای بیحدودش داد او — وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او

پھر اُس نے اُسکو بے حد صفائی اور آراستگی بخش دی — پھر اُس نے اُس کی ضد تاریکی سے بنادی

یعنی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اُس کے اوصاف کمالِ حضرت حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں۔ پس۔ اللہ تعالیٰ نے اِس خلیفہ میں اثباتی صفات ودیعت فرمادیں اور اُس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرمادی جو تاریکی سے پُر ہے۔ دش۔ خود آراستگی۔

[1] اینقدر۔ جس قدر تعلق مع اللہ اور اُس کے احکام کے اِتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اِس سے بہت زیادہ ہے۔ تا کجا۔ ہماری پہنچ تو ذاتِ لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالاتر ہے۔ بہرِ تو میں نے جو اپنے آپ کو بختی اونٹ بتایا تھا اور کہا تھا کہ ہم بیوقوفوں کی صحبت اصلاحِ نفس کے لئے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لئے کی تاکہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

[2] چون بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کریگا تو رسولوں کی سُنّت کا عامل بن جائیگا۔ کانبیا۔ رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور اِن سانپ بچھوؤں سے بہت پیچ و تاب میں رہے ہیں۔ چون مراد۔ اب اِس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہے؟ حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر ہے کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہوسکتا تھا کہ اُسکی ضد بھی پیدا کردی جائے۔

[3] بے ز ضدے۔ چونکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد

دو[1] علم برساخت اسفید و سیاہ
سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کردیئے

آں یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہِ زفت
اِن دو عظیم لشکر گاہ میں

چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شُد
اسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا

ضدِّ نورِ پاک اُو قابیل شُد
اُس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور
اسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے

تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِّ ابراہیمؑ گشت و خصمِ اُو
وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا

واں دو لشکر کیں گذار و جنگجو
اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں[2] درازی جنگ آمد ناخوشش
جب اُس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا

فیصلِ آں ہر دو آمد آتشش
اُن دونوں کا فیصلہ کرنے والی اُسکی آگ آگئی

حکم کرد اُو آتشے را و نگر
(پھر) اُس نے آگ اور عذاب کو حکم دیدیا

تا شود حلِّ مشکلِ آں دو نفر
تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہوجائے

دور دور و قرن قرن ایں دو فریق
زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق

تا بفرعون و بموسئِ شفیق
فرعون اور مہرباں موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بُود
اُن کے درمیان سالوں جنگ ہوئی

چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آبِ[3] دریا را حکم سازید حق
اللہ (تعالیٰ) نے دریا کے پانی کو حکم بنایا

تاکہ ماند کہ برد زیں دو سبق
کہ کون ہارتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لیجاتا ہے؟

تاکہ فرعوں را باآں فرعونیاں
یہانتک کہ فرعون کو مع فرعونیوں کے

آبِ دریا غرق شاں کرد آں زماں
اُس وقت اُن کو دریا کے پانی میں ڈبولا

ہم حکم سازید از بہرِ ثمود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنا دیا

صیحہ کہ جانِ شاں را در ربود
وہ چیخ کہ جو اُن کی جان کو اُچک لے گئی

ہم حکم سازید بہرِ قومِ عاد
قومِ عاد کے لئے بھی عذاب بنا دیا

زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
جلد اٹھنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

[1] دو علم۔ تو اب دو شخصیتیں رُونما ہوگئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان اِن صفات کے مظہر ہیں۔ دورِ دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضدِّ ابراہیمؑ۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر ہے۔

[2] چون درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہوگئی تو آگ کو دونوں کا حکم بنادیا اور اُس نے فیصلہ کردیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر ہے۔ دور دور۔ ہر زمانہ میں اِس طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں بھی کشمکش تھی اور اُن کی ایک جنگ و جدل نے طول پکڑا۔

[3] آبِ دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اُس نے حضرت موسیٰؑ کو جتا دیا اور فرعون غرق ہوکر ہار گیا۔ بہرِ ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قومِ عاد۔ اِس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کردیا۔

ہم۱ؔ تنکر سازید بر قاروں زکیں
غصہ سے قارون کے لئے بھی عذاب بنا دیا

تا فرو بردش چو اژدرہا زمیں
حتیٰ کہ زمین اسکو اژدھے کی طرح نگل گئی

تا حلیمیِ زمیں شد جملہ قہر
حتیٰ کہ زمین کی بُردباری سب قہر بن گئی

بُرد قاروں را و گنجش را بقعر
قارون اور اس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

لقمہ را کاں ستونِ ایں تن ست
اُس لقمہ کو جو اِس جسم کا ستون ہے

دفعِ تیغِ جوع نانِ چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلئے زرہ کی طرح ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے

چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
وہ روٹی گلے میں خناق کی طرح پھنس جاتی ہے

ایں۲ؔ لباسے کز سرما شد مجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا

حق دہد اُو را مزاجِ زمہریر
اللہ (تعالےٰ) اسمیں ٹھنڈک کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

تا شود بر جسمت ایں جبہ شگرف
حتیٰ کہ یہ عجیب جبّہ تیرے جسم پر ہوجاتا ہے

سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
برف کی طرح ٹھنڈا برف کی طرح کاٹنے والا

تا گریزی از وشق ہم از حریر
حتیٰ کہ تو پوستین اور حریر سے بھی گریز کرے گا

زو پناہ آری بسوئے زمہریر
(اور) اس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

تو دو قلّہ نیستی یک قلّہ
تو دو قلّے نہیں ہے ایک قلّہ ہے

غافل از قصہ عذابِ ظُلّہ
یوم الظُلّہ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

امرِ حق آمد بشہرستان و دہ
شہر اور گاؤں میں اللہ (تعالےٰ) کا حکم آیا

خانہ و دیوار را، سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

مانع۳ؔ از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن

تا بداں مُرسل شدند اُمّت شتاب
یہانتک کہ امت جلد اُس رسول کے پاس گئی

کہ بمُردیم اغلب اے مہتر اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے اے سردار! اماں

باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اِس کا باقی تفسیر کی کتاب میں پڑھ لے

چوں عصا را مار کرد آں چست دست
جبکہ اُس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا

گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے یہ نکتہ کافی ہے

ہمچنیں تا دور و طورِ مصطفےٰؐ
اِسی طرح مصطفےٰؐ کے طور اور دور تک

با ابوجہل آں سپہدارِ جفا
ابوجہل کے ساتھ، جو ظلم کا سپہ سالار تھا

۱ؔ ہم تنکر۔ قارون کیلئے زمین جیسی پُر وقار اور بُردبار چیز کو سببِ عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کیطرح نگل گئی۔ لقمہ۔ زمین میں بُردباری تھی لیکن قارون کیلئے قہر آلود ہوگئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدارِ حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔ خُناق۔ یہ ایک مرض ہے جسمیں گلے اور حلق پر ورم آجاتا ہے اور سانس بند ہوجانے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔

۲ؔ ایں لباسے۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے اور وہ برف کیطرح ہوجاتے ہیں۔ وشق۔ پوستین۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اُس گرم کپڑے سے زیادہ غنیمت سمجھے گا۔ دو قلّہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر دو مٹکے پانی ہو اور اسمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مردِ کامل نہیں ہے عذابِ ظُلّہ۔ اصحابِ ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور در و دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ اُن پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مر گئے۔

۳ؔ مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے کہ بمردیم۔ جاکر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں، امن دیجئے اب ہم اس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے کمال کو ثابت کرنے اور حق کو قبول کرنے کے لئے ہمچنیں۔ آنحضورؐ اور ابوجہل کا مقابلہ رہا اور آنحضورؐ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ انکے ہاتھ کی کنکریوں نے اُن کی رسالت کی گواہی دی۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب — از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]

فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے — آفتاب کی انگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرو ناورد سر — دشمنی اُو کور کردش از نظر

منکر نے اُس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا — دشمنی نے اُسکو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری ولے امعانش نیست — چشمہ افسردہ است و کردہ ایست

تو نظر رکھتا ہے لیکن اُس میں گہرائی نہیں ہے — ٹھٹھرا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر — کہ بکُن اے بندہ امعانِ نظر

اِسی لئے عقل کا (نقش و) نگار کرنیوالا فرماتا ہے — کہ اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد — لیک اے پولاد بر داؤدؑ گرد

وہ نہیں چاہتا کہ تو ٹھنڈا لوہا کوٹے — لیکن اے فولاد! داؤدؑ کا چکر کاٹ

تن بمُردت سُوئے اسرافیل راں[2] — دل فسردت رو بخورشیدِ رواں

تیرا جسم مرگیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا — تیرا دل ٹھٹھر گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

در خیال از بسکہ گشتی مُکتسی — نک بسُو فسطائیِ بد ظن رسی

تو خیالات کو بہت پہننے والا بن گیا — اب تو بد ظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

اُو خود از لُبِّ خرد معزول بُود — شد ز حِس محروم و معزول از وجود

وہ خود عقل کے جوہر سے جُدا تھا — حِس سے محروم اور وجود سے جدا ہوگیا

گر ز خود و ز لُبِّ خود معزول گشت — از وجودِ حِسِّ خود مفصول گشت

وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جُدا ہوا — (تو) اپنے حِس کے وجود سے جُدا ہوگیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست — گر بگوئی خلق را رُسوائی ست

خبردار اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چبانے کا موقع ہے — اگر عوام سے کہے گا، رُسوائی ہے

چیست امعاں؟ چشمہ را کردن رواں — چوں ز تن جاں رست گویندش رواں

امعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا — جب جان جسم سے چھوٹی اُسکو "رواں" کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ منکر۔ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سرِ تسلیم خم نہ کیا اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کا غور و فکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اُس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مُفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ "دو مرتبہ نظر ڈال" نظر کی تکرار بھی اُس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو وحی کے متبع ہوں مدد حاصل کی جائے ورنہ محض فلاسفر کی طرز پر غور کرنا تو ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمُردت۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اہل اللہ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہذا اُن کی صحبت اختیار کریگا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ در خیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مُبتلا ہے لہذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مُبتلا ہے وہ تجھے کبھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ اُو ز خود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شئی سمجھتا ہے۔ گر ز خود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہو تو اُس میں حس بھی باقی نہیں لہذا اُسکی صحبت تیرے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔

[3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالےٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے سے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہذا خاموشی اختیار کرو ورنہ سوائے رُسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا لہذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور امعانِ نظر کی وہی بات کرنی چاہئے۔ چیست۔ اِمعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور رواں کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جُدا ہو کر رواں ہوتی ہے اِس لئے اُس کو رواں کہتے ہیں لہذا اِمعان کے معنی نظر کو گہرائی کی طرف رواں کرنے کے ہوئے۔

آں[۵۱] حکیمے را کہ جاں از بندِ تن
وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے

باز رست و شُد رواں اندر چمن
چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یا رواں شُد خود بسُوئے ہاویہ
یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی

ہمچو موش از زاویہ در زاویہ[۵۲]
(یا) چوہے کی طرح، ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب را اُو بریں ہر دو نہاد
اُس نے اِن دونوں کے دو لقب بنائے

بہرِ فرق اے آفریں بر جانش باد
فرق کرنے کے لئے اُس کی جان پر آفریں ہے

دربیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد
اُس شخص کے بیان کے لئے جو حکم پر چلے

گر گُلے را خار خواہد آں شوَد
اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے وہ ہو جائے

مُعجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام در تخلیصِ
پیغمبر ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا معجزہ ہوا کے نازل

مُومنانِ اُمّت بوقتِ نزولِ باد
ہونے کے وقت اُمّت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

ہُود گردِ مُومناں خطّے کشید
ہُودؑ نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی

تا ز باد آں قوم اُو رنجے ندید
یہاں تک کہ اُس قوم نے ہوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مُومناں از دستِ بادِ ضائرہ[۵۳]
مومن نقصان رساں ہوا کے ہاتھ سے، بچکر

جُملہ بنشستند اندر دائرہ
سب دائرے میں بیٹھ گئے

بادِ طوفاں بُود و اُو کشتی عَسے
ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا

ہست ازیں طوفان و ایں کشتی بسے
اِس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

بادِ طوفاں بُود و کشتی لُطفِ ہُو
ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالےٰ کی مہربانی

بس چنیں کشتی و طوفاں دارد اُو
وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کشتی کُنَد
اللہ (تعالےٰ) بادشاہ کو کشتی بنا دیتا ہے

تا بحرصِ خویش بر صفہا زنَد
یہانتک کہ وہ اپنی حرص کیوجہ سے صفوں پر حملہ کرتا ہو

---

۵۳ ضائرہ۔ نقصان رساں۔ اُو کشتی۔ یعنی دائرہ انکے لئے کشتی تھا عسے۔ عسیٰ کا املا ہے جو یقین کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ بسے۔ یعنی اللہ تعالےٰ بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعۂ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہے۔ جس طرح کشتی ذریعۂ حفاظت ہے اِسی طرح اللہ تعالےٰ اُس بادشاہ کو مُفسدین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل مُلک گیری مقصد ہوتا ہے۔

۵۱ آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روح حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روح انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہو جاتی ہے اور وہ روح حیوانی کو نفسِ حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روح انسانی کو نفسِ ناطقہ اور رَوان سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی رَوان میں روانگی اور جاری ہونے کے معنیٰ کا لحاظ کیا اِسی طرح اِمعان نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یا رَوان۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علماء نے تکفیر کی ہے اِسلئے مولانا نے فرمایا ہے کہ اُس کا نفسِ ناطقہ اور رَوان بدن سے جدا ہو کر چمن میں گئی ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گوشے میں۔ ہاویہ۔ جہنم۔

۵۲ زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دو لقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لئے دو لقب تجویز کئے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو رَوان کہا ہے۔ دربیان۔ اِس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کیلئے ہے جو خدا کے حکم کو بجا لاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بنجائے تو وہ پھول بنجائے۔ مُعجزہ۔ اِس قصے سے یہ مقصود ہے کہ مقربینِ بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنیکے وقت۔

قصدِ شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے کہ مخلوق محفوظ ہو

قصدش آنکہ مُلک گردد پائے بند
اُس کا قصد یہ ہے کہ مُلک پابند ہو جائے

آں خراسی می دود قصدش خلاص
چکی کا بیل دوڑتا ہے اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے

تا بیابد اُو ز زخم آں دم مَناص
تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کرے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے بر کشد
اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے

یا کہ کنجد را بداں روغن کُند
یا اُس کے ذریعہ تِلوں کو تیل بنائے

گاوْ بشتابد ز بیمِ زخمِ سخت
بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے

نے برائے بُردنِ گردون و رخت
نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لئے

لیک دادش حق چنیں خوف و وجع
لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے

تا مصالح حاصل آید در تبع
کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہو جائیں

ہمچنیں ہر کاسبے اندر دکاں
اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا

بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں
اپنے لئے کوشش کرتا ہے، نہ دنیا کے فائدے کیلئے

ہر یکے بر درد جُوید مرہمے
ہر شخص درد کے لئے مرہم تلاش کرتا ہے

در تبع قائم شدہ زیں عالَمے
ضمناً یہ جہان قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ ایں جہاں از ترس ساخت
اللہ (تعالےٰ) نے اِس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے

ہر یکے از ترسِ جاں در کار باخت
ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں
اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح

کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں
اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

ایں ہمہ ترسندہ اند از نیک و بد
یہ سب اچھے اور بُرے ڈرنے والے ہیں

ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست
تو حقیقۃً سب پر کوئی حاکم ہے

کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر کمیں اے بُوالہوس
اے بُوالہوس! وہ گھات میں ہے

تا نگردی فارغ از شبِ اے عسس
تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہو جائے

معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو اُس ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو وہ نہیں ہے لیکن وہ تیری گھات میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

ا۔ قصدِ شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد مخلوق کو مطمئن کرنا نہیں ہوتا بلکہ مُلک گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چکی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لئے دوڑتا ہے۔ مَناص بچاؤ کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی تِلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاؤ۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردون۔ گاڑی۔ لیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ اُن سے اُنکے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور جسنر کی کشتی بنا دیتا ہے۔

۲۔ کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لئے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لئے کام کرتا ہے پھر بھی اُس سے نظامِ عالَم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہو جاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالَم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے اِس خوف کو اِس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔

۳۔ ایں ہمہ۔ دنیا کا ہر نیک و بد اپنے مقصود کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ پس۔

ہستؔ[1] اُو محسوس اندر مَکمنے — لیک محسوسِ حسِ ایں خانہ نے

وہ محسوس ہے، گھات میں — لیکن اِس جہان کے حِس کا محسوس نہیں ہے

آں حِسے کہ حق براں حِس مُظہر ست — نیست حِسّ ایں جہاں آں دیگر ست

وہ حِس جس پر اللہ (تعالیٰ) ظاہر ہے — وہ اِس جہان کی حِس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حِسّ حیواں گر بدیدے آں صُوَر — بایزیدِ وقت بودے گاؤ و خر

اگر حیوانی حِس اُن صورتوں کو دیکھ سکتی — تو گاؤ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مَظہرِ ہر رُوح کرد — وانکہ کشتی را بُراقِ نوحؑ کرد

جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا — اور جس نے کشتی کو نوحؑ کا بُراق بنایا

گر بخواہد عینِ کشتی را بخُو — اُو کُند طوفانِ تو اے نور جُو

اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں — اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنادے

ہر دمت[2] طوفان و کشتی اے مُقِل — با غم و شادیت کرد اُو متّصِل

اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت — اُس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش — لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش

اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے — اپنے تمام اجزاء میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصلِ ترسش را عیوں — ترس دارد از خیالِ گونا گوں

جب اُسکے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں — تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مُشت بر اعمیٰ زند یک جلف مست — کور پندارد لگد زن اُشتر ست

ایک گنوار مست، اندھے کے مُکّا مارتا ہے — اندھا سمجھتا ہے مُکّا مارنے والا خچر ہے

زانکہ[3] آں دم بانگِ اُشتر می شنید — کور را گوش ست آئینہ، نہ دید

کیونکہ اُس نے اُس وقت خچر کی آواز سُنی تھی — اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بُود — یا مگر از قبۂ پُر طنگ بُود

پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا — یا شاید پُر صدا قبہ سے تھا

ایں نبُود و آں نبُود و اُو نبُود — آنکہ اُو ترس آفرید اینہا نمُود

یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا — جس نے خوف پیدا کیا ہے اُس نے انکو رونما کیا

---

[1] ہستؔ۔ اُس کو عقل کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لئے غیر محسوس ہے چونکہ اُس کمین تک اُنکی رسائی نہیں ہے۔ آں حِسے۔ خدا جس حِس کا محسوس ہے وہ اِس دنیا کی ظاہری حِس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حِس ہے حِسِ حیواں۔ یعنی ظاہری حِس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاؤ و خر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اُس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بنجائے۔

[2] ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لئے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب اور خوشی کو غم کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ گر نہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو اُن کے آثار سے اُن کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو عموماً بیہودہ ہوتا ہے۔ مُشت۔ اُس فلسفی کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جس کے کسی گنوار مدہوش نے مُکّا مارا ہو اور وہ اُس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔

[3] زانکہ۔ خچر کو مُکّا مارنے والا اسلئے سمجھے کہ اُسوقت اُس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے کے کان اُس کی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آ کر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبۂ پُر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ ایں نبود۔ اندھے نے پتھر کے لگنے کے تین سبب سمجھے گدھے کی لات، پھینکنے والا، پہاڑ اور تینوں غلط تھے جس؟ جو ذات نے خوف پیدا کیا تھا اُسی نے اُس اندھے کے۔ خیالات پیدا کر دیئے۔

ترسؔ و لرزہ باشد از غیرے یقیں — ہیچکس از خود نترسد اے حزیں

یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے — اے غمگین! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را — فہم کژ کرد است اُو ایں درس را

وہ فلسفی اِس ڈر کو وہم بتاتا ہے — اُس نے اِس سبق کے سلسلہ میں سمجھ کو ٹیڑھا کر لیا ہے

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بُود — ہیچ قلبے بے صحیحے کے رَوَد

بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟ — کوئی کھوٹا بغیر سچے کے کب چلتا ہے؟

کےؔ دروغے قیمت آرد بے ز راست — در دو عالم ہر دروغ از راست خاست

سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اُٹھتے ہیں؟ — دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے؟

راست را دید اُو رواجے و فروغ — بر اُمیدِ آں رواں کرد اُو دروغ

اُس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا — اِس اُمید پر اُس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست — شکر نعمت کُن مکُن انکارِ راست

اے جھوٹ کہ تیرا ساز و سامان سچ سے ہے — نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مُفلسف گویم و سودائے اُو — یا ز کشتیہا و دریاہائے اُو

فلسفی اور اُس کے خیال کی بات کروں — یا کشتیوں اور اُس کے دریاؤں کی

بَل ز کشتیہاش کاں بندِ دلست — گویم از کُل جُزو در وے داخل ست

بلکہ اُس کی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا سہارا دینے والا ہے — کُل کی بات کروں، جزو اُس میں داخل ہے

ہر ولی را نوح و کشتیباں شناس — صحبتِ ایں خلق را طوفاں شناس

ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ — اِن عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کمؔ گریز از شیر و اژدرہائے نر — ز آشنایان و ز خویشاں کُن حذر

شیر اور نر اژدہے سے نہ ڈر — دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می برند — یادہاشاں غائبی اَت می چرند

ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں — اُن کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے — از قفِ تن فکر را شربت مکے

ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح — جسم کے قیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

ل ترس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دیکر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اُس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ وہم کہ مجھے کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں تو جب وہم کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اِس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے یہ وہم پیدا ہوا ہے اِس کو اِس طرح سمجھو کہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکے کے ہے اور کھرا سکہ حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جبکہ کھرا چلتا ہے۔

ک کے دروغ۔ جھوٹ کا رواج اِسی لئے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ اے دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اِس کی وجہ سے اُس کا رواج ہوا ہے۔ از مفلسف۔ فلسفی اور خدا کی کشتیوں کا بیان ہو رہا تھا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں یا کشتیوں کے بارے میں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اُس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

ک کم گریز۔ انسان کیلئے شیر اور سانپ اِس قدر مُہلک نہیں ہیں جس قدر دوست اور اپنے

مُہلک ہیں۔ در تلاقی۔ اِن کی موجودگی میں ملاقات سے تضیع اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں اُن کی یادیں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوتِ فکریہ کو پیاسے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قِف قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نشف[1] کرد از تو خیالِ آں وشات | شبنمے کہ داری از بحر الحیات
اُن چغلخوروں کی یاد نے تجھ سے چُوس لیا | اُس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نشفِ آب اندر غصون | آں بود کہ می بجنبد در رکون
شاخوں میں چُوسنے کی علامت | یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تر و تازہ بود | می کشی ہر سو کشیدہ می شود
عضو، تر و تازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے | جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سبد خواہی توانی کردنش | ہم توانی کرد چنبر گردنش
اگر تو ٹوکری چاہے، تو اُس کو بنا سکے گا | اُس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شد آں ناشف ز نشفِ بیخ خود | ناید آں سوئے کہ امرش می کشد
جب وہ چُوسنے والی اپنی جڑ کے چُوسنے سے جُدا ہو گئی | وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اُسکو کھینچتا ہے

پس بخواں قاموا کسالیٰ از نبے | چوں نیابد شاخ از بیخش طبے
تو قرآن میں "قاموا کسالیٰ" پڑھ لے | جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشین[2] ست ایں نشاں کوتہ کنم | بر فقیر و گنج و احوالش زنم
یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں | فقیر اور خزانہ اور اُس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال | آتشِ جاں بیں کزو سوزد خیال
تُونے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے | جان کی آگ کو دیکھ لے، جس سے خیال جل جاتا ہے

ز آتشِ عشق ست سوزاں جان و دل | لیک بے انوار زو آں جان و دل
جان اور دل، عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں | لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے خیال[3] و نے حقیقت را اماں | زینچنیں آتش کہ شعلہ زد زجاں
نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو | ایسی آگ سے جس نے جان میں آگ لگا دی

خصم بر شیر آمد و ہر روبہ او | کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آگیا | اُس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہوجانے والی ہے

در وجوہِ وجہِ او رو خرج شو | چوں الف در بسم در رو درج شو
اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرج ہو جا | الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتشِ عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اُس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقت واقعی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آجاتا ہے اور ہر دو کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کل شئ۔ اِس عشق سے ماسوی اللہ سب جلکر خاک ہوجاتا ہے۔ وجوہِ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو اپنے آپکو

[1] نشف۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زائل کرتی ہے۔ وشات۔ چغلخور۔ پس نشان۔ شاخوں کے جڑ سے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ انہیں لچک ہوتی ہے۔ غصون۔ غصن کی جمع ہے شاخ۔ رکون میلان۔ عضو۔ اسی طرح جب اعضاء میں تری ہوتی ہے تو ہر طرف کو مڑ جاتے ہیں۔ گر سبد۔ تر شاخ کی موڑ کر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اسکو گول موڑ کر گردن میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو انہیں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اسی طرح جب قوئی ارادیہ سے اعضاء سیراب نہیں ہوتے ہیں تو انہیں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کفار کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور وہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسلمند ہوکر کھڑے ہوتے ہیں۔

[2] آتشیں۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور انکو مضر ہوگا لہٰذا اب میں فقر اور خزانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تونے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو جلا ڈالتی ہے اور صرف جان و دل کو ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں قبولیت کی صلاحیت نہیں ہے انہیں سوزندگی تو دو کنار اُس آگ کی روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔

[3] نے خیال۔ یہ

فنا کردے۔ چوں الف در بسم۔ بسم دراصل ب اسم تھا ب اور س کے وصل کیوجہ سے درمیاں کا الف یعنی ہمزہ فنا ہوگیا ہے تو بھی اسی طرح ذات احدیت میں اپنے آپ کو فنا کردے۔

آں الفؔ[1] در بسم پنہاں کردہ ایست — ہست او در بسم و ہم در بسم نیست

اُس "الف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے — وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات — وقتِ حذفِ حرف از بہرِ صلات

اسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہو جاتے ہیں — اتصال کے لئے حرف کے حذف کے وقت میں

او صلہ ست و بے و سین زو وصل یافت — وصل بے و سین الف را بر نتافت

وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اُس کی وجہ سے جڑے — "با" اور "سین" کے وصل کو "الف" برداشت نہ کر سکا

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال — واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال

جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا — تو ضروری ہو گیا کہ گفتگو کو مختصر کر دوں

چوں یکے حرفے فراقِ سین و بے ست — خامشی اینجا مہم تر واجب ست

جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے — تو اس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں[2] الف از خود فنا شد مکتنف — بے و سین بے او ہمی گویند الف

جب پہلو میں آیا ہوا الف اپنا آپ سے فنا ہو گیا — تو "با" اور "سین" اُس کے بغیر "الف" کہہ رہے ہیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ بے ویست — ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" اُس کے بغیر ہے — اسی طرح "اللہ نے کہا" اُس کے ضمن میں مستفاد ہوا

تا بود دارو ندارد او عمل — چونکہ شد فانی کند دفعِ علل

جب تک دوا موجود ہے وہ عمل نہیں کرتی — جب فانی ہو گئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر شود[3] بیشہ قلم دریا مدید — مثنوی را نیست پایانی امید

اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بن جائے — مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوب خشت زن تا خاک ہست — مید ہد تقطیع شعرش نیز دست

پتھیے کا سانچہ جب تک مٹی ہے — اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسّر رہے گی

چوں نماند خاک و بادش حف کند — خاک سازد بحرِ او چوں کف کند

جب مٹی نہ رہے گی اور اُس کو ہوا صاف کر دیگی — جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنائے گا

---

[1] آں الف۔ وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہو گیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے اور لفظوں کے اعتبار سے معدوم ہے تو بھی اسی طرح اُس ذات میں فنا ہو جا یعنی جسمی اعتبار سے تو تیرا وجود رہے اور ذہنی اعتبار سے نہ رہے۔ اگر وہ ہمزہ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اِس ہمزہ کو برداشت نہ کر سکا۔ چونکہ حرفے۔ جب وصل ایک حرف کو بھی برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کریگا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ چوں یکے حرفے۔ جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہے تو مقام فنا میں پہنچکر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے۔

[2] چوں الف۔ جب ہمزہ نے خود کو فنا کر دیا تو اب ب اور س اسکو بتلا رہے ہیں اسی طرح جب بندہ فانی فی ذاتِ اللہ ہو جائیگا تو اسکو بقا بذاتِ اللہ حاصل ہو جائے گا۔ مَا رَمَیْتَ۔ آنحضورؐ نے جنگِ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کیطرف پھینکی تو وہ اندھے ہو گئے چونکہ آنحضورؐ کو مقامِ فنا حاصل تھا اسلئے آنحضورؐ کے اِس فعل کو آنحضورؐ کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کیطرف منسوب نہیں ہو سکتا ہے تو اسکا قول بھی اسکی طرف منسوب نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہوگا تو لیکن اللہ ذمنی سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا۔ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

[3] گر شود۔ چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے اسکے پیشِ نظر مثنوی کی تعریف شروع کر دی۔ بیشہ۔ جنگل یعنی اسکے درخت۔ مدید۔ مداد کا امالہ ہے، روشنائی۔ مثنوی۔ اسکے مضامین کلمات اللہ ہیں اور اُنکے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے۔ چار چوب۔ جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے اینٹیں تھپتی رہینگی اور اُس وقت تک اِس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہینگے۔ چوں نماند۔ جب یہ روئے زمین ختم ہو جائیگی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اُسکو تہ و بالا کر دینگی تو اِس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش ماریگا اور عالمِ آخرت میں ایک زمین بنائے گا۔

چوں نماند بیشہ و سر در کشند ۔ بیشہا از عینِ دریا سر کشند
جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپالیں گے ۔ بعینہ دریا سے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج ۔ حَدِّثُوا عَنْ بَحْرِنَا اِذْ لَا حَرَجْ
اسی لئے کشادگی کے خدا نے فرمایا ۔ ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر رُو در خشک نہ ۔ ہم ز لعبت گو کہ کودک راست بہ
سمندر سے واپس ہوجا، خشکی کی جانب رُخ کر ۔ کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کیلئے وہ بہتر ہے

تا ز لعبت اندک اندک در صبا ۔ جانش گردد با یمِ عقل آشنا
تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا ۔ اس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہوجائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی ۔ گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی
بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے ۔ اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کُند ۔ جزو باید تا کہ کُل را پے کُند
دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟ ۔ جز چاہیئے تاکہ کُل کا پتہ لگائے

رجوع کردن بقصۂ قبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نَکْ[۵۲] خیالِ آں فقیرِ بے ریا ۔ عاجز آورد از بیا و از بیا
اُس مخلص فقیر کے خیال نے ۔ آجا، آجا کے ذریعہ عاجز کردیا

بانگِ اُو تو نشنوی مَن بشنوم ۔ زانکہ در اَسرار ہمراز ویم
تو اس کی آواز نہیں سنتا، میں سُن رہا ہوں ۔ کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنج اُوست ۔ دوست کے باشد بمعنیٰ غیرِ دوست
اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے ۔ باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کُند ہر لحظہ اُو ۔ سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو
وہ ہر لحظہ اپنا سجدہ کرتا ہے ۔ آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرے کے لئے ہے

گر بدیدے[۵۳] ز آئینہ اُو یک پشیز ۔ بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز
اگر وہ آئینہ سے ایک دمڑی دیکھ لیتا ۔ اُس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

---

[۵۱] چوں نماند بیشہ۔ جب یہ عالم دنیا کے جنگل ناپید ہوجائیں گے تو مثنوی یعنی کلمات اللہ اور عالم آخرت کے جنگل پیدا ہوجائیں گے۔ بہرِ ایں۔ چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہذا اُن کی باتیں بھی لامحدود ہیں انکو بیان کئے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ باز گرد۔ اب کلمات اللہ اور اسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کیطرف یعنی ظاہری باتوں کیطرف رجوع اور کچھ کھیل کود کی بات کر وہ بچوں کیلئے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تا ز لعبت۔ کھیل کود سے عقل آشنا ہوجاتی ہے۔ بازی۔ کھیل کود سے بچے ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک۔ کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے پاگل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

[۵۲] نَک۔ اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اس کے قصہ کو پورا کروں۔ بانگِ اُو۔ چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اس کی آواز بلانے کی مجھے آرہی ہے۔ طالبِ گنجش۔ اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کیجانب سجدہ کرنا اپنے لئے ہی سجدہ کرنا ہے، انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کیلئے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

[۵۳] گر بدیدے۔ طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو دیکھا تو طلب میں اس قدر منہمک ہوگیا لیکن اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کیلئے ہر مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اُس حقیقت کے درپے ہوجاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوبِ خیالی زائل ہوجاتا اور اُس حقیقت کے آئینہ ہنجانے سے جب اُسمیں اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کیطرح اِنِّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

ہم خیالاتش ہم اُو فانی شُدے — دانشِ اُو محوِ نادانی شُدے
اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فانی ہو جاتے — اُس کا علم بے علمی میں فنا ہو جاتا

دانشِ دیگر ز نادانیِ ما — سَر بَر آورد ے عیاں کانّی اَنَا
ہماری بے علمی سے دوسرا علم — کھلم کھلا سر اُبھارتا کہ "اِنِّی اَنَا"

اُسْجُدُوا[1] لاٰدم ندا آمد ہمے — کادمید و خویش بینیدش دمے
آدم کو سجدہ کرو آواز آرہی تھی — کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو آدم سمجھو

اَحولی از چشمِ ایشاں دُور کرد — تا زمیں شد عین چرخِ لاجورد
اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا — یہانتک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہو گئی

لاَ اِلٰہ گفت و اِلاَّ اللہ گفت — گشت لاَ اِلاَّ اللہ و وحدت شگفت
اُس نے "لاَ اِلٰہ" کہا اور "اِلاَّ اللہ" کہا — "لاَ" "اِلاَّ اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

آں[2] حبیب و آں خلیلِ بارشد — وقت آں آمد کہ گوشِ ما کشد
وہ حبیب اور ہادی دوست — اس کا وقت آگیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشُو — آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
چشمہ کی جانب، کہ اِن سے مُنہ دھوئے — جو ہم نے مخفی کیا ہے، لوگوں سے نہ کہہ

وَر بگوئی خود نہ گردد آشکار — تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار
اگر تو کہے گا واضح نہ ہوگا — تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہوگا

لیک[3] من اینک پریشاں می تنم — قائلِ ایں سامعِ ایں ہم منم
لیکن میں اب پراگندہ بات کر رہا ہوں — اس کا کہنے والا بھی اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گو — رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
درویش کی (ظاہری) صورت اور خزانہ کا نشان بیان کر — یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت بر ایشاں شُد حرام — می خورند از زہرِ قاتل جام جام
رحمت کا چشمہ اِن پر حرام ہو گیا ہے — زہرِ قاتل کے جام پر جام پیتے ہیں

---

[1] اُسْجُدُوا۔ آدم فرشتوں کے مسجود اس لئے تھے کہ وہ مظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدم کے لئے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدم کی طرح مظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس حقیقت کا مظہر سمجھیں۔ اَحولی۔ اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا اور انھوں نے آدم کی مٹی کو اسی طرح مہبطِ انوار دیکھا جس طرح فلک مہبطِ انوار ہے۔ لاٰاِلٰہ۔ اُس کا اِنِّی اَنَا اللہ کہنا لاٰ اِلٰہ اِلاَّ اللہ ہی کہنا تھا جبکہ لاٰ اِلٰہ یعنی غیر اللہ مظہرِ اِلاَّ اللہ بن گیا تو لاٰ یعنی غیر اِلاَّ اللہ عین حقیقت بنگیا۔ تو گویا اِنِّی اَنَا اللہ کہنا بعینہٖ لاٰ اِلٰہ اِلاَّ اللہ کہنا تھا یعنی یہ محض دو عنوان ہیں مضمون ایک ہی ہے۔

[2] آں حبیب۔ اب اِن اسرار کا بیان اس درجہ پر آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے مُنہ دھولے تاکہ اِن اسرار کے بیان کا مُنہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہو جائے اس لئے کہ شریعت اِس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوبُ الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اَسرار ہیں جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ وَر۔ اگر اِن اَسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اَسرار واضح نہ ہوں گے اور اس طرح کے کلمات کہنے والا مجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سُولی کا مستحق ہوگا ـــــ

[3] لیک۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اَسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی نیز اُن کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اَسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب وہ باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک درویش کا قصہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند۔ عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیر خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لئے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بنگیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اِس طرح کے قصے بیان کرنے پڑ رہے ہیں۔ چشمۂ رحمت۔

خاکہا[1] پُر کردہ دامن می کشند
دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں

تا کنند ایں چشمہا را خشک بند
تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمہ دریا مدد
یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا

مکتبس زیں مُشتِ خاکِ نیک و بد
پٹا ہوا؟ اِس اچھی بری مٹی کی مٹھی سے

لیک گوید با شما من بستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے تمہارے اعتبار سے میں بند ہوں

بے شما من با اَبد پیوستہ ام
تمہارے علاوہ میں اَبد سے وابستہ ہوں

قومِ معکوس اند اندر مُشتہا
مطلوب کے بارے میں وہ اُلٹی قوم ہے

خاک خوار و آب را کردہ رہا
مٹی بیتی ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِ[2] طبعِ انبیار دارند خلق
(یہ) لوگ انبیار کی طبیعت کی ضد ہیں

اژدہا را مُتکا دارند خلق
(یہ) لوگ اژدھے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشم بندِ خلق چوں دانستہٗ
جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا

ہیچ دانی از چہ دیدہ بستہٗ
تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کی ہے؟

بر چہ بکشادی بدل ایں دیدہا
تو نے آنکھوں کو بدلے میں کس چیز پر کھولا ہے؟

یک بیک بَس البدل داں آں را
اپنے لئے اُس کو سراسر بُرا بدلہ سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ است
لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے

آئِسان را از کرم دریافتہ است
اُس نے کرم سے، مایوسوں کو پا لیا ہے

نَردِ[3] بس نادر ز رحمت باختہ
اُس نے رحمت سے عجب نَرد کھیلی ہے

عینِ کُفراں را اِنابت ساختہ
بعینہٖ کفر کو رجوع (الی اللہ) بنا دیا ہے

ہم ازیں بد بختیِ خلق آں جواد
اُس سخی نے مخلوق کی اِسی بد بختی سے

مُنفجر کردہ دو صد چشمہ وِداد
محبت کے دو سو چشمے جاری کر دیئے

غنچہ را از خار سرمایہ دہد
وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے

مُہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کر دیتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار
وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے

وز کفِ مُعسر بروےیاند یسار
وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

لہ خاکہا۔ یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ مکتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنی ہیں اور اگر با سے ہے تو چھپا ہوا کے معنی ہیں۔ لیک۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ مٹے گی ہاں وہ محروم رہیں گے قومِ معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اوندھی طبیعت کے ہیں کہ اُن کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔

لہ ضدِ طبع۔ انبیاء تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور اُن کو خوش کرنے کے لئے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات اُن کی آنکھوں کا پردہ ہیں انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ بر چہ۔ شریعت کے اسرار کی بجائے فلسفیانہ تاویلات اُن کے پیشِ نظر ہیں جو حقائقِ شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔ لیک۔ ان عقل موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں اُن کو قدرے خدا کے کرم نے سنبھال لیا ہے۔

لہ نردِ بس نادر۔ اللہ نے اُن پر کرم کیا اور اُنکے بعض عقائد سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی اُنکو معذور قرار دیدیا ہے۔ ہم ازیں۔ اُنکے بعض عقائدِ فاسدہ سے بھی اپنی محبت کے چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ غنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک ضد سے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے خار سے غنچہ اور سانپ میں مہرہ پیدا کر دیتا ہے جو اُسکے زہر کا تریاق ہے، رات سے دن پیدا کر دیتا ہے مُفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا۔ پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا۔

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیلؑ
وہ خلیل (ابراہیمؑ) کے لئے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے

کوہ با داؤدؑ گردد ہم رسیل
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کا ہم آواز بن جاتا ہے

کوہِ[1] با وحشت دراں ابرِ ظُلَم
وحشت ناک پہاڑ، تاریک ابر میں

برگشاید بانگِ چنگ و زیر و بم
چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے

خیز لے داؤدؑ از خلقاں نفیر
اے لوگوں سے متنفر داؤدؑ! اُٹھ

ترک آں کردی عوض از ما بگیر
تو نے اُس کو چھوڑا ہم سے اس کا بدلہ لے لے

اِنابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار و عجز واضطرار کہ اے وَلیُّ الاِظہار تو کُن آں پنہاں را آشکار

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اُس خزانہ کے طلبگار کا، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اُس پوشیدہ کو ظاہر کردے

گفت آں درویش اے دانائے رازؑ
اُس فقیر نے کہا، اے راز داں

از پئے ایں گنج کردم یاوہ تاز
میں نے اِس خزانہ کیلئے، بیہودہ بھاگ دوڑ کی

دیوِ حرص و آز و مستعجل تگی
دوڑ میں عجلت کرنیوالے لالچ اور حرص کے دیو نے

نے تأنّی جُست و نے آہستگی
نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو

مَن[2] زدیگے لقمۂ نَندوختم
میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ نہ حاصل کیا

کف سیہ کردم دہاں را سوختم
ہاتھ کالا کرلیا، منہ جلالیا

خود نگفتم چوں دریں نامُوقنم
میں نے نہ کہا، جبکہ میں یقین کرنیوالا نہیں ہوں

زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
اُس گرہ لگانے والے سے، اِس گرہ کو کھلواؤں

قولِ حق را ہم زحق تفسیر جُو
اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ

ہیں مخاز از ازگماں اے یاوہ گو
اے بیہودہ گو! گمان سے بکواس نہ کر

آں گرہ کو زد ہمو بکشایدش
جو گرہ اُس نے لگائی ہے وہی اُس کو کھولتا ہے

مُہرہ[3] کو انداخت اُو بربایدش
جو مُہرہ اُس نے بٹھایا ہے وہی اسکو اٹھاتا ہے

گرچہ آسانت نمُود ایں ساں سخن
اگرچہ تجھے اِس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے

کے بُود آساں رموزِ مِن لَدُن
لدُنّیہ رموز آسان کب ہوتے ہیں؟

گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب
اُس نے کہا اے خدا! میں نے اِس جلد بازی سے توبہ کی

چوں تو در بستی تو کُن ہم فتحِ باب
جب آپنے دروازہ بند کیا ہو آپ ہی دروازہ کھولئے

---

[1] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ زبور اور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز رہتا تھا۔ خیز۔ حضرت داؤدؑ عوام سے گھبرا کر گوشۂ تنہائی میں گئے تو پہاڑ اُن کا ہم آواز بنا۔ اِنابت۔ جب وہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اُس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں۔ یعنی خزانہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار بھاگ دوڑ۔ مستعجل تگی۔ جلدبازی۔

[2] من زدیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم۔ میری یہ غلطی تھی کہ تیر پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قولِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

[3] مُہرہ۔ جو نرد اُس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اسکو اٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اُس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

لہ بر سرِ حرفہ شدم بارِ دگر — دَر دُعا کردن بُدم من بے ہنر

میں دوبارہ ہُنر کے سر ہوگیا — میں دُعا کرنے میں بے ہُنر تھا

کو ہُنر، کو من، کجا دلِ مُستوی — ایں ہمہ عکسِ تو است و خود توئی

کہاں ہُنر، کہاں میں، کہاں پُر قرار دل — یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب — ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب

ہر رات کو سونے میں میری تدبیر اور عقل — کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ مَن می مانم و نے آں ہُنر — تَن چو مُردارے فتادہ بے خبر

نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہُنر — جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تا سحر جملہ شب آں شاہِ عُلا — خود ہمی گوید الستُ و ہم بَلیٰ

تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ — خود ہی الست کہتا ہے اور خود ہی بَلیٰ

کو بَلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد — یا نہنگے کرد کُل را خرد مُرد

بَلیٰ کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہا دے گیا — یا ناکے نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خود — از نیامِ ظُلمتِ شب بر کَشد

صبح کا وقت جب اپنی جڑاؤ تلوار — رات کی تاریکی سے سونتتا ہے

آفتابِ شرق شب را طے کُند — ایں نہنگ آں خوردہا را قے کُند

مشرق کا سورج رات کو طے کرتا ہے — یہ ناکہ کھائی ہوئی چیزوں کو اُگل دیتا ہے

رَستہ چوں یونس زِ معدۂ آں نہنگ — مُنتشر گردیم اندر بُو و رنگ

اُس ناکے کے معدہ سے (حضرت) یونس کی طرح نکل کر — بو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق چوں یونسؑ مُسبّح آمدند — کاندراں ظلمات پُر راحت شدند

مخلوق (حضرت) یونسؑ کی طرح تسبیح پڑھنے والی بن گئی — کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگامِ سحر — چوں زِ بطنِ حُوتِ شب آید بدر

ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے — جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریمے کاندراں لیلِ وحش — گنجِ رحمت بنہی و چندیں چشش

کہ اے کریم! اُس وحشت ناک رات میں — تو رحمت کا خزانہ اور اِس قدر لذت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک — از شبِ ہمچوں نہنگِ ذوالحُبک

آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا (ہو گیا) — رات کی وجہ سے جو ناکے کی طرح کالی زُلفوں والی ہے

لہ بر سرِ حرفہ۔ یعنی میں نے دُعا اِس طرح نہ کی کہ خزانہ کا ملنا بھی بلا کسب ہو جاتا اور اُس کے تلاش کرنے میں مجھے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی یہ میری دعا کا قصور تھا۔ تو۔ انسان ہیچ در ہیچ ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عین خدا ہے۔ ہر شبے۔ انسان کے ہُنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ خود۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہُنر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک مُردے کی صورت میں ہوتا ہے۔

۲ہ تا سحر۔ صبح تک سب انسان مُردہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگرمچھ۔ خرد مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش و حواس واپس آجاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رَستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ و بُو میں منہمک ہو جاتا ہے۔

۳ہ خلق۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے فرمایا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ ہر انسان صبح کی تسبیح کرتا ہے۔ پُر راحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے کہ اے۔ سو کر جب اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنجِ رحمت یعنی

از مقاماتِ وحشس رُوزیں سپس
اِس کے بعد وحشت ناک مقامات سے

موسیٰؑ آں را نار دید و نُور بُود
موسیٰؑ نے اُس کو آگ سمجھا، وہ نُور تھا

مانمی خواہیم غیرا ز دیدہ
ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس
اِس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں

ساحراں را چشم چوں رَست از عمیٰ
جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پاگئی

چشم بندِ خلق جز اسباب نیست
مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے

لیک حق اصحاب و نا اصحاب را
لیکن اللہ (تعالےٰ) نے اصحاب اور غیر اصحاب کیلئے

با کفش نا مستحق و مستحق
اُس کی ہتھیلی میں مستحق اور غیر مستحق

در عدم ما مستحقاں کے بُدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے!

اے بکردہ یار ہر اغیار را
اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے

خاکِ ما را ثانیاً پالیز کُن
ہماری ہستی کو دوبارہ سرسبز کردے

ایں دُعا تو امر کردی ز ابتدے
شروع سے اِس دُعا کا تو نے حکم دیا ہے

چوں دُعا ماں امر کردی اے عجاب
جب تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب!

ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگتے

زنگیِ دیدیم شب را حُور بُود
ہم نے رات کو حبشی سمجھا، وہ حُور تھی

دیدۂ تیزے گشے بگزیدہ
منتخب، اچھی، تیز آنکھ

تا نپوشد بحر را خاشاک و خس
تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

کف زناں بُودند بے ایں دست و پا
وہ اِس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست
جو سبب سے لرزے، وہ اصحاب (دید) میں سے نہیں ہے

در کشاد و بُرد تا صدرِ سرا
دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

مُعتقانِ رحمت اند از بندِ رق
غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

کہ بریں جان و بریں دانش زدیم
کہ ہم اِس جان اور اِس عقل پر پہنچ گئے

وے بدادہ خلعتِ گُل خار را
اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کُن
ناچیز کو دوبارہ چیز بنادے

ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے
ورنہ ایک ہستی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

ایں دُعائے خویش را کُن مُستجاب
اپنی اِس دعا کو مقبول بنا

ؒ۱ از مقامات۔ جب وحشتناک رات میں اللہ کی اِسقدر رحمتیں مُضمر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سہارے کسی وحشتناک چیز سے گریز نہ کرنا چاہیئے۔ موسیٰؑ۔ ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰؑ نے نور کو نار خیال کیا ہم نے رات کو بُرا سمجھا جو صحیح نہ تھا۔ مانمی خواہیم۔ سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصل حالت پر دکھا دے، ہمیں اُس کی دعا کرنی چاہیئے۔ گُش۔ خوب۔ تا نپوشد۔ تاکہ ہماری نگاہ صحیح کام کرے اور ہماری نظر کیلئے خس و خاشاک دریا کو نہ چھپائے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو صحیح نظر حاصل ہوگئی تھی وہ اُن جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ نہ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے۔ چشم بند۔ صحیح نظر وہی ہے جو اسباب کے پردے اُٹھا کر مسبّب الاسباب کو دیکھ لے۔

ؒ۲ لیک۔ جو صحیح نظر نہیں رکھتے ہیں وہ بھی مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اُنکی بھی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ با کفش۔ اُس کا دستِ کرم مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ در عدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اُس کا ہم پر کرم ہوا اور اُس نے وجود اور حواس عنایت کردیئے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا۔ اے بکردہ۔ اللہ کی رحمت کانٹوں پر بھی ہے۔ خاکِ مارا۔ ابتداءً جسمانی وجود عطا فرمایا اب روحانی حیات عطا فرمادے۔ پالیز۔ کھیت، چمن۔

ؒ۳ ایں دعا۔ دعا بھی ہم تیرے حکم اور توفیق سے کر رہے ہیں ورنہ ہماری ہمت کہاں تھی کہ تجھ سے دعا مانگتے۔ چوں دعا۔ جب تو نے دعا کی توفیق دی ہے تو یہ ہماری نہیں بلکہ تیری دعا ہے تو اسکو قبول بھی فرمالے۔

شب[1] شکستہ کشتیِ فہم و حواس — نے اُمیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی — نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم — تا زچہ فن پُر کُنند بفرستدم
اللہ (تعالیٰ) مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا — دیکھو! مجھے کس ہُنر سے پُر کر کے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُر نور و جلال — ویں دگر را کردہ پُر وہم و خیال
اُس ایک کو نُور اور جلال سے پُر کر دیا — اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کر دیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے — رائے و تدبیرم بحکمِ مَن بُدے
اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا — تو میری رائے اور تدبیر میرے تابع ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ مَن — زیرِ دامِ مَن بُدے مرغانِ مَن
رات کو میرے علم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا — میرے پرندے میرے جال میں ہوتے

بودمے[2] آگہ ز منزل ہائے جاں — وقتِ خواب و بیہشی و امتحاں
میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا — خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حل و عقد او تہی ست — اے عجب ایں معجبی مَن زکیست
جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے — تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم — باز زنبیلِ دُعا بر داشتم
میں نے دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا سمجھ لیا — میں نے دعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں الفِ[3] چیزے ندارم اے کریم — جُز دلے دل تنگ تر از چشمِ میم
اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں — سوائے ایک دل کے جو میم کی آنکھ سے زیادہ سنگدل ہو

ایں الف ایں میم اُمِّ بُودِ ماست — میمِ اُم تنگ ست الف زُو نر گدا ست
یہ الف یہ میم ہمارے وجود کی ماں ہے — اُم کا میم تنگ ہے، الف اُس سے بھی زیادہ گدا ہے

ایں الف چیزے ندارد غافلی ست — میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست
یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا، یہ غفلت کی حالت ہے — میم دلتنگ ہے، وہ زمانہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ مَن — در زمانِ ہوش اندر پیچ مَن
میں بیہوشی کے وقت خود ہیچ ہوتا ہوں — ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر بر چنیں ہیچی منہ — نامِ دولت بر چنیں گیجی منہ
ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال — ایسے بھینگے پن کا نام دولت نہ رکھ

---

[1] شب۔ رات کو حواس اور اس کے آثار یعنی خوف و بیم سب ختم ہو جاتے ہیں۔ بردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتا ہے پھر انکو پُر ہنر بنا کر واپس کرتا ہے۔ آں یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے۔ ویں دگر۔ دنیاداروں اور فلاسفہ کو وہم و خیال سے پُر کر دیتا ہے۔ گر بخویشم۔ اگر حواس و ہنر ہمارے ذاتی ہوتے تو پھر ہمارے علم کے تابع ہوتے۔ شب۔ رات کو ہماری اجازت کے بغیر ہم سے جدا نہ ہوا کرتے۔

[2] بودمے۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کر رہی ہے۔ امتحان۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور تکبر ہم کو کیا کام ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اس فقیر کی دعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ ابتک جو دعا میں غلطی ہوئی اور باوجود خزانہ کا پرچہ مل جانے کے خزانہ نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں از سرِ نو دعا کرتا ہوں۔

[3] الف۔ نقطے سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ معنی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اس کے لازم سب الف اور میم کے سرے کی طرح ہیں۔ ایں۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں

خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا — کہ ز وہم ست ایں کہ دارم صد عنا

میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں (وہ) مجھے بہتر بنا تا ہے — یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ور ندارم ہم تو دارا ئیم کن — رنج دیدم راحت افزائیم کن

اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں تو تو میری رکھوالی کر — میں نے تکلیف دیکھی ہے تو میری راحت افزائی کر دے

ہم در آبِ دیدہ عُریاں بیستم — بر درِ تو چونکہ دیدہ نیستم

میں آنکھ کے آنسو کے معاملہ میں ننگا کھڑا ہوں — تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زابِ دیدہ بندۂ بے دیدہ را — سبزہ بخشش و نباتے زیں چرا

بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے اِس چراگاہ سے — سبزہ اور پیداوار بخشش دیجئے

ور نماند آب آبم دہ ز عین — ہمچو عینینِ نبی ہَطَّالتین

اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر — جیسی نبی ؐ کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

او چو آبِ دیدہ جُست از جودِ حق — با چناں اِجلال و اِقبال و سَبَق

جبکہ انھوں نے اللہ (تعالٰی) کی بخشش سے آنسو مانگے — ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چوں نباشم ز اشکِ خوں باریک ریس — من تہیدست فضولِ کاسہ لیس

تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک میں کیوں نہ ہوں — میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک را مفتوں بود — اشکِ من باید کہ صد جیحوں بود

جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو — تو میرے لئے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیئے

قطرۂ زاں زیں دو صد جیحوں بہ است — کہ بداں یک قطرہ جن و انس رست

اُس کا ایک قطرہ اِن دو سَو جیحوں سے بہتر ہے — کیونکہ اُس قطرے سے جن اور انسان نجات پا گئے

چونکہ باراں جُست آں روضۂ بہشت — چوں نجوید آب شورہ خاکِ زشت

جبکہ جنت کے اُس باغیچے نے بارش مانگی — تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے؟

اے اخی دست از دُعا کردن مدار — با اِجابت یا رَدِ اُویت چہ کار

اے بھائی! دعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا — اُس کے قبول کرنے یا رَد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سَدّ و مانعِ ایں آب بود — دستِ زاں ناں می بباید شست زود

وہ روٹی جو اس پانی کی روک اور مانع ہو — اِس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

جب دعا کی تو جن وانس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پا گئے اور آنحضورؐ کی اِس سلسلہ میں شفاعت منظور ہو گئی ایسی صورت میں تو میں دو سَو جیحوں برابر نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں ۔ چونکہ آنحضورؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین شور زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی ...

ؔلہ خود: جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا کہ ز وہم: انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنستا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی کو مانع بنتا ہے۔ ور: جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی بت اور میری رکھوالی کر۔ ہم: میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اس سے بھی محروم ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت بین نظر ہی نہیں ہے۔ زآب: میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجئے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ور نماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ رہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضورؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطالتین حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونے والی آنکھیں عنایت کر دے۔

ؔلہ او: آنحضورؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم: تو پھر ہم جیسوں کے لئے تو وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کیلئے تو سیکڑوں دریا جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں۔ قطرہ۔ آنحضورؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سَو جیحوں برابر آنسوؤں سے افضل ہے اس لئے کہ اِس قطرہ آنسو کے ساتھ

خویش را موزون و چست و سخته کن
اپنے آپ کو موزوں اور چست اور سنجیدہ بنا

زآب دیدہ نانِ خود را پختہ کن
آنکھ کے آنسو سے اپنی روٹی کو پختہ کرے

آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را و اعلام کردنِ او حقیقتِ سرِّ آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بود او کہ الہام آمدش
وہ اِسی میں تھا، کہ اُس کو اِلہام ہوا

کشف شد ایں مشکلات از ایزدش
اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کھل گئیں

اندریں بود او کز الہامِ خدا
وہ اِسی میں تھا، کہ خدا کے اِلہام سے

مشکلش حل گشت و حاجت شد روا
اُس کی مشکل حل ہو گئی اور ضرورت پوری ہو گئی

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ
اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ

کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ
میں نے کب کہا تھا کہ چلّے کو کھینچ؟

من نگفتم کایں کماں را سخت کش
میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کمان کو خوب کھینچ

در کماں نہ گفتمت نے بر کشش
میں نے تجھ سے کہا تھا کمان میں رکھ نہ کہ اُسکو باہر کر

از فضولی تو کماں افراشتی
تونے بیہودہ پن سے کمان بلند کی

صنعتِ قواسیی بر داشتی
(اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

ترکِ ایں سختہ کمانی رو بگو
جا اِس سختہ کمانی کو چھوڑ

در کماں نہ تیر و پریدن مجو
کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں[۵۲] بیفتد بر کن آنجا می طلب
جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر

زور بگذار و بزاری جو ذہب
زور چھوڑ دے زاری سے زر طلب کر

آنچہ حق ست اقرب از حبل الورید
جو حق ہے، وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے

تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید
تونے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اے[۵۳] کمان و تیر ہا بر ساختہ
اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کئے ہوئے ہے

صید نزدیک و تو دور انداختہ
شکار نزدیک ہے اور تونے دور چلایا

ہر کہ او دور ست دور از روئے او
جو اُس سے دُور ہے، اُس کے چہرے سے دُور ہے

کاز زاید قوتِ بازوی او
کہ وہ اپنی قوتِ بازو آزما رہا ہے

ہر کہ دور انداز تر او دور تر
جو شخص دور پھینکنے والا ہے، وہ زیادہ دور ہے

وز چنیں گنج ست او مہجور تر
اور وہ ایسے خزانہ سے، زیادہ محروم ہے

[۵۱] خویش۔ اپنے آپ کو دعا و گریہ میں چست کر لے اور ان آنسوؤں کے ذریعہ آخرت کا توشہ تیار کر لے۔ اندریں۔ وہ فقیر اس دعا میں مصروف تھا کہ اُس کو غیب سے اِلہام ہوا جس سے اُس کی مشکلات حل ہو گئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے یہ نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلّہ کھینچ کر زور سے پھینک بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرا دے۔ افراشتی جس طرح تیر انداز کمان اونچی کر کے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کر دی۔ سختہ کمانی۔ تیر اندازی کی مہارت۔

[۵۲] چوں بیفتد۔ چلّہ کھینچ تیر نہ چلا۔ کمان میں تیر رکھ کر گرا دے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے بچ اور عجز سے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا۔ اللہ تعالٰے جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور نہ دوڑانا چاہیے۔

[۵۳] اے۔ انسان کا مقصودِ حقیقی اسکے قریب ہے وہ اسکو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے ہر کہ۔ جو مقصود کو دُور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دُور ہے وہ اپنی قوت

بازو آزما رہا ہے۔ جو شخص جس قدر زیادہ دور تیر چلاتا ہے وہ مقصود سے زیادہ دور ہوتا ہے

فلسفیؔ خود را ز اندیشہ بکشت
فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا

گو بدو کُو را سوئے گنج ست پشت
اُس سے کہدے کہ اُس کی خزانہ کی جانب پُشت ہے

گو بدو چندانکہ افزوں میدود
اُس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے

از مرادِ دل جدا تر می شود
دل کی مُراد سے زیادہ جُدا ہو رہا ہے

جاھِدُوا فِینَا بگفت آں شہر یار
اُس شاہ نے "جَاھِدُوا فِینَا" کہا ہے

جاھِدُوا عَنَّا نگفت اے بیقرار
اے بیقرار! اُس نے "جَاھِدُوا عَنَّا" نہیں کہا ہے

ہمچو کنعاںؔ کو ز ننگ نوحؑ رفت
کنعان کی طرح جو حضرت، نوحؑ کی ذلّت سے بھاگا

بر فرازِ قلّۂ آں کوہ رفت
بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

ہر چہ افزوں تر ہمی جست او خلاص
اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی

سوئے کُہ می شد جدا تر از مناص
وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

ہمچو ایں درویش بہرِ گنج و کاں
جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر

ہر صباحی سخت تر جستے کماں
ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر
ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا

بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر
خزانے اور پتہ سے زیادہ بد بخت بنتا

ایں مثلؔ اندر زمانہ جانی ست
زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے

جانِ ناداناں برنج ارزانی ست
نادان کی جان، تکلیف کے لائق ہے

زانکہ جاہل داشت ننگ از اُوستاد
کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلّت محسوس کی

لاجرم رفت و دکانِ نو کشاد
لامحالہ وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دکاں بالائے اُستادانِ کار
وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اوپر ہے

گندہ و پُر کژدم ست و پُر زمار
وہ گندی، بچھوؤں اور سانپ بھری ہے

زود ویراں کُن دکان و باز گرد
تو دُکان کو جلد ویران کر دے اور پلٹ

سوئے سبز و گلستان و آب خورد
سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت
نہ کنعان کی طرح جس نے تکبّر اور جہالت سے

از کہِ عاصم سفینہ فوز ساخت
بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنایا

ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ آں دکان۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہوگی اور نقصان رساں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اہلِ حق کا اتباع ہے۔ زود۔ ایسے شاگرد کو چاہیئے کہ وہ اپنی دکان کو ویران کر دے اور اُستاد کی شاگردی اختیار کر کے چلے پھرے۔ کے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

ا فلسفی۔ اللہ تعالےٰ کی تلاش میں فلسفی کا بھی یہی حال ہے اس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اس کی پُشت ہے۔ گو۔ اس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اس کی پُشت ہے۔ جَاھِدُوا۔ قرآنِ پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لئے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ جَاھِدُوا فِینَا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جَاھِدُوا عَنَّا۔ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

ع ہمچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کا لڑکا کنعان ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلّت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لئے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا ہر چہ۔ وہ جس قدر کوشش کر رہا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہو رہا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔ ہمچو۔ کنعان اسی فقیر کی طرح تھا جو ہر روز ایک سخت کمان تلاش کرتا اور اس سے تیر پھینکتا اور خزانہ سے زیادہ دُور ہو جاتا۔

ع ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اس مثال سے سمجھ میں آجائے گی جو جان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد استاد سے ذلّت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان خود کھول بیٹھے

عِلمِ تیر اندازیش آمد حجیب — واں مراد اُو را بُدے حاضر بجیب

اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بنا — اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا عِلم و ذکاوات و فطن — گشتہ رہرو را چو غول و راہزن

اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھ — سالک کے لئے بھلاوا اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنّت اَبلہ اند — تا ز شرِ فیلسوفی می رہند

اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں — جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عُریاں کُن از فضل و فضول — تا کُند رحمت تُرا ہر دم نزول

اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کر لے — تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

زیرکی ضدِ شکست ست و نیاز — زیرکی بگذار و با گولی بساز

ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے — ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بُرد و طمع گاز — تا چہ خواہد زیرکی را پاک باز

ذہانت کو سوہان سائی کا جال اور حرص کو گاسنی سمجھ — پھر ذہانت کو پاکباز کیا چاہیے گا؟

زیرکاں با صنعتے قانع شُدہ — اَبلہاں از صنع در صانع شُدہ

ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہو گئے — بھولے، کاریگری سے کاریگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار — دست و پا باشد نہادہ بر کنار

کیونکہ چھوٹے بچے کے لئے ماں، دن میں — بغل میں لئے ہوئے، ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہوتی ہے

داستانِ آں سہ مسافر مسلمان و تَرسا و جہود و آنکہ مسلمان بے قوت ماند

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ

یافتند ترسا و جہود سیر بُودند گفتند آں قوت را فردا خوریم

میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے اُنھوں نے کہا

مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر — تا نگردی ممتحن اندر ہنر

اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سُن لے — تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مومن و ترسا مگر — ہمرہی کردند باہم در سفر

اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے — سفر میں ہمراہی اختیار کی

لہ عِلمِ تیر۔ اِس فقیر کو اس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خزانہ سے دُور رکھا اور نہ خزانہ بالکل اُس سے قریب تھا۔

اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کُن ہے اور مطلوب سے دُور کرتی ہے۔ بیشتر۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْمُوْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ مومن بھولا بھالا شریف ہوتا ہے نیز مشہور ہے اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچالے پھر تجھ پر رحمت نازل ہوگی۔

کلہ زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیئے۔ دام بُرد۔ یہ ذہانت سوہان روح ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ جس طرح نادان بچہ کے لئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسی طرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔

کلہ داستان۔ اِس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی اور نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے راستہ میں حلوا ملا تو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو حلوے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ حلوا مسلمان ہی کو ملا اور قدرت نے اُس کی دستگیری فرمائی اِس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور

بادو گمرہ ہمرہ آمد مؤمنے — چوں خرد با نفس و با آہرمنے

ایک مؤمن دو گمراہوں کے ہمراہ ہوگیا — جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

مرغزی و رازی اُفتند در سفر — ہمرہ و ہم سفرہ پیشِ ہمد گر

مرغز کا رہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں — ہمراہ اور شریک دستر خوان ایک دوسرے کے سامنے ہوگئے

در قفس اُفتند زاغ و چغد و باز — جُفت شد در حبس پاک و بے نماز

پنجرے میں کوا اور چغد اور باز واقع ہوجاتے ہیں — قیدخانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

کردہ منزل شب بیک موضع بہم — مشرقی و مغربی قانع بہم

رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا — مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

ماندہ در منزل ز رہ خرد و سترگ — روز ہا باہم ز سرما و ز برف

چھوٹے اور بڑے راستہ سے منزل میں رہ گئے — ایک دوسرے کیساتھ بہت دن تک سردی اور برف کی وجہ سے

چوں گشاید راہ و بردارند بند — بگسلند و ہر یکے جائے روند

جب راستہ کھل جائیگا اور وہ روک کو اٹھا دیں گے — ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے اور ہر شخص ایک جگہ چلا جائیگا

چوں قفص را بشکند شاہِ خرد — جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد

جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا — پرندوں کا مجمع ہر ایک ایک جانب کو اُڑ جائے گا

پر گشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد — در ہوائے جنسِ خود سوئے معاد

اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے — لوٹنے کی جگہ کی جانب اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

پر گشادہ ہر دمے با اشک و آہ — لیک پریدن ندارد روئے و راہ

ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے — لیکن اُڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد — سوئے آں کز یادِ آں پر می گشاد

جب راستہ پا جاتا ہے ہر ایک ہوا کی طرح اُڑ جاتا ہے — اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

آں طرف کش بُود اشک و سوز و آہ — چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ

جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی — جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کر دیا

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن — از کجا جمع آمدند اندر بدن

اپنے جسم میں جسم کے ان اجزاء کو دیکھ — کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

آبی و خاکی و بادی و آتشی — عرشی و فرشی و رومی و کشی

آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی — عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی

۵۱ چوں۔ یہ دونوں نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلہ عقل کے تھا۔ مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا رہنے والا۔ سفرہ۔ دستر خوان۔ در قفص یہ جوڑا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑ پرند جمع ہوجاتے ہیں یا قیدخانہ میں مختلف قسم کے آدمی یکجا ہو جاتے ہیں۔ کردہ منزل۔ ایسا بھی اتفاقاً ہو جاتا ہے۔

۵۲ ماندہ۔ یہی مثال اس عالمِ دنیا میں انسانوں کی ہے۔ چوں گشاید۔ راستہ کھلنے پر بعد ہی کے مسافر اپنی اپنی راہ اختیار کرتے ہیں۔ چوں قفص۔ پنجرا کھلنے پر پرندہ اپنے ہم جنس کی طرف اُڑ جاتا ہے۔ پر گشادہ۔ پنجرے میں اپنی اصلی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑ پھڑاتے ہیں۔

۵۳ پر گشادہ۔ یہ پرندے وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ۔ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے۔ در تنِ خود۔ انسان کے بدن کے اجزاء کا یہی حال ہے۔ آبی۔ انسان عناصر اربعہ سے بنا ہے۔ کشی۔ کش شہر کا رہنے والا۔

از[1] امیدِ عود ہر یک بستہ طرف — اندریں منزل بہم از بیمِ برف

ہر ایک واپسی کی امید پر نظر جمائے ہوئے ہے — برف کے ڈر سے اس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمودِ ہر جماد — در شتای بعدِ آں خورشیدِ داد

قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے — انصاف کے اس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفِ آں خورشیدِ خشم — کوہ گردد کاہ ریگ و کاہ پشم

جب قہر کے اس سورج کی گرمی چمکے گی — پہاڑ تنکا، ریت اور گھاس اون بن جائیگا

در گداز آید جماداتِ گراں — چوں گدازِ تن بوقتِ نقلِ جاں

بھاری جمادات پگھل جائیں گے — جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسیدند ایں سہ ہمرہ منزلے — ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے[2]

جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے — ایک نصیبہ ور ان کے لئے حلوا لایا

برد حلوا پیشِ آں ہر سہ غریب — محسنے از مطبخِ انی قریب

ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا — ایک محسن "انی قریب" کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل — برد کاں اندر ثوابش بد امل

گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق — وہ شخص لایا کہ اس کو ثواب کی امید تھی

الکیاسۃُ والادبُ لاھلِ المدر — الضیافۃُ والقریٰ لاھلِ الوبر

ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے — مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

الضیافۃُ للغریبِ[3] والقریٰ — اودعَ الرحمٰنُ فی اھلِ القریٰ

مہمان نوازی اور کھانا مسافر کے لئے — اللہ (تعالیٰ) نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

کلَّ یومٍ فی القریٰ ضیفٌ حدثٌ — مالہٗ غیرُ الالٰہِ من مغیثٌ

دیہات میں ہر روز ایک نیا مہمان ہے — جس کا خدا کے سوا کوئی فریاد رس نہیں

کلَّ لیلٍ فی القریٰ وفدٌ جدیدٌ — مالھم ثمّ سوی اللہِ المجیدُ

دیہات میں ہر رات کو نیا قافلہ ہے — جن کیلئے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہے

تخمہ بودند آں دو بیگانہ زخور — بود صائم روز آں مومن مگر

ان دو بیگانوں کو کھانے سے تخمہ لگ گیا تھا — وہ مومن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید — بود مومن ماندہ در جوعِ شدید

جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا — مومن سخت بھوک کی حالت میں تھا

---

[1] از امید۔ انسان کے اجزاء اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ ٹھٹھراؤ اسی وقت تک ہے جب تک حضرتِ حق کے سامنے پیشی نہیں ہوئی ہے۔ چوں بتابد جب جلالِ خداوندی کی گرمی پڑیگی قیامت کا منظر سامنے آجائیگا۔ جماداتِ گراں پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] مقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ انی قریب قرآنِ پاک میں ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ "جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں پس میں نزدیک ہوں"۔ ثوابش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اس کو مہمان نوازی میں ثواب کی امید تھی۔ الکیاسہ۔ ذہانت۔ اھلِ المدر۔ شہری۔ القریٰ۔ مہمانداری۔ اھل الوبر۔ خیمہ بدوش، دیہاتی۔

[3] الغریب۔ مسافر۔ اھلِ القریٰ۔ دیہاتی۔ مغیث۔ مددگار۔ تخمہ بودند۔ یہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھایا تھا جس سے اکو دستاور تھے آرہی تھی۔ مومن روزے سے تھا اسلئے اسکو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما از خور پُریم[1] | امشبش بنہیم و فردایش خوریم
اُن دو شخصوں نے کہا، ہم کھانے سے پُر ہیں | آج کی رات اِس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خور امشب تن زنیم | بہرِ فردا لُوت را پنہاں کنیم
ہم کھانے سے صبر کریں، آج کی رات چُپ رہیں | کل کے لئے عمدہ کھانا چھُپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خوردہ شود | صبر را بنہیم تا فردا بُود
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھایا جائے | کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری | قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ تیرا اِس چالاکی سے | یہ ارادہ ہے، کہ تو تنہا کھالے

گفت[2] اے یاراں کہ نے ماسہ تنیم | چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟ | جب اختلاف ہوگیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود بر جاں زند | وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کُند
جو چاہے اپنا حصّہ جان کو لگالے | اور جو چاہتا ہے، اپنا حصّہ چھپا دے

آں دو گفتندش ز قسمت درگذر | گوش کُن قسّام فی النّار از خبر
اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر | قسّام جہنمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را | کرد قسمت بر ہوانے بر خدا
اُس نے کہا قسّام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپکو | خواہشِ نفسانی پر تقسیم کر دیا، نہ کہ خدا پر

مِلکِ[3] حق و جملہ قسمِ اُوستی | قسمِ دیگر را دہی دو گوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُسی کا حصّہ ہے | تو دوسرے کو حصّہ دیتا ہے تو دو کہنے والا ہے

ایں اسد غالب شُدے ہم بر سگاں | گر نبُودے نوبتِ آں بدرگاں
یہ شیر کتّوں پر بھی غالب ہو جاتا | اگر اُن بدطینتوں کا دَور دَورہ نہ ہوتا

ایں اسد کہ نیست غالب بر بقور | نوبتِ گاواں بُد و آں گاوِ زور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے | گایوں اور اُس مکّار گائے کا دَور دَورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد | شب برو در بینوائی بگذرد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے | اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب اُو بتسلیم و رضا | گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضامندی سے | کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا اور مان لیا

[1] از خور۔ کھانا پیٹ میں زیادہ بھرا ہوا تھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ گفت۔ مومن نے کہا ملا آج کھایا جائے صبر کل کے لئے رکھ دیا جائے۔ پس۔ اُن دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اِس وقت نہیں کھا سکتے۔

[2] گفت۔ مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کر لیا جائے۔ قسم۔ حصّہ۔ خبر۔ اَلقسّامُ فِی النَّارِ "بانٹنے والا جہنمی ہے" اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو اِن دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح مطلب وہ ہے جو مومن نے بیان کیا۔ جبر ہوا۔ یعنی تقسیم میں نفسانی غرض ہو۔

[3] ملک۔ انسان اللہ کی ملک ہے اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے افعال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لئے اور کچھ کسی دوسرے کے لئے تو گویا وہ مُشرک ہے۔ ایں اسد۔ مومن کی یہ رائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا۔ بقور۔ بقرۃ کی جمع ہے۔ زور۔ مکّار۔ قصدِ شاں۔ اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات کو بھی بھوکا رہے۔ بُود۔ مومن ایک تھا اور وہ دو تھے مجبوراً اُس نے اُن کا کہنا مان لیا۔

پس بخفتند آں شب و برخاستند
پھر وہ اُس رات سو گئے اور بیدار ہوئے
بامداداں خویش را آراستند
صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

رُوی[1] شُستند و دہاں ہر یکے
اُنھوں نے چہرہ اور مُنہ دھویا اور ہر ایک
داشت اندر وِرد راہ و مسلکے
وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہر یکے آورد رُوی
تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا
سُوی وِردِ خویش از حق فضل جُو
اپنے وظیفہ کی طرف اللہ تعالےٰ کی مہربانی کا طالب

مُومن و ترسا جہود و گبر و مُغ
مومن اور عیسائی اور یہودی اور کافر اور آتش پرست
جُملہ را رُو سُوی آں سُلطان الغ
سب کا رُخ سلطان معظم کی طرف ہے

مُومن و ترسا جہود و نیک و بد
مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد
جملگاں را ہست رُو سُوی اَحَد
سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را
بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا
ہست واگشتِ نہانی با خدا
پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے
رُو بہم کردند آں دم یار وار
دوستانہ ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں یکے[2] گفتا کہ ہر یک خوابِ خویش
ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب
آنچہ دید اُو دوش گو آور بہ پیش
جو اُس نے گذشتہ شب دیکھا ہو کہ پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورد
جس کا خواب اچھا ہو اُس کو وہ کھالے
قِسمِ ہر مفضول را فاضل برد
گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالا تر رَوَد
جو عقل میں برتر ہو
خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُوَد
اُس کا کھا لینا سب کا کھا لینا ہوگا

فائق[3] آید جانِ پُر انوارِ او
اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان اچھی ہوگی
باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو
بقیہ کے لئے اُس کی خدمت کافی ہوگی

عاقلاں را چوں بقا آمد ابد
عقلمندوں کے لئے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے
پس بمعنی ایں جہاں باقی بُود
در معنی یہ عالم باقی ہوگا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود
پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا
تا کجا شب رُوحِ اُو گردیدہ بُود
کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومی تھی

---

[1] رُوی۔ چہرہ اور مُنہ دھویا۔ وِرد۔ عبادت کا معمول۔ از حق۔ مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا۔ مومن ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو۔ الغ۔ معظم۔ بلکہ۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت اور تسبیح اپنے حال کے مطابق کرتی ہے۔ ایں سخن۔ سب کا مقصود خدا کا ہونا۔

[2] آں یکے۔ ایک بولا ہر شخص رات کا خواب بیان کرے جس کا خواب بڑھیا ہوگا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کرے گا۔ مفضول۔ جس کا خواب گھٹیا ہوگا۔ فاضل۔ جس کا خواب بڑھیا ہوگا۔ آنکہ۔ جس کا خواب بہتر ہوگا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہوگی۔ خوردن۔ ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہوگا۔

[3] فائق آید۔ جس کی عقل بالاتر ہوگی یقیناً اُس کی روح پُر انوار ہوگی اور ایسے بزرگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا حلوا اُس کو کھلا دینا برکت کا سبب ہوگا۔ عاقلاں۔ مومنین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے۔ پس جہود۔ سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا۔

گفت[۵۱] در رہ موسیمؑ آمد بہ پیش — گربہ بیند دُنبہ اندر خوابِ خویش
اس نے کہا راستہ میں (حضرت) موسیٰؑ میرے سامنے آگئے — بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

درپئے موسیٰؑ شدم تا کوہِ طور — ہر سہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور
میں (حضرت) موسیٰؑ کے پیچھے کوہِ طور تک گیا — ہم تینوں نور سے ڈھک گئے

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب — بعد ازاں زاں نور شد یک فتحِ باب
اس سورج سے تینوں سائے مٹ گئے — اس کے بعد اس نور سے فتح باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست — پس ترقی جُست آں ثانیش چُست
اس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا — پھر اس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[۵۲] من و ہم موسیٰؑ و ہم کوہِ طور — ہر سہ گم گشتیم زاں اشراقِ نور
میں بھی اور (حضرت) موسیٰؑ بھی اور کوہِ طور بھی — اس نور کی چمک سے ہم تینوں گم ہوگئے

بعد ازاں دیدم کہ گُہ سہ شاخ شُد — چونکہ نورِ حق درو نفّاخ شُد
اس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہوگیا — چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا نور اس میں پھونکنے والا تھا

وصفِ ہیبت چوں تجلّی زد برُو — می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو
ہیبت کی صفت نے جب اس پر تجلّی کی — ایک دوسرے سے جدا ہوگیا الگ الگ جا بجا ہوگیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یَم — گشت شیریں آبِ تلخِ ہمچو سَم
اس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا — زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہوگیا

آں[۵۳] یکے شاخش فرو شُد در زمیں — چشمۂ زاد و بروں آمد مَعیں
اس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا — چشمہ پیدا ہوگیا اور جاری ہوکر باہر آگیا

کہ شفایِ جملہ رنجوراں شُد آب — از ہمایونیِّ وحیِ مُستطاب
وہ پانی سب بیماروں کے لئے شفا ہوگیا — پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زود — تا جوارِ کعبہ کہ عرفات بُود
اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا — کعبہ کے قریب تک جو عرفات (پہاڑ) ہوگیا

باز زاں صعقہ چو باخود آمدم — طور بر جا بُود نے افزوں نہ کم
میں جب اس بے ہوشی سے ہوش میں آیا — (کوہِ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰؑ ہمچو یخ — می گدازید و نماندش شاخ و شخ
لیکن (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں کے نیچے برف کی طرح — پگھل رہا تھا اور اس میں شگستگی اور کرختگی نہ رہی تھی

---

۵۱ گفت۔ اس نے کہا میں چلا جارہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰؑ مل گئے۔ گربہ۔ مولانا کا مقولہ ہے یعنی بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کوہِ طور پر پہنچا تو اس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور اس میں چھپ گئے۔ فتح باب۔ یعنی فیض کا ایک دوسرا دروازہ کہ اس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

۵۲ ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اس میں بالکل گم ہوگئے۔ بعد ازاں۔ اس نور کی تجلّی سے کوہِ طور کے تین ٹکڑے ہوگئے اس تجلّی میں اس قدر ہیبت تھی۔ زاں یکے۔ کوہِ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اس کا زہر جیسا پانی شیریں ہوگیا۔

۵۳ آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اس سے ایک چشمہ پیدا ہوگیا جو بیماروں کے لئے صحت کا باعث تھا۔ وحی۔ کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اڑکر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بن گیا۔ صعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہِ طور میں دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی برف کی طرح نرم ہوگیا۔ شاخ و شخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کرختگی۔

باز میں ہموار شد کہ از نہیب — گشت بالائیش ازاں ہیبت نشیب

پہاڑ، ہیبت سے زمین سے ہموار ہوگیا — اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی

بازع با خود آمدم زاں انتشار — باز دیدم طور و موسیٰؑ برقرار

میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا — میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰؑ کو برقرار دیکھا

واں بیاباں سر بسر در ذیلِ کوہ — پُر خلائق شکلِ موسیٰؑ باشکوہ

اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا — (حضرت) موسیٰؑ کی شکل کی دبدبہ والی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

چوں عصا و خرقہ اُو خرقہ شاں — جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں

اُن کی لاٹھی اور اُن کی کفنی اُن کی کفنی کی طرح — سب خوشی خوشی طور کی جانب رواں ہیں

جملہ کفہا در دُعا افراختہ — نغمۂ اَرِنی بہم در ساختہ

سب، دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں — مل کر اَرِنی کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں

باز آں غشیاں چو از من رفت زود — صورت ہر یک دگرگوں نمود

پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چلی گئی — مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی

انبیا بُودند ایشاں اہلِ وُد — اِتحادِ انبیا اَم فہم شُد

وہ دوستی والے نبی تھے — نبیوں کا اِتحاد میری سمجھ میں آگیا

باز اَملاکے ہمی دیدم شگرف — صورتِ ایشاں بُد از اجرامِ برف

پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے — اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں

حلقۂ دیگر ملائک مستعیں — صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں

مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی — اُن سب کی صورت آتشی تھی

زیں نسق می گفت آں شخص جہود — بس جہودے کاخرش محمود بُود

وہ یہودی شخص اِس طرح سے کہہ رہا تھا — بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے

ہیچ کافر را بخواری منگرید — کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید

کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو — کیونکہ اُس کے مسلمان ہو کر مرنے کی اُمید ہے

چہ خبر داری زختمِ عُمرِ اُو — تا بگردانی ازو یکبارہ رُو

اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتہ؟ — کہ تو اُس سے فوراً مُنہ پھیرتا ہے

بعد ازاں ترسا در آمد در کلام — کہ مسیحم رُو نمود اندر مَنام

اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی — کہ مجھے خواب میں (حضرت) مسیحؑ نظر آئے

لہ بازہ۔ اِس کے بعد پھر میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰؑ اور کوہِ طور کو اصل حالت پر دیکھا۔ واں بیاباں۔ لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ چوں عصا۔ ہر شخص کے ہاتھ میں حضرت موسیٰؑ کا سا عصا اور اُس کے بدن پر حضرت موسیٰؑ جیسا خرقہ ہے اور وہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی طرف جا رہے ہیں۔ اَرِنی۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر دعا کی تھی اَرِنی کَیفَ تُحیِی المَوتٰی اے خدا مجھے دکھا دے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

لٰہ انبیار۔ اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیار کا مجمع تھا اور اس سے میں سمجھ گیا کہ انبیا سب اپنی دعوت میں مُتّحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی جیسے وہ بَرف کے بنے ہوئے ہوں۔ حلقہ۔ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔ اِس خواب پر تعجب نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اُس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

لٰہ ہیچ۔ کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ اسکو آخر وقت میں نزع سے پہلے توبہ نصیب ہو گئی ہو۔ بعد ازاں۔ اُس یہودی کے بعد عیسائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت مسیحؑ تشریف لائے۔

من شدم با او بچارم[1] آسماں | مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا | جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قلاعِ آسماں | نسبتش نبود با آیاتِ جہاں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود | کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہر کسے داند اے فخر البنین | کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
اے فخرِ فرزنداں! ہر شخص جانتا ہے | کہ آسمان کا حال، زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایتِ[2] اشتر و گاؤ و قچ کہ در راہ بند گیاہ یافتند ہر یکے

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا گٹھا پایا (اور) ہر ایک

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر او بہ برد

کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اشتر و گاؤ و قچے در پیشِ راہ | یافتند اندر روش بندِ گیاہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور دُنبہ نے | چلنے میں گھاس کا ایک گٹھا پایا

گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں | ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
دُنبہ نے کہا اگر ہم اِس کو بانٹیں، یقیناً | اِس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھریگا

لیک عمرِ ہر کہ باشد بیشتر | ایں علف اورا ست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو | یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہدے، کہ کھالے

کہ[3] اکابر را مقدم داشتن | آمدست از مصطفےٰ اندر سُنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا | حدیثوں میں (حضرت) مصطفیٰ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام | در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اِس دور میں | عوام دو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یا دراں لوتے کہ او سوزاں بود | یا براں پُل کز خلل ویراں بود
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو | یا اُس پُل پر جو خلل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے | عام نارد بے قرینہ فاسدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت | عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیرشاں اینست چہ بود شرِ شاں | قبحِ شاں را باز داں ز فرِ شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہوگی؟ | اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے، پہچان لے

[1] چارم۔ حضرت مسیح کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے، سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہو۔ خود۔ بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں۔ فن۔ حال۔

[2] حکایت۔ عیسائی نے یہ کہکر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنی خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستحق قرار دیا اِس حکایت میں اونٹ کی بھی اِسی قسم کی تقریر ہے۔ قچ۔ دُنبہ۔ بندگیاہ۔ گھاس کا گٹھا۔ روش۔ رفتار۔ بخش کردن۔ تقسیم کرنا۔ لیک۔ دُنبہ نے کہا کہ جسکی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھالے۔

[3] کہ اکابر۔ حدیث شریف ہے کَبِّرِ الْکُبَر "بڑے کو بڑھا" گرچہ۔ لیکن اِس زمانہ میں صرف دو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اُس کے کھانے سے منہ جل جائے دوسرے ٹوٹے ہوئے پُل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو۔ خدمتے۔ اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اُسکی تہ میں اُسکی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے۔ خیرشاں۔ اِن کمینوں کی بزرگوں کیساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب بُرائی کا اندازہ خود کرلو۔

حکایت در بیانِ حالِ خود پرستاں و شرِ ایشاں در لباسِ خیرات

خود پرستوں کی، اندر بھلائی کے پردے میں اُن کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سُوئے جامع می شد آں یک شہریار ـــ خلق را می زد نقیب و چوبدار

ایک بادشاہ جامع مسجد کو جا رہا تھا ـــ لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سَر شکستے چوب زَن ـــ واں دگر را بر دریدے پیرہن

لاٹھی مارنے والا ایک کا سَر توڑتا تھا ـــ اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد ـــ بے گناہے کہ بَرو از راہ گرد

درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بید بھی کھائیں ـــ بغیر کسی خطا کے کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد با شاہ و بگفت ـــ ظلمِ ظاہر بیں چہ پُرسی از نہفت

خون ٹپکتے ہوئے نے بادشاہ کا رُخ کیا اور بولا ـــ کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیرِ تو اینست جامع میروی ـــ تا چہ باشد شر و ضرت اے غوی

تیری نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جا رہا ہے ـــ اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہوگی؟

یک سلامے[2] نشنود پیر از خسے ـــ تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے

شیخ کسی کمینہ سے ایک سلام (بھی) نہیں سنتا ہے ـــ تاکہ نتیجہ میں وہ اس سے زیادہ نہ لپٹے

گرگ دریا بد ولی را بہ بُوَد ـــ زانکہ دریا بد ولی را نفسِ بد

ولی کو بھیڑیا پکڑلے (یہ) بہتر ہے ـــ اس سے کہ ولی کو کوئی بدنفس لے

زانکہ[3] گرگ ارچہ کہ بس اِستم گر است ـــ لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست

اس لئے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت ستمگر ہے ـــ لیکن اس میں وہ تدبیر اور مکر اور چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے اُو بدام ـــ مکر اندر آدمی باشد تمام

ورنہ وہ جال میں کب پھنستا؟ ـــ پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکر زانِ اوست کو دارد درم ـــ بشنود آواز و گوید نَنگرم

مکر اس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے ـــ وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایتِ شتر و گاو و قُچ و ہر یکے از تاریخِ عمرِ خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دُنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قُچ با گاو و اشتر کاے رِفاق ـــ چوں چنیں اُفتاد مارا اتفاق

دُنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو! ـــ جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

[1] حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں تو یہ شر تھا اب خیر کا اندازہ اس سے کر لیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیشرو محافظ۔ از راہ گرد۔ راستہ سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحبِ دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ خیرِ تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں جب اس قدر شر ہیں تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

[2] یک سلامے۔ پیر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ اسکا بیان شروع کیا ہے۔ تا نہ پیچد۔ سلام سے چونکہ فاسد غرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ و تاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگ کو بھیڑیئے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بدنفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

[3] زانکہ۔ بھیڑیئے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بدنفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ بھیڑیئے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بنجاتا ہے۔ گفت قُچ۔ دُنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر میں کون بڑا ہے رِفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عمر املا کنید ۔۔۔ پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرے ۔۔۔ زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چپ رہیں

گفت قچ مرجِ منَ اندر آں عہود[1] ۔۔۔ با قچِ قربانِ اسمٰعیل بود
دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں ۔۔۔ (حضرت) اسماعیل کی قربانی کے دُنبہ کیساتھ تھی

گاو گفتا بوده ام من سالخورد ۔۔۔ جفتِ آں گاوے کش آدم جفت کرد
بیل نے کہا، میں پرانا ہوں ۔۔۔ اُس بیل کی جوڑی ہوں جسکی آدم نے جوڑی بنائی

جفتِ آں گاوم کہ آدم جدِّ خلق ۔۔۔ در زراعت بر زمیں میکرد فلق
میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا ۔۔۔ کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں شنید[2] از گاو و قچ اشتر شگفت ۔۔۔ سر فرود آورد و آں را بر گرفت
جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سُنی ۔۔۔ سر نیچے کیا اور اُس کو اٹھالیا

در ہوا برداشت آں بندِ قصیل ۔۔۔ اشترِ بختی سبک بے قال و قیل
چارے کے اُس گٹھے کو ہوا میں اٹھالیا ۔۔۔ بختی اونٹ نے، کسی تامل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست ۔۔۔ کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کہ مجھے خود تاریخ (بتانے کی) ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر ۔۔۔ کہ نباشم از شما من خرد تر
اے جانِ پدر! ہر شخص خود جانتا ہے ۔۔۔ کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہونگا

داند[3] ایں را ہر کہ ز اصحابِ نُہاست ۔۔۔ کہ نہادِ من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہو ۔۔۔ کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جملگاں دانند کایں چرخِ بلند ۔۔۔ ہست صد چنداں کہ ایں خاکِ نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان ۔۔۔ بہ نسبت اس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو گشادِ قلعہائے آسماں ۔۔۔ کو نہادِ بقعہائے خاکداں
آسمانوں کے قلعوں کی وسعت کہا ۔۔۔ زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں ۔۔۔ کو غرائبہائے گنجِ خاکداں
آسمان کے بالاخانہ کے عجائب کہا ۔۔۔ زمین کے خزانہ کے عجائب کہا؟

جوابِ گفتنِ مسلمان آنچہ دید بترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جو اُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

ل۱ مرج۔ میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کی بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں گاو۔ بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہٰذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

ل۲ چوں شنید۔ اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجب باتیں سُنیں تو نیچے کو منہ کرکے وہ گھاس منہ میں لیکر سر بلند کردیا۔ کہ مرا۔ اونٹ نے کہا مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتا رہی ہے۔ خود ہمہ کس۔ میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

ل۳ داند۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے۔ جملگاں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کیوجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہٰذا میرا خواب یقیناً یہودی کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ من — پیشم آمد مصطفٰے سلطانِ من

پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو! — میرے شاہ مصطفٰےؐ میرے سامنے آئے

سیدِ سادات و سلطانِ رُسُل — مفخرِ کونین و ہادیٔ سُبُل

جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں — دونوں جہان کیلئے باعث فخر اور راستوں کیلئے ہدایت کرنیوالے

پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت — با کلیم اللہ نردِ عشق باخت

پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا — (اور) اُس نے (حضرت) کلیم اللہ کیساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیٔ صاحبقراں — بُرد بر اوجِ چہارم آسماں

اور اُس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰؑ — چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[٥١] اے پس ماندہ دیدہ ضرر — بے توقف زود حلوا را بخور

اے پچھڑے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ — بے تامل جلد حلوا کھالے

آں ہنرمندانِ پُرفن راندند — نامۂ اقبال و منصب خواندند

وہ ہنرمند صاحب تدبیر رواں ہوگئے — انھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند — با ملائک[٥٢] از ہنر در بافتند

اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کرلی — ہنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہوگئے

اے سلیمِ گول واپس ماندہ ہیں — بر جہ و بر کاسۂ حلوا نشیں

اے بھولے، کم فہم، پچھڑے ہوئے، ہاں — اٹھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

مَن بفرمانِ چناں شاہِ جہاں — خوردم آں دم کاسۂ حلوا و ناں

میں نے ایسے شاہ جہاں کے حکم پر — فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھالی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص — اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص

تو انھوں نے اُس سے کہا کہ اُسوقت اے لالچی! — تعجب ہے تونے چھوارے کا حلوا کھالیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مُطاع[٥٣] — مَن کہ باشم تا کنم زاں امتناع

اُس نے کہا کہ اُس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا — میں کون ہوتا ہوں کہ اُس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰؑ سرکشی — گر بخواند در خوشی یا ناخوشی

تو یہودی، (حضرت) موسیٰؑ کے حکم سے سرکشی کرسکتا ہے؟ — خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از امرِ مسیح — سر توانی تافت از خیر و قبیح

تو عیسائی ہے (حضرت) مسیح کے حکم سے کبھی — بھلائی اور برائی میں سرتابی کرسکتا ہے؟

---

٥١ خیز: آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عروج حاصل ہوا تو تونے میں رہا اس لئے تو حلوا کھا کر پورا کرلے۔ تا ماندہ: یعنی طور اور آسمان پر پہنچے۔ دو فاضل: یعنی یہودی اور عیسائی۔

٥٢ با ملائک: انھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم: بھولا۔ گول: بیوقوف۔ من بفرماں: مومن نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھالی۔ خبیص: چھواروں کا حلوا۔

٥٣ مطاع: جس کی تابعداری کی جائے۔ امتناع: رکنا۔ تو جہود: تو یہودی ہے تو خود بتا کہ اگر حضرت موسیٰؑ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کرسکتا ہے؟ تو مسیحی: عیسائی کو بھی یہی کہا۔

من[۵۱] ز فخر انبیاء چوں سرکشم — خوردہ ام حلوا و ایں دم سر خوشم

میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں؟ — میں نے حلوا کھایا اور میں اِس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب آں است — تو بدیدی وِیں بہ از صد خوابِ ماست

تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب — تو نے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بو نظر — کہ بہ بیداری عیانستش اثر

اے صاحبِ نظر! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد — کہ تو در خوابت رسیدی بامراد

اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے — کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خو — کاَزاں خوابت رسد امرِ کُلُوا

اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھالو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک مرد — کاَزاں خوابِ تو ہے روئے ماست زرد

اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رُو ہیں

خوابِ تو بیداریست اے سیر جاں — کہ ثماں را ظاہرا دیدی عیاں

اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے — کہ اُس کو تو نے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانند خوابِ انبیاست — کہ شد ایں خوابِ تو بے تعبیر راست

تیرا خواب انبیاء کے خواب کی طرح ہے — کہ یہ تیرا خواب بغیر تعبیر کے سچا ہوگیا

درگذر از فضل و از جلدی و فن — کار خدمت دارد و خُلقِ حَسَن

بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ — خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے۔

بہرِ ایں آورد ما یزداں بروں — مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن

اِسی کے لئے خدا ہمیں باہر لایا ہے — "میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں"

سامری[۵۳] را آں ہنر چہ سود کرد — کاں فن از بابُ اللّٰہش مردود کرد

سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟ — کہ اُس ہنر نے اُسکو خدا کے در سے مردود بنا دیا

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں — کہ فرو بردش بقعرِ خود زمیں

قارون نے کیمیاء سے کیا حاصل کیا؟ — کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بوالحکم آخر چہ بر بست از ہنر — سرنگوں رفت اُو ز کفراں در سقر

اُبوجہل نے ہنر سے کیا جمع کیا؟ — وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

۵۱ من۔ تو پھر میں مسلمان ہو کر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پس۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بو نظر۔ صاحب نظر۔ اثر۔ یعنی تو نے حلوا کھا لیا۔ بامراد۔ یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ کُلُوا۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھا لو۔ زرد۔ ماست زرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔ سیر جاں۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ثماں۔ اس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھا لیا۔

۵۲ خوابِ تو انبیاء۔ رسا اور انبیاء جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہٖ سامنے آجاتا ہے۔ درگذر۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہیے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہر ایں۔ خدا نے ہمیں اِسی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اِس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے۔ ماخلقت۔ پوری آیت یہ ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن۔

۵۳ سامری۔ سامری نے ہنر مندی دکھائی اور گئوسالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قارون۔ فنِ کیمیاگری اور خزانہ نے قارون کو زمین میں دھنسایا۔ بوالحکم۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقر۔ جہنم۔

خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں ۔ نے گپِ دَلَّ علی النارِ الدُّخان

خود ہنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا ۔ نہ یہ دعویٰ کہ آگ نے دھوئیں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب ۔ در حقیقت از دلیلِ آں طبیب

اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے ۔ حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل سے

چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر ۔ گوہ می خور در کمیزے می نگر

اے بیٹا! جب تیرے پاس اِسکے سوا دلیل نہیں ہے ۔ گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے دلیلِ تو مثالِ آں عصا ۔ در کفت دَلَّ علیٰ عیبِ العَمیٰ

اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے ۔ جو تیرے ہاتھ میں ہے جو تیرے اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ما چو فکرِ ما ذلیل ۔ پیشیِ ما پیشِ دانایاں قلیل

اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کی طرح ذلیل ہے ۔ عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

غلغل و طاق و طرم و گیرودار ۔ کہ نمی بینم مرا معذور دار

غلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ ۔ کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور سمجھ

منادی کردنِ سیدِ ملکِ ترمذ کہ کسے باشد بسمرقند رود بسہ روز
بفلاں مہم خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دہ و آمدن
بالاغ نزدِ آں سیدِ ملک کہ من بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا

سیدِ ترمذ کہ آنجا شاہ بود ۔ مسخرہ اُو دلقکِ دلخواہ بود

ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا ۔ اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مہم ۔ جُست الاغے تا شود اُو مستتم

وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا ۔ اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد منادی کانکہ اُو در پنج روز ۔ آردم زانجا خبر بدہم کنوز

اُس نے اعلان کرایا جو پانچ دن میں ۔ وہاں سے خبر لے آئے میں اُسکو خزانے دونگا

بخشم اُورا زر و گنجِ بے شمار ۔ تا شود میر و عزیز اندر دیار

میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دونگا ۔ یہانتک کہ وہ ملک میں سردار اور عزت والا ہوجائے

لہ خود۔ یعنی ہنر معارف یقینیہ اور علومِ وہبیہ ہیں نہ کہ علومِ عقلیہ ہیں۔ لبیب۔ یعنی عارف۔ در حقیقت۔ عارف عقلی دلائل کو اُس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جسکو دیکھکر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت۔ اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ کمیز۔ بول، گمیز، جانوروں کا پیشاب۔

ﷺ اے۔ عقلی دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اُسکے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل۔ عقلی دلائل اور اُسکے مدعی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ غلغل۔ دلائلِ عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مدعی بالکل حقیر ہے اور اُس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کیلئے غل غپاڑہ مچائے

منادی کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک۔ ایک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔

ﷺ سیدِ ترمذ۔ ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جاکر وہاں کے احوال معلوم کرکے آئے اس مقصد کیلئے اُس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہوکر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مہم کو سر کر سکوں۔

دلقک اندر دہ بُد و آں را شنید
مسخرہ گاؤں میں تھا اور اُس نے وہ سُنا
برنشست[۵۱] و تا بہ ترمذ می دوید
سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

مرکبِ دو اندراں رہ شد سقط
اُس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہوگئے
از دوانیدن فرس را زاں نمط
اُس طور پر گھوڑا دوڑانے سے

پس بدیواں در دوید از گردِ راہ
پھر وہ راستہ کے گرد (وغبار) سے کچہری میں دوڑا گیا
وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
اُس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

فُجفُجے در جملۂ دیواں فتاد
کچہری میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں
شورشے در وہمِ آں سلطاں فتاد
بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

خاص و عامِ شہر را دل شُد زدست
شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہوگیا
تا چہ تشویش و بلا حادث شدست
کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا عدوے قاہرے در قصدِ ماست
یا کوئی سخت دشمن ہمارے قصد میں ہے
یا بلائے مُہلکے از غیب خاست
یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

کہ زدہ دلقک بسیراں رفتست
کہ مسخرہ نے سخت رفتار میں
چند اسپِ قیمتی در راہ کُشت
چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

جمع[۵۲] گشتہ بر سرائے شاہ خلق
لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہوگئے
تا چرا آمد چنیں اِشتاب دلق
کہ مسخرہ اس قدر تیزی سے کیوں آیا ہے؟

از شتابِ او و جِدّ و اجتہاد
اُس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے
غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہوگئی

آں یکے دو دست بر زانو زناں
کوئی دونوں ہاتھ ران پر مار رہا تھا
واں دگر از وہم واویلے کُناں
اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے
ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

ہر[۵۳] کسے فالے ہمی زد از قیاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا
تا چہ آتش او فتاد اندر پلاس
کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

راہ جُست و راہ دادش شاہ زود
اُس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اُسکو فوراً راستہ دیدیا
چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بود
جب اُس نے زمین بوسی کی بادشاہ نے اُس سے کہا ہائیں کیا ہوا؟

---

۵۱ برنشست یعنی سوار ہوا۔ پر۔ مرکب دو۔ اِس بھاگ دوڑ میں اُس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیئے۔ پس۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ فجفجے کانا پھوسی یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اِس طریقہ کو بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص و عام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کہ زدہ۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اِس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مر گئے۔

۵۲ جمع گشت۔ اِن افواہوں سے کچہری پر مجمع ہوگیا۔ دلق دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پیدا شدہ تشویش میں مبتلا ہوگیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ آں یکے تمام لوگوں کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رانیں پیٹتا کوئی واویلا کرتا۔ از نفیر ہر شخص فتنہ و فساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔

۵۳ ہر کسے۔ ہر شخص اٹکل لگا رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہوگی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہوگا۔ راہ جست۔ دلقک نے پہلے حال دربار میں حاضری چاہی اور بادشاہ نے فوراً اُس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

[۱] ہر کہ می پُرسید حالے زاں ترش — دست بر لب می نہاد اُو کہ خمش
اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا — وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چُپ

وہم می افزود زیں فرہنگِ اُو — جُملہ در تشویش گشتہ دنگِ اُو
اُس کی اِس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا — سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اِشارت دلق کاے شاہِ کرم — یک دمے بگذار تا مَن دم زنم
مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم! — تھوڑی دیر ٹھہیئے تاکہ میں سانس لے لوں

تا کہ باز آید بمَن عقلم دمے — کُرفتادم در عجائب عالمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آجائے — کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

[۲] بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظَن — تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہَن
تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے — اُس کا گلا بھی اور مُنہ بھی کڑوا ہوگیا

کُو ندیدہ بُود دلقک را چنیں — کہ از و خوشتر نبُودش ہمنشیں
کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اِس حالت میں نہ دیکھا تھا — کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اُسکا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائماً دستان و لاغ افراشتے — شاہ را اُو شاد و خنداں داشتے
وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا — وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خنداَنش کردے در نشست — کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
وہ اُس کو مجلس میں اِس قدر ہنساتا تھا — کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زورِ خندہ خوی کردے تنش — رُو در افتادی ز خندہ کردنش
ہنسی کی زیادتی سے اُسکے جسم کو پسینہ آجاتا تھا — اپنے ہنسنے سے اوندھا گرجاتا تھا

[۳] باز امروز ایں چنیں زرد و تُرش — دست بر لب میزند کاے شہ خمش
پھر آج اِس طرح سے زرد اور تُرش — ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چُپ

وَہم در وَہم و خیال اندر خیال — شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم در وہم اور خیال در خیال — بادشاہ کو کر دیکھئے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلے شہ باغم و پرہیز بُود — زانکہ خرم شاہ بس خونریز بُود
کیونکہ بادشاہ کا دل ارنجیدہ اور پرحذر تھا — کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

[۱] ہر کہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھکر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اِس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس دُرست کرلوں اِس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

[۲] بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اُسکو سخت ناگواری ہوئی۔ کو ندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائماً۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا۔ آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کیوجہ سے پیٹ پکڑ لیتا۔ کہ ز۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

[۳] باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چُپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اِس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آرہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے بہت ڈر لگ رہا تھا اِس لئے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

جائے[۵۱] تختِ اُو سمرقندِ گزیں ... بُد وزیرِ داہے اورا ہمنشیں

اُس کا پایۂ تخت منتخب سمرقند تھا ... ایک چالاک وزیر اُسکا ہم نشیں تھا

بس شہانِ آں طرف را کشتہ بُود ... یا بحیلت یا بسطوت آں عنُود

اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا ... وہ سرکش، یا حیلہ سے یا حملہ سے

ایں شہِ ترمذ ازو در وہم بُود ... وز فنِ دلقک خود آں وہمش فزُود

یہ شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا ... اور مسخرے کی چال سے اُسکا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُو تر باز گو تا حال چیست ... ایں چنیں آشوب و شورِ تو ز کیست

اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟ ... تیری اِس قدر پریشانی اور شور کس کیوجہ سے ہے؟

گفت مَن در دہ شنیدم آنکہ شاہ ... زد منادی بر سرِ ہر شاہ راہ

اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سُنا کہ بادشاہ نے ... ہر بڑی سڑک کے سِرے پر منادی کرائی ہے

کہ[۵۲] کسے خواہم کہ تازد در سہ روز ... تا سمرقند و دہم او را کنوز

کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین دن میں دوڑ کر جائے ... سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم وُرا اندر عوض ... چوں شود حاصل ز پیغامش غرض

اُس کو بدلے میں خزانے دونگا ... جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہوجائیگا

مَن شتابیدم بَرِ تو بہرِ آں ... تا بگویم کہ ندارم آں تواں

میں اِس لئے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں ... تاکہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قُوت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چُستی نیاید از چو مَن ... تارِ ایں امید را بر من متن

مجھ جیسے سے ایسی چُستی نہیں ہوسکتی ہے ... امید کا تار مجھ پر نہ تنیئے

گفت[۵۳] شہ لعنت بریں زودیت باد ... کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد

بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدی پر لعنت ہو ... کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہوگئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش ... آتش افگندی دریں مرج و حشیش

محض اتنی سی بات کے لئے اے احمق! ... تونے اِس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگا دی

ہمچو ایں خامانِ با طبل و علَم ... کہ اما مانیم در فقر و عدم

اِن خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کیطرح ... کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

معمولی بات کے لئے اِس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور شیخی بگھار کر اپنے آپ کو بایزیدؒ ثابت کرتے ہیں۔

---

۵۱ جائے۔ خوارزم شاہ کا پائے تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہان۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملے سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اِس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اِس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔ گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من۔ اِس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔

۵۲ کہ کسے۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیجکر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گنجہا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانیوالے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑ کر اِس لئے آیا ہوں کہ آپ کو بتا دوں کہ میں یہ مہم سر نہیں کرسکتا ایں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کہ فوراً سمرقند جاکر میں احوال معلوم کرسکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔

۵۳ گفت۔ جب پہاڑ کھودنے پر چوہا برآمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدبازی پر لعنت ہو تونے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اِس معمولی پیغام کیلئے تونے تمام انسانوں میں آگ لگادی ہمچو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اِن جھوٹے شیوخ کی یہی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک

لافِ شیخی در جہاں انداختہ — خویشتن را بایزیدے ساختہ

دنیا میں شیخت کی ڈینگیں مارتے ہیں — اپنے آپ کو "بایزید" بنا رکھا ہے

ہم[1] زخود سالک شدہ واصل شدہ — محفلے وا کردہ در دعوٰی کدہ

خود ہی سالک اور واصل بن بیٹھا ہے — دعوے خانہ میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر — قومِ دختر را نبُودہ زیں خبر

داماد کا گھر شورش سے پُر ہے — سسرال والوں کو اِس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شد — شرطہائے کاں زسوئے ماست شد

جوش ہے کہ آدھا کام بن گیا ہے — جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہوگئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم — زیں ہوس سرمست و خوش برخاستیم

ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کرلیا ہے — ہم اِس ہوس سے مست اور خوش اُٹھتے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے — آمد ایں سو مُرغکے زاں بام نے

اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا — اُس جانب سے اِس جانب ایک چھوٹا سا پرندہ نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مزید اندر مزید — یک جوابے از حوالے شاں رسید

اِن مزید در مزید پیغاموں میں سے — ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست — زانکہ از دل سوئے دل لابُد رہ ست

نہیں، لیکن ہمارا دوست اِس سے باخبر ہے — کیونکہ لامحالہ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شماست — از جوابِ نامہ رہ خالی چراست

پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمہاری امید گاہ ہے — نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سرار و از جہار — لیک بس کن پردہ زیں در بر مدار

باطن اور ظاہر سے سو علامتیں ہیں — لیکن بس کر، اِس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رو تا قصۂ آں دلقِ گول — کہ بلا بر خویش آورد از فضول

اُس احمق مسخرہ کے قصے کی جانب پھر چل — کہ خواہ مخواہ، اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را ستُن — بشنو از بندہ کمینہ یک سخن

پھر وزیر نے اُس سے کہا اے حق کے ستون! — کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجئے

---

[1] ہم زخود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیرے ہیں خود بخود سالک ہے اور پھر خود بخود واصل بحق ہوگئے ہیں اور دعوے شروع کردیئے ہیں۔ خانۂ داماد۔ اِن کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی گرد فرد کھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ ولولہ۔ اُس شوہر کے گھر میں دھوم دھڑکا برپا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیا کی جارہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کرلی ہے مکان پر چونہ قلعی بھی کرالیا ہے اور اِس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کیجانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام پرندے۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔

[2] زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر میں دبا ہے ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اُس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن اُنھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال مکار شیوخ کا ہے کہ اُن کیجانب سے مقبول بارگاہ ہونیکے دعوے ہیں اور حضرت حق کیجانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر اُدھر سے جواب سے کیوں محروم ہو۔

[3] صد نشانست۔ خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جنکو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ باز رو۔ اُس مسخرے کے قصے کی تکمیل کر و اُس بیہودے نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے اسکو جیل بھیجے کا حکم دیدیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اِس مسخرے کو یہاں کوئی کام تھا جس کیوجہ سے یہ بھاگا آیا ہے اب اُس کی کہا

ع: [illegible] اصل مقصد خبر رہنا نہیں ہے۔

دلقک از دہ بہرِ کارے آمدست
سنخرہ گاؤں سے کسی کام کے لئے آیا ہے

رائے اُو گشت و پشیمانش شدست
اُسکی رائے بدل گئی ہے اور وہ اُس سے پشیمان ہوا ہے

زابؔ و روغن کہنہ را نو می کند
پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے

اُو بمسخرگی بروں شومی کند
وہ مسخرے پن کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرتا ہے

غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ
اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے

باید افشردن مراُو را بے دریغ
اُس کو بے دریغ بھینچنا چاہئے

اُو میاں بنمود و پنہاں کرد کارد
اُس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے

بیگماں اُو را ہمی باید فشارد
بلاشبہ اُس کو کسنا چاہیئے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی
تو پستہ یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے

نے نماید دل نہ بدہد روغنی
وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے نہ چکنائی دیتا ہے

مشنو ایں دفعِ وے و فرہنگِ او
اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے

در نگر در ارتعاش و رنگِ او
اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھئے

گفت حق سِیمَاھُم فِی وُجُوھِھِمْ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُنکی نشانی اُنکے چہرے میں ہے

زانکہ غمازست سیما و مُنِم
کیونکہ نشانی غماز اور چغلخور ہے

ایں معاین ہست ضدِ آں خبر
یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے

کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے

گفت دلقک با فغان و باخروش
سنخرے نے فریاد اور خروش سے کہا

صاحبا در خونِ ایں مسکیں مکوش
اے صاحب! اِس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے

بس گمان و وہم آید در ضمیر
دل میں بہت سے وہم اور گمان آتے ہیں

کاں نباشد حق و صادق اے امیر
اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْم ست اے وزیر
اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے

نیست اِستم راست خاصہ بر فقیر
ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے

شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش
شاہ اُسکی (بھی) گرفت نہیں کرتا ہے جو اُسکو ستائے

از چہ گیرد آنکہ می خنداندش
جو اُسکو ہنسائے اُسکی کس وجہ سے گرفت کریگا؟

گفتِ صاحب پیشِ شہ جاگیر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی

کاشفِ ایں مکر و ایں تزویر شد
اِس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہوگئی

... روغن۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے۔ غمد۔ تلوار کی نیام۔ افشردن یعنی شکنجہ میں دبانا۔ او۔ یہ غلاف دکھا رہا ہے اور چھری چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے پستہ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اُس کو دبایا جائے اسکو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ مشنو۔ اِس کی بات پر نہ جائیے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیے۔

۵ گفت۔ اللہ تعالےٰ بھی نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے۔ ایں معاین۔ ظاہری علامتیں اُسکے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے۔ گفت۔ دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اپنے خلاف سنی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو۔

۳ بس۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے جو گناہ ہے۔ نیست۔ ظلم خود بُرا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی بُرا ہے۔ شہ نگیرد۔ شاہ مخالفوں پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کریگا۔ صاحب وزیر۔ کاشف۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے سنخرے کے مکر کو سمجھ گیا۔

گفت دلقک سوئے زنداں بُریدؔ[1] | چاپلوس و زرقِ اُو را کم خرید

اُس نے کہا مسخرے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ | اُس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میزنیدش چوں دُہل اِشکم تہی | تا دُہل وار اُو دہد ماں آگہی

خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُسکو پیٹتے رہو | تاکہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتادے

زانکہ ہم پُر ہم تہی باشد دہل | بانگِ اُو آگہ کند ما را ز کُل

کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی | اُس کی آواز ہمیں سب بات سے باخبر کردیتی ہے

تا نگوید سِرّ خود را ز اضطرار | آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار

تاکہ وہ مجبور ہوکر اپنا راز ظاہر کردے | اِس طور پر کہ دل مطمئن ہوجائیں

چوں طمانین ست صدقِ با فروغ[2] | دل نیارامد بگفتارِ دروغ

چونکہ روشن سچائی باعثِ اطمینان ہے | جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں | خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں

جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل مُنہ کی طرح | تنکا مُنہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا درو باشد زبانے میزند | تا بدانش از دہاں بیروں کُند

جب تک وہ اُسمیں ہوتا ہے زبان ہلاتا ہے | حتیٰ کہ عقلمندی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس ز باد | چشم اُفتد در نم و بَند و کُشاد

خصوصًا وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گرجائے | آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑجاتی ہے

ماپس ایں خس را زنیم اکنوں لگد | تا دہان و چشم زیں خس وارہد

توہم بھی اب اِس تنکے کے لاتیں ماریںگے | تاکہ مُنہ اور آنکھ اِس تنکے سے نجات پاجائے

گفت دلقک[3] کاے مَلِک آہستہ باش | رُوی حِلم و مُغفرت را کم خراش

دلقک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر | بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تا بدیں حد چیست تعجیلِ نقم | مَن نمی پَرّم بدستِ تو دَرَم

سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟ | میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا | اندراں مُستعجلی نبوَد رَوا

جو سزا خدا کے لئے ہوتی ہے | اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی | می شتابد تا نگردد مُرتضی

اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو | اُسمیں جلدی کرتاہے، تاکہ رضامندی نہ آجائے

---

[1] سوئے زنداں۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیجدیا جائے۔ میزنیدش۔ ڈھول جب پٹتا ہے تو دوسروں کو خبر پہنچاتا ہے۔ تانکہ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُسمیں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اُس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تانگوید جب یہ دلقک پٹے گا تو وہ سچی بات کہدیگا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچی بات سے دل مطمئن ہوجاتا ہے۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ دروغ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اِس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا مُنہ میں۔ تا درو تنکا جب تک مُنہ میں رہے گا، مُنہ زبان اِدھر اُدھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گرجاتا ہے تو آنکھ میں پانی بھرجاتا ہے اور کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ماپس۔ ہم بھی اِس دلقک تنکے کو لاتے ماریں گے تاکہ مُنہ اور آنکھ سے وہ دور ہوجائے۔

[3] گفت۔ دلقک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجئے آپ کے حِلم اور مغفرت کے منافی ہے۔ تا بدیں۔ آپ کی جلدی کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے میں آپ کے قبضہ میں ہوں۔ آں ادب۔ جو شخص خدا کیلئے سزا دیتا ہے اُسمیں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کیلئے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے دیتا ہے اُسمیں وہ جلد بازی کرتا ہے تاکہ رضامندی نہ آ جائے

ترسدؔ[1] ار آید رضا خشمش رود | انتقام و ذوقِ آں فائت شود

ڈرتا ہے اگر رضا آگئی غصہ جاتا رہے گا | بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام | خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام

جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے | مزے کے جانے کا ڈر، وہ خود بیماری ہے

اشتہا صادق بود تاخیر بہ | تا گوارندہ شود آں بے کرہ

سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے | تاکہ بغیر کراہت کے خوب ہضم ہوجائے

تو پئے دفعِ بلایم می زنی | تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی

آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لئے مارتے ہیں | تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اسکو بند کردیں

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا | غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا

تاکہ اس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے | قضا (خداوندی) اسکے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارۂ[2] دفعِ بلا نبود ستم | چارہ احسان باشد و عفو و کرم

مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے | احسان اور معاف کرنا اور بخشنا، تدبیر ہے

گفت الصدقۃ تردّ للبلا | داوِ مرضاک بصدقۃ یا فتیٰ

فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے | اے نوجوان! صدقے سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبود سوختن درویش را | کور کردن چشم حلم اندیش را

درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے | اور بردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش | لیک چوں خیرے کنی در موضعش

بادشاہ نے کہا بھلائی اور اس کا موقع بہتر چیز ہے | لیکن جبکہ تو بھلائی اس کے موقع پر کرے

موضعِ[3] رخ شہ نہی ویرانی ست | موضعِ شہ پیل ہم نادانی ست

تو رخ کی جگہ، شاہ کو بٹھادے تو تباہی ہے | شاہ کی جگہ، پیدل بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست | شاہ را صدر و فرس را درگہ است

شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی | شاہ کی جگہ صدر اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بود وضع اندر موضعش | ظلم چہ بود وضع در ناموقعش

عدل کیا ہوتا ہے؟ اسکا جگہ پر رکھنا | ظلم کیا ہے؟ اس کا بے جگہ رکھنا

---

[1] ترسد۔ اس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آجائے گی سزا اور اس کا مزہ جاتا رہے گا۔ شہوت کاذب۔ جس کی جھوٹی بھوک ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہاء۔ اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اور اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے خوب ہضم ہوجائے۔ تو پئے: آپ مجھے اسلئے مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتادونگا تو آپ تدبیر کرینگے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کردینگے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کرینگے اور وہ مصیبت مقدر ہے تو دوسرے راستے آجائیگی

[2] چارہ۔ مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اسکے ٹالنے کی تدبیر کیجائے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان اور عفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت۔ آنحضور نے فرمایا ہے صدقہ، مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو ستائیں اور اپنی بردباری کی آنکھ کو بند کریں۔ گفت شہ۔ بادشاہ نے کہا کہ بھلائی اچھی چیز ہے لیکن جبکہ باموقع ہو، بے موقع بھلائی تباہی ہے

[3] موضع رخ۔ شطرنج کے مہروں میں اگر رخ کی بجائے شاہ کو بٹھادیا جائے تو بازی ویران ہوجائے گی۔ در شریعت۔ شرع نے جزاء اور سزاء کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کے لئے صدر مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ عدل۔ کسی م

عدل چہ بُوَد آبؔ[1] دہ اشجار را — ظلم چہ بُوَد آب دادن خار را
عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

نیست باطل ہر چہ یزداں آفرید — از غضب وز حلم وز نصح ومکید
جو کچھ اللہ (تعالیٰ) نے پیدا فرمایا بے کار نہیں ہے — غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیرِ مُطلق نیست زینہا ہیچ چیز — شرِّ مُطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز، مطلقاً خیر نہیں ہے — نیز ان میں کوئی چیز مطلقاً شر نہیں ہے

نفع وضرِ ہر یکے از موضع ست — علم زیں رُو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے — اِس اعتبار سے علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رَود — در ثواب از نان وحلوا بہ بُوَد
اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو — ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی وصفرا کُنَد — سیلیش از خُبث مُستنقا کُند
کیونکہ حلوا گرمی اور صفراء پیدا کرتا ہے — طمانچہ اُس کو خباثت سے صاف کردیتا ہے

سیلیؔ[2] در وقت بر مسکیں بزَن — کہ رہاند آنش از گردن زدَن
مسکین کے بر وقت طمانچہ مار — تاکہ وہ اُس کو قتل ہوجانے سے بچالے

زخم در معنیٰ فتد بر خُوی بد — چوب بر گرد اُوفتد نے بر نمَد
چوٹ، حقیقتاً بری عادت پر پڑتی ہے — لکڑی، گرد پر پڑتی ہے، نہ کہ نمدے پر

بزمؔ[3] وزنداں ہست ہر بہرام را — بزم مخلص را وزنداں خام را
ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے — مجلس مخلص کے لئے اور قید خانہ ناقص کیلئے

شق باید ریش را مرہم کُنی — چرک را در ریش مستحکم کُنی
زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے — میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مر گوشت را در زیرِ آں — نیم سُودے باشد و پنجہ زیاں
یہاں تک کہ وہ اُس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا — آدھا فائدہ ہوگا اور پچاس گنا نقصان

از تُفِ آں اندروں ویراں شود — مرگِ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اُس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہوجائے گا — اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

ہے اور جیل خانہ ناقصوں کیلئے ہے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اُس پر مرہم رکھے گا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ تو پھوڑے میں پیپ اور میل کو جمارہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اُسکے گوشت کو اور گلادیگی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تف۔ پھوڑے میں سوزش ہوگی اور اُسکا اندرونی حصہ اور تباہ ہوجائیگا

[1] آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزاء ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہوجائے گا۔ خیرِ مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو با موقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اُس سے صحیح جگہ معلوم ہوجاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اُسکو روٹی اور حلوہ کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اُسمیں گرمی اور صفرے کا اضافہ کردے گا اور طمانچہ اُس کی باطنی خباثت کو صاف کردے گا۔

[2] سیلئے۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اُس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اُس کے طمانچہ مار کر روک دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بد عادت پر جب اُس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اُس کی بد عادت کو مارتا ہے، کمبل پر اگر گرد جمی ہوئی ہے تو لکڑی سے تو گرد کو مارتا ہے کمبل کو نہیں مارتا ہے۔

[3] بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفلِ نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل، مخلص دوستوں کیلئے

گفت[51] دلقک من نمی گویم گذار — لیک می گویم تحری پیش آر

دلقک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے — لیکن میں کہتا ہوں، تحقیق کو پیشِ نظر رکھئے

ہیں رہِ صبر و تانی در مبند — صبر کن اندیشہ می کن روز چند

ہاں صبر اور بُردباری کا راستہ بند نہ کیجئے — صبر کیجئے، چند دن غور کریجئے

در تانی بر یقینے بر زنی — گوشمالِ من بایقانے کنی

تامّل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے — مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یمشی مُکِبّا خود چرا — چوں ہمی شاید شدن در استوا

رفتار میں یمشی مکبا، خود کیوں ہو؟ — جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کن با گروہِ صالحاں — بر پیمبر امرِ شاوِرھُم بداں

نیکوں کی جماعت سے مشورہ کریجئے — پیغمبرؐ کے لئے "شاوِرھُم" کا حکم سمجھ لیجئے

امرُھُم[52] شوریٰ برائے ایں بود — کز تشاور سہو و کژ کمتر شود

امرُھُم شوریٰ اِسی کے لئے ہے — کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی نہیں ہوتی ہو

ایں خردہا چوں مصابیحِ انور ست — بیست مصباح از یکے روشن تر ست

یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں — بیس چراغ، ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بو کہ مصباحے فتد اندر میاں — مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں

ہوسکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو — جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردہ انگیختہ ست — سفلی و علوی بہم آمیختہ ست

اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے — سفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[53] سِیرُوا می طلب اندر جہاں — بخت و روزی را ہمی کن امتحاں

سِیرُوا، فرمایا ہے دنیا میں طلب کر — نصیبہ اور رزق کو، آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول — آنچناں عقلے کہ بود اندر رسولؐ

مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے — ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس — کو ببیند غیبہا از پیش و پس

کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے — جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

حکم ہے کہ چلو پھرو تو جس طرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیبہ اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اُس کیلئے مقدر تھی اِسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقلِ نورانی بھی ملجاتا ہے جس سے مقدر جاگ جاتا ہے۔ در مجالس۔ چل پھر کر مختلف مجلسوں میں اُس صاحبِ عقل کی تلاش کر جسکو آنحضورؐ کی میراث پہنچی ہو زانکہ حدیث ہے

۵۱ گفت دلقک۔ دلقک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کر کے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بُردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اِس معاملہ پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچیے۔ در تانی۔ تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ در روش۔ جب سیدھا کھڑے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے مُنہ لیٹ کر نہ چلنا چاہیے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کن۔ پھر کسی رائے پر پہنچنے کیلئے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے آنحضورؐ کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں

۵۲ امرھم شوریٰ۔ صحابہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ اُن کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے وہ اِس لئے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بوکہ۔ ہوسکتا ہے کہ مشیروں میں کوئی ایسا بھی ہو جسکو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق۔ چونکہ با اوقات اللہ کی غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کو دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اُن لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

۵۳ گفت سیروا۔ اللہ کا

در بصرہا[1] می طلب ہم آں بصر
بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر

کہ نتابد شرحِ آں ایں مختصر
جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کر سکتا

بہرِ ایں کرد ست منع آں باشکوہ
اسی لئے اس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے

از ترہب وز شدن خلوت بکوہ
رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تا نگردد فوت ایں نوعِ التقا
تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہو جائے

کاں نظر بخت ست و اکسیرِ بقا
کیونکہ وہ نظر نصیب اور بقاء کی کیمیا ہے

درمیانِ صالحاں یک اصلحے ست
نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے

بر سرِ توقیعش ز سلطاں صحّے
جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صحّ بنا ہوا ہے

کاں دعا شد با اجابت مقترن
کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہوگئی

کفوِ او نبود کبارِ انس و جن
اس کی برابر انس و جن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مِرے[2] اش آنکہ حلو و حامض ست
اس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے

حجتِ ایشاں برِ حق داحض ست
اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک ان کی دلیل بیچ ہے

کہ چو ما او را بخود افراشتیم
کیونکہ جب ہم نے خود اس کو بلند کر دیا ہے

عذر و حجت از میاں برداشتیم
تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھا دیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں
جب اللہ تعالیٰ کے دستِ (قدرت) نے قبلہ ظاہر کر دیا

پس تحرّی بعد ازاں مردود داں
اس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحرّی رو و سر
خبردار! اٹکل سے منہ اور سر پھیر لے

کہ پدید آمد معاد و مستقر[3]
کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہوگئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی
تھوڑی دیر کیلئے بھی اگر تو اس قبلہ سے غافل ہوگا

سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمییز دہ را ناسپاس
جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکر گزار بنے گا

بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی بِرّ و بُر
اگر تو اس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے

نیم ساعت رو ز ہمدرداں مبُر
تو تھوڑی دیر کیلئے بھی ہمدردوں سے منہ نہ پھیر

[3] معاد و مستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اس صاحب عقل کو اپنا قبلہ بنالے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بنجائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو اس قبلہ کی قدر نہ کریگا تو تیری ناسپاسی کی وجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا تھا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اس کے رزق کا طالب

[1] در بصرہا۔ بینائیوں میں سے اس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اس مختصر مجموعہ میں نہیں کی جا سکتی۔ بہر ایں۔ رہبانیت اور خلوت کی اسی لئے مخالفت ہے کہ انسان ہمیشہ کیلئے ایسے صاحب علم و نظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درمیان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صحّ" لکھا ہوا ہے یہ علامت اس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور عند اللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔

[2] در مِرے۔ یہ بزرگ اس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اس کے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک بیچ اور کمزور ہوتی ہے۔ کہ چو۔ اللہ فرما دیتا ہے کہ جب ہم نے اس کو مقبول بنایا تو اس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اس شخص کی بات کو نہ ماننا اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آگیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔

کاندراں دم کہ بری زاں مُعین
اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جدا ہوگا

مُبتلا گردی تو بائیسَ القرین
بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

(۱۷)

حکایتِ تعلّقِ مُوش باچغز و بستن پائے ہر دو بر رشتۂ دراز و
حکایت - چوہے اور مینڈک کا تعلّق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور

بر کشیدنِ زاغ مُوش را و مُعلّق شُدنِ چغز و نالیدن و
کوّے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُس کا

پشیماں شُدنِ اُو از تعلّق با غیرِ جنس و با جنسِ خود نا ساختن
اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلّق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا مُوشے و چغزے باوفا
مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار مینڈک

بر لبِ جُو گشتہ بُودند آشنا
نہر کے کنارے پر دوست ہو گئے تھے

ہر دو تن مربُوطِ میقاتے شُدند
دونوں ایک وقت کے پابند ہو گئے تھے

ہر صباحے گوشۂ می آمدند
ہر صبح کو ایک جگہ آجایا کرتے تھے

نَردِ دل باہمدگر می باختند[۲]
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے

از وساوس سینہ می پرداختند
اور وسوسوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

ہر دو را دل از تلاقی مُنتَسِع
ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا

ہمدگر را قصّہ خوان و مُستمِع
ایک دوسرے سے قصّہ کہتے اور سنتے تھے

راز گویاں با زبان و بے زباں
زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے

اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ را تا ویل داں
"جماعت رحمت ہے" کے معنیٰ جاننے والے تھے

آں اَشِر چوں جُفتِ ایں شاد آمدے
وہ خود پسند، جب اس سرور کے ساتھ ہوتا

پنجسالہ قصّہ اَش یاد آمدے
اُس کو پانچ سال کا قصّہ یاد آجاتا

جوشِ نُطق از دل نشانِ دوستیست[۳]
دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے

بستگیِ نُطق از بے اُلفتیست
گویائی کا بند ہونا بے اُلفتی کی وجہ سے ہے

دل کہ دلبر دید کے ماند تُرش
جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ مُنقبض کب رہتا ہے؟

بُلبلے گُل دید کے ماند خمُش
جس بُلبل نے گُل کو دیکھا وہ کب چُپ رہتی ہے؟

ماہیِ بریاں ز آسیبِ خضرؑ
بھُنی ہوئی مچھلی (حضرت) خضرؑ کے اثر سے

زندہ شُد در بحر گشت او مُستمِر
زندہ ہو گئی، (اور) سمندر میں روانہ ہو گئی

---

[۱] کاندراں - اسلئے کہ اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت - اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز - مینڈک۔ ہر دو تن - چوہا اور مینڈک ایک مقررہ وقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔

[۲] نردِ دل - ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کرکے دل کی بھڑاس نکالنا۔ مُنتسع - دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصّہ سُناتا اور دوسرے کا قصّہ سنتا۔ بے زباں یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں - اسی لئے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اَشر - خود پسند، متکبر۔ ایں شاد یعنی مسرور مینڈک۔

[۳] جوش - مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش اُٹھنا دوستی کی علامت ہے، اور بے اُلفتی میں زبان بات کرنے سے رُکتی ہے۔ دل - جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے اور دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ چنانچہ بُلبل گُل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہیِ بریاں - عاشق، بریاں مچھلی ہے اور معشوق کی دید آبِ حیات ہے۔ خضرؑ جہاں حضرت موسیٰؑ کی خضرؑ سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا

یار[1] چوں با یارِ خود بنشستہ شُد — صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شُد
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا — دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہو جاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار — رازِ کونینش نماید آشکار
یار کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے — اس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کر دیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم — مُصطفےٰؐ زیں گفت اصحابی نجوم
یار، سلوک میں طریقت کا راہنما ہے — اسی لئے (حضرت) مصطفےٰؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست — چشم اندر نجم نہ کو مقتداست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں راہنما ہے — ستارے پر آنکھ جمائے رکھ کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشم[2] را با رُوی اُو می دار جُفت — گرد منگیزاں ز راہِ بحث و گفت
آنکھ اس کے چہرے سے جوڑے رکھ — بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار — چشم بہتر از زبانِ با عِثار
کیونکہ اس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا — پُر لغزش زبان سے آنکھ بہتر ہے

تا بگوید آنکہ وحیستش شِعار — کاں نشاند گرد و ننگیزد غبار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے — کیونکہ وہ گرد کو بٹھا دے گا، غبار نہ اڑائے گا

چوں شُد آدمؑ مظہرِ وحی و وِداد — ناطقہ اُو عَلَّمَ الْاَسْمَاء کُشاد
جب آدمؑ وحی اور محبت کے مظہر ہوئے — ان کی قوتِ ناطقہ نے عَلَّمَ الْاَسْمَاء کو کھول دیا

نامِ[3] ہر چیزے چنانکہ ہست آں — از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے — ان کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو گئی

فاش می گفتے زباں از رُوئیتش — جُملہ را خاصیّت و ماہیتش
اس کے دیکھنے سے، زبان صاف کہہ رہی تھی — سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اشیاء را سزد — نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے — نہ ایسے کہ بزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحؑ نہ صد سال در راہِ سوی — بُود ہر روزیش تذکیرِ نوی
نوحؑ کا نو سو سال تک سیدھے راستہ میں — ہر روز ان کا نیا وعظ ہوتا

[1] یار۔ مرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسرار اس پر منعکس ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اسرار محفوظ ہیں۔ ہادی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لئے آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعہ ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ چشم۔ لہٰذا مرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر۔ بحث و گفتگو کی گرد اڑا کر اس ستارے کو پوشیدہ نہ کر۔ شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے۔ بحث و مباحثہ میں زبان لغزش کرتی ہے۔ تا بگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء، خود بات کرے اس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔ چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو ان کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہو گئے۔

[3] نامِ ہر چیزے۔ جس قدر چیزیں بھی ان کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو کر سنا دیتی تھی۔ فاش۔ وہ لوحِ دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام اُس کی خاصیت اور ماہیت بتا دیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتا دیتے تھے جو اس چیز کے مناسب تھا یہ نہ ہوتا تھا کہ بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے بیکڑے کے جز کو چھوڑ کر نو سو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] اُو تازہ زیاقوتُ القلوب
نے رسالہ خواندہ نے قوتُ القلوب

اُن کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا
نہ انھوں نے رسالہ پڑھا نہ قوت القلوب پڑھی

وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح
بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ روح

انھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا
بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مِے کاں مے چو نوشیدہ شود
آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود

اُس شراب سے، کہ جب وہ شراب پی لی جائے
گویائی کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حبر و فصیح
حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیح

نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے
(حضرت) مسیحؑ کی طرح اونچی حکمت پڑھنے لگے

از کُہے کہ یافت زاں مے خوش لبی
صد غزل آموخت داؤدِ نبی

اُس وقت سے کہ اس شراب سے خوش گفتاری حاصل کی
(حضرت) داؤدؑ نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھ لیں

جملہ مُرغاں ترک کردہ چیک چیک
ہمزبان و یارِ داؤدِ ملیک

سب پرندے چیں چیں چھوڑ کر
شاہ داؤدؑ کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مُرغ گردد مستِ اُو
چوں شنید آہن ندائے دستِ اُو

اگر پرندے اُن سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے
جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صَرصَرے بر عاد قتالے شدہ
مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ

تیز ہوا جو (قوم) عاد کے لئے قتال بنی
سلیمانؑ کے لئے بار بردار کی طرح ہو گئی

صَرصَرے می بُرد بر سر تختِ شاہ[3]
ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ

وہ تیز ہوا سر پر شاہ کے تخت کو لیکر چلتی تھی
ایک مہینہ کا راستہ، ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شدہ حمال و ہم جاسوسِ اُو
گفتِ غائب را کناں محسوسِ اُو

وہ بار بردار بھی بنی اور جاسوس بھی
غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

باد چوں گفتارِ غائب یافتے
سوئے گوشِ آں مَلِک بشتافتے

ہوا جب غائب کی گفتگو کو پالیتی
اُن شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں
اے سلیمانؑ شہِ صاحبقراں

کہ اُس فلاں نے اِس وقت ایسا کہا
اے شاہ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردنِ مُوش بچغز کہ مَن نمی توانم آمدن بر تو بوقت

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آسکتا ہوں

---

[1] لعل۔ یعنی ہونٹ۔ یاقوت القلوب۔ حضرت نوحؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیری رحہ کا رسالہ کیہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابوطالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفات۔ شرحِ روح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمادیا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ۔ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے۔ از کُہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب وہ شراب پی تو پُر لطف اور شیریں کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرندے بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داؤدؑ کے نغمہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن کو متاثر تھا، موم بن جاتا تھا۔ صرصرے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی لی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قوم عاد تباہ ہوئی اُنکی خدمتگار بنگئی۔

[3] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُن کا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دور کی خبریں لا کر دیتی تھی۔ تدبیر۔ چوہے اور مینڈک نے ایک ایسی تجویز کی کہ

حاجتے در آب درمیانِ ما وسیلتے باید کہ چوں مَن بر لبِ

ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیئے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں

آب آیم تُرا تو انم خبر کردن و چوں تو بر درِ سوراخِ آں موش

تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے

خانہ آئی مرا توانی خبر کردن

پر آئے مجھے خبر کر سکے

اِیں سخن پایاں ندارد گفت موش[1]

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا

چغز را روزے کہ اے مصباحِ ہوش

ایک روز مینڈک سے کہ اے ہوش کے چراغ!

وقتہا[2] خواہم کہ گویم با تو راز

بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں

تو درونِ آب داری ترکتاز

تو پانی میں دوڑ لگاتا پھرتا ہے

بر لبِ جُو مَن تُرا نعرہ زناں

میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں

نشنوی در آب بانگِ عاشقاں

تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سنتا ہے

مَن دریں وقتِ مُعیّن اے دلیر

اے بہادر! میں اِس مقرر وقت میں

مَن نگردم از محاکاتِ تو سیر

تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا ہوں

پنج وقت[3] آمد نماز اے رہنمون

اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے

عاشقاں را فِی صَلٰوۃٍ دَائِمُوْن

لیکن، عاشقوں کیلئے ہے کہ "وہ ہمیشہ نماز میں ہیں"

نے بہ پنج[4] آرام گیرد آں خمار

وہ خمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے

کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار

جو اُن سَروں میں ہے، نہ پانچ لاکھ سے

نیست زُرْ غِبًّا[5] نشانِ عاشقاں

عاشقوں کی علامت "مجھ سے ناغہ سے زیارت کر" نہیں ہے

سخت مُستسقی ست جانِ صادقاں

صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے

نیست[6] زُرْ غِبًّا وظیفہ ماہیاں

مچھلیوں کا معمول "کبھی کبھی زیارت کر" نہیں ہے

زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں

کیونکہ دریا کے بغیر وہ رُوح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں

آبِ ایں دریا کہ ہائل بُقعہ ایست

اِس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے

با خمارِ ماہیاں خود جرعہ ایست

مچھلیوں کے خمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے

یک دمِ ہجراں بر عاشق چو سال

عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ سال جیسا ہے

وصلِ سالِ متّصل پیشش خیال

سال بھر کا مسلسل وصل اُس کیلئے ایک خیال ہے

---

[1] ایں سخن۔ اللہ کی خرابِ محبت پینے کے آثار کا بیان۔ مصباحِ ہوش۔ چوہے نے مینڈک کے ہوش و حواس کو چراغ کہا۔

[2] وقتہا۔ مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے۔ بر لبِ۔ میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سُن پاتا ہے۔ من دریں وقت۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

[3] پنج وقت۔ نماز میں اخیر وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عام کے لئے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں۔

[4] نے بہ پنج۔ صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ اُن دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو وہ اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔

[5] زُرْ غِبًّا۔ ایک دن چھوڑ کر ملاقات کر، یہ حکم عاشقوں کیلئے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اُس کی سیری کیلئے تو ہر وقت ملاقات درکار ہے۔

[6] نیست۔ دریا کے بارے میں مچھلی سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو دریا سے ایک روز چھوڑ کر ملاقات کیا کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں بھی روح سے بیزار ہو جاتی ہو۔ آب۔ مچھلی تو دریا کے سمندر کو بھی ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے

عشقِ[۴۱] مُستسقی ست مُستسقی طلب — در پئے ہم این و آں چوں روز و شب
عشق پیاسا ہے، پیاسے کا طلبگار ہے — یہ اور وہ دن اور رات کیطرح ایکدوسرے کے پیچھے ہیں

روز بر شب عاشق ست و مُضطرت — چوں بہ بینی شب بر و عاشق ترست
دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے — جب تو غور کرے رات اُس پر زیادہ عاشق ہے

نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست — از پئے ہم شاں یکے دم ایست نیست
اُن کو جستجو سے ایک لحظہ بھی رکاوٹ نہیں ہے — ایک دوسرے کے پیچھے سے اُنھیں ایک لمحہ بھی توقف نہیں ہے

ایں گرفتہ پائے آں، آں گوشِ ایں — ایں براں مدہوش و آں بیہوشِ ایں
اِس نے اُس کا پاؤں پکڑا ہے اُس نے اِس کا کان — یہ اُس پر مدہوش ہے اور وہ اِس پر بیہوش ہو

در دلِ[۴۲] معشوق جُملہ عاشق ست — در دلِ عُذرا ہمیشہ وامق ست
معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق (ہی) ہو — عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے

در دلِ عاشق بجز معشوق نیست — درمیاں شاں فارق و مفروق نیست
عاشق کے دل میں معشوق کے سِوا کچھ نہیں ہے — اُنکے درمیان کوئی جُدا کرنے والا اور جدائی کا سبب نہیں ہے

بر یکے اُشتر بُود ایں دو درا — پس چہ زُر ہا غِبّاً بگنجد ایں دو را
یہ دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں — تو ان دونوں میں ایک دن چھوڑ کر زیارت کرنے کی گنجائش کہاں ہے

ہیچکس با خویش زُرْ غِبّاً نمود — ہیچ کس با خود بنوبت یار بُود
کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک دن چھوڑ کر زیارت کرنے کو ظاہر — کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے

آں یکیئِ[۴۳] نے کہ عقلش فہم کرد — فہمِ ایں موقوف شد بر مرگِ مرد
وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل اسکو سمجھے — اِس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہو

جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مُرد — رختِ ہستی را بسوئے یار بُرد
سوائے اُس شخص کے جو مرنے سے پہلے مرگیا — ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا

ور بعقل ادراکِ ایں ممکن بُدے — قہرِ نفس از بہرِ چہ واجب شُدے
اور اگر عقل سے اِس کا علم ممکن ہوتا — تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟

باچناں رحمت کہ دارد شاہِ ہُش — بے ضرورت چوں بگوید نفس کُش
اُس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہو — بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کشی کر؟

بھی وہ شخص اِس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقامِ فنا حاصل کر لیا ہو۔ ور بعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آسکتا تو اللہ تعالٰی انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالٰی رؤف و رحیم ہے وہ بلاوجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اِس اتحاد کو سمجھا جاسکے۔

[۴۱] عشق۔ یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اُس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے۔ نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہو اور ایک دوسرے پر مدہوش ہے۔

[۴۲] در دل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا غلبہ ہو۔ عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ درا۔ دال کا زبر اور زیر دونوں جائز ہے، جرس، گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اِس طرح جُڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو انکے لئے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اُس سے کہا جارہا ہے کہ تو اپنی گاہے گاہے زیارت کیا کر۔

[۴۳] آں یکیی۔ محبوبِ حقیقی اور محب کا اتحاد عقل نہیں ہے یہ مرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ بجز۔ اِس دنیا میں

مُبالغہ[۱] کردنِ مُوش در لابہ، وزاری کردن و وصلت جُستن از چغزِ آبی

خوشامد میں چوہے کا مُبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیزِ مہر کار ۔۔۔ من ندارم بے رُخت یکدم قرار

اُس نے کہا اے مہربان پیارے دوست! ۔۔۔ میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لمحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نور و مکسب و تابم توئی ۔۔۔ شب قرار و سلوت و خوابم توئی

دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے ۔۔۔ رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروّت باشد ار شادم کُنی ۔۔۔ وقت و بے وقت از کرم یادم کُنی

مروّت ہوگی، اگر تو مجھے خوش کردے ۔۔۔ وقت اور بے وقت کرم کرکے تو مجھے یاد کرلے

در شبا روزے وظیفہ چاشتگاه ۔۔۔ راتبہ کردی وصال اے نیک خواه

دن رات میں، چاشت کے وِرد کے وقت ۔۔۔ اے خیر خواہ! تونے وصال مقرر کردیا ہے

من بدیں یکبار قانع نیستم ۔۔۔ در ہوایت طرفہ انسانیستم

میں اس ایک بار پر صابر نہیں ہوں ۔۔۔ تیری محبت میں مَیں عجیب انسان ہوں

پانصد[۲] استسقاستم اندر جگر ۔۔۔ با ہر استسقا قرین جوع البقر

میرے جگر میں پانچسو استسقاء ہیں ۔۔۔ (اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر ہے

بے نیازی از غمِ مَن اے امیر ۔۔۔ ده زکاتِ جاه و بنگر در فقیر

اے حاکم! تو میرے غم سے لاپرواہ ہے ۔۔۔ مرتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں[۳] فقیرِ بے ادب نادر خورست ۔۔۔ لیک لطفِ عامِ توزاں برترست

یہ بے ادب فقیر، نالائق ہے ۔۔۔ لیکن تیری عام مہربانی! اِس سے بالا ہے

می نجوید لطفِ عامِ تو سَنَد ۔۔۔ آفتابے بر حَدَث ہا می زند

تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی ۔۔۔ سورج ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ او را زاں زیانے نا بُده ۔۔۔ واں حدث از خشکیِ ہیزم شُده

اُس کے نور کو اِس سے کوئی نقصان نہ پہنچا ۔۔۔ اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تا حدث در گلخنی شُد نوریافت ۔۔۔ بر در و دیوارِ حمامے بتافت

یہاں تک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی روشنی ہوگئی ۔۔۔ حمام کے در و دیوار پر چمکی

---

[۱] مبالغہ۔ چوہے نے مبالغہ کی خوشامدیں شروع کردیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ مہر کار۔ مہربان۔ روز۔ دن اور رات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروّت۔ تیری مروّت کا تقاضا ہے کہ مجھے وقتِ معین اور اس کے علاوہ بھی بلا لیا کرے۔ در شبا روزے۔ اب تو دن کو رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہوسکتی۔ میں تو محبت میں عجیب چیز بن گیا ہوں۔

[۲] پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استسقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استسقاء کو جوع البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔ بے نیازی۔ تو میرے عشق سے بے نیاز ہے ورنہ تو بھی خود بکثرت ملاقات کی کوئی تدبیر سوچتا تو عشق کے معاملہ میں امیر ہے اور حُسن سے مالامال ہے اپنے رُتبہ کی کچھ زکات مجھے دے اور مجھ پر محبت کی نظر رکھ۔

[۳] ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف لائقوں کے لئے نہیں۔ سند یعنی قابلیت کی سند۔ آفتاب۔ سورج کا فیض عام ہے۔ نورِ او۔ سورج کی دھوپ اگر نجاست پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کارآمد ہوجاتی ہے۔

بود آلائش [1] شد آرائش کنوں | چوں برو برخواند خورشید آں فسوں
وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی | جب سورج نے اُس پر وہ منتر پڑھ دیا

شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد | تا زمیں باقی حدثہا را بخورد
سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا | یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

جزوِ خاکی گشت و رست از وے نبات | ھٰکذا یمحو الالٰہ السیّئات
وہ مٹی کا جز بنی اور اُس سے نباتات اُگیں | اسی طرح اللہ (تعالٰی) گناہوں کو مٹا دیتا ہے

جزوِ خاکی گشت از وے پُر ز نور | ھٰکذا یغفر لمن یُعطی الغفور
اُس سے خاکی جز پُرنور ہو گیا | اِس طرح غفور مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہو

جزوِ خاکی گشت از وے بارِ شاد | ھٰکذا یرحم الالٰہ للعباد
اُس سے خاکی جز با صلاحیت بن گیا | اِس طرح اللہ (تعالٰی) بندوں پر رحم کرتا ہے

با حدث [2] کاں بدترین ست ایں کُند | کِش نبات و نرگس و نسریں کُند
ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے | کہ اُس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

تا بہ نسرینِ مناسک در وفا | حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ | اللہ (تعالٰی) جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد | طیبیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے | تو حصہ میں، پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

آں دہد حق شاں کہ لا عینٌ رأت | کہ نگنجد در زبان و در لغت
اللہ (تعالٰی) اُن کو وہ دیتا جو نہ آنکھ نے دیکھا | جو زبان اور لغت میں نہیں سما سکتا

ما کئیم [3] ایں را بیاں کُن یارِ مَن | روزِ من روشن کُن از خُلقِ حسن
اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں! | بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

منگر اندر زشتی و مکروہیم | کہ ز پُر زہرے چو مارِ کوہیم
میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ | کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت | چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں | میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اُس نے مجھے خار بنایا؟

نو بہارا حُسنِ گل دہ خار را | زینتِ طاؤس دہ ایں مار را
اے نو بہار! تو کانٹے کو پھول کا حسن دیدے | تو اِس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

[1] بود۔ وہ پہلے آلائش تھا اب آرائش بنگیا۔ شمس۔ یہ تو اُس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں پہنچی اگر حمام میں نہ جائے تو زمین اُس کو نگل جائیگی۔ جزو۔ اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بنکر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ ہٰکذا۔ جس طرح سورج نے نجاست کو دُور کر دیا اسی طرح اللہ تعالٰی بُرائیوں کو مٹا دیتا ہے جزو۔ ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یہ حکم قرآن پاک میں ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ "پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالٰے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کریگا"۔

[2] با حدث۔ جب سورج (اللہ تعالٰے) کا نجاستوں (گنہگاروں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اُس نجاست (گناہ) سے پھول بوٹے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھولوں (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہونگے تو انکو تو وہی جانتا ہے۔ خبیثاں۔ نجاستیں، گنہگار۔ طیبین پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں جنت کی وہ نعمتیں ملینگی جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ اُن کا تصور کیا جاسکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔

[3] ما کئیم۔ ہم ان نعمتوں کا بیان نہیں کرسکتے آپ خود بیان کر دیجیے اور اپنے خُلقِ حسن سے انہیں سے ہمیں کچھ عطا کر کے ہمارے دل کو روشن کر دیجیے منگر میری نااہلی پر نظر نہ کیجیے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے۔ چوں جبکہ میں

در کمالِ زشتیم من منتہی ⁽¹⁾ | لطف تو در فضل و در فن منتہی
میں بُرائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں | تیری مہربانی فضل اور ہُنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہو

حاجتِ ایں منتہی زاں منتہی | تو بر آرا اے غیرتِ سروِ سہی
اس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والی سے | پوری کر دے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست | از کرم، گرچہ ز حاجت اُو بریست
جب میں مر جاؤں گا، تیرا کرم روئے گا | مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

بر سرِ گورم بسے خواہد نشست ⁽²⁾ | خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست
میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہیگا | اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم | چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا | میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کرے گا

اندکے زاں لطفہا اکنوں بکن | حلقہ در گوشِ مَن کُن بے سخن
اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کر دے | بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈال دے

آنکہ خواہی گفت تو با خاکِ مَن ⁽³⁾ | بر فشاں بر مدرکِ غمناکِ مَن
جو تو میری خاک سے کہے گا | میرے غمگین احساس پر چھڑک دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی | شاد گردانم دریں غمخوارگی
ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر | اِس غمخوارگی میں مجھے خوش کر دے

لابہ کردنِ موش مر چغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میندازِ
چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا، کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا
انجاحِ آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصوفی
کرنے کو اُدھار میں نہ ڈال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت
ابنُ الوقت و ابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و اَب
ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان
مُشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج
باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کیلئے اسکو محتاج
نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش
نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اِسقدر مصروف رکھتا ہے

⁽¹⁾ در کمال۔ میں بُرائی کی نہایت پر ہوں اور تیری مہربانی کرم کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برت رہا ہے، لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا از راہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

⁽²⁾ بر سر گورم۔ قبر پر آ کر روئیگا اور اشک بہائیگا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کریگا اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہونگی اُن میں سے تھوڑی سی وابھی کر دے اور جو باتیں قبر پر آ کر کرے گا اُن کا مجھے ابھی وقت حلقہ بگوش کر دے۔

⁽³⁾ آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آ کر کرے گا ابھی وقت غمگین احساس پر چھاڑ کر دے۔ دست گیرم۔ اسی بیچارگی میں میری دستگیری کر دے اور غم میں مجھے خوش کر دے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کر دے۔ لابہ۔ اس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوام مُنتظر مُستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ

کہ وہ عوام کی طرح، آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے، وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے

نہری باشد و نہ دہری کہ لَیسَ عِندَ اللّٰہِ صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ ماضی

والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا ہوا زمانہ

و مُستقبل و ازل و اَبد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجّال مسبوق

اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجّال بعد میں

نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جُزوی ست و روحِ حیوانی

نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ باتیں جُزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالمِ لامکان و

را در عالمِ لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس اُو ابنِ

لازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ

وقت ست کہ لَا یُفهَمُ مِنهُ الَّا تَفرِقَةُ الأزمِنَةِ چنانکہ اِنَّ

ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح اللہ تعالیٰ

اللّٰہَ تعالیٰ وَاحِدٌ فہم شود و نفیِ دوئی نہ حقیقتِ واحدی

ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی نہ کہ واحدی حقیقت

صوفیٔ را گفت خواجہ سیم پاش ... اے قدمہائے تُرا جانم فراش

چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا ... اے وہ! کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہو

یک درم خواہی تو امروز اے شہم ... یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم

اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے ... یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم راضی ترم ... زانکہ امروز این و فردا صد درم

اُس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں ... اِس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل کو سو درہم ہوں

سیلیے نقد از عطائے نِسیہ[2] بہ ... نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ

نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے ... اب میں نے تیرے سامنے گُدی کر دی نقد دیجیے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تو است ... کہ قفا و سیلیش مستِ تو است

خصوصاً وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو ... کیونکہ گُدی اور اُسکا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادیِ جان و جہاں ... خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں

خبردار! اے جاں اور جہان کی خوشی! آجا ... اِس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

[1] گفت۔ صوفی نے کہا آج کے ایک درہم کی بجائے کل کو تین درہم کیا سَو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہیں۔ سیلیے۔ نقد تو ایسی چیز ہے کہ اُس کا چپت بھی ادھار کی عطا سے اچھا ہے۔

[2] نِسیہ۔ اُدھار۔ خاصہ۔ خصوصاً تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گُدی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں۔ ہیں جب نقد بہر حال بہتر ہے تو تو ابھی آجا۔

درمدزد آں روئے ماہ از شب رواں[1] — سرمکش زیں جوئے اے آب رواں

چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا — اے جاری پانی! اس نہر سے روگردانی نہ کر

تا لبِ جو خندد از ماءِ معیں — وز لبِ جو سر بر آرد یاسمیں

تاکہ جاری پانی سے نہر کا کنارہ مسکرا پڑے — اور چنبیلی، نہر کے کنارے سے سر اُبھارے

چوں بہ بینی بر لبِ جو سبزہ مست — پس بداں از دور کانجا آب ہست

تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے — دور سے سمجھ جا کر وہاں پانی ہے

گفت[2] سِیمَاهُمْ وُجُوهُهُم کردگار — کہ بود غماز باراں سبزہ زار

اللہ تعالیٰ نے "اُنکے چہروں پر علامتیں ہیں" فرمایا ہے — کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس — کہ بود در خواب ہر نفس و نفس

اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے — کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگیِ ہر گلستانِ جمیل — ہست بر بارانِ پنہانی دلیل

ہر خوبصورت چمن کی تازگی — مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت موش و چغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئی — لیک شاہِ رحمت و وہابیی

اے میرے بھیا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے — لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں[3] کن از عطا و از قسم — کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم

تو حصہ اور عطا میں ایسا کر — کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

بر لبِ جو من بجاں میخوانمت — می نہ بینم از اجابت مرحمت

نہر کے کنارے میں تجھے دل سے پکارتا ہوں — میں منظوری کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب بر من بستہ شد — زانکہ ترکیبم ز خاکے رستہ شد

پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے — کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یا رسولے یا نشانے کن مدد — تا ترا از بانگِ من آگہ کند

یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا — تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کردے

بحث کردند اندریں کار آں دو یار[4] — آخرِ آں بحث ایں آمد قرار

اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی — اس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

سلہ درمدزد۔ میں رات کا مسافر ہوں تیرا چہرہ چاند ہے، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیے۔ تالب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور اُن پر پھول بوٹے نمودار ہو جاتے ہیں چوں بہ بینی۔ اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اسکے صاحب نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

سلہ گفت۔ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہ اسی لئے ہے کہ سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر ببارد۔ اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو کوئی نہیں دیکھتا ہے لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی پھر چوہے کی گفتگو شروع کی ہے چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اسلئے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت و عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کیلئے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

سلہ آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دیدے کہ وقت بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ بر لبِ جو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آکر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب عنایت نہیں کرتے۔ آمدن چونکہ

ن خشکی کا جانور ہوں اسلئے پانی میں نہیں جاسکتا۔ یا رسولے۔ یا تو کوئی پیغامبر یا اور کوئی ایسی علامت مقرر کردیجئے کہ میری آواز آپ کو پہنچ جایا کرے۔ ۴؎ دو یار چوہا اور مینڈک۔

کہ بدست آرند یک رشتہ دراز[1] — تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز

کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کرلیں — تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھلجائے

یکسرے بر پائے ایں بندہ دوتو — بستہ باید، دیگرش بر پائے تو

ایک سرا اس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر — بندھا ہوا ہونا چاہیئے (اور) اُسکا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن — اندر آمیزیم چوں جاں با بدن

تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہوجائیں — مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں ریسماں بر پائے جاں — می کشاند بر زمینش ز آسماں

جسم، جان کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے — اُس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی — رستہ از موشِ تن آید در خوشی

جان کا مینڈک بے ہوشی کی نیند کے پانی میں — جسم کے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

موشِ تن زاں ریسماں بازش کشد[2] — چند تلخی زیں کشش جاں می چشد

جسم کا چوہا اُس ڈورے کے ذریعہ اسکو پھر کھینچ لیتا ہے — اِس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبودے جذبِ موشِ گندہ مغز — عیشہا کردے درونِ آب چغز

اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی — تو مینڈک، پانی میں مزے اُڑاتا

باقیش چوں روز برخیزی ز خواب — بشنوی از نور بخشِ آفتاب

اُسکا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہوگا — تو سورج کو نور عطا کرنیوالے سے سُن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من — زاں سرِ دیگر تو بر پا عقد زن

ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر — دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگالے

تا توانم من دریں خشکی کشید — مر ترا انک شد[3] سرِ رشتہ پدید

تاکہ میں اِس خشکی میں کھینچ سکوں — تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہوگیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث — کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث

یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی — کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت در دلِ مردِ بہی — چوں در آید ز آفتے نبود تہی

بہتر انسان کے دل میں جو کراہت — آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست نہ وہم — نورِ دل از لوحِ کل کردست فہم

اُس فراست کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ نہ کہ وہم — دل کے نور نے، لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

[1] کہ بدست آرند۔ چوہے اور مینڈک میں یہ طے ہوگیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو جسکا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تاہم جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اُس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ بلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اُس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پاکر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] موشِ تن۔ جسم کا چوہا پھر اسکو کھینچ لاتا ہے۔ گر نبودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اسکے احوال اللہ تعالیٰ سے سُن لینا۔ یک سرِ رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تا توانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہوگا میں تجھے خشکی میں کھینچکر لاسکونگا۔

[3] شد۔ یک شد اب معاملہ حل ہوگیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ وصفِ حق۔ مومن ہی کی یہ فراست اللہ کی صفت ہے جو مومن کے دل کے نور نے اللہ تعالیٰ کے علم سے حاصل کی ہے۔ لوحِ کل۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم، لوحِ محفوظ۔

امتناعِ پیل از سیراں بہ بیت — باجدِ آں پیلبان و بانگِ ہیت
بیت (اللہ) کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا — فیلبان کی کوشش اور ہا ہا کی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل — باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا — باوجود پوری لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہای اُو — یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے اُو
تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں — یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہوگئی ہے

چونکہ کردندے سرش سوی یمن — پیلِ نر دو اسپہ[۲] گشتے گام زن
جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے — نَر ہاتھی دوڑ کر قدم اٹھانے لگتا

حسِ پیل از زخمِ غیب آگاہ بُود — چوں بود حسِ ولی با ورود
ہاتھی کی حس غیب کی مصیبت سے واقف تھی — جیسی کہ واردات والے ولی کی حس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبؑ نبی گفت آں زماں — کہ از و جستند یوسفؑ را کہاں
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوبؑ نبیؑ نے جس وقت — اُن سے یوسفؑ کو بڑوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبؑ نبی آں پاک خُو — بہرِ یوسفؑ باہمہ اخوانِ اُو
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے — یوسفؑ کے لئے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں دادراں — تا برندش سوی صحرا یک زماں
جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا — تاکہ تھوڑی دیر کیلئے جنگل کیجانب لے جائیں

جملہ گفتندش میندیش از ضرر — یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں — اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دیدیجئے

تو چرا[۳] ما را نہ پنداری امین — یوسفِ خود نسپری با حافظین
آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟ — اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم — ما دریں دعوت امین و محسنیم
تاکہ ہم مل کر سبزہ زاروں میں کھیلیں — ہم اس درخواست میں امین اور نکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقلش از برم — می فروزد در دلم رنج و سقم
انھوں نے فرمایا کہ یہ میں جانتا ہوں کہ انکو میرے پاس سے ہٹانا — میرے دل میں رنج اور بیماری کو مشتعل کریگا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ — کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ
میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے — کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

[۱] امتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو مومن کا دل تاڑ لیتا ہے۔ اللہ تعالٰی بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے جانبِ کعبہ۔ ابرہہ جب اپنا ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو تاڑ گیا تھا اور اُس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اُٹھتا تھا۔ چونکہ۔ جب اُس ہاتھی کا رُخ یمن کی طرف موڑتے تھے تو دوڑنے لگتا تھا۔

[۲] دو اسپہ۔ تیز رفتار۔ چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ حال تھا تو سمجھ لو کہ جس ولی پر قلبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا۔ نے کہ۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو تاڑ گئے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ دادراں۔ برادراں۔ جملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور یوسفؑ کو اجازت دے دیجئے۔

[۳] تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اُس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا اس کو اللہ تعالٰی کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں ۵۱ دلیلِ قاطعی بُد بر فساد
وہ فساد پر پکی دلیل تھی

وز قضا آں را نکرد اُو اعتداد
قضاء (خداوندی) سے وہ اُسکو گنتی میں نہ لائے

درگذشت از وے نشانے آنچناں
ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی

کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں
کیونکہ قضاء (خداوندی) اُسوقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ
یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنوئیں میں گر جائے

بُو العجب اُفتادنِ بینائے راہ
بڑا تعجب، راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست
اِس قضاء (خداوندی) کے طرح طرح تصرف ہیں

چشم بندش یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاست
"اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اُسکی چشم بندی ہے

ہم ۵۲ بداند ہم نداند دل فنش
دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے

موم گردد بہرِ آں مُہر آہنش
اُسکا لوہا اُس کی مہر کے لئے موم بن جاتا ہے

گو نیا دل گویدا ے کہ میلِ اُو
گویا دل کہدیتا ہے کہ اے شخص اُس (قضا) کا جھکاؤ

چوں دریں شُد ہر چہ اُفتد باش گو
جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دو

خویش را ہم زیں مُغفّل می کُند
وہ اپنے آپ کو اِس غفلت میں کر دیتا ہے

در عقالش جاں مُعقّل می کُند
اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُو العلا
اگر وہ بلند مرتبہ اِس معاملہ میں مات کھاجاتا ہے

آں نباشد مات باشد ابتلا
وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یک ۵۳ بلا از صد بلااش وا خرد
اُسکو ایک مصیبت سَو مصیبتوں سے نجات دیدیتی ہے

یک ہبوطش بر معارجہا برد
ایک بار نیچے اترنا اُسکو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خام فشوخے کہ رہانیدش مدام
وہ ناقص شوخ کہ اُسکو شراب نے رہائی دیدی

از خمارِ صد ہزاراں زشتِ خام
لاکھوں بھدّے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شُد
انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہو گیا

جَست از رِقِّ جہاں آزاد شُد
اُسنے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہو گیا

از شرابِ لایزالی گشت مست
وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہو گیا

شُد ممیّز از خلائق باز رست
وہ لوگوں سے ممتاز ہو گیا، چھوٹ گیا

---

۵۱ آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہو گیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اِسکے باوجود قضاء خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہٰذا وہ پھر بھی راضی ہو گئے۔ درگذشت اُنھوں نے دل کی بات سے در گذر کی چونکہ اِس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آگئے یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضاء۔ قضاء خداوندی کے بھی عجیب تصرفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنادیتی ہے اور خدا کی مشیت اُس کی آنکھ کا پردہ بنجاتی ہے۔

۵۲ ہم بداند جب تقدیر خداوندی کسی معاملہ میں آ جاتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ موم یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑجاتا ہے۔ گو نیا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اِس قضاء کے فیصلہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتا اور باگ قضاء کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کیخلاف سے مغلوب ہو جاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کیجانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

۵۳ یک بلا۔ قضاء کیوجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اِس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور اُسکا یہ گرنا اُسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ یہ دیری میں ناقص تھا اب جبکہ اِس آزمائش میں کامیاب ہو گیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پا جاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ میں وہ پختہ اور اُستاد بنجاتا ہے اور دنیا کے وسوسوں سے آزاد ہو جاتا ہے اب غیر اللہ سے نجات پا کر وہ توحید کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ شُد ممیز۔ اب اُسکو ایک خاص امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔

زاعتقادِ[1] سُستِ پُر تقلیدِ شاں ۔۔۔ وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں

اُنکے تقلید سے پُر کمزور اعتقاد سے ۔۔۔ اُن کی بے بصیر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند ادراکِ شاں ۔۔۔ پیشِ جزر و مدِ بحرِ بے نشاں

تعجب ہے، اُن کا علم کیا تدبیر کرے گا؟ ۔۔۔ بے نشان دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید ۔۔۔ مُلک و شاہی و وزارتہا رسید

اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں ۔۔۔ مُلک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عدم مشتاقِ شوق ۔۔۔ می رسند اندر شہادت جوق جوق

اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست ۔۔۔ جماعت در جماعت (عالمِ) شہادت میں آ رہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ ۔۔۔ می رسد در ہر مسا و غادیہ

اُس صحرا سے قافلہ در قافلہ ۔۔۔ ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آید[2] و گیرد وثاقِ ما گرو ۔۔۔ کہ رسیدم نوبتِ ما شُد تو رو

آتا ہے اور ہمارا گھر گروی کر لیتا ہے ۔۔۔ کہ میں آگیا، ہماری باری آگئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را واگشاد ۔۔۔ زود بابا رخت بر گردوں نہاد

جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھولی ۔۔۔ باوا نے سامان جلدی سے آسمان پر جا رکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں ۔۔۔ واں ازاں سو صادران و وارداں

وہ شاہراہ ہے، اِس جانب سے رواں ہے ۔۔۔ وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر ما نشستہ میرویم ۔۔۔ می نہ بینی قاصدِ جائے نویم

خوب غور کرے کہ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں ۔۔۔ تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنے والے ہیں

بہرِ[3] حالے می نگیری راسِ مال ۔۔۔ بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل

تو موجودہ وقت کے لئے اصل دولت نہیں لیتا ہے ۔۔۔ بلکہ مستقبل کی غرضوں کے لئے

پس مسافر آں بُود اے رہ پرست ۔۔۔ کہ مسیر و روشِ در مستقبل ست

پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے ۔۔۔ کہ اُس کا چلنا اور رُخ مستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال ۔۔۔ دمبدم در میرسد خیلِ خیال

جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے ۔۔۔ خیال کا لشکر، پے در پے پہنچتا ہے

مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہو۔ ہمچناں۔ جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے یہی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

ف۱ زاعتقاد۔ عام لوگ غیرِ حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں یہ اُس سے نجات پا جاتا ہے۔ اے عجب۔ قضا و قدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم و احساس کیا منزد دکھا سکتا ہے۔ زاں۔ عالمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اسی عالمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالمِ غیب۔ مشتاقِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجالانے کی مشتاق ہے۔ شہادت۔ عالمِ شہادت بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم۔ غادیہ صبح کا وقت۔

ف۲ آید و گیرد۔ عالمِ شہادت میں ایک نئی چیز آ کر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ چوں پسر بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے باوا عالمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالمِ شہادت اور عالمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے بیشک ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عمر کا جو دن گذر رہا ہے، ہم اسمیں عالمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

ف۳ بہرِ حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آئندہ کی بنا پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عمر صرف نہ کر۔ پس مسافر۔ صحیح

گر نہ[1] تصویرات از یک مغرسند — در پے ہم سوی دل چوں میرسند

اگر یہ تصورات ایک کھیت کے نہیں ہیں — تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آرہے ہیں؟

جوق جوق اسپاہ تصویرات ما — سوے چشمہ دل شتابان از ظما

ہمارے تصورات لشکر در لشکر — پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جرہا پر می کنند و میروند — دائما پیدا و پنہاں می شوند

وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں — ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اختران چرخ دان — دائر اندر چرخ دیگر آسماں

افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ — دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد[2] دیدی شکر کن ایثار کن — نحس دیدی صدقہ و استغفار کن

تو نے سعد دیکھا، شکر ادا کر اور ایثار کر — تو نے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ما کئیم ایں را بیا اے شاہ من — طالعم مقبل کن و چرخے بزن

ہم اسکے لئے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجایئے — میرے طالع کو با اقبال کردیجئے اور گھمادیجئے

روح را تاباں کن از انوار ماہ — زاں کز آسیب ذنب شد جاں سیاہ

چاند کے انوار سے روح کو روشن کردیجئے — کیونکہ روح ذنب کے اثر سے کالی ہوگئی ہے

روح را زاں نور مہ کن ملتہب — کہ سیہ شد جان من ز آسیب تب

روح کو اس چاند کے نور سے روشن کردیجئے — کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہوگئی ہے

از[3] خیال و وہم و ظن بازش رہاں — از چہ و جور رسن بازش رہاں

اسکو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے — کنویں اور رسی کے ظلم سے اسکو چھڑا دیجئے

تا ز دلداری خوب تو دلے — پر بر آرد بر پرد ز آب و گلے

تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے — پر نکال لے اور پانی اور مٹی سے اڑ جائے

اے عزیز مصر جانم دستگیر — عذر ایں زندانی خود در پذیر

اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے — اپنے اس قیدی کا عذر قبول کرلیجئے

اے عزیز مصر در پیماں درست — یوسف مظلوم در زندان تست

اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست — مظلوم یوسفؑ تیرے قیدخانہ میں ہے

اعمال۔ تا ز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پر پرواز پیدا ہوجائے اور وہ دنیا کی دھندوں سے نجات پاجائے۔ عزیز۔ مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور روح کو حضرت یوسفؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ م "اور خدا سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے"

[1] گر نہ۔ انکا پے در پے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آرہے ہیں اور اُن کا مخزن ایک ہے۔ جوق در جوق۔ جس طرح پیاسے پانی کیطرف دوڑ کرتے ہیں اسی طرح خیالات دل میں آتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نمایاں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔ فکرہا۔ اختراں۔ جسطرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

[2] سعد۔ جسطرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی اِن خیالات کو ایسا ہی سمجھ اچھا خیال ہو تو اُس سے دوسرے کو بھی فیض پہنچا برا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ما کئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل اُن سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کردیجئے اور اس نحس کو گھمادیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ۔ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کردیجئے وہ گناہوں کے اثرات سے کالی پڑ گئی ہے۔ ذنب۔ وہ نقطہ جہیں آگر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

[3] از خیال۔ میری روح کو معاصی کے خیالات سے نجات دیدیجئے۔ از چہ یعنی مقر

درِ خلاصِ اُو یکے خوابے بہ بیں | زود، کَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن
اس کی نجات کے۔ یہ ایک خواب دیکھ لیجئے | جلدی سے، کیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

ہفت گاوِ لاغرے وپُرگزند | ہفت گاوِ فربہش را میخورند
نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل | اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں

ہفت خوشہ خشک وزشت و ناپسند | سُنبلاتِ تازہ اش را می چرند
سات خشک اور بُرے اور ناپسند خوشے | اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں

قحط از مصرش برآمد اے عزیز | ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہو گیا ہے | اے شاہ! ہاں اُس کو روا نہ رکھیئے

یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں | ہیں زدستانِ زنانم وارہاں
اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی (عطا کر) | ہاں مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے

از سُوئے عرشے کہ بُودم مربطِ اُو | شہوتِ مادر فگندم کاہبِطُوا
اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا | ماں کی شہوت نے مجھے گرایا کہ اُترو

پس فتادم زاں کمالِ مستتم | از فنِ زالے بزندانے رحم
تو میں اُس مکمل کمال سے گرا | ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں

رُوح را از عرش آرد در حطیم | لاجرم کیدِ زناں باشد عظیم
رُوح کو عرش سے ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے | بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے

اوّل و آخر ہبوطِ من ز زن | چونکہ بُودم رُوح و چوں ہستم بدن
میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا | جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں

بشنو ایں زاری یوسفِ عثّار | یا براں یعقوبِ بیدل رحم آر
لغزش کے بارے میں یوسفؑ کی یہ زاری سن لیجئے | یا اُس بیدل یعقوبؑ کے اوپر رحم کیجئے

نالہ از اخواں کنم یا از زناں | کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
شکوہ بھائیوں کا کروں، یا عورتوں کا | کہ جنھوں نے مجھے آدمؑ کیطرح جنتوں سے گرادیا

زاں مثالِ برگِ دے پژمردہ اَم | کز بہشتِ وصل گندم خوردہ اَم
میں اسی وجہ سے خزاں کے پتے کیطرح مرجھایا ہوا ہوں | کہ میں نے وصل کی بہشت سے گیہوں کھایا

انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زآں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کئے ہوئے ہیں اس لئے میں خزاں کے پتے کی طرح مرجھایا ہوا ہوں۔

لہ درِ خلاص۔ عزیزِ مصر کے خواب میں یوسفؑ کی رہائی کی بشارت تھی۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں احسان نہ کریگا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری بھلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اس کو جائز نہ رکھ۔ یوسفم۔ حضرت یوسفؑ زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوتِ نفس اُسکے عالمِ بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

لہ کمالِ مستتم۔ یعنی عالمِ عُلوی کی سکونت۔ از فنِ زالے۔ ماں کی شہوت اس کا سبب بنی کہ میں رحمِ مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اوّل و آخر۔ پہلی بار نیچے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوّا کی شہوتِ بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

لہ بشنو۔ یا تو میری زاری سنکر مجھ پر رحم کر دیجئے۔ یا براں یعقوبؑ۔ یا میرا شیخ جو میرے لئے دعا کرتا ہے اُس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر دیجئے۔ نالہ از اخواں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کے مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے انکو قید میں پھنسایا مراد اس سے

چوں بدیدم لطف و اکرامِ ترا ﴿۱﴾ — وآں سلامِ سلم و پیغامِ ترا

جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا — اور تیرے صلح کے سلام اور پیغام کو

من سپند از چشمِ بد کردم پدید — در سپندم نیز چشمِ بد رسید

میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا — میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دافعِ ہر چشمِ بد از پیش و پس — چشمہائے پُرخمارِ تست و بس

آگے اور پیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے — صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بد را چشمِ نیکویت شہا — مات و مستاصل کند نعم الدوا

اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو — مغلوب اور ملیامیٹ کر دیتی ہے، وہ بہترین دوا ہے

بل ز چشمت کیمیا ہا می رسد — چشمِ بد را چشمِ نیکو می کند

بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے — نظرِ بد کو، نیک نظر بنا دیتی ہے

چشمِ شہ ﴿۲﴾ بر چشمِ بازِ دل زدست — چشمِ بازش سخت با ہمت شدست

شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے — اس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہوگئی ہے

تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر — می نگیرد بازِ شہ جز شیرِ نر

یہانتک کہ پوری ہمت کی وجہ سے جو اس نے آنکھ سے حاصل کی — شاہ کا باز، نر شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی — ہم شکارِ تست و ہم صیدش توئی

شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز — تیرا شکار بھی ہے اور تو اُسکا شکار بھی ہے

شد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دیں — نعرہائے لا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن

دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز — میں غروب کرجانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے ہیں

بازِ دل ﴿۳﴾ را کز پئے تو می پرید — از عطاے بیحدت چشمے رسید

دل کا باز جو تیرے لئے اُڑ رہا تھا — تیری بیحد عطا سے اُسکو آنکھ حاصل ہوگئی

یافت بینی بوی و گوش از تو سماع — ہر حسے را قسمتے آمد مُشاع

ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا — ہر حس کا حصہ مشترک ہے

ہر حسے را چوں دہی رہ سوئے غیب — نبود آں حس را فتورِ مرگ و شیب

جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کردے — اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالک الملکی بحس چیزے دہی — تا کہ بر حسہا کند آں حس شہی

تو مالکُ الملک ہے تو حس کو کوئی چیز دیدیتا ہے — تاکہ وہ حس حواس پر بادشاہی کرے

﴿۱﴾ چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سُنا کر تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کیلئے ہرمل نکالا کہ اُسکی دھونی دوں یعنی توبہ کی کہ اس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ دافع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اُس کی قبولیت ہے جو تیری پُر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنا دیتی ہے۔

﴿۲﴾ چشمِ شہ۔ اللہ تعالےٰ کی نظرِ کرم جن پر ہوجاتی ہے اُنکے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہوجاتی ہے۔ می نگیرد۔ اب وہ دل صرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ شیر چہ۔ ان اولیاء کا مقصد امورِ آخرت کیا معنیٰ صرف ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بنجاتے ہیں۔ شد صفیر۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں سے کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

﴿۳﴾ بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے اُنکو تیری عطا سے خاص حواس حاصل ہوجاتے ہیں۔ یافت۔ اُنکے حواس خدائی صفات سے متصف ہوجاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حسے۔ اب اُنکے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہوجاتا ہے اور اُن حواس میں موت یا بڑھاپے سے کوئی کمزوری نہیں آتی۔ مالک الملک۔ جب انہیں خدائی صفات پیدا ہوجاتی ہیں تو جسطرح خدا مالکُ الملک ہے اُنکے حواس کو بھی عوام کے حواس پر شاہی حاصل ہوجاتی ہے۔

جُہد کُن تا حسّ تو بالا رَوَد [1] — تا کہ کارے حس ازاں بالا شود

تو کوشش کرتا کہ تیرا حس اوپر جائے — تاکہ حس کا کام اُس سے بلند ہوجائے

حکایتِ شبِ دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں اُفتاد

رات اور چوروں کا قصّہ کہ سلطان محمود اُن میں پہنچ گیا

کہ مَن نیز یکے از شمااَم و بر حالِ ایشاں مُطّلع شُد الخ

کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور اُن کی حالت سے باخبر ہوگیا

شب چو شہ محمود بر می گشت فرد — با گروہِ قومِ دُزداں باز خورد

رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا — چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہ اے بُو الوفا — گفت شہ مَن ہم یکے اَم از شما

انھوں نے اُس سے کہا اے وفادار (تو) کون ہے؟ — سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش — تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش

ایک نے کہا اے مکّار گروہ! — ہر ایک اپنا ہُنر بیان کرے

تا بگوید با حریفاں در سَمَر [2] — کو چہ دارد در جبلّت از ہُنر

تاکہ دوستوں سے قصّہ گوئی میں کہے — کہ وہ فطرت میں کیا ہُنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش — ہست خاصیت مرا اندر دو گوش

ایک نے کہا اے ہُنر کے دعویدار گروہ — میرے دونوں کانوں میں (یہ) خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بہ بانگ — قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ

کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے — قوم نے اُس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہِ زر پرست — جملہ خاصیت مرا چشم اندرست

دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! — مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہر کہ را شب بینم اندر قیرواں [3] — روز بشناسم مَن اُو را بیگماں

جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں — میں اُس کو بے شبہ دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازوست — کز زنم مَن نقبہا با زورِ دست

ایک نے کہا میری خصوصیت بازو میں ہے — میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست — کارِ مَن در خاکہا بُو بینی ست

ایک نے کہا میری خصوصیت ناک میں ہے — میرا کام مٹیوں میں سے بُو سونگھ لینا ہے

[1] جُہد کُن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہییں۔ حکایت۔ اِس حکایت سے حِس کے بالا ہونے کے نفع کو واضح کیا ہے۔ بر می گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اس نے کہدیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہُنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔

[2] سَمَر۔ قصّہ کہانی جبلّت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہُنر کا مدّعی۔ کہ بدانم۔ ایک نے کہا کہ میں کُتّے کی بولی سمجھ لیتا ہوں دو دانگ۔ درہم کا چھٹا حصّہ، اور درہم دینار کا دسواں حصّہ ہے دانگ دینار کا ساٹھواں حصّہ ہوا، یعنی یہ کوئی قابلِ وقعت ہُنر نہیں ہے۔

[3] ہر کہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اُس کو فوراً پہچان لیتا ہوں بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اِس قدر طاقت ہے کہ پنجہ کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

سِرِّ اَلنَّاسُ مَعَادِن داد دست ۔۔۔ **کہ رسولؐ آں را پئے چہ گفتہ است**

"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہو گیا ہے ۔۔۔ کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟

مَن زخاکِ تن بدانم کاندراں ۔۔۔ **چند نقدست و چہ دارد دیگراں**

میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اُس میں ۔۔۔ کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے

در یکے کاں زرِ بے اندازہ درج ۔۔۔ **واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج**

ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے ۔۔۔ دوسری میں آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچو مجنوں بو کنم من خاک را ۔۔۔ **خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا**

میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پا لیتا ہوں

بو کنم دائم زہر پیراہنے ۔۔۔ **گر بود یوسفؑ و گر آہرمنے**

میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں ۔۔۔ خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو

ہمچو احمدؐ کہ برد بو از یمن ۔۔۔ **زاں نصیبے یافت ایں بینیِ مَن**

احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بو پاتے ہیں ۔۔۔ اُس سے میری ناک نے ایک حصہ پایا

کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زرست ۔۔۔ **یا کدامیں خاکِ صفر و ابترست**

کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے ۔۔۔ یا کونسی مٹی، خالی اور ابتر ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام ۔۔۔ **کہ کمندے افگنم طولِ علم**

ایک نے کہا میرے پنجہ میں یہ خاصیت ہے ۔۔۔ کہ پہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں

قصر اگرچہ چند باشد بس بلند ۔۔۔ **کنگرہ اَش در سخت گردانم کمند**

قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو ۔۔۔ اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش ۔۔۔ **تا کمندش برد سوئے آسمانش**

احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لے گئی

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت ۔۔۔ **کہ کمندش برد سوئے بخت و تخت**

احمدؐ کی طرح کہ انھوں نے سخت کمند ڈالی ۔۔۔ وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لے گئی

گفت حقش اے کمند اندازِ بیت ۔۔۔ **آں زمن داں مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ**

اُن سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت (معمور) پر کمند پھینکنے والے! ۔۔۔ میری جانب سے سمجھ "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا"

پس بپرسیدند زاں شہ کاے سند ۔۔۔ **مر ترا خاصیت اندر چہ بود**

پھر سب نے اُس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد! ۔۔۔ تیری خصوصیت کس چیز میں ہے؟

---

۱ سِرّ۔ حدیث شریف ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اس حدیث کے معنی اِس تقریر سے سمجھ میں آگئے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے اوصاف مختلف تھے اسیطرح دین سے متعلق خواص انسانوں میں مختلف ہیں۔ من زخاک۔ اُس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں کسقدر مال دفن ہے۔ در یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی قبر کسی نے نہ بتائی اُس نے مٹی سونگھ کر اسکی قبر پہچان لی تھی۔

۲ ہمچو احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس یہاں سے محسوس کر رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں۔ اسیطرح کے سونگھنے کا مجھے بھی حصہ ملگیا ہے۔ گفت یک۔ ایک چور نے کہا کہ میرے پنجہ میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینکدیتا ہوں۔ علم۔ پہاڑ۔ کنگرہ۔ بلند قلعہ کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈالدیتا ہوں۔ ہمچو احمدؐ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جسکے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔

۳ سُوئے بخت۔ آنحضورؐ نے ایسی کمند پھینکی جو آپکو تخت الٰہی عرش اور بخت یعنی قربِ الٰہی تک لیگئی۔ بیت۔ یعنی بیت المعمور۔ آنحضورؐ نے معراج میں اسکی بھی سیر کی۔ آں زمن۔ اِس کمند اندازی کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ یہ فعل بھی آپ کا نہیں ہے بلکہ ہمارا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں کنکریوں کا پھینکنا آپ کا فعل نہ تھا۔

گفت[1] در ریشم بود خاصیتم ۔۔۔ کہ رہانم مجرمان را از نقم

اُس نے کہا میری خاصیت میری داڑھی میں ہے ۔۔۔ کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلاداں دہند ۔۔۔ چوں بجنبد ریشِ مَن ایشاں رہند

جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں ۔۔۔ جب میری داڑھی ہل جاتی ہے تو وہ چھوٹ جاتے ہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را ۔۔۔ طے کنند آں قتل و آں تشویش را

جب میں رحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں ۔۔۔ وہ اُس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطبِ ما توئی ۔۔۔ کہ خلاصِ روزِ محنتہا شوی

قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے ۔۔۔ کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہو گا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شدند ۔۔۔ سوئے قصرِ آں شہِ میموں شدند

اُس کے بعد سب مل کر باہر نکلے ۔۔۔ اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سوئے راست ۔۔۔ گفت می گوید کہ سلطاں با شماست

جب کتے نے داہنی جانب سے آواز کی ۔۔۔ اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے

خاک بو کرد آں دگر از ربوہ ۔۔۔ گفت ایں ہست از وثاقِ بیوہ

دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی ۔۔۔ بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت اُستادِ کمند ۔۔۔ تا شدند آں سوئے دیوارِ بلند

پھر کمند کے استاد نے کمند پھینکی ۔۔۔ یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جائے دیگر خاک را چوں بو کرد ۔۔۔ گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد

جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی ۔۔۔ بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید ۔۔۔ ہر یکے از مخزن اسبابے کشید

نقب لگانے والے نے نقب لگایا خزانہ میں پہنچ گیا ۔۔۔ ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زربفت و گوہرہائے زفت ۔۔۔ قوم بردند و نہاں کردند تفت

بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر ۔۔۔ قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

شہ معین دید منزل گاہِ شاں ۔۔۔ حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں

سلطان نے معین طور پر اُن کی قیامگاہ دیکھ لی ۔۔۔ اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ (گاہ) اور راستہ

خویش را از دید ایشاں باز گشت ۔۔۔ روز در دیواں بگفت آں سرگذشت

اپنے آپ کو اُن سے چھپ کر واپس ہو گیا ۔۔۔ دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سنائی

---

[1] گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری داڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب داڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلاد کے سپرد کر دیں اور میں اُن کی رہائی کیلئے سر سے اشارہ کر دوں جس سے داڑھی ہل جائیگی تو وہ مجرم فوراً چھوڑ دیئے جائینگے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیشرو ہے کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئیگا۔

[2] بعد ازاں۔ اِس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیئے۔ چوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی خاصیت یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے۔ ربوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ پس کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جائے دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچکر ایک نے مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ یہاں بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے۔

[3] نقب زن۔ نقب لگانے والے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگا دیا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ نہاں۔ سونا اور زربفت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کر دیئے۔ شہ۔ سلطان ان سب کو پہچان چکا تھا اور اُس نے سب کچھ دیکھا تھا۔ خویش۔ سلطان چپکے سے اُن سے جدا ہو کر واپس ہو گیا اور دن میں کچہری میں پہنچکر رات

پس سواں گشتند سرہنگانِ مست | تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست
پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے | حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سوی دیواں آمدند | وز نہیبِ جانِ خود لرزاں شدند
وہ دست بستہ کچہری میں آئے | اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ استادند پیشِ تختِ شاہ | یارِ شب شاں بود آں شاہِ چو ماہ
جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے | وہ چاند جیسا سلطان، اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے | روز دیدے بے شکش بشناختے
وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا | دن میں دیکھتا تو بلاشبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں | بود ما را دوش شب گرد و قریں
اس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ | گذشتہ رات، ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہ چندیں خاصیت در ریشِ اوست | ایں گرفتِ ما ہم از تفتیشِ اوست
وہ کہ جس کی داڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں | ہماری یہ گرفتاری بھی اس کی جستجو کی وجہ سے ہے

عارفِ شہ بود چشمش لاجرم | بر گشاد از معرفت لب با حشم
اس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی | پہچان لینے کے بارے میں، مجمع سے ہونٹ کھولا

وَھُوَ مَعَکُم گفت او ایں شاہ بود | فعلِ ما می دید و سرِّ ما شنود
اس نے کہا "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" یہ سلطان تھا | وہ ہمارا کام دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سُن رہا تھا

چشمِ من رہ برد شب شہ را شناخت | جملہ شب با روی ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے راستہ پایا رات، سلطان کو پہچان لیا | تمام رات اس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

امّتِ خود را بخواہم من ازو | کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو
میں اس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا | کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی مُنہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون | کہ بدو یابید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ | کیونکہ ہر شاہ نے اس سے مدد پائی ہے

زاں محمد شافعِ ہر داغ بود | کہ ز جز حق چشمِ او ما زاغ بود
اسی لئے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں | کیونکہ حق کے سوا اُن کی آنکھ "مازاغ" تھی

در شبِ دنیا کہ محجوب ست شید | ناظرِ حق بود و زو بودش امید
دنیا کی رات میں جبکہ سورج پوشیدہ ہے | وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اسی سے اُن کی امید تھی

لہ پس۔ بادشاہ کے کہدینے پر چوروں کی گرفتاری کے لئے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کر کے انکی مُشکیں کس دیں۔ نہیب۔ خوف۔ یارِ شب۔ انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات ان کا ساتھی تھا۔ آنکہ۔ جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اُس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

کلہ آنکہ۔ یعنی سلطان کی داڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں انکی جستجو سے ہی ہماری گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ عارف۔ چونکہ بادشاہ کو وہ چور پہچانتا تھا اسلئے اُسنے کہا۔ وَھُوَ مَعَکُمْ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" کا مصداق یہی سلطان ہے اُسنے ہمارے سارے کارنامے اور راز دیکھے ہیں۔ چشمِ من۔ میں رات میں ہی سلطان کو پہچان گیا تھا اور اُسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

کلہ امّت۔ خود مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے انکی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کرونگا۔ چشمِ عارف۔ چور کے عارف ہونے سے مولانا نے عارفِ باللہ کا ذکر شروع فرما دیا کہ انکی آنکھ دونوں جہان کیلئے باعثِ امن ہے اور ہر بادشاہ اُنسے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاءِ عالم کا سبب ہوتا ہے۔ زاں۔ چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت حاصل تھی اور آنحضورؐ کی نظر کے بارے میں قرآن نے ما زاغ

از اَلَمْ نَشْرَحْ دو چشمش سُرمہ یافت[1]
• اَلَمْ نَشْرَح " سے اُنکی دونوں آنکھوں نے سُرمہ پایا
دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
وہ دیکھ لیا جس کو جبرئیلؑ نے برداشت نہ کیا

ہر یتیمے را کہ سُرمہ حق کَشَد
جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگادے
گردد اُو دُرِّ یتیم با رَشَد
وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے

نورِ اُو بَر ذرّہا غالب شَوَد
اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہوجائے
آنچناں مطلوب را طالب شَوَد
وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے

دَر نظر بودش مقاماتُ العِباد
اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھدیا

آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز
گواہ کا آلہ، زبان اور تیز نگاہ ہے
کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
کیونکہ آپکے رات کو بیدار رہنے والے قلب سے کوئی راز گریز نہیں کرتا

گر ہزاراں مُدّعی سر بَر زند
مُدّعی خواہ ہزار سر پٹخے
گوش قاضی جانبِ شاہد کند
قاضی، کان گواہ کی طرف کرتا ہے

قاضیاں را در حکومت ایں فن ست
قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے
شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن ست
اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں

گفتِ[3] شاہد زاں بجای دیدہ است
گواہ کی بات اِسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے
کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است
کیونکہ اُس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے

مُدّعی دیدہ است امّا با غرض
مُدّعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ
پَردہ باشد دیدۂ دل را غرض
غرض دل کی آنکھ کے لئے پردہ ہوجاتی ہے

حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے
تا غرض بگذاری و شاہد شوی
تاکہ غرض کو چھوڑدے اور گواہ بن جائے

حق ہمی گوید غرض را ترک کُن
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑدے
تا قبول اُفتد تُرا با ما سخن
تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہوجائے

---

[1] از اَلَم نَشرح قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپکے سینہ کو کشادہ کردیا ہے اور اس شرح صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اسی لئے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیلؑ نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو وہ دُرِ یکتا اور ہادی بنجاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ اُو۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اِس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ در نظر۔ پھر اُس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہوجاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آنحضورؐ کو شاہد، دیکھنے والا، گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

[2] آلت۔ آنحضورؐ کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہو گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تاکہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس لئے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اُس راز پر ایسا ہی یقین ہوتا تھا جیسے کہ آپ نے اسکو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مُدّعی کے کہنے پر قاضی اُس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیان۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور اُن کو گواہ کے ذریعہ علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے۔

[3] گفت شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لئے مشاہدہ اِس لئے تھی کہ اُس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اُس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مدّعی۔ مدّعی نے بھی اِس بات کو دیکھا ہے لیکن اُسکی غرض نے اِس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کردیا ہے لہٰذا اُس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تاکہ اُسکو گواہ کا مرتبہ حاصل ہوجائے۔

کائیں غرضہا پردۂ دیدہ بُوَد
کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں
بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بُوَد
وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را باطمّ و رم
تو وہ کل کو اچھے بُرے کیساتھ نہیں دیکھتا
حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِیْ وَیُصِمّ
چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

در دلش خورشید چوں نورے فشاند
اُن کے دل میں جب سورج نے نور افشانی کی
پیشش اختر را مقادیرے نماند
اُن کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید اُو بے حجاب اسرار را
تو اُنھوں نے اسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا
سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را
مومن اور کفّار کی روح کی رفتار کو

در زمین حق را و در چرخِ سَمی[2]
اللہ (تعالیٰ) کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں
نیست پنہاں تر ز رُوحِ آدمی
آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

باز کرد از حق دو چشمِ خویشتن
اللہ (تعالیٰ) کی مدد سے ایسے شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لی ہیں
آنکہ صاحب رفعت آمد در سُنن
جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

باز کرد از رطب و یابس حق نورد
اللہ (تعالیٰ) نے رطب و یابس سے لپیٹ کھول دیا
رُوح را مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد
رُوح پر مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے مُہر لگا دی

پس چو دید آں رُوح را چشمِ عزیز
پھر جب اُس معزّز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا
پس بر او پنہاں نماند ہیچ چیز
تو اس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدِ مطلق[3] بُوَد در ہر نزاع
وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہو گا
بشکند گفتش خمارِ ہر صُداع
آپ کی بات سر درد کے خمار کو توڑ دیگی

نامِ حق عدلست شاہد آنِ اوست
اللہ (تعالیٰ) کا نام عدل ہے، گواہ اُس کا مقرّب ہوتا ہے
شاہدِ عدلست زیں رُو چشمِ دوست
اس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بُوَد در دو سرا
دل دونوں جہان میں اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر ہے
کہ نظر در شاہد آید شاہ را
کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سِرِّ شاہد بازیش
اللہ (تعالیٰ) کی محبت اور اُس کی محبت کا راز
بُود مایۂ جملہ پردہ سازیش
اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

نامِ حق۔ آنحضورؐ کو محبوبیت کا درجہ اسی لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور جس گواہ میں عدالت ہوتی ہو وہ عادل کا محبوب ہوتا ہے تو آپ عادل گواہ ہونیکے اعتبار سے دوست یعنی حق تعالیٰ کی قوّت باصرہ ہیں۔ منظرِ حق۔ چونکہ عادل گواہ حاکم کو محبوب ہوتا ہے اسلئے قلب اللہ کا منظورِ نظر اور محبوب ہے چونکہ وہ بھی عادل گواہ ہے۔ عشقِ حق۔ اللہ کو جو آنحضورؐ سے محبت ہے، دی

[1] کائیں غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گواہی کے لئے ناقابل بناتی ہیں۔ طم و رم۔ طم دریا کا پانی، رم نمناک مٹی، اِن سے مراد رطب و یابس ہوتا ہے۔ حُبّک۔ انسان کو محبوب کی بُرائی نظر نہیں آتی نہ وہ اُسکی بُری بات کو سنتا ہے۔ در دلش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپکا علم و معرفت اِس قدر مکمل تھا کہ دوسروں کا علم اُنکے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی روح کی رفتار کدھر ہے۔

[2] در زمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باز کرد۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کر لیا ہے اُنھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہو گئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لئے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اِس قدر فرمایا کہ وہ خدائی امر سے ہے۔ پس چو۔ لیکن آنحضورؐ نے اُس روح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

[3] شاہدِ مطلق۔ جبکہ آنحضورؐ کو اسرار کا بھی مشاہدہ ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے دردِ سر کو رفع کر دے گی

پس[1] ازاں لولاک گفت اندر لقا — در شبِ معراج شاہد بازِ ما

تو اسی لئے لولاک فرمایا ملاقات میں — معراج کی رات میں، ہمارے عاشق نے

ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود — بر قضا شاہد نہ حاکم می شود

یہ قضاء (خداوندی) بھلے اور برے پر حاکم ہوتی ہو — کیا قضاءِ (خداوندی) پر گواہ حاکم نہ ہوگا؟

شد اسیر آں قضا میرِ قضا — شاد باش اے چشمِ تیزِ مرتضیٰؑ

وہ (ذات) جو قضاء (خداوند) کی قیدی تھی قضاء (خداوندی) کی! — اے مرتضیٰ کی تیز آنکھ! شاباش ہے

عارف[2] از معروف بس درخواست کرد — کاے رقیبِ ما تو اندر گرم و سرد

جاننے والے نے پہچانے ہوئے سے درخواست کی — کہ اے اچھے برے میں ہمارے نگراں!

اے مشیرِ ما تو اندر خیر و شر — از اشاراتہای دل ما بیخبر

اے کہ تو بھلائی اور برائی میں ہمارا مشیر ہے — ہم دل کے اشاروں سے بے خبر ہیں

اے یَرانَا لانَراہُ روز و شب — چشم بندِ ما شدہ دیدِ سبب

اے کہ دن اور رات میں وہ ہمیں دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھتے — سبب کو دیکھنا، ہماری آنکھ کا پردہ بنا ہے

چشمِ من از چشمہا بگزیدہ شد — تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد

میری آنکھ (دوسری) آنکھوں سے ممتاز ہو گئی — یہاں تک کہ مجھے رات میں سورج نظر آگیا

لطف[3] معروفِ تو بود اے منتہی — پس کمال البِرِّ فی اِتمامِہٖ

اے کامل! تیری مشہور مہربانی ہو چکی ہے — احسان کا کمال اس کے مکمل کر دینے میں ہے

رَبِّ اَتْمِمْ نُورَنا فِی السّاہِرَہ — وَانْجِنا مِنْ مُفْضِحاتِ القاہِرَہ

اے رب! ہمارے نور کو محشر میں مکمل کر دے — اور ہمیں رسوا کرنے والے قہروں سے نجات دے

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ — جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

رات کے دوست کو فراق کا دن نہ دے — قربت دیکھی ہوئی جان کو دوری نہ دے

بعدِ تو مرگیست با درد و نکال — خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال

تیری دوری، درد اور عذاب سے بھری ہوئی موت ہے — خصوصاً وہ دوری جو وصال کے بعد ہو

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش — آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش

جس نے تجھے دیکھا ہے اسکو اَن دیکھا نہ بنا — اس کے اگے ہوئے سبزے پر پانی چھڑک دے

۱ھ پس۔ چونکہ ایجادِ عالم آنحضورؐ سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لئے شبِ معراج میں آنحضورؐ سے یہ فرمایا "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ" اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ حاکم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ بر قضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ شد۔ آنحضورؐ عام بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشمِ بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حکم بنا دیا ہے۔

۲ھ عارف۔ پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں عارف یعنی انبیاء اور اولیاء اللہ نے معروف یعنی حضرت حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا سرنا ذکر فرماتے ہیں۔ از اشاراتہای۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم اُن کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات اُن پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ اے۔ خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سبب یعنی عالمِ اسباب کی مشغولیت ہمارے لئے پردہ بن گئی ہے۔ چشمِ من۔ مشاہدہ کے بھی مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے اور اعلیٰ مرتبہ کیلئے دعا کرتا ہے۔

۳ھ لطفِ تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کر دے۔ ساہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یارِ شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرمادے یارِ شب اُس عارف شب بیدار کی طرف تلمیح ہے۔ بعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ جسکو ایکبار دیدار حاصل ہو چکا ہو اسکو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اسکے سبزۂ دید میں اور بالیدگی فرمادے۔

منؔ نکردم لا اُبالی در رَوِش ۱؎ — تو مکن ہم لا اُبالی در خلش

میں نے رَوِش میں لاپرواہی نہیں کی — تو بھی عذاب میں لاپرواہی نہ برت

ہیں مَراں از رُوی خود اُو را بعید — آنکہ او یکبار آں رُوی تو دید

خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دُور نہ کر — جس نے ایکبار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

دید رُوی جز تو شد غُلِ گلو — کُلُّ شَیْءٍ مَا سِوَی اللّٰہِ بَاطِلُ

تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے — اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

باطلند و می نمایندم رَشَد — زانکہ باطِل باطلاں را می کَشَد

وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں — کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے

ذرہ ذرہ ۲؎ کاندریں ارض و سَمَاست — جنسِ خود را ہر یکے چوں کہرباست

ایک ایک ذرہ جو اِس زمین اور آسمان میں ہے — اپنی جنس کے لئے کہربا جیسا ہے

معدہ ناں را می کَشَد تا مستقر — می کَشَد مر آب را تَفِّ جگر

معدہ، روٹی کو ٹھہراؤ کی جگہ تک کھینچتا ہے — جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے

چشم جذّابِ بُتاں زیں کُوبہا — مغز جویاں از گلستاں بُوبہا

آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے — دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے

زانکہ حسِّ چشم آمد رنگ کَش — مغز و بینی می کَشد بُوہای خوش

کیونکہ آنکھ کی حِس رنگ کو کھینچنے والی ہے — دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں

زیں کششہا اے خدای رازداں — تو بجذبِ لُطف خُومان دِہ اماں

اے رازوں کو جاننے والے خدا! اِن کششوں سے — تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ ہمیں امن دیدے

غالبی بر جاذباں اے مُشتری — شاید ار درماندگاں را واخری

اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے — مناسب ہوگا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خریدے

رُو بشہ آورد ۳؎ چوں تشنہ بابر — آنکہ بُود اندر شبِ قدر آں چو بَدر

اُس نے سلطان کی جانب منھ کیا جس طرح پیاسا ابر کی جانب — جو کہ شبِ قدر میں، بدر کی طرح تھا

چوں لسان و جانِ اُو بُود آنِ اُو — آنِ اُو با اُو بُود گستاخ گو

کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی — اُس سے متعلق، اُس سے جرأت سے بات کرنیوالا ہوگا

گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں — آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں

اُس نے کہا ہم ایسے ہوگئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قیدی — بدلہ کے دن تو جان کا سورج ہے

۱؎ منؔ نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغنار نہیں برتا تو بھی مجھ سے استغنار نہ برت یعنی جسکو دیدار کا قرب حاصل ہو چکا ہے اب اُسکو محروم نہ کر۔ دید۔ تیرے سوا کو دیکھنا وبالِ جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز لغو اور فانی ہے۔ باطلند۔ چونکہ میں خود باطل ہوں اِسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

۲؎ ذرہ ذرہ۔ اِس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کیلئے باعثِ کشش ہے۔ معدہ۔ معدہ روٹی کو جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے۔ چشم۔ معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تاکہ اُنکو کوئی دیکھے تو آنکھ اُنکو کھینچتی ہر دماغ خوشبو کی تلاش کرتا ہے۔ زانکہ۔ آنکھ میں اور رنگ رُوپ میں مناسبت ہے ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔ زیں کششہا۔ اِن باطلوں میں جو ہمارے لئے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ اِن کششوں سے ہمیں بچادے۔ غالبی۔ اِن سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو کھینچ لے تو تیری کشش کے شایانِ شان ہوگا۔

۳؎ رُو بشہ۔ شاہ شناس ذرے یعنی شاہ کے عارف چور نے بادشاہ کی طرف اِس طرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کی طرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اُس شاہ کیطرف جو شبِ قدر کا چودھویں کا چاند تھا۔ چوں۔ چونکہ اُسکی اور شاہ کی جان پہچان تھی اِسلئے درخواست میں اُسنے جرأت سے کام لیا۔ گفت۔ اِس شاہ شناس نے عرض کیا ہم اِسوقت مقید

وقت آں شد اے شہِ مکتوم سیر[1] | کز کرم ریشے بجنبانی بخیر

اے مخفی رفتار کے سلطان ! اس کا وقت آ گیا | کہ تو کرم کر کے بھلائی کے لئے داڑھی ہلا دے

ہر یکے خاصیتِ خود وا نمود | آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی | اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

آں ہنرہا گردنِ ما را بہ بست | زاں مناصب سرنگونساریم و پست

اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی | ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

آں ہنر فِی جِیدِہَا حَبْلٌ مَّسَد | روزِ مُردن نیست زاں فنہا مدد

وہ ہنر اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے | مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

جز ہماں خاصیتِ آں خوش حواس | کہ بشب بد چشمِ اُو سلطاں شناس

اس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ | کہ اس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

آں ہنرہا جملہ غولِ راہ بود | غیر چشمے[2] کو ز شاہ آگاہ بود

وہ سب ہنر راستہ کے چھلاوہ تھے | بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

شاہ را شرم آمد از وے روزِ بار | کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

باریابی کے دن سلطان کو اس سے شرم آ گئی | اِس لئے کہ رات میں سلطان کے چہرہ پر اسکی نظر تھی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وداد | خود سگِ کہفش لقب باید نہاد

وہ کُتا جو محبوب سلطان سے واقف تھا | اُس کا لقب خود سگِ کہف رکھنا چاہیئے

خاصیت در گوش ہم نیکو بود | کو بہ بانگِ سگ ز شیر آگہ شود

کان کی خاصیت بھی بھلی تھی | کیونکہ وہ کُتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

سگ چو بیدار است شب چوں پاسباں | بیخبر نبود ز شب خیزِ شہاں

کُتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار ہے | وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہیں ز بدناماں[3] نباید ننگ داشت | ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت

خبردار ! بدناموں سے ذلت محسوس نہ کرنی چاہیئے | اُن کے رازوں پر ہوش مسلط رکھنا چاہیئے

ہر کہ او یک بار خود بدنام شد | خود نباید نام جُست و خام شد

جو خود ایک بار بدنام ہو گیا ہو | خود نام ڈھونڈنا اور خام نہ ہونا چاہیئے

اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند | تا شود ایمن ز تاراج و گزند

اے (مخاطب) ! بہت سا سونا ہو کہ اسکو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں | تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہو جائے

[1] وقت - اب اس کا وقت آگیا ہے کہ آپ اپنی داڑھی کی خاصیت ...... دکھا کر ہمیں قید سے رہائی دلا دیں۔ آں ہنرہا۔ دوسرے ساتھیوں کے ہنر تو ہماری قید کا باعث بنگئے۔ مناصب۔ عہدے فِی جِیدِهَا یہ آیت پوری فِی جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ اُسکی گردن میں مونج کی رسّی ہے ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔ جز ہماں۔ اور چوروں کی جو خصوصیات تھیں وہ سب تباہی اور قید کا سبب بنیں صرف اس چور کی خصوصیت کام آئی جو رات کے دیکھے ہوئے کو دن میں پہچان لیتا ہے

[2] غیر چشمے - وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ۔ بدلے کے دن بادشاہ کو اسکو سزا دیتے ہوئے شرم آ گئی۔ بار۔ بارگاہ۔ واں سگ جس کُتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا وہ کُتا بھی اس قابل ہے کہ اسکو اصحاب کہف کا کُتا کہا جائے۔ خاصیت جو چور کُتے کی آواز کو سنکر سمجھ لیتا تھا اسکی خاصیت بھی اچھی تھی اسلئے کہ اُس سے اسکو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ۔ اب مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کُتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کُتے میں ایک خوبی ہوئی۔

[3] ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کُتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اسکے پوشیدہ اچھے اوصاف پر نظر رکھنی چاہیئے۔ ہر کہ او۔ اگر کوئی ایک بار بدنام ہو گیا ہے تو کسی کو محض اسکا

۵۱ ہر کسے کے پے برد در سرِّ ما — باز کن دو چشم سوئے ما بیا

ہر شخص ہمارے راز کا کب پتہ لگا سکتا ہے — دونوں آنکھیں کھول ہماری جانب آجا

قصۂ آں گاوِ بحری کہ گوہرِ کاویانی از قعرِ دریا برآوردہ

اس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چرد

رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے

و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاو از گوہر دور تر

اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دُور چلا

رفتہ باشد بازرگاں بلجم و باگلِ تیرہ گوہر را بپوشاند و

جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت

بر درخت گریزد

پر بھاگ جاتا ہے

۵۲ گاوِ آبی گوہر از بحر آورد — بنہد اندر مرج و گردش می چرد

دریائی بیل سمندر سے گوہر لاتا ہے — چراگاہ میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے

در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب — می چرد از سنبل و سوسن شتاب

دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں — جلد سنبل اور سوسن چرتا ہے

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبر ست — کہ غذایش نرگس و نیلوفر ست

اسی لئے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے — کہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے

۵۳ ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال — چوں نزاید از لبش سحرِ حلال

جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے — اس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہوگا؟

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل — چوں نباشد خانۂ او پُر عسل

شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو — اس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہوگا؟

می چرد در نورِ گوہر آں بقر — ناگہاں گردد ز گوہر دور تر

وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے — اچانک گوہر سے بہت دُور ہو جاتا ہے

تاجرے بر دُر نہد وحلِ سیاہ — تا شود تاریک مرج و سبزہ گاہ

ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے — تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

---

۵۱ ہر کسے۔ وہ بیا سوز از بزبانِ حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص میرے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آ کر دیکھ تب راز سمجھے گا۔
نقشہ۔ اس قصہ سے یہی بتایا ہے کہ اس سمندری موتی کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اسلئے کہ اس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی چمڑے کی کھال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کو زر و جواہر سے مرصع کر کے اپنا جھنڈا تیار کیا جس کو درفشِ کاویانی کہا جاتا تھا پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔

۵۲ گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوبر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری چشمے کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔

۵۳ ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اسی طرح اگر کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اس کی زبان سے سحرِ حلال یعنی موثر کلام صادر ہوگا۔ ہر کہ۔ جو شخص وحیِ الٰہی سے خوراک حاصل کریگا اس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ پُر ہوگا۔ وحل۔ کیچڑ

پس¹ گریزد مردِ تاجر بر درخت — گاو جویاں مر ورا با شاخِ سخت

پھر تاجر شخص، درخت پر بھاگ جاتا ہے — بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاو تازد گردِ مرج — تا کند آں خصم را در شاخ درج

وہ بیل بیس مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے — تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں بیندھ دے

چوں ازو نومید گردد گاوِ نر — آید آنجا کہ نہادہ بد گہر

جب بیل اُس سے نا اُمید ہو جاتا ہے — اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وَحَل بیند فوقِ دُرِّ شاہوار — پس زِ طیں بگریزد او ابلیس وار

دُرِ شہوار پر کیچڑ دیکھتا ہے — وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں بلیس از متنِ طیں کور و کرست — گاو کے داند کہ در گِل گوہرست

کیونکہ شیطان مٹی کے درمیان سے اندھا اور بہرا ہے — بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِہبِطُوا² افگند جاں را در حضیض — از نمازش کرد محروم آں محیض

"نیچے اُترو" نے جان کو پستی میں ڈال دیا — حیض نے، اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال — اِتَّقُوا اِنَّ الْهَوٰی حَیْضُ الرِّجَال

اے ساتھیو! اس نیند اور اس قول سے — بچو، نفسانی خواہش مردوں کا حیض ہے

اِہبِطُوا افگند جاں را در بدن — تا بگِل پنہاں بود دُرِّ عدن

"تم نیچے اُترو" نے جان کو جسم میں ڈال دیا — تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تاجرش داند و لیکن گاو نے — اہلِ دل دانند ہر گِل کاو نے

اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل — اہلِ دل جانتے ہیں نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

ہر³ گِلے کاندر دلِ او گوہریست — گوہرش غمّازِ طینِ دیگریست

جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے — اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گِلے کز رشِّ حق نورے نیافت — صحبتِ گلہائے پُر دُر بر نتافت

وہ مٹی جس نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے چھڑکاؤ حاصل کیا — وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت کرسکی

ایں سخن پایاں ندارد موش ما — ہست بر لبہائے جو بر گوش ما

یہ بات آخیر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا — نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بقصۂ طلب کردن آں موش آں چغز را از لبِ جو

اُس چوہے کے اُس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی

¹ پس گریزد۔ وہ جوہری تاجر اُس گوہر کو کیچڑ میں دبا کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخِ سخت مضبوط سینگ۔ پس زِطیں جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے حرفِ ظاہر کو دیکھا اور اُن سے گریز کیا اسی طرح یہ دریائی بیل اُس گوہر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں بلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اس مٹی کے اندر گوہر ہے۔ متن۔ تیر کے پر اور پیکان کا درمیانی حصہ۔

² اِہبِطُوا۔ عوام کی روح کو تکوینی اعتبار سے "نیچے اُترو" کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور بدتر کر دیا۔ زیں مقیل۔ یعنی خوابِ خور۔ مقال۔ یعنی موجبِ گناہ۔ حیض الرجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قربِ الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اِہبِطُوا۔ عالمِ بالا سے روح کا جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدنی موتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آگئی تو اب اُسکو جوہری پہچان سکتا ہے عام انسان دنیا دار نہیں سمجھ سکتا۔

³ ہر گِلے۔ جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے مشہور ہے دل را بدل ہست راہ۔ واں گِلے جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہے وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں

کشیدنِ او سرِ رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلبِ او

اور اُس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرِ رشتۂ[1] عشق رفتہ می کشد
وہ محبت میں گندھا ہوا، ڈورا کھینچتا ہے
بر امیدِ وصلِ چغزِ با رشد
ہدایت یافتہ مینڈک کے وصل کی امید پر

می تند بر رشتۂ دل دمبدم
وہ ہر دم، دل کے ڈورے پر تن رہا ہے
کہ سرِ رشتہ بدست آوردہ ام
کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود
مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہو گئے
تا سرِ رشتہ بمن رُوی نمود
تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غرابُ البین آمد ناگہاں
اچانک جب فراق کا کوا آیا
در شکارِ مُوش و بُردش زاں مکاں
چوہے کو شکار کرنے کیلئے اور اُسکو اُس جگہ سے لے گیا

چوں بر آمد بر ہوا مُوش از غراب
کوّے کیوجہ سے جب چوہا فضا میں پہنچا
مُنسحب شد چغز نیز از قعرِ آب
مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

مُوش در منقارِ زاغ و چغز ہم
چوہا کوّے کی چونچ میں اور مینڈک بھی
در ہوا آویختہ پا در رَتم
پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید
لوگ کہہ رہے تھے کوّے نے مکر اور چالاکی سے
چغزِ آبی را چگونہ کرد صید
پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا؟

چوں شد اندر آب و چونش در ربود
وہ پانی میں کیسے گیا اور اُسکو کیسے اچک لیا؟
چغزِ آبی کے شکارِ زاغ بود
پانی کا مینڈک کوّے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزای آں کسے
مینڈک نے کہا یہ اُس کی سزا ہے
کو چو بے آباں شود جفتِ خسے
جو بے آبرووں کی طرح کمینہ کا ساتھی بنے

اے فغاں از یارِ ناجنس اے فغاں
فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے
ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں
اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغان ز نفسِ پُر عیُوب
عیبوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے
ہمچو بینیِ بدے بر رُوی خوب
جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں
عقل اُس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہوتا
از رہِ معنی ست نے از آب و طیں
اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

[1] سرِ رشتۂ عشق۔ محبت میں چور یعنی چوہا۔ می تند۔ وہ اس پر غرور اور ناز کر رہا تھا۔ سرِ رشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ ہمچو۔ دیدار کے مطالعہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہو گئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اس جگہ سے اڑا لے گیا۔ غرابُ البین۔ جدائی کا کوا، کوّے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لیکر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رتم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

[2] خلق۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھکر کہہ رہے تھے کہ کوّے نے پانی کے مینڈک کو کسطرح شکار کر لیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوّے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبرووں کیطرح کسی کمینہ کا ساتھی بنے اُسکی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

[3] عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو، عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں لہذا عقل، بُرے نفس سے فریاد کرتی ہے جسطرح حسین چہرہ بھدی ناک

ہیں مشو صورت پرست و ایں[۱] مگو
خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ

سرِّ جنسیت بصورت در مجو
ہم جنس ہونے کی حقیقت صورت میں تلاش نہ کر

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر
صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے

نیست جامد را ز جنسیت خبر
جامد کو ہم جنس ہونے کا پتہ نہیں ہے

جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے
جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کیطرح ہے

می کشاند سو بسویش ہر دمے
وہ اُس کو ہر وقت اِدھر اُدھر کھینچتی ہے

مور داند کاں حبوب مرتہن
چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے

مستحیل و جنسِ من خواہد شدن
تبدیل اور میری جنس ہوجائیں گے

آں یکے مورے گرفت از راہ جو
ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جَو لے لیا

مورِ دیگر گندمے بگرفت و دو
دوسری نے گیہوں اور بھاگتا لے لیا

جو سوئے گندم نمی تازد ولے
جو گیہوں کی طرف نہیں دوڑتا لیکن

مور سوئے مور می آید بلے
ہاں چیونٹی چیونٹی کی جانب آرہی ہے

رفتنِ[۲] جو سوئے گندم تابع ست
جَو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے

مور را بیں کو بجنسش راجع ست
چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

تو مگو گندم چرا شد سوئے جو
تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جَو کی جانب کیوں گیا؟

چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گروی پر

مورِ اسود بر سرِ لبدِ سیاہ
کالی چیونٹی سیاہ نمدے پر

مور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ
چیونٹی مخفی ہوگی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہوگا

عقل گوید چشم را نیکو نگر
عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کرلے

دانہ ہرگز کے رود بے دانہ بر
دانہ بغیر دانہ لیجانیوالے کے کبھی نہیں چلتا

زیں[۳] سبب آمد سوئے اصحاب کلب
اسی سبب سے کتا اصحاب کی جانب آیا

ہست صورتہا حبوب و مور قلب
صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زاں شود عیسیٰؑ سوئے پاکانِ چرخ
اسی لئے عیسیٰؑ آسمان کے قدسیوں کی جانب جاتے ہیں

بد قفصہا مختلف یک جنس فرخ
پنجرے مختلف تھے، چوزے ایک جنس کے تھے

اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کیوجہ سے اسی لئے اصحاب کہف کے کتے کی کشش اصحاب کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصافِ باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفصہا۔ یعنی اجسام۔ فرخ۔ یعنی روح۔

---

۱ ایں مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اُسمیں جنسیت کا احساس نہیں ہے جاں۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کیوجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کیوجہ سے ہوگی ہے جو اُس کو لیجارہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کیطرف کشش بھی جنسیت کیوجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہوکر اُس کا ہم جنس بنجاتا ہے۔ آں یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جَو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جَو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

۲ رفتن جو۔ جَو کا گیہوں کے دانہ کیطرف چلنا تبعاً ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ میں آجائیگا۔ تو مگو۔ جَو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کیوجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں اُن کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اُسکو دیکھ یہ تو اُسکے قبضہ میں ہیں۔ مورِ اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے نمدے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لیجانے والی چیونٹی ہے جو چل رہی ہے۔

۳ زیں سبب۔ چونکہ

ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں — بے قفس کش کے قفس گردد رواں

یہ پنجرا ظاہر اور اُس کا چوزہ پوشیدہ ہے — پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر — عاقبت بیں باشد و حبر و قریر

اے (مخاطب) وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جسکی حاکم ہو — انجام کو دیکھنے والی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و نغز از عقل آورید — نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید

بُرے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو — نہ کہ آنکھ سے جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شُد بخضرای دمن — عقل گوید بر محکِ ماش زن

آنکھ کوڑی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی — عقل کہتی ہے، اُسکو ہماری کسوٹی پر رگڑ

آفتِ مُرغست چشمِ کام بیں — مُخلصِ مُرغست عقلِ دام بیں

خودغرض آنکھ، پرند کی تباہی ہے — جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت — وحیِ غائب بیں بداں سُو زاں شتافت

ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ محسوس کر سکی — غیب کو دیکھنے والی وحی اسوجہ سے اُس جانب دوڑی

جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت — سُویِ صورتہا نشاید زُود تاخت

تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے — جلدی سے صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیے

نیست جنسیت بصورت لی لک — عیسیٰ آمد در بشر جنسِ مَلک

میرے اور تیرے لئے جنسیت صورت سے نہیں ہے — عیسیٰؑ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

بر کشیدش فوقِ ایں نیلی حصار — مُرغِ گردونی چو چغزش زاغ وار

اُن کو اِس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا — آسمانی پرندنے اُس چوہے کو کوّے کی طرح

قصۂ عبد الغوث و ربودن پریاں او را و سالہا در میانِ پریاں

عبدالغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں

ساکن شُدن و بعد ازاں بشہرِ خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن

میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آجانا اور اولاد کو دیکھنا

واز پریاں ناشکیفتن بحکمِ جنسیت و ہمدلی باایشان

اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بُود عبد الغوث ہم جنسِ پری — چوں پری نہ سال در پنہاں پری

عبدالغوث پری کا ہم جنس تھا — پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

---

۱ ایں قفس۔ جسم ظاہر ہے رُوح مخفی ہے لیکن سمجھ لے کہ جسم رُوح ہی کی وجہ سے حرکت میں ہے۔ اے خنک۔ آرام سے وہی ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ حبر۔ عالم۔ قریر۔ ٹھنڈا۔ فرق۔ بھلے بُرے میں عقل ہی تمیز کر سکتی ہے آنکھ تو صرف ایک روپ کو دیکھتی ہے۔ چشم۔ آنکھ کوڑی کے سبزے پر مائل ہو جاتی ہے عقل جان لیتی ہے کہ اسکی تہ میں کیا ہے۔

۲ آفت۔ جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دامِ دیگر۔ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقلِ جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحیِ الٰہی رہبری کرتی ہے۔ جنس۔ جنسیت کا مدار جبکہ باطنی اوصاف پر ہے تو اُسکو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ نیست۔ محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے ورنہ حضرت عیسیٰؑ جنسِ بشر ہوتے فرشتہ کی جنس نہ ہوتے۔ برکشیدش۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اسی لئے فرشتوں سے ملا دیا۔

۳ قصہ۔ عبدالغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں میں رہنا پسند کرتا تھا اُسکے بال بچے بھی ہوتے لیکن پھر بھی اُسکا دل پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری۔ جن۔ در پنہاں پری۔ یعنی جنوں کی طرح چھپی

شُد زنش را نسل از شوی دگر — واں یتیمانش ز مرگش در سَمَر[1]
اسکی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہوگئی — اور اس کے یتیم اس کی موت کی کہانیوں میں تھے

کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے — یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
کہ اُسکو بھیڑیئے نے یا ڈاکو نے مار دیا — یا کسی کنوئیں میں گرگیا یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جملہ فرزندانش در اشغال مست — خود نگفتندے کہ بابائے بُدست
اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے — وہ یہ بھی نہ کہتے کہ (اُن کا) کوئی باوا تھا

بعدِ نہ سال آمد آں ہم عاریہ — گشت پیدا باز شُد متواریہ
وہ نو ۹ سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا — ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز — گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا — پوشیدہ ہوگیا اور پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمان فرزندانِ خویش — بُود و زاں پس کس ندیدش رنگ بیش
ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان — رہا اور اسکے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

بُرد ہمجنسیِ پریانش چُناں — کہ رُباید رُوح را زخمِ سِناں
اُس کو پریوں کی ہم جنسی اِس طرح لے گئی — جس طرح بھالے کا زخم، روح کو اڑا لیجاتا ہے

چوں بہشتی جنسِ جنّت آمدست — ہم ز جنسیّت شود یزداں پرست
چونکہ جنتی جنّت کی جنس ہے — جنسیّت کی وجہ سے وہ خدا پرست ہوتا ہے

نے[2] نبیؐ فرمود جود و محمدہ — شاخِ جنّت داں بدنیا آمدہ
کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو — جنّت کی شاخ سمجھ جو دنیا میں آگئی ہے

مہرہا را جملہ جنسِ مہر خواں — قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ — ظلموں کو ظلم کی جنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد — زانکہ جنسِ ہم بُوند اندر خرد
لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے — کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

بُود[3] جنسیت در ادریسؑ از نجوم — ہشت سال اُو با زحل بُد در قدوم
حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی — وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مشارق در مغارب یارِ اُو — ہم حدیث و محرمِ اسرارِ اُو
مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے — اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

---

[1] در سمر۔ اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصّے بیان کرتے تھے۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ عاریہ۔ عارضی۔ متواریہ چھپنے والی۔ یک بیک۔ لپاتک۔ بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُس کا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ سناں۔ بھالا۔ چوں بہشتی۔ جنتی، جنت کا ہم جنس ہوتا ہے اسی لئے وہ خدا کی عبادت کر کے جنت میں جاتا ہے۔

[2] نے نبیؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اُسکو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ قہرہا۔ محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہر، قہر کا ہم جنس ہے۔ لاابالی۔ لاپروا، لاپروا کی ہم جنس ہے۔

[3] بود جنسیت۔ حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اسی لئے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے، یہ سارا قصہ محض شہرت پر مبنی ہے، قرآن و حدیث میں اُسکا بیان نہیں ہے۔ در مشارق۔ زحل ستارہ مشرق و مغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اُس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

(۱۹)

بعدِ[51] غیبت چونکہ آورد او قدوم — در زمیں می گفت او درسِ نجوم
غائب رہنے کے بعد جب اُنکی تشریف آوری ہوئی — وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ او اِستارگاں خوش صف زدہ — اختراں در درسِ او حاضر شدہ
اُنکے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے — اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچناں کہ خلق آوازِ نجوم — می شنیدند از خصوص و از عموم
اِس طرح کہ ستاروں کی آواز — خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنسیت کشیدہ تا زمیں — اختراں را پیشِ او کردہ مُبیں
جنسیت نے زمین تک کھینچ لیا — ستاروں کو اُنکے سامنے بیان کرنے والا بنا دیا

ہر یکے نامِ خود و احوالِ خود — باز گفتہ پیشِ او شرحِ رَصد
ہر ایک اپنا نام اور احوال — اُنکے سامنے (آلاتِ) رصد کی طرح کہدیتا

چیست جنسیت یکے نوعِ نظر — کہ بداں یابند رہ در ہمدگر
جنسیت کیا ہے؟ ایک قِسم کی نظر — جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پالیں

آں[52] نظر کہ کرد حق در وے نہاں — چوں نہد در تُو تو گردی جنسِ آں
اللہ (تعالٰی) نے جو نظر اُسمیں پوشیدہ کردی ہے — جب وہ تیرے اندر رکھدے تو اُسکی جنس بنجائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر — بے خبر را کہ کشاند باخبر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر — بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ باخبر

چونکہ اندر مرد خوئے زن نہد — او مُخنّث گردد و گاں می دہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھدے — وہ ہیجڑا بن جائیگا اور مفعول بنے گا

چوں[53] نہد در زن خدا خوئے نَر — طالبِ زن گردد آں زن سَعتری
جب اللہ (تعالٰی) عورت میں مَرد کی خاصیت رکھدے — وہ سَعتری عورت، عورت کی طلبگار بنجاتی ہے

چوں نہد در تو صفاتِ جبرئیلؑ — ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھدے — تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا — از زمیں بیگانہ عاشق بر سَما
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر — زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

کرے۔ صفاتِ جبرئیلؑ۔ جب کسی بشر میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرند کے بچے کیطرح ملاءِ اعلیٰ کیطرف پروازکے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اُسکا دھیان ملاءِ اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

۵۱ بعدِ غیبت۔ نو سال کے بعد جب وہ زمین پر آگئے تو ستاروں کے اُحوال کا درس دیا کرتے تھے۔ پیشِ او۔ ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے۔ آنچنانکہ۔ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنسیت کھینچکر لے آئی تھی۔ ہر یکے۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور ایسی تشریح کرتا جس طرح رصد سے اُنکے حالات معلوم کیے جاتے ہیں۔ نوعِ نظر۔ جنسیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔

۵۲ آں نظر۔ جب حق تعالٰے دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرما دیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے۔ بے خبر۔ جسم جو بے خبر ہے اُسکو باخبر روح کھینچتی ہے۔ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بنجاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔

۵۳ چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کیساتھ جماع کرتی ہے۔ سعتری۔ وہ عورت جو عورتوں سے جماع

چوں نہد در تو صفتہای خری[۱] — صد پرت گر ہست بر آخر پری
جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے — اگر تیرے سو پر ہیں طویلہ پر اُڑے گا

از پے صورت نیامد موش خوار — از خبیثی شد زبونِ موش خوار
چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا — خباثت کی وجہ سے چوہے کھانیوالے کا مغلوب بنا

طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست — از پنیر و فستق و دوشاب مست
لقمہ کی جستجو کرنیوالا خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے — پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

بازِ اشہب را چو باشد خوئے موش — ننگِ موشاں باشد و عارِ وحوش
سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو — تو وہ چوہوں کیلئے باعثِ ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے شرمناک ہے

خوئے آں ہاروت و ماروت اے پسر — چوں بگشت و داد شاں خوئے بشر
اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت — جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دیدی

در فتادند[۲] از لنحن الصافون — در چہ بابل بہ بستہ سر نگون
وہ "بیشک ہم صف بنانیوالے ہیں" سے گر گئے — بابل کے کنویں میں بندھے ہوئے، اوندھے

لوحِ محفوظ از نظر شاں دور شد — لوحِ ایشاں ساحر و مسحور شد
لوحِ محفوظ اُن کی نظر سے دُور ہو گئی — اُن کی لوح، ساحر اور مسحور بن گئی

پر ہماں و سر ہماں ہیکل ہماں — موسئ بر عرش و فرعونے مہاں
پر وہی اور سر وہی، وہی صورت — (حضرت) موسیٰؑ عرش پر اور فرعون ذلیل

در پے خوباش و با خوشخو نشیں — خو پذیری روغن و گل را ببیں
خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ — تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاکِ گور[۳] از مردِ حق یابد شرف — تا نہد بر گورِ او دل روی کف
مردِ خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے — یہاں تک کہ اُس کی قبر پر دل مُنھ اور ہاتھ رکھدیتا ہے

خاک از ہمسائگیِ جسمِ پاک — چوں مشرف آمد و اقبالناک
پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی — جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو ہم الجار ثم الدار گو — گر دلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ — اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

۱؎ صفاتِ خری۔ اگر انسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کو ہر وقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ از پئے۔ چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ طعمہ جو۔ یہ اُس کی باطنی خباثتیں ہیں فستق۔ پستہ۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ بازِ اشہب۔ اشہب باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اُس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خوئی۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن اُنہیں بشری اوصاف تھے اِسی لئے فرشتوں کی صف سے خارج ہو گئے۔

۲؎ در فتادند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہو گئے۔ لنحن الصافون۔ بیشک ہم صف باندھنے والے ہیں یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے۔ لوحِ محفوظ۔ پہلے اُن کی نظر لوحِ محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پر ہماں۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون میں جسمانی جنسیت تھی لیکن اوصاف جداگانہ تھے۔ در پے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیئے اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اُس میں کیسی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

۳؎ خاکِ گور۔ انسان تو درکنار اگر مٹی بھی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اُس میں بزرگی آجاتی ہے، چنانچہ اولیاء کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے خاک۔ قبر کی مٹی کو یہ شرافت اُس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ الجار۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کر۔ دلدار۔ یعنی ولیِ کامل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود — سُرمۂ[1] چشمِ عزیزاں میشود

اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے — معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار — بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار

اے (مخاطب)، بہت سے مٹی کی طرح قبر میں سوئے ہوئے — نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں

سایۂ بُود اُو و خاکش سایہ مند — صد ہزاراں زندہ در سایہ ویند

وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی — لاکھوں زندے، اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس

کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ اُو را خبر نبُود از وفات

کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر لیے تھے اور اُس کو محتسب کے مرجانے

محتسب، حاصل از ہیچ زندہ وام اُو گزاردہ نشد اِلّا از

کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات

محتسبِ متوفّیٰ گزاردہ شُد چنانکہ گفتہ اند — بیت

پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَیْسَ مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ اِنَّمَا الْمَیِّتُ مَیِّتُ الْاَحْیَاءِ

جو مرگیا اور اُس نے راحت پائی وہ مُردہ نہیں ہے — مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار[2] — جانبِ تبریز آمد وام دار

ملک کے اطراف سے، ایک فقیر — قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نہ ہزارش وام بُود از زر مگر — بُود در تبریز بدرالدیں عُمر

شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں — تبریز میں، بدرالدین عُمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ — ہر سرِ مُویش یکے حاتم کدہ

وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے — اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم ار بُودے گدائے اُو شدے[3] — سر نہادے خاکِ پائے اُو شدے

اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا — سر رکھ دیتا اور خاکِ پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زلال — ور کرم شرمندہ بُودے زاں نوال

اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دیدیتے — شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

---

[1] سُرمہ۔ صاحبِ نسبت کی نسبت، صاحبِ قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ کہ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں اُنکی صحبت کس قدر مُفید ہوگی۔ سایہ بُود۔ وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مُستفید ہوتے ہیں۔ داستان۔ اِس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس سخی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ مُحتسب کے دربار سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گزاردہ شُد۔ وہ قرض وفات یافتہ مُحتسب سے ہی ادا ہوا۔

[2] لَیْس۔ جو شخص قبر میں بھی دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ مُلک۔ وام۔ قرض۔ نہ۔ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہوگئے۔ مُحتسب۔ اُن کا نام بدرالدین عمر اور عہدہ کوتوال تھا۔ بدل۔ اُن کا دل جود و سخا میں سمندر تھا۔ ہر سرِ مُویش۔ اُن کا ہر ہر رونگٹا حاتم طائی کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

[3] حاتم۔ اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ اُن کا غلام ہوتا۔ گر بدادے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

درِ بکردے ذرّہ را مشرقے[1] — بُود آں ذرہ ہمتش نالائقے

اگر وہ ذرے کو مشرق بنا دیتے — تو وہ بھی اُس کی ہمت کے لائق نہ تھا

بر اُمیدِ اُو بیامد آں غریب — کُو غریباں را بُدے خویش و نسیب

وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا — کیونکہ وہ پردیسیوں کیلئے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ — وامِ بیحد از عطایش توختہ

وہ پردیسی اُن کے دروازے کا ہلا ہوا تھا — اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

ہم بہ پشتی آں کریم اُو وام کرد[2] — کہ بہ بخششہاش واثق بُود مرد

اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا — کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لااُبالی گشتہ اُو و وام جُو — بر اُمیدِ قُلزمِ اکرام خُو

وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا — اکرام خصلت، دریا کی اُمید پر

وام داراں رُوترش اُو شادکام — ہمچو گُل خنداں ازاں رُوضِ الکرام

مقروض رنجیدہ تھے، وہ خوش تھا — پھول کی طرح خنداں تھا اُس شرفاء کے چمنوں کیوجہ سے

گرم شد پُشتش ز خورشیدِ عرب — چہ غمستش از سبالِ بُولہب

عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی — ابولہب کی مونچھوں سے اُسے کیا غم ہے؟

چونکہ دارد عہد و پیوندِ سحاب[3] — کے دریغ آید ز سقایانش آب

جب کوئی شخص ابر سے ملاقات اور تعلق رکھتا ہو — اُسکو سقّوں کو پانی دینے سے بخل کب ہوگا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا — کے نہند ایں دست و پا را دست و پا

خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر — ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں (کے مرتبہ میں) کب رکھتے ہیں؟

روبہے کہ ہست زاں شیراں پُشت — بشکند کلّہ پلنگاں را بمُشت

جس لومڑی کی اُن شیروں سے پُشت (پناہی) ہو — وہ گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیّار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہا و مشورت کردنِ مَلکِ آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیر مَلک را کہ

(حضرت) جعفر طیّار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اُس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سُپرد

گھونسے سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے۔ جعفرِ طیّار۔ اب اِسی مناسبت سے حضرت جعفرِ طیّار کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پُشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے۔

[1] درِ بکردے۔ اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا توبھی اپنی ہمت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔ بر اُمیدِ اُو۔ اُن کی عطا کی اُمید پر وہ پردیسی تبریز آیا۔ بادرش۔ چونکہ وہ پردیسی اُنکے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اُس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

[2] ہم بہ پشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض کر لیا تھا کیونکہ اُس کو یقین تھا کہ جب جاکر مانگوں گا وہ دیدیں گے۔ لااُبالی۔ چونکہ اُسکو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی جری ہو گیا تھا۔ وام داران۔ دوسرے مقروض جن کا محتسب سے تعلق تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرض سے بے فکر رہتا تھا اور مسکراتا رہتا تھا۔ گرم شد۔ جس شخص کو آنحضورؐ کی مدد حاصل ہو وہ ابولہب سے کیا ڈرے گا۔

[3] چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا ابر سے جوڑ لگ گیا ہو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحران۔ فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے نیاز ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ

زینہار تسلیم کُن واز جہل تہوّر مکُن کایں مرد مؤیّد ست از
کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اُس شخص کو خدا کی تائید
حق وجمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش
حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ[1] جعفرؓ رفت سُوئے قلعۂ
جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے
قلعہ پیش کامِ خشکش جُرعۂ
قلعہ اُن کے خشک گلے کیلئے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکَر
حملہ کر کے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے
تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر
یہاں تک کہ اُنھوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ
کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے
اہلِ کشتی را چہ زہرہ با نہنگ
ناکے کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

رُوئ آورد آں مَلِک سُوئے وزیر
اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا
کہ چہ چارہ ست اندریں وقت اے مُشیر
کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن
اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبّر اور تدبیر کو چھوڑ
پیشِ[2] او آئی بشمشیر و کفن
تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مرد یست فرد
اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے؟
گفت منگر خوار در فردیِ مَرد
اُس نے کہا مرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

چشم[3] بکشا قلعہ را بنگر نکو
آنکھ کھول قلعہ کو غور سے دیکھ
ہمچو سیماب ست لرزاں پیشِ او
اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پئے
وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے
گوئیا شرقی و غربی با ویست
گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند
چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے
خویشتن را پیشِ او انداختند
اُنھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے پھینک ڈالا

ہر یکے را او بگرزے می فگند
اُنھوں نے ہر ایک کو گُرز سے پھینک دیا
سرنگونسار اندر اقدامِ سمند
گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بودش صُنعِ حق جمعیتے
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے اُنکو جمعیتِ قلبی، عطا فرمادی تھی
کہ ہمیز دیک تنہ بر اُمّتے
کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کر دیتے تھے

[1] چونکہ جعفرؓ۔ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ اُنکی ہمت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہوگئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ زہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ اُن کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی جو تیرنا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ نہنگ کے مقابلہ میں کیسے آسکتا ہے۔ رُومی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا۔

[2] پیشِ او۔ یعنی اُن کے مقابلہ میں تکبّر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ تلوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کردو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کردو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف وہ کیسا ہوں وزیر نے کہا اُنکے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ۔

[3] چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ قلعہ یا اُس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گوئیا۔ گویا مشرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔ چند کس۔ ابتدا میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ تڑپے۔ اُنھوں نے ہر ایک کو سرنگوں کر کے گھوڑے کے قدموں میں گرادیا۔ جمعیتے یعنی اطمینانِ قلبی۔

چشمِ ۱؎ مَن چوں دید رُوئے آں قباد — کثرتِ اعداد از چشمم فتاد
جب میری آنکھ نے اُس شاہ معظم کا چہرہ دیکھا — دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بسیار خورشید ار یکیست — پیشِ اُو بنیادِ ایشاں مُندکیست
اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے — اُس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں مُوش پیش آرند سر — گربہ را نے ترس باشد نے حذر
اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں — بلی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کے بہ پیش آیند مُوشاں اے فلاں — نیست جمعیت درونِ جانِ شاں
اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟ — اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست ۲؎ جمعیت بصورتہا فشار — جمعِ معنیٰ خواہ ہیں از کردگار
صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے — ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت ز بسیاریِ جسم — جسم را بر باد قائم داں چو اسم
جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے — جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

در دلِ مُوش ار بُدے جمعیتے — جمع گشتے چند مُوش از حمیتے
چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی — اپنایت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

بر زدندے چوں فدائی حملۂ — خویش را بر گربہ بے مہلۂ
ایک حملہ میں فدائی کی طرح دے مارتے — بلی پر اپنے آپ کو، بلا مہلت

آں ۳؎ یکے چشمش بکندے از ضراب — واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
ایک، ضرب سے اُس کی آنکھ نکال لیتا — دوسرا کچلی سے اُس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سُوراخ کردے پہلوش — از جماعت گم شدے بیروں شوش
دوسرا اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا — جمع کی وجہ سے اُس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ مُوش — بجہد از جانش ببانگِ گربہ ہُوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے — بلی کی آواز سے اُس کی جان کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد مُوش ازاں گربہ عیار — گر بُود اعدادِ مُوشاں صد ہزار
اُس مکار بلی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے — خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں ہو

از رمہ انبُہ چہ غم قصاب را — انبُہیِ ہُش چہ بندد خواب را
گلے کے مجمع سے قصائی کو کیا فکر؟ — ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

۱؎ چشمِ من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اُس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جن میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں نیست۔ چوہوں کی جمعیت قلبی نہیں ہے۔

۲؎ ہست جمعیت۔ جسموں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم جسم اور نام کی کوئی حقیقت واقعیہ نہیں ہے۔ جمعیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت۔ بر زدندے۔ فدائیوں کی طرح بلی پر حملہ آور ہو جاتے۔

۳؎ آں یکے۔ کوئی اُس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اُس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اُس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیروں شو۔ مخلص۔ لیک۔ چوہوں میں جمعیت قلبی نہیں ہے بلی کی آواز سے اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ از رمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا گلہ بے معنی ہے۔

مالکُ المُلک ست جمعیت دہد ؎۱
وہ مالکُ المُلک جمعیت دیتا ہے

شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
شیر کو یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلے پر کود پڑتا ہو

در زمانے شاں بسازد ثُرّت و مُرّت
تھوڑی دیر میں اُن کو زیر و زبر کر دیتا ہے

کس نیارد گفتنش از راہ بُرّت
کوئی اُس سے نہیں کہہ سکتا کہ راستے سے ہٹ

صد ہزاراں گور دہ شاخ دلیر
لاکھوں گورخر دس سینگوں والے، بہادر

چوں عدم باشند پیشِ ہولِ شیر
شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالکُ المُلک ست بدہد مُلکِ حُسن
مالکُ المُلک ہے جو حُسن کی سلطنت عطا کر دیتا ہو

یوسفے را تا بُوَد چوں ماہِ مُزن
ایک یوسف کو یہاں تک کہ وہ ابر کے پانی کی طرح ہو جاتا ہے

در رُخے ؎۲ بنہد شعاعِ اخترے
کسی رُخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے

کہ شود شاہے غلامِ دخترے
حتیٰ کہ بادشاہ، ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر رُوئے دیگر نُورِ خود
دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے

کہ بہ بینند نیم شب ہر نیک و بد
حتیٰ کہ وہ آدھی رات میں اچھے اور بُرے کو پہچان لیتا ہے

یوسف و موسیٰؑ ز حق بُردند نُور
یوسفؑ اور موسیٰؑ نے اللہ (تعالیٰ) سے نور حاصل کیا تھا

در رُخ و رُخسار و در ذاتُ الصُّدُور
رُخ اور رُخسار میں اور سینوں والے (دل) میں

رُوئے موسیٰؑ بارقے انگیختہ
(حضرت) موسیٰؑ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا

پیشِ رُو اُو توبرہ آویختہ
اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نُورِ رُویش ؎۳ آنچناں بُردے بصر
اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا

کہ زمرّد از دو دیدہ مارِ کر
جیسا کہ زمرّد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اُو ز حق درخواستہ تا توبرہ
انھوں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی تاکہ

گردد آں نُورِ قوی را ساترہ
اُس قوی نور کو چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں
فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنا لو، ہاں

کاں لباسِ عارفے آمد امیں
کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نُورِ صبرے یافتہ ست
کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کر لیا ہے

نُورِ جاں در تار و پودش تافتہ ست
جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

؎۱ مالکُ المُلک۔ جب خدا جمعیتِ قلبی عنایت کر دیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ ثُرّت و مُرّت۔ تا اور میم کے فتح کے ساتھ زیر و زبر۔ بُرّت۔ با کے ضمہ کے ساتھ، جا، راستہ سے ہٹ۔ گور۔ گورخر۔ مالکُ المُلک۔ اللہ کی عطا صرف جمعیتِ قلبی نہیں ہے بلکہ اُس کی اور بھی عطایا ہیں۔ یوسفے۔ کوئی حسین۔ ماہِ مُزن۔ ابر کا پانی شفاف ہوتا ہے۔

؎۲ در رُخے۔ کسی حسین کے رُخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے۔ بنہد۔ حُسن ظاہر کے علاوہ حسنِ باطن عنایت کر دیتا ہے تو وہ بزرگ آدمی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے۔ یوسف و موسیٰؑ۔ حضرت یوسفؑ کے رُخ کا نور مشہور ہے۔ تجلی طور کے بعد حضرت موسیٰؑ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لاتا تھا۔ ذاتُ الصُّدُور۔ قلب۔ نُدّی۔ حضرت موسیٰؑ کے مُنھ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی اُنکو دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے انھوں نے مُنھ پر نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ بارقے۔ برق، چمک۔ توبرہ۔ یعنی نقاب۔

؎۳ نُورِ رُویش۔ حضرت موسیٰؑ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں۔ زمرّد۔ زمرّد پتھر پر اگر سانپ کی نظر پڑ جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے یہ ایک مشہور بات ہے۔ مارِ کر۔ سانپ کی ایک قسم بہری کہلاتی ہے جس کا زہر قاتل ہے۔ ساترہ۔ چھپانے والی۔ توبرہ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا لیا کرو اُس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اُس نور کا تحمل کر لیگی کوئی کپڑا اُس نور کے چھپنے کو نہ روک سکے گا۔ عارفے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کسا۔ چادر، کملی۔ نور جاں۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی اُن کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اُس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

جُز چنیں خرقہ نخواہد شُد صُواں[1] — نُورِ ما را بر نتابد غیرِ آں

اس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا — اُس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف ار پیشِ آید بہرِ سدّ — ہمچو کوہِ طور نورش بر دَرَد

اگر روک کے لئے کوہ قاف سامنے آجائے — نور اُس کو کوہ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرتِ ابدانِ رجال — یافت اندر نورِ بیچوں احتمال

قدرت کے کمال کی وجہ سے مردانِ (خدا) کے جسموں نے — بے کیف نور میں تحمل پایا ہے

آنچہ طورش بر نتابد ذرّہ — قدرتش جا سازد از قارورہ

جس کے ذرّے کو طور نہ برداشت کرے — قدرت ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دیتی ہے

آنچہ طورش بر نتابد اے کیا — قدرتش اندر زجاجے ساخت جا

اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا — قدرت نے ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دی

گشت[2] مشکوٰۃِ زجاجی جای نور — کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور

شیشے والا طاقچہ، نور کی جگہ بن گیا — کہ جس کے نور سے کوہ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج — تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج

اُن کے جسم کو طاقچہ اور اُن کے دل کو شیشہ سمجھ — یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نور آمدہ — چوں ستارہ زیں ضحٰی فانی شُدہ

اُن کا نور اس نور سے حیران ہو گیا — ستارے کی طرح اس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رُسل — از ملیکِ لایزال لم یزل

رسولوں کے خاتم نے اسی سے یہ حکایت کی ہے — شہنشاہِ ابدی اور ازلی سے

کہ[3] نگنجیدم در افلاک و خلا — در عقول و در نفوسِ باعُلا

کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں — علوی عقلوں میں اور نفوس میں

در دلِ مُؤمن بگنجیدم چو ضیف — بے ز چون و بے چگونہ بے ز کیف

مُؤمن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں — بغیر چون اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلالیِ آں دل فوق و تحت — یابد از من پادشاہیہائے بخت

تاکہ اُس دل کے واسطے سے اوپر اور نیچے — مجھ سے نصیبہ کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

[1] صواں۔ جامہ دان۔ کوہِ قاف۔ کوہِ قاف جو کوہِ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ رکاوٹ بنے گا تو کوہِ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا۔ از کمال۔ اللہ تعالیٰ کو کمال قدرت ہے کہ اُس نے قلب مومن میں اُس نور کے تحمل کی طاقت پیدا کر دی ہے۔ قارورہ۔ شیشہ یعنی قلب۔ کیا۔ پاکیزہ۔ زجاج۔ شیشہ یعنی قلب۔

[2] گشت۔ قرآنِ پاک میں ہے مَثَلُ نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیہا مصباحٌ المصباحُ فی زجاجۃٍ۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نورِ حق اور زجاجہ سے قلبِ مومن مراد لیا ہے۔ تافتہ۔ مردِ کامل چونکہ تخلیقِ عالم کا سبب ہے تو گویا وہ عرش و افلاک کے نور کا واسطہ ہے۔ نورِ شاں۔ زمین آسمان کا نور قلبِ مومن کے نور سے حیران ہے اور اس کے مقابلہ میں مضمحل ہے۔ زیں۔ چونکہ عرش و افلاک پر نور قلبِ مومن کے واسطہ سے ہے اسی لئے اس حدیثِ قدسی میں یہ مضمون آیا ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔

[3] کہ نگنجیدم۔ یہ ایک حدیثِ قدسی کا مفہوم ہے جو صوفیوں میں مشہور ہے۔ خلا۔ یعنی آسمانوں کے اوپر۔ باعُلا۔ علوی۔ ضیف۔ مہمان محترم ہوتا ہے۔ بے ز چوں۔ اُس نورِ حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مظروف کا ظرف سے ہوتا ہے۔ تا بدلالی۔ اُس قلب کے واسطے اور دلالی سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں۔

بے چنیں[1] آئینہ ایں خوبیِ من
ایسے آئینہ کے بغیر میرے اِس حُسن کو

بر نتابد نے زمین و نے زمن
کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بر دو کون اسپِ ترحّم تاختیم
ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا

پس عریض آئینۂ بر ساختیم
پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنایا

ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس
ہر وقت اس پچاس شادیوں والے آئینہ سے

بنگر آئینہ و لے شرحش مپرس
آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لُبسِ خویشش پردہ ساخت
خلاصہ یہ ہے کہ اُن (موسیٰؑ) نے اپنے لباس سے نقاب بنایا

کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت
کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پردہ زغیرِ لُبسِ اُو
اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا

پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو
ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دوگونہ پہاڑ کا ہوتا

زاہنیں[2] دیوارہا نافذ شُدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا

توبرہ با نورِ حق چہ فن زدے
نقاب اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کیا ہنر دکھاتا

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب تفے
وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا

بُود وقتِ شور خرقہ عارفے
وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستّارِ نور
وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا

زانکہ بُود از خرقۂ یک با حضور
کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ
آگ اسی لئے سوختہ کی مرہون ہوتی

کو ست با آتش ز پیش آموختہ
کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہوای و عشقِ آں نورِ رشاد
اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے

خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

اوّلاً[3] بر بست یک چشم و بدید
پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا

نورِ رُوی اُو و آں چشمش پرید
اُنکے چہرے کا نور اور اُن کی وہ آنکھ غائب ہو گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر
اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری

بر کشاد و کرد خرجِ آں قمر
کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد
اسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے

چوں بروزد نورِ طاعت جاں دہد
جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے جان دیدیتا ہے

ف١ بے چنیں۔ قلبِ مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بر دو کون قلبِ مومن کو آئینۂ تجلیات بنا دینے میں اللہ کا بڑا کرم ہے۔ عریض آئینہ۔ یہ قلبِ مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ مصرع سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے۔ ہر دمے۔ اِس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر سُن لے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد جب حضرت موسیٰؑ نے اپنی کملی کو نقاب بنایا چونکہ اُن کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی۔ گر بُدے۔ پہاڑ کا دُگنا حجم بھی ہو تو وہ اُس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے۔

ف٢ زاہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰؑ۔ با حضور یعنی قربِ الٰہی۔ سوختہ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ سُلگائی جائے۔ صفورا حضرت موسیٰؑ کی زوجۂ مطہرہ۔

ف٣ اوّلاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اُس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا ہے [illegible]

پس زنے گفتش زچشمِ عبہری[1]
اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے

کہ زدستت رفت حسرت میخوری
جو تمہارے ہاتھ سے چلی گئیں، تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار
انھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ

دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کردیتی

روزنِ چشمم زمہ ویراں شدست
میری آنکھ کا دریچہ، چاند سے ویران ہوا ہے

لیک مہ چوں گنج در ویراں نشست
لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آگیا ہے

کے گذارد[2] گنج کایں ویرانہ اَم
خزانہ کب موقع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ

یاد آرد از رواق و خانہ اَم
میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشمم باز داد
اللہ (تعالیٰ) نے یہ سُنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں

دیدِ موسیٰؑ را ز نورش ساز داد
(حضرت) موسیٰؑ کے دیدار کیلئے انکے نور سے سامان دیا

از نظر آں نورِ رُو پنہاں نشد
وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا

از خزینہ خاص بُد ویراں نشد
خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

نورِ رُوئے یوسفیؑ وقتِ عبور
(حضرت) یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت

می فتادے در شباک و در قصور
جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در
لوگ گھر میں کہا کرتے تھے

یوسفؑ ست ایں سو بسیرانِ رہگذر
یوسفؑ اِس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع
کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے

فہم کردندش اصحابِ بقاع
اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[3] را کش دریچہ ست آں طرف
جس گھر کی کھڑکی اُس طرف ہے

دارد از سیرانِ آں یوسف شرف
اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سوئے یوسفؑ باز کن
خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے

وز شگافش فرجہ آغاز کن
اُس کے شگاف سے تفریح شروع کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست
عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے

کز جمالِ دوست سینہ روشن ست
کیونکہ دوست کے حُسن سے سینہ روشن ہے

[1] عبہر۔ نرگس کی وہ قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصّہ کالا ہو تو وہ شہلا کہلاتی ہے گفت۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اِس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ اُن سب کو قربان کردیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اُس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اِس ویرانہ میں اُس حُسن کا دفینہ ہے

[2] کے گذارد۔ اب میں اُس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں۔ حق۔ حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اُس نے اُن کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں اپنا نور عنایت کردیا جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کا دیدار کرسکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور چونکہ نورِ خداوندی تھا اِس لئے اُس نے اُس جمالِ موسوی کو برداشت کرلیا۔ نورِ رُوئے یوسفیؑ حضرت موسیٰؑ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ ادھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بُقعہ کی جمع ہے، سرزمین۔

[3] خانہ۔ اب یہاں سے محبوب حقیقی کی تجلّی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوبِ حقیقی کی جانب کُھلا ہوتا ہے وہ اُس محبوبِ حقیقی کی تجلّیات سے فیض یاب ہوتا ہے۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرتِ حق تعالےٰ کی جانب کھولنی چاہیئے اور پھر عالمِ ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیئے۔ عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے عشق کر۔

پیش ہمارہ رُوئے معشوق نگر — ایں بدستِ تُست بشنو اے پسر
ہمیشہ معشوق کا رُخ دیکھتا رہ — اے بیٹا! سُن لے یہ تیرے قبضہ میں ہے

راہ کُن دراندرونہا خویش را — دور کُن ادراکِ غیر اندیش را
اپنے باطنوں میں راستہ بنا — دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کردے

کیمیا داری دوائے پوست کُن — دشمناں را زیں صناعت دوست کُن
ترکیب رکھتا ہے، کھال کا علاج کرلے — اس ہنر سے، دشمنوں کو دوست بنالے

چوں شُدی زیبا بداں زیبا رسی — کہ رہاند رُوح را از بیکسی
جب تو حسین ہوجائیگا اُس حسین تک پہنچ جائیگا — جو روح کو بیکسی سے چھڑا دیتا ہے

پرورشِ مر باغِ جانہا را امش — زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش
جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے — غم کے مارے ہوئے کو اسکے دَم نے زندہ کردیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دُوں دہد — صد ہزاراں مُلک گوناگوں دہد
صرف یہی نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا مُلک عطا کرتا ہے — (بلکہ) لاکھوں قِسما قِسم مُلک عطا کرتا ہے

بر سرِ مُلکِ جمالش دادِ حق — مُلکتِ تعبیرِ بے درس و سبق
اُن کے حُسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی — تعبیر کی مملکت، بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سوئے زنداں کشید — مُلکتِ علمش سوئے کیواں کشید
حُسن کی مملکت نے اُن کو قیدخانہ کی جانب کھینچا — علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ غلامِ اُو شُد از علم و ہُنر — مُلکِ علم از مُلکِ حُسن آسُودہ تر
علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا — علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ بے فکر

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ و آمدنِ اُو باُمیدِ عنایتِ آں مُحتسب بسوئے تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا مُحتسب کی مہربانی کی اُمید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ مُمتحَن از بیمِ وام — در رہ آمد سوئے آں دارالسلام
وہ مصیبت کا مارا پردیسی قرض کے ڈر سے — اُس دارالسلام کی جانب، راستہ میں آیا

شُد سوئے تبریز و کوئے گُلستاں — خُفتہ اُمیدش فرازِ گُلستاں
تبریز اور گُلستان کے کوچہ کی طرف چلا — اُس کی اُمید پھولوں کی سیج پر چت لیٹی تھی

لہ پیش ہمارہ۔ اِس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کرسکے گا۔ یہ تیری اختیاری بات ہے۔ راہ کُن۔ اَنفُس میں جو آیاتِ الٰہیہ ہیں اُن پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دُور کردے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف رُخ کرنا ایسی کیمیا ہے کہ تو اُس سے نفسانی رذائل دور کرسکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کرسکتا ہے۔ چوں شُدی۔ جب تو کمال کا علاج کرکے حسین بن جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

لہ پرورش۔ اُس کی رحمت کی ادنیٰ بارش تیری روح کے باغ کو شاداب کردے گی اور تیری مُردنی دور کردیگی۔ نے ہمہ۔ اُس کی عطا صرف دنیا کی دولتیں نہیں ہیں وہ اِس طرح کی صد ہا سلطنتیں عطا کردیتا ہے۔ بر سر۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے صرف حُسن کی سلطنت ہی نہیں خواب کی تعبیر کی مملکت بھی عطا کی تھی۔ مملکت۔ اُن کا حُسن قیدخانہ کا سبب بنا اور خواب کی تعبیر کا علم بلندی اور زحل پر لے گیا شاہِ مصر نے اُنکو مقرب بنایا۔

لہ شہ غلام۔ شاہِ مصر اُن کا فرمانبردار بنگیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے

زد[1] زدار الملک تبریز سنی
چمکدار، پائے تخت تبریز سے پڑی

بر امیدش روشنی بر روشنی
اس کی امید پر روشنی بر روشنی

جانش خنداں شد ازاں روضہ رجال
اس باغ مرداں سے اس کی رُوح خوش ہو گئی

از نسیم یوسف و مصر وصال
یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یا حَادِیْ اَنِخْ لِیْ نَاقَتِیْ
بولا اے حدی خواں میری اونٹنی بٹھا دے

جاءَ اِسْعَادِیْ وَطَارَتْ فَاقَتِیْ
میری کامیابی آ گئی اور میرا فاقہ اڑ گیا

اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْر
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہو گئے

اِنَّ تَبْرِیْزًا مُنَاجَاتُ الصُّدُوْر
بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اِسْرَحِیْ یَا نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاض
اے میری اونٹنی! باغوں کے گرد چرتی رہ

اِنَّ تَبْرِیْزَ لَنَا نِعْمَ الْمَفَاض
بیشک تبریز ہمارے لئے بہترین فیض کی جگہ ہے

سار[2] بانا بار بکشا ز اشتراں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھول دے

شہر تبریز ست و کوی دلستاں
شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فر فردوسی ست ایں فالیز را
اس چمن کے لئے جنت کی سی شان ہے

شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
اس تبریز کے لئے عرشی نور ہے

ہر زمانے موج رُوح انگیز جاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے

از فراز عرش بر تبریزیاں
تبریز والوں پر عرش کے اوپر سے

چوں وثاق محتسب جست آں غریب
جب اس پردیسی نے محتسب کا مکان ڈھونڈا

خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گذر گیا

اُو پریر از دار دنیا نقل کرد
وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا

مرد و زن از واقعہ اُو روی زرد
مرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاوس عرشی سوی عرش
وہ عرشی مور عرش کی جانب چلا گیا

چوں رسید از ہاتفانش بوی عرش
جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایہ[3] اش گرچہ پناہ خلق بود
اس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا

در نوردید آفتابش زود زود
اس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر
اس نے پرسوں اس ساحل سے کشتی روانہ کر دی

گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
وہ خواجہ اس غمکدے سے سیر ہو گیا تھا

[1] زد - تبریز سے اس کی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ سنی - روشن - روضہ - یعنی تبریز۔ رجال - یعنی عطا کے طلبگار - یوسف - یعنی محتسب - مصر - مصر وصال' مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔ حادی - اونٹ کو تیز چلانے کے لئے حدی کے اشعار پڑھنے والا - مناجات الصدور - یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں میں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔

[2] ساربان - اونٹ والا - فالیز - کھیت - شعشعہ - چمک - وثاق - گھر - بگذشت - یعنی دنیا سے گذر گیا آں حبیب - محتسب - پریر - پرسوں - طاوس عرشی یعنی محتسب -

[3] سایہ اش - محتسب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی - آفتاب - یعنی موت - سیر - اب محتسب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ زد مرد و بیہوش اُوفتاد — گوئیا اُو نیز در پے جاں بداد
اس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہوکر گر پڑا — گویا اس نے بھی (اس کے) پیچھے جان دیدی

پس گلاب و آب بر رُویش زدند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
لوگوں نے اسکے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا — ساتھی اس کی حالت پر رونے لگے

تا بشب بیخویش بُود و بعد ازاں — نیم مُردہ باز گشت از غیب جاں
وہ رات تک بے ہوش تھا اور اسکے بعد — جان، غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شُدنِ آں غریب از وفاتِ آں محتسِب و استغفارِ اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ نعمت ہائے حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و انابت بحق از جرمِ خود ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ

اس پردیسی کا محتسِب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا
وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار[۲] — مُجرمم بُودم بخلق اُمیدوار
جب وہ ہوش میں آیا بولا، اے خدا! — میں قصوروار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جُود — ہیچ آں کفوِ عطائے تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت جود و سخا کی — کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

اُو کُلہ بخشید و تو سر پُر خرد — اُو قبا بخشید و تو بالا و قد
اس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر — اس نے قبا بخشی اور تو نے قد و قامت

اُو زرم[۳] داد و تو دستِ زر شمار — اُو ستورم داد و تو عقلِ سوار
اس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ — اس نے مجھے سواری دی تو نے سوار ہونیوالی عقل

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر — خواجہ نُقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے ٹھنڈی آنکھ — خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنے والا

[۱] نعرہ۔ محتسِب کی موت کی خبر سے یہ مسافر نعرہ مار کر بے ہوش ہوکر گر گیا۔ باخبر۔ جب اُس مسافر کو ہوش آیا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہوکر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

[۲] چوں بہوش۔ جب اُس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ۔ اُس نے خدا سے عرض کیا کہ بیشک محتسِب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا۔ اُو۔ محتسِب نے ٹوپی دی تو نے سر عنایت کیا اُس نے قبا دی تو نے وہ قد و قامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

[۳] اُو۔ محتسِب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہوسکا۔ خواجہ۔ محتسِب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لئے کار آمد ہوئی۔ قریر۔ ٹھنڈی۔ نُقل۔ کھانے کی چیز۔ طعمہ پذیر۔ یعنی معدہ۔

اُو وظیفہ داد تو عمر و حیات[1] — وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات
اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی — اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو وثاقم داد و تو چرخ و زمیں — در وثاقت اُو و صد چوں اُو سمیں
اُس نے مجھے گھر دیا اور تو نے آسمان و زمین — تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سینکڑوں فربہ ہیں

آنچہ اُو داد اے ملک ہم از تو داد — کہ دل و دستِ ورا کردی تو راد
اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا — کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر از آنِ تست اُو زر نا فرید — نان از آنِ تست نان از تش رسید
سونا تیری ملکیت ہے اُس نے سونا پیدا نہیں کیا — روٹی تیری ملکیت ہے روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخا و رحم ہم تو دادیش — کز سخاوت می فزودے شادیش
وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اُسکو دیا — کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

من مر اُو را قبلۂ خود ساختم — قبلہ سازِ اصل را انداختم
میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا — اصل قبلہ ساز کو نظر انداز کیا

ما کجا بودیم[2] کاں دیّانِ دیں — عقل می کارید اندر ماء و طیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم — عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید — ویں بساطِ خاک را می گسترید
جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا — اِس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

ز اختراں می ساخت اُو مصباحہا — وز طبائع قفل با مفتاحہا
وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا — اور طبیعتوں سے قفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیادہا پنہاں و فاش — مضمر ایں سقف کرد و ایں فراش
اے (مخاطب) بہت سی چھپی اور کھلی بنیادیں — اِس چھت اور اِس بستر میں رکھ دی ہیں

آدم اُصطرلابِ اوصافِ علوست — وصفِ آدم مظہرِ آیاتِ اُوست
آدمؑ بالائی اوصاف کا اُصطرلاب ہیں — آدمؑ کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہر چہ[3] در وے می نماید عکسِ اُوست — ہمچو عکسِ ماہ اندر آبِ جُوست
جو اس میں نظر آتا ہے، اُس کا عکس ہے — جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صطرلابش نقوشِ عنکبوت — بہرِ اوصافِ ازل دارد ثبوت
اُس کے اُصطرلاب پر مکڑی کے نقوش ہیں — جو ازلی اوصاف کا ثبوت رکھتے ہیں

---

[1] اُو وظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر وہ تنخواہ بیکار ہوتی۔ سمین۔ فربہ، توانا۔ آنچہ اُو۔ پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دیتا تھا اُس کا نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ من مر اُو را۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے مخلوق کو قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اُسکو بُھلا دیا۔

[2] ما کجا بودیم۔ اب اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مصباح۔ چراغ۔ قفل یعنی مشکلات۔ مفتاحہا۔ یعنی اسباب۔ بنیادہا۔ مصنوعات۔ آدمؑ۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر مضمر ہیں۔ اُصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرع میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا ہے۔

[3] ہر چہ۔ چونکہ انسان اسماءِ الٰہی اور حقائق کا مظہر ہے تو اُس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔

[illegible]

تا ز چرخِ غیب و ز خورشیدِ روح[۱] — عنکبوتش درس گوید از شروح

تاکہ غیب کے آسمان اور روح کے سورج کا — اُس کی مکڑی مع شرحوں کے سبق پڑھائے

عنکبوت و ایں صطرلابِ رشاد — بے منجم در کفِ عام اوفتاد

مکڑی اور یہ رہنمائی کا اصطرلاب — نجومی کے بغیر عوام کے ہاتھ آگیا

انبیا را داد حق تنجیم ایں — غیب را چشمے بباید غیب بیں

اللہ (تعالےٰ) نے اس کی نجومی کا حق انبیاء کو دیا ہے — غیب کے لئے غیب کو دیکھنے والی آنکھ چاہیئے

در چہِ[۲] دنیا فتادند ایں قروں — عکسِ خود را دید ہر یک چہ دروں

یہ اہلِ زمانہ دنیا کے کنویں میں گر پڑے ہیں — ہر ایک نے کنویں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

عکس در چہ دید و از بیروں ندید — ہمچو شیرِ گول کاندر چہ دوید

عکس کو کنویں میں دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا — اُس احمق شیر کی طرح جو کنویں میں دوڑ گیا

از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود — ورنہ آں شیری کہ در چہ شد فرود

جو کچھ تجھے کنویں میں نظر آیا اُس کو باہر سے سمجھ — ورنہ تو وہی شیر ہے جو کنویں میں اُترا

برد خرگوشیش از رہ کاے فلاں — در تگِ چاہ ست آں شیرِ ژیاں

اُس کو خرگوش نے راستہ سے ہٹایا کہ اے فلاں! — وہ غضبناک شیر کنویں کی تہہ میں ہے

در رو اندر چاہ و کیں از وے بکش — چوں از و غالب تری سر بر کنش

کنویں میں جا اور اُس سے کینہ نکال — جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے اُس کا سر اکھاڑ دے

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد — از خیالِ خویشتن پُر جوش شد

وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا — اپنے خیال سے جوش میں آگیا

او نگفت[۳] ایں نقشِ او و دراب نیست — ایں بجز تقلیبِ آں قلاب نیست

اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس ہے اور وہ پانی میں نہیں ہے — یہ اُس پلٹ دینے والے کی پلٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

تو ہم از دشمن چو کینے می کشی — اے زبونِ شش غلط در ہر ششی

تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے — اے چھ (جہات) کے تابع تو چھ (جہات) میں غلط ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق ست — کز صفاتِ قہر آنجا مشتق ست

اُس میں وہ عداوت اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے — کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ تو ہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچتا ہے۔ اے زبونِ شش۔ تو شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہر ششی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمنی میں جو جذبۂ عداوت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

[۱] تا ز چرخ۔ جس طرح اُصطرلاب کے عنکبوت سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالےٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اُصطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ انبیاء۔ عوام انبیاء کی تعلیم کے واسطے سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

[۲] در چہ۔ اب انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے اُس کو اصل سمجھتا ہے حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنویں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ از بروں۔ اگر تو انسان کے فعل کو اصل سمجھے گا تو وہی احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ برد۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنویں میں غضبناک شیر ہے۔ در رو۔ کنویں کے اندر جا کر اُس سے بدلہ لے اور اُس کا سر اکھاڑ دے۔ آں مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُس کے بہکائے میں آگیا۔

[۳] او نگفت۔ اُس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو میرا نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتا رہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ

واں گنہ در وے ز عکسِ جرمِ تست
اور اس میں وہ گناہ تیرے جرم کا عکس ہے

بایدآں خو را زِ طبعِ خویش شست
اُس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیئے

خُلقِ زشتت اندرو رُویت نمود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اُس میں نظر آیا

کہ ترا او صفحۂ آئینہ بود
کیونکہ وہ تیرے لئے آئینہ کی سطح ہو گیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حسن
اے بھلے! جبکہ تونے اپنی بُرائی دیکھی ہے

اندر آئینہ بر آئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

می زند بر آب اِستارہ سَنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے

خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آگیا ہے

تا کُند او سعدِ ما را زیر دست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کرلے

خاکِ استیلا بریزی بر سرش
غلبہ کی خاک تو اس کے سر پر ڈال رہا ہے

چونکہ پنداری ز شبہہ اخترش
چونکہ تو اس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا

تو گماں بُردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

آں ستارہ نحس ہست اندر سما
وہ نحس ستارہ آسمان میں ہے

ہم بداں سُو بایدش کردن دوا
اُسی طرف اس کی تدبیر کرنی چاہیئے

بلکہ باید دل سُوی بیسُوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیئے

نحسِ ایں سُو عکسِ نحسِ بیسُوست
اس طرف کی نحوست، بے جہت کے سوء القضاء کا عکس ہے

دادِ دادِ حق شناس و بخشش
بخشش کو اللہ (تعالیٰ) کی بخشش اور عطا سمجھ

عکسِ آں داد است اندر پنج و شش
اُسی عطا کا عکس پانچ (حواس)، اور چھ (جہات) میں ہے

گر بُوَد دادِ خساں افزوں ز ریگ
اگر کمینوں کی عطا ریت سے بھی زیادہ ہو

تو بمیری واں بماند مُرد ریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائیگی

عکس آخر چند پاید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا

اصل بینی پیشہ کن اے کژ نگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ (تعالیٰ) نے جب نیازمندوں پر بخشش کی

با عطا بخشید شاں عمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عمر بخش دی

لے واں گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جرم کا عکس ہے تو اپنی اس جرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خُلقِ زشتت۔ تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ۔ جب تونے اُس کو اپنی بُرائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو بمنزلہ آئینہ کے ہے نہ مار۔

ع۲ می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اُس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اُس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تُو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

ع۳ آں ستارہ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی بلکہ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیئے تھی۔ داد۔ جس طرح اشیاء کی نحوست من جانب اللہ ہے اسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر بُوَد۔ انسانوں کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے۔ عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ

خَالِدِیْں شُد نعمت و مُنعَم عَلَیہ ۔ مُحیِیِ الموتیست فَاجنُوا اِلَیہ[1]

نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بن گئے ۔ وہ مُردے کو زندہ کرنے والا ہے، اُس سے التجا کرو

(۲۰)

دادِ حق با تُو در آمیزد چو جاں ۔ آنچناں کہ آں تُو باشی و تُو آں

اللہ (تعالیٰ) کی عطا تجھ سے جان کی طرح گھل مل جاتی ہے ۔ اِس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گر نماند اِشتہائی نان و آب ۔ بدہدت بے ایں دو قُوتِ مُستطاب

اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے ۔ وہ تجھے اِن دونوں کے بغیر پاکیزہ غذا دیتا ہے

فربہی[2] گر رَفت حق در لاغری ۔ فربہی پنہانت بخشد آں سَری

اگر فربہی جاتی رہی اللہ (تعالیٰ) لاغری میں ۔ اُس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پَری را قُوت از بُو می دہد ۔ ہر مَلَک را قُوتِ جاں اُو می دہد

جس طرح جن کو بُو سے روزی دے دیتا ہے ۔ ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تُو سازی زو سَند ۔ حق بعشقِ خویش زندت می کُند

جان کیا ہوتی ہے کہ اُس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟ ۔ اللہ (تعالیٰ) اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

زُو حیاتِ عشق خواہ و جاں مخواہ ۔ تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ

اُس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ ۔ تو اُس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خَلق[3] را چوں آب داں صاف و زُلال ۔ اندراں تاباں صِفاتِ ذُوالجلال

مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور نتھرا سمجھ ۔ اُسکے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

عِلمِ شاں و عدلِ شاں و لُطفِ شاں ۔ چوں ستارہ چرخ در آب رَواں

اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اُنکی محبت ۔ رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبد آں خلّاق را ۔ پادشاہاں جُملگی عاجز وُرا

بادشاہی اُسی خلاق کو زیب دیتی ہے ۔ سب بادشاہ اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مَظہرِ شاہیِ حق ۔ فاضلاں مِرآتِ آگاہیِ حق

بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مَظہر ہیں ۔ (وعالم)، فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست ۔ ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست

زمانے گذر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے ۔ چاند وہی چاند ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم ۔ لیک مُستبدَل شُد آں قرن و اُمَم

عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے ۔ لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

---

[1] مُحیی۔ اللہ کی شان مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو دراز زندگی بخشنا بھی ہے اُسی کی طرف پناہ پکڑنی چاہیئے۔ دادِ حق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گر نماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر و شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

[2] فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالٰی جن کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالٰی عشق کو درجۂ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زِ تُو۔ اللہ تعالٰی سے اسی زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

[3] خَلق۔ اب پھر مخلوق کے مَظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسانوں کی جملہ صفات اللہ تعالٰی کی صفات کا مَظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالٰی کی ہے یہ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالٰی کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور ظاہر وہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور لازمی

قرنہا بر قرنہا رفت اے ہمام[1] — ایں معانی برقرار و بر دوام

اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے — یہ معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مبدل شد دریں جو چند بار — عکس ماہ و عکس اختر برقرار

اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا — چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنااش نیست بر آبِ رواں — بلکہ بر اقطار عرض آسماں

کیونکہ اس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے — بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجوم معنویست — دانکہ بر چرخ معانی مستویست

یہ صفتیں معنوی ستاروں کی طرح ہیں — جان لے معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خوبرویاں[2] آئینہ خوبی او — عشق ایشاں عکس مطلوبی او

حسین اس کے حسن کا آئینہ ہیں — ان کا عشق اس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصل خود رود ایں خد و خال — دائما در آب کے ماند خیال

یہ خد و خال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں — عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات عکس آب جوست — چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست

سب صورتیں نہر کے پانی کا عکس ہیں — جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حول — خل دوشابست و دوشاب خل

پھر اس کی عقل نے کہا اس بھینگے پن کو چھوڑ — سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[3] را چوں غیر گفتی از قصور — شرم دار اے احول از شاہ غیور

اگر کوتاہی سے تو نے خواجہ کو غیر کہا ہے — اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر — جنس ایں موشان تاریکی مگیر

خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گزر گیا — اندھیری کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں — مغز بیں او را مبینش استخواں

خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ — گودا سمجھ، اس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشم ابلیس لعیں — منگر و نسبت مکن او را بطیں

خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے — نہ دیکھ، اور اس کی نسبت مٹی کی جانب نہ کر

ہمرہ خورشید را شپر مخواں — آنکہ او مسجود شد ساجد مداں

سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ — جو مسجود ہو گیا اس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

[1] قرنہا۔ صفات قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور مظاہر قائم ہے پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذات باری سے ہے۔ چرخ معانی۔ ذات باری تعالیٰ۔

[2] خوبرویاں۔ حسین اس کے حسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم۔ حسینوں کا حسن پھر مل جاتا ہے اور اصل کی طرف حسن واپس ہو جاتا ہے۔ چوں بمالی۔ جب صحیح نظر پیدا کرو گے تو معلوم ہو گا کہ ہمہ اوست ہے۔ باز عقلش۔ پہلے اس غریب الوطن نے خواجۂ مرحوم اور حضرت حق کو مغائر سمجھا تھا پھر اس کی عقل نے اس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے۔

[3] خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب عالم بالا میں پہنچ گیا وہ دنیا کا چوہا نہ تھا جسم گراں۔ خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی بتنگر۔ شیطان نے صرف حضرت آدم کی مٹی کو دیکھا تو ایسا نہ کر خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہ خورشید۔ خواجہ کو ذات الٰہی سے قربت حاصل تھی مسجود۔ جس حیثیت سے حضرت آدم مسجود ہو گئے تھے ساجد نہ تھے

عکسہا[51] را ماند و ایں عکس نیست
عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے

در مثالِ عکس حق بنمود نیست
عکس جیسے میں اللہ (تعالیٰ) تجلی میں ہے

آفتابے دید و اُو جامد نماند
اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا

روغنِ گُل روغنِ کُنجد نماند
پھول والا تیل، تل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق
اللہ کے اَبدال جبکہ تبدیل ہو گئے ہیں

نیستند از خلق برگرداں ورق
وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں ورق پلٹ دے

قبلہ[52] وحدانیت دو چوں بُوَد
توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟

خاک مسجودِ ملائک چوں شود
مٹی ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دید عکسِ سیب مَرد
جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا

دامنش را دیدِ آں پُر سیب کرد
اُسکے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال
جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟

چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال
جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبین و جاں مکن کاں بُکمٌ و صُمٌّ
جسم نہ دیکھو اور جان کو تباہ نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں نے

کَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ
حق کو جھٹلایا، جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ احمد بُدست
تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا "احمد ہوئے

دیدنِ اُو دیدنِ خالق شُدست
اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مر اُو را برگزید از انس و جاں
اللہ (تعالیٰ) نے انکو انسانوں اور جنوں میں سے چن لیا

رحمۃٌ لِلعالمینش خواند ازاں
اسی لئے ان کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردن ست
اُنکی خدمت کرنا اللہ (تعالیٰ) کی خدمت کرنا ہے

روز[53] دیدن دیدنِ آں روزن ست
دن کا دیکھنا اِس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن دُرخشاں از خود ست
خصوصاً یہ دریچہ جو خود روشن ہے

بے ودیعت آفتاب و فرقد ست
سورج اور فرقد کے ذریعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید زد بر روزنے
اِسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے

لیک از راہ و سُوئے معہود نے
لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

---

[51] عکسہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُس میں تجلی حق نمایاں تھی۔ آفتابے۔ بمشاہدہ حق کی وجہ سے اُس کی جمادیت اور جسمیت ختم ہو گئی تھی۔ روغن۔ تل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ اَبدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصافِ خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو عام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اِس موضوع کو ختم کردے۔

[52] قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملائک کی مسجود آدم کی مٹی نہیں ہو سکتی۔ چوں۔ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں در حقیقت میں عکس نہیں ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہو اور اُس کے سیبوں سے دامن بھرا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہے تو آدم میں بھی در اصل صفاتِ حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکس تھے۔ جوال۔ سامان لادنے کا بورا۔ تن مبیں۔ آدم کو محض جسم سمجھ کر جان کو ہلاک نہ کرنا اس لئے کہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ انھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر اُن کی تکذیب کر دی تھی۔ ما رمیت۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کو حق تعالیٰ کی عینیت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔ آنحضورؐ کو رحمۃ للعالمین اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ جن و انس کے سردار تھے۔

[53] روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے اُسکو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ از خود۔ آنحضورؐ کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیاء اور اولیاء نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب۔ یعنی انبیاء۔ فرقد۔ فرقدین دو ستارے ہیں قطب شمالی کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم ازاں۔ آنحضورؐ پر اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے پڑتا تھا۔

درمیانِ شمس و[1] ایں روزن رہے — ہست و زنہاں شد زاں آگہے

سورج اور اس دریچہ کے درمیان راستہ ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش — اندریں روزن بود نورش بجوش

تاکہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آئے — اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے

غیر راہِ ایں ہوا و شش جہت — درمیانِ روزن و خور مالفت

اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا — دریچہ اور سورج کے درمیان الفت ہے

مدحت و تسبیحِ او تسبیحِ حق — میوہ می روید زعینِ ایں طبق

آپ کی تعریف اور تنزیہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے — اسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت — عیب نبود گر نہی نامش درخت

اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہے — اگر تو اس کا نام درخت رکھدے تو برائی نہ ہوگی

ایں[2] سبد را تو درختِ سیب خواں — کہ میانِ ہر دو راہ آمد نہاں

تو اس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے — کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ باروَر — زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر

جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے — اسی قسم کا پھل اس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں — زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں

پس تو ٹوکرے کو نصیبہ ور درخت سمجھ — اس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اطلاق آورد اے مہرباں — ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں

اے مہربان! روٹی جب دست لگا دے — تو اس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ[3] رہ چوں چشم روشن کرد و جاں — خاکِ او را سرمہ بین و سرمہ داں

راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی — اس کی گرد کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان

چوں ز روئے ایں زمیں تابد شرق — من چرا بالا کنم رُو در عیوق

جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے — میں عیوق میں سر اونچا کیوں کروں؟

شد فنا ہستش مخواں اے چشمِ شوخ — در چنیں جُو خشک کے ماند کلوخ

اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے انکو ہست نہ سمجھ — ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

---

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضورؐ کو پہنچا جس سے دوسرے انبیاء واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضورؐ کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کیلئے کوئی مانع بھی آئے تو آنحضورؐ میں جو نور ہے وہ خود بخود جوش مارتا ہے اولیاء کے لئے حجابات بشریہ استفادۂ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیر این راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے تکیف ہونے اور شش جہات سے پہنچتی ہے لیکن آنحضورؐ وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اس سے الفت خاصہ ہے۔ مدحت۔ اب اس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اور تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اگ پڑے تو اگر اس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ انہیں خود بخود پھل اگ پڑیں تو انکو پھلدار درخت سمجھ کیونکہ درخت اور اس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست لگ جائیں اسکو سقمونیا کہنا چاہیئے جسکی خاصیت دست لاتا ہے۔ محمودہ۔ سقمونیا جسکے کھانے سے دست آجاتے ہیں ———

[3] خاک۔ بستی میں اگر سرمہ کی خاصیت ہو تو اسکو سرمہ کہا جا سکتا ہے۔ چوں ز روی۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہو جائے تو انکے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ ایسیں یا مشتری ہے شعری ضرورت سے مخفف پڑھی جائیگی ایک سرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی داہنی جانب ہوتا ہے۔ شد فنا۔ آنحضورؐ کے اوصاف بشریہ فنا ہو چکے تھے بحر توحید میں غوطہ کھانے سے بشری صفت کہاں رہ سکتی ہے۔

پیشِ[1] ایں خورشید کے تابد ہلال — باچناں رستم چہ باشد زورِ زال

اِس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے؟ — ایسے رستم کے سامنے بڑھیا کا زور کیا ہوگا؟

طالب ست و غالب ست آں کردگار — تا ز ہستیہا برآرد اُو دمار

وہ خدا طالب اور غالب ہے — حتیٰ کہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دو مگوے و دو مخوان و دو مداں — بندہ را در خواجۂ خود محو داں

دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ — غلام کو اپنے آقا میں مٹا ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں — فانی ست و مُردہ و مات و دفیں

خواجہ بھی خواجہ کو پیدا کرنے والے نور میں ہے — فانی ہے اور مُردہ ہے اور میت ہے اور مدفون ہے

چوں[2] جدا بینی ز حق ایں خواجہ را — گُم کُنی ہم متن و ہم دیباجہ را

اگر تو اس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا — تو متن اصل اور دیباچہ کو گم کردے گا

چشمِ دل را ہیں گذارہ کُن ز طیں — ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں

خبردار! دل کی آنکھ کو مٹی سے آگے بڑھا — یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف — آتشے در خف[3] فتاد و رفت خف

جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا — سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دو بیں ہمچو آں غریبِ شہرِ کاش عُمَر نام کہ از یک دکانش

دو دیکھنے والے کی مثال اُس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ

بسببِ آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و اُو فہم نہ

اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دکان سے دوسری دوکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا

کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنیٰ کہ بعمرنام، نان

کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے

نفروشند ہم ایں جا تدارک کُنم کہ من غلط کردم نامم عمر

ہیں، اِسی جگہ تدبیر کرلوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں

نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کُنم نان یابم از

ہے جب اِسی دکان پر تدارک اور توبہ کروں گا شہر کی تمام

شہر کا نام ہے مولانا کبھی کاشش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عمر ہوتا اُس سے کوئی لین دین گھاما نہ کرتے تھے۔

[1] پیشِ ایں خورشید۔ آنحضورؐ پر وہ تجلی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سما گئی تھی۔۔ رستم۔ تجلی حق۔ زال یعنی آنحضورؐ کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ دو مگوی۔ اب فنا کے بعد اِس اعتبار سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنا فی الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فانی فی اللہ ہے تو اب مرید مزید ترقی کر کے فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

[2] چوں جدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور اُن میں دوئی کا قائل رہیگا تو مقصد اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشم دل۔ تو اِس شیخ کی صورت سے گذر اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آتشے۔ محرومی اِس طرح کی ہوگی جیسے چقماق کو سے سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائیگا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔

[3] خف۔ سوختہ۔ مثل۔ دو بینی کے مضر اثرات پر قصّہ نقل کیا ہے۔ کاش۔ ایک

همه دکانهائے شہر و اگر بے تدارک ہمچنیں عمر نام باشم

دکانوں سے روٹی حاصل کروں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا

ازیں دکان در گذرم محروم مانم و احوالِ ایں دکانہا

تو اس دکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی

از ہم جدا دانستہ باشم

میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا

گر عمر نامی تو اندر شہرِ کاش[1] | کس نیفروشد بصد دانگت لواش

اگر تو عمر نام کا ہے، کاشس شہر میں | تجھے سو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا

چوں بیک دکاں بگفتی عمرم | ایں عمر را ناں فروشید از کرم

جب تو نے ایک دکان پر کہا کہ میں عمر ہوں | مہربانی سے اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کردو

او بگوید رو بداں دیگر دکاں | زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں

وہ کہے گا جا، اس دوسری دکان پر | کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے

گر نبودے احول او اندر نظر | او بگفتے نیست دکانِ دگر

اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا | وہ کہہ دیتا دوسری دکان ہی نہیں ہے

پس زدے اشراقِ آں نا احولی[2] | بر دلِ کاشی شدے عمر علی

اس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی | کاشی کے دل پر، عمر علی بن جاتا

ایں ازیں جا گوید آں خباز را | ایں عمر را ناں فروش اے نانبا

یہ یہیں سے اس نانبائی سے کہتا ہے | اے نانبائی! اس عمر کو روٹی بیچ دے

چوں شنید او ہم عمر از احولی[3] | در کشید آں ناں کہ ہست آنِ علی

جب اس نے عمر نام سنا اس نے بھی بھینگے پن سے | وہ روٹی ہٹالی کہ یہ علی کی ہے

پس فرستادش بدکانِ بعید | ناں ز پیشِ روی او اندر کشید

پھر اس کو دور دکان پر بھیج دیا | اس نے روٹی اس کے سامنے سے ہٹالی

کیں عمر را ناں دہ اے انبازِ من | راز یعنی فہم کن ز آوازِ من

اے میرے شریک! اس عمر کو روٹی دیدے | یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا

او ہمت زاں سو حوالہ می کند | ہیں عمر آمد کہ تا بر ناں زند

وہ بھی تجھے اس جانب حوالہ کردے گا | خبردار! عمر آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کرے

---

[1] گر عمر۔ اگر تیرا نام عمر ہے تو کاش والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دینگے۔ لواش۔ ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ چوں۔ اگر تو ایک دکان پر جاکر اپنا نام عمر بتادے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دکان سے خرید لے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ گر نبود۔ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عمر نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

[2] پس زدے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عمر کے علی بتا دیتا تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دکاندار اُس عمر کو علی سمجھ کر روٹی دیدیتا۔ ایں۔ یہ پہلا نانبائی دوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اس کو روٹی دیدے اور مقصد اس نانبائی کا اس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کردے۔

[3] چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عمر کو روٹی دینے سے انکار کر رہا ہے حالانکہ عمرؓ اور علیؓ دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ فرستادش۔ اُس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہہ دیا کہ عمر آ رہا ہے اسکو روٹی دیدے اور میری آواز سے راز سمجھ جا کہ مقصد اس کا عمر نام بتانا ہے۔ او ہمت۔ او ہم ترا یعنی وہ تیسرا نانبائی دوسرے کا حوالہ دیکر زور سے کہہ دیتا ہے کہ عمر آ رہا ہے اسکو روٹی دیدے۔

چوں بیک دکاں عمر بودی برو ۔ درہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا، چلا جا ۔ پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

ور بیک دکاں علی گفتی بگیر ۔ ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دکان پر تونے علی کہدیا لے لے ۔ روٹی اسی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر کلفت کے

احول دو بیں چو بے بر شد زنوش ۔ احول صد بینی اے مادر فروش
جب دو دیکھنے والا بھینگا شہد سے محروم ہو گیا ۔ اے مادر بخطا! تو سو دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا ز احولی ۔ چوں عمر میگرد چوں نبوی علی
دنیا کے اس کاشان میں بھینگے پن سے ۔ عمر کی طرح چکر لگا جبکہ تو علی نہیں ہے

ہست احول را دریں ویرانہ دیر ۔ گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ ثم خیر
بھینگے کے لئے اس ویران بت کدے میں ۔ گوشہ گوشہ میں از سر نو پھرتا ہے کہ وہاں بھلائی ہے

ور دو چشمِ حق شناس آمد ترا ۔ دوست پر بیں عرصۂ ہر دو سرا
اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں ۔ دونوں جہان کے میدان کو دوست سے پر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جابجا ۔ اندریں کاشانِ پر خوف و رجا
تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا ۔ اس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر ۔ ہمچو ہر جو تو خیالش ظن مبر
تو نے اس نہر میں غنچہ مع درخت کے دیکھ لیا ۔ اسکے بارے میں ہر نہر کی طرح گمان نہ کر

کہ ترا از عینِ ایں عکسِ نقوش ۔ حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ تیرے لئے عین ان نقشوں کے عکس سے ۔ حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حول حر می شود ۔ عکس می بیند سبد پر می شود
اس پانی سے، آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے ۔ عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پس بمعنیٰ باغ باشد ایں نہ آب ۔ پس مشو عریاں چو بلقیس از حباب
حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے نہ کہ پانی ۔ تو بلقیس کی طرح بلبلے سے ننگا نہ بن

بارِ گونا گونست بر پشتِ خراں ۔ ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
گدھوں کی کمر پر قسما قسم کے بوجھ ہیں ۔ خبردار! ان گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

لہ چوں بیک دکان۔ جب تو ایک دکان پر عمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملیگی۔ ور بیک۔ اگر وہ ان دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور شروع میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ احول دو بین۔ اس مسافر کا بھینگا پن جو معمولی تھا وہ اس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اس کی محرومی کو اس پر قیاس کرے کہ کس قدر ہوگی۔ مادر فروش۔ ماں سے زنا کرا کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا پن نہ چھوڑیگا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھے گا وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہوگا کبھی کسی کی طرف بھلائی سمجھ کر متوجہ ہوگا۔

لہ ور دو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہو گئی تو سب موجودات کو ایک موجودِ حقیقی کا سایہ سمجھیگا اور صرف اس کی طرف توجہ کریگا۔ وارہیدی۔ جابجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائیگا۔ اندریں۔ اب ان اولیاء کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہو گئے ہیں اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اسکو اور عکسوں کیطرح نہ سمجھ۔ کہ۔ یعنی عین حقیقت حق بنجائے اور وہ حقیقت تجھے میوے عطا کرنے لگے چشم۔ اہل اللہ کی صحبت سے صحیح نظر حاصل ہو جاتی ہے یہ عکس ہیں لیکن انہی سے اصل کا فائدہ ہو جاتا ہے اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

لہ پس۔ یہ اہل اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ انمیں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عین حقیقت، اور باغ ہیں۔ پس۔ تو اسطرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے غیر آب کو آب سمجھ لیا یعنی تو ان بزرگوں کو باغ کی بجائے

بر یکے خر بارِ لعل و گوہر ست — بر یکے خر بارِ سنگ و مرمر ست

ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھا ہے — دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جُوہا تو ایں حکمت مراں — و اندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں

تو سب نہروں پر اپنا یہ حکم نہ چلا — اُس نہر میں چاند کو دیکھ، اسکو اسکا عکس نہ کہہ

آبِ خضر ست ایں نہ آبِ دام و دد — ہر چہ اندر وے نماید حق بُود

یہ خضرؑ کا پانی ہے، نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی — اُسمیں جو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

زیں تگِ جُو ماہ گوید من مہم — من نہ عکسم، ہمحدیث و ہم رہم

اس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے، میں چاند ہوں — میں عکس نہیں ہوں، میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جُو آنچہ بر بالاست ہست — خواہ بالا خواہ در وے دار دست

اس نہر میں، جو اوپر ہے وہی ہے — خواہ اوپر، خواہ اندر، ہاتھ بڑھا

از دگر جُوہا مگیر ایں جُوئے را — ماہ داں ایں پرتوِ مہر وئے را

دوسری نہر پر اس نہر کو قیاس نہ کر — اس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

اندریں جُو ہر چہ داری تو مراد — باز بیں و شکر گو بہرِ زیاد

تو جو مراد رکھتا ہے، اس نہر میں تلاش کرلے — پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لیے شکر ادا کر

اندریں جُو ہر چہ می خواہی ببیں — از نعیم و ناز و تاج و مُلک و دیں

تو جو چاہتا ہے، اِس نہر میں دیکھ لے — ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جُملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون — گشت موجود اندر و بے بُعد و بَون

دونوں جہاں کی مخلوق کے تمام مقاصد — اُسکے اندر بغیر بُعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب — بس گریست از دردِ خواجہ شد کئیب

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ پردیسی — بہت رویا خواجہ کے درد سے غمگین ہوگیا

توزیع کردنِ پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدنِ اندک چیز و رفتنِ آں غریب بتربتِ محتسب بزیارت و ایں قصہ را بر سرِ گورِ اُو گفتن بطریق نوحہ

مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع ہونا اور اُس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ کے طریقے پر اِس قصہ کو اسکی قبر پر کہنا

۵۱ بر یکے۔ مختلف انسان اس طرح ہیں کہ کسی پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھا ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہٖ چاند موجود ہے اُس کو عکس نہ سمجھ۔ آب۔ اس نہر کا پانی آبِ حیوۃ ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے اُسمیں جو نظر آئے گا۔ وہ محض عکس نہ ہوگا بلکہ عینِ حقیقت ہوگی۔
۵۲ زیں تگ۔ اِس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہو سکتا۔ اندریں۔ اس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہوگا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اِس نہر کو ایسا نہ سمجھ اِس عکس کو تو بعینہٖ چاند سمجھ۔
۵۳ اندریں۔ اِس نہر سے تیرے آخروی اور دنیاوی سب مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن چندہ جمع کرنا۔ پائمرد۔ مددگار۔

واقعهٔ[۵۱] آں وامِ اُو مشہور شُد — پائمرداز دردِ اُو رنجور شُد

اُس کے قرض کا قصہ مشہور ہوگیا — مددگار، اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت — از طمع می گفت ہر جا سرگذشت

چندہ جمع کرنے کے لئے شہر کے چاروں طرف گھوما — لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

ہیچ ناورد از رہِ کدیہ بدست — غیرِ صد دینار آں کدیہ پرست

بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا — اُس بھکاری کے، سوائے سَو دینار کے

پائمرد آمد بدو دستش گرفت — شُد بگورِ آں کریمِ بس شگفت

مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا — اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

گفت[۵۲] چوں توفیق یابد بندهٔ — کو کُند مہمانیِ فرخندهٔ

بولا جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو — کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

مالِ خود ایثارِ راہِ اُو کُند — جانِ خود ایثارِ جاہِ اُو کُند

اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے — اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

شکرِ اُو شکرِ خدا باشد یقیں — چوں باحساں کرد توفیقش قریں

اُس کا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے — کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

ترکِ شکرش ترکِ شُکرِ حق بُود — حقِ اُو لاشک بحق مُلحق شود

اُس کا شکر نہ کرنا، اللہ کا شکر نہ کرنا ہے — اُس کا حق اللہ (تعالیٰ) کے حق سے وابستہ ہوگیا

شُکر می کُن مر خدا را در نِعم — نیز می کُن شکر و ذکرِ خواجہ ہم

نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ — نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

رحمتِ[۵۳] مادر اگرچہ از خدا است — خدمتِ اُو ہم فریضہ ست و سزا است

ماں کی محبت اگرچہ خدا کی جانب سے ہے — اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

زیں سبب فرمود حق صَلّوا علیہ — کہ محمدؐ بُود محتاجٌ الیہ

اسی لئے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو — کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

در قیامت بندہ را گوید خدا — ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا

قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا — ہاں تُونے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

گوید اے ربّ شکرِ تو کردم بجاں — چوں ز تو بُود اصلِ آں روزی و ناں

وہ کہے گا اے خدا! میں نے (دل و جان سے) تیرا شکر کیا — کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

---

۵۱ واقعہ۔ اُس پردیسی کے قرض کا قصہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُسکا ہمدرد بنگیا۔ توزیع۔ تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کیلئے شہر کا گشت شروع کردیا اور اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھاکر اُسکو چندہ دیدیں اُس کا سارا قصہ بیان کرنا شروع کردیا۔ ہیچ۔ اُس مددگار کو سارے شہر سے صرف سَو دینار چندے میں ملے۔ کدیہ پرست بھکاری یعنی مددگار۔ پائمرد۔ اُس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اُس پردیسی کا ہاتھ پکڑکر محتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔

۵۲ گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اُس میزبان کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ ترک۔ ایسے میزبان کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکر می کن چونکہ محتسب نے تجھ پر احسان کئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور محتسب کا بھی شکر گزار بن۔

۵۳ رحمتِ مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لئے واسطہ ہیں اسلئے ہمیں اُنکا شکریہ ادا کرنے کیلئے اُن پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ درقیامت۔ خدا قیامت میں بندے سے کہیگا میں نے تجھے نعمتیں دی تھیں تونے کیا کیا وہ کہیگا چونکہ اصل روٹی دینے والا تو تھا میں نے تیرا شکریہ ادا کیا۔

گویدش[1] حق نے نکردی شکرِ مَن
اللہ (تعالیٰ) اُس سے فرمائیگا تو نے میرا شکریہ ادا نہیں کیا

چوں نکردی شکرِ آں اکرام وفن
جبکہ تو نے اُس اکرام اور ہُنر کا شکریہ نہ ادا کیا

بر کریمے کردۂ ظلم و ستم
تو نے سخی پر ظلم اور ستم کیا

نے ز دستِ اُو رسیدت نعمتم
کیا میری نعمتیں اُسکے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں

چون بگورِ آں ولیِ نعمت رسید
جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا

گشت گریاں زار و آمد در نشید
(زار، زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا

گفت اے پشت و پناہِ ہر نبیل
بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ

مُرتجا و غوثِ ابنا ء السّبیل
مسافروں کی امیدگاہ اور مدد!

اے[2] غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت
اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا

اے چو رزقِ عام احسان و برّت
اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کیطرح تھا

اے فقیراں را عشیر و والدین
اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا

در خراج و خرج و در ایفائے دین
آمدنی اور خرچ میں اور قرض ادا کر دینے میں

اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر
اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لئے موتی

دادہ تحفہ سوئے دُوراں از مطر
دیئے، دُور والوں کو بارش کا تحفہ

پشتِ ما گرم از تو بود اے آفتاب
اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی

رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب
تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا

اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ
اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی

اے چو میکائیل[3] راد و رزق دہ
اے وہ کہ میکائیل کیطرح سخی اور رزق دینے والا تھا

اے دلت پیوستہ با دریائے غیب
اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا

اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب
اے وہ کہ شرافت کے (کوہ) قاف میں غائب عنقا ہے

یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت
تو نے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا

سقفِ قصرِ ہمتت ہر گز نکفت
تیری ہمت کے قلعے کی چھت میں کبھی شگاف نہ ہوا

اے من و صد ہمچوں من در ماہ و سال
اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں (ہر) ماہ اور سال میں

مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
تیرے لئے تیری نسل کی طرح اولاد بنے تھے

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما
ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان

نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما
ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیب

---

[1] گویدش۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا جبکہ تو نے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ بر کریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روزی دلائی تھی تو نے اسکا شکریہ ادا نہ کر کے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے، یہ سب باتیں مددگار نے اُس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولیِ نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل مسافرین۔

[2] اے۔ قبر کے پاس پہنچکر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ہمیں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دسترخوان عوام کیلئے کھلا ہوا تھا۔ عشیر۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے سمندر ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دُور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابرویت۔ کبھی کسی کو دیکھکر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑتی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

[3] میکائیل۔ حضرت میکائیل مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ عنقا۔ معزز پرندہ ہے۔ نکفت۔ از کفتن بمعنی شگافتن۔ من۔ میرا اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو

[illegible]

ایں ہمہ از حق بُدو تو واسطہ — درمیانِ ما و حق تو رابطہ

یہ سب اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے تھا اور تو واسطہ تھا — ہمارے اور اللہ (تعالیٰ) کے درمیان تو رابطہ تھا

تو نمُردی[51] ناز و بختِ ما بمُرد — عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد

تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیبہ مرگیا — ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مرگیا

واحد کالف در رزم و کرم — صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم

(تو) ایک ہزار کیطرح تھا شجاعت اور سخاوت میں — نعمتیں صرف کرنے کے وقت سَو حاتم کیطرح تھا

حاتم ار مُردہ بمُردہ میدہد — گردگانہایِ شمردہ میدہد

حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا — گنتی کے اخروٹ دیتا تھا

تو حیاتے میدہی در ہر نفس — کز نفیسی می نگنجد در نفس

تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا — کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

تو حیاتے میدہی بس پائدار — نقدِ زرِّ بے کساد و بے شمار

تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا — کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے[52] نابودہ یک خوی ترا — اے فلک سجدہ کناں کوی ترا

تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنا — اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگِ غم لطفت شبان — چوں کلیم اللہ شبانِ مہرباں

مخلوق کیلئے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی — جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانیِ موسیٰ علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے بھاگنا اور اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت — پایِ موسیٰؑ آبلہ شد نعل ریخت[53]

ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی — (حضرت) موسیٰؑ کے پاؤں میں آبلہ ہوگیا اور تھک گئے

در پئے اُو تا بشب در جستجو — واں رمہ غائب شدہ از چشمِ اُو

اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے — وہ گلہ اُن کی نگاہ سے غائب ہوگیا

گوسپند از ماندگی شد سست و ماند — پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند

بکری تکان سے سُست ہوگئی اور رہ گئی — تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

[51] تو نمردی۔ آج صرف تو نہیں مرا بلکہ ہمارے سارے منافع مُردہ ہوگئے۔ واحد۔ تو ایک نہ تھا بلکہ رزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کیطرح تھا حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائیدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

[52] وارثے۔ تیری اِن فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق۔ مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰؑ کے اِس قصہ سے اُنکی بکریوں کی حفاظت اور اُن پر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

[53] نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آجانا۔ واں رمہ۔ جس گلہ کی وہ بکری تھی اُس گلہ سے حضرت موسیٰؑ بہت دور ہوگئے۔ گوسپندے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گر گئی حضرت موسیٰؑ نے اُس کے پاس پہنچکر اُس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اُس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پُشت و سرش
اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے

می نوازش کرد ہمچُو مادرش
ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[۱] ذرّہ تیرگی و خشم نے
آدھا ذرّہ کدورت اور غصہ نہ تھا

غیر مہر و رحم و آب چشم نے
سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم بر منت رحمے نبُود
فرمایا میں نے مانا، تجھے مجھ پر رحم نہ آیا

طبع تو بر خود چرا استم نمُود
تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

با ملائک گفت یزداں آں زماں
خدا (تعالےٰ) نے اُسوقت فرشتوں سے فرمایا

کہ نبُوّت را ہمی زیبد فلاں
کہ فلاں نبوّت کے لائق ہے

مُصطفےٰ فرمُود خود کہ ہر نبی
خود (حضرت) مُصطفیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے

کرد چوپانیش بر[۲]نا یا صبی
جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شبانی کردن و آں امتحاں
چرواہا پن اور اُس آزمائش کے بغیر

حق ندادش پیشوائی جہاں
حق (تعالےٰ) نے اُسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شود پیدا وقار و صبر شاں
تاکہ اُن کا وقار اور صبر ظاہر ہو جائے

کرد شاں پیش از نبوّت حق شباں
اللہ (تعالےٰ) نے اُنکو نبوّت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تو نیز اے پہلوا
ایک سوال کرنیوالے نے کہا آپ بھی اے سردار!

گفت من ہم بُودہ ام دہرے شباں
فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر[۳] امیرے کو شبانی بشر
ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا پن

آنچناں آرد کہ باشد موتمر
اس طرح کرے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود
اپنے چرواہے پن میں حضرت موسیٰؑ کی بُردباری کیطرح

اُو بجا آرد بتدبیر و خرد
وہ تدبیر اور عقل سے بجالائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے
لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اسکو چوپانی عطا فرما دے گا

بر فرازِ چرخِ مہ رُوحانیے
روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچنانکہ انبیا را زیں رعا
جس طرح انبیاء کو اس چرواہے پن سے

برکشید و داد رعی اصفیا
بلند کردیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دیدی

خواجہ بارے تو دریں چوپانیت
اے خواجہ! البتہ تونے اسی چوپانی میں

کردی آنچہ کور گردد شانیت
وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

---

[۱] نیم۔ بکری کی اِس حرکت سے انھیں ذرّہ برابر غصہ نہ آیا اور اُسکی درماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تونے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ با ملائک۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ باتیں سُنکر حضرت حق تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰؑ جیسا بُردبار نبوّت کے لائق ہے۔ مصطفےٰ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

[۲] برنا۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور بُردباری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلّے سے اِدھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اُس پر غصہ بھی نہیں اتارا جاسکتا معمولی چوٹ سے مر جاتی ہے۔ گفت جب حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکّہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔

[۳] ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی طرح مخلوقِ خدا کی چوپانی کریگا اور اپنی تدبیر اور عقل سے اُنکی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم اللہ تعالیٰ اُسکو لامحالہ چوپانی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں جسطرح انبیاؑ کو اسی چوپانی سے منصب نبوّت حاصل ہوا ہے خواجہ۔ یہ مسافر

کا مقولہ ہے کہ اے محتسب تونے چونکہ انسانوں کی چوپانی کی ہے۔ شانی۔ دشمن۔

دائمم آنجا در مکافاتِ ایزدت ۱۵ — سروریِ جاودانہ بخشدت

میں جانتا ہوں کہ بدلہ میں اُس جگہ تجھے خدا — ہمیشہ کی سرداری عنایت کر دے گا

بر اُمیدِ کفِ چوں دریایِ تو — بر وظیفہ دادن و ایفائے تو

تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی امید پر — تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا ایفا کرنے پر)

وام کردم من ہزار از زر گزاف — تو کجائی تا شود ایں دُرد صاف

میں نے تو ہزار اشرفیاں بے احتیاطی سے قرض کر لیں — تو کہاں ہے؟ تاکہ یہ تلچھٹ صاف ہو جائے

تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم — با منِ خستہ بجا آری نعم

تو کہاں ہے؟ تاکہ سَو گنا کرم — ہاں، مجھ عاجز کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا دو صد لطف و عطا — با غریبِ خستہ دل آری بجا

تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا — خستہ دل، پردیسی کے ساتھ بجا لائے

تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن — گوئیم بستاں دو صد چنداں ز من

تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا — تو مجھ سے کہے، مجھ سے دو سو گنا لے

تو کجائی تا مرا خنداں کُنی — لطف و احساں چوں خداونداں کُنی ۵۲

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے — آقاؤں کی طرح، مہربانی اور احسان کرے

تو کجائی تا بَری در مخزنم — تا کُنی از وام و فاقہ ایمنم

تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لیجائے — تاکہ مجھے قرض اور فاقہ سے مطمئن کر دے

من ہمی گویم بس و تو مفضلم — گفتہ کایں ہم گیر از بہرِ دلم

میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے — کہے کہ یہ بھی میری خاطر لے

چوں ہمی گنجد جہانے زیرِ طیں — چوں بگنجد آسمانے در زمیں

مٹی کے نیچے، ایک عالم کیسے سماتا ہے؟ — ایک آسمان، زمین کے نیچے کیسے سماتا ہے؟

حاش للہ تو برونی زیں جہاں — ہم بوقتِ زندگی ہم ایں زماں

حاش للہ، تو اس دنیا کے باہر ہے — زندگی کے وقت میں بھی، اسوقت بھی

در ہوائے غیب مُرغے می پرد — سایۂ اُو بر زمیں می گسترد

غیب کی فضا میں ایک پرند اُڑ رہا ہے — اُس کا سایہ زمین پر بچھ رہا ہے

جسم سایہ سایۂ دلست ۵۳ — جسم کے اندر خورِ پایہ دلست

جسم، دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے — جسم، دل کے رُتبہ کے لائق کب ہے؟

۱۵ دائمم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخشدی ہے۔ بر اُمید اُس پردیسی نے کہا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرضے لینے میں بے پروائی برتی اور نو ہزار قرض کر لیا اب تو کہاں ہے کہ میرے مکدر عیش کو صاف کر دے۔ تو کجائی۔ اب تو کہاں ہے کہ مجھے نعمتیں عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب اسکی موت کی حسرت کیساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے گوئیم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض سے دو سو گنا مجھ سے لیجا۔

۵۲ خداونداں۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہمی گویم میں کہوں کہ یہ عطا میرے لئے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے لے۔ مفضل۔ بہت احسان کرنیوالا۔ چوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیرِ زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی ملاءِ اعلیٰ میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو دراصل روح تھا جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اُس کے سایہ کے ہے۔

۵۳ دلست۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روحِ اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روح زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اسکا تعلق ہر شخص سے روح حیوانی کے ذریعے ہے تو

مردِ خفتہ[۵۱] روحِ اُو چوں آفتاب — در فلک تابان و تن در جامہ خواب

انسان سویا ہوا ہے اُسکی روح سورج کیطرح ہے — آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف — تن تقلب می کند زیرِ لحاف

روح، خلا میں گوٹ کی طرح مخفی ہے — جسم لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

روح چوں مِن امرِ ربی مختفی ست — ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست

روح چونکہ میرے رب کے امر میں سے ہے پوشیدہ ہے — میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

اے عجب کو لعلِ شکر بارِ تو — واں جواباتِ خوش و اسرارِ تو

ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانیوالا لعل کہاں ہے؟ — وہ تیرے بھلے جوابات اور اسرار کہاں ہیں؟

اے عجب کو آں عقیقِ قند خا — آں کلیدِ قفلِ مشکلہائے ما

ہائے تعجب، وہ شکر چبانیوالا عقیق کہاں ہے؟ — وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے)؟

اے عجب کو آں دمِ چوں ذوالفقار — آنکہ کردے عقلہا را بیقرار

ہائے تعجب، وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟ — وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو — کُو و کُو و کُو و کُو و کُو و کُو

گھونسلہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک — کوکو اور کوکو اور کوکو

کُو[۵۲] ہمانجا کہ صفاتِ رحمت ست — قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست

کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں — قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

کُو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اَش — دائم آنجا بُد چو شیر و بیشہ اَش

کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُسکا خیال — ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُسکی کچھار کی طرح

کُو ہمانجا کہ اُمیدِ مرد و زن — میرود در وقتِ اندوہ و حزن

کہاں ہے، وہاں ہے کہ جہاں مرد و زن کی امید — رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

کُو ہمانجا کہ بوقتِ علتے — چشم پر در بر اُمید[۵۳] صحتے

کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت — صحت کی امید پر آنکھ اٹھتی ہے

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے — باد جوئی بہرِ کشت و کشتیے

اُس طرف کہ برائی کے دفعیہ کے لئے — کھیتی اور کشتی کیلئے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

آں طرف کہ دل اشارت میکند — چوں زباں یاھُو عبارت میکند

اُس جانب کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے — جب زبان "یاھُو" کہتی ہے

[۵۱] مرد خفتہ۔ نیند کی حالت میں جسم لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور روح عالمِ مجردات میں درخشاں ہے۔ روح۔ روح کو قرآن نے امرِ رب کہکر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جاسکتی۔ اے عجب۔ اب پھر محتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔ عقیقِ قند خا یعنی شیریں کلام ہونٹ۔ کلید یعنی زبان۔ دم یعنی کلام۔ آنکہ۔ اِس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلاء اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہوجاتے تھے۔ چند۔ فاختہ کی کوکو بھی کجا کجا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

[۵۲] کو۔ تو کہتا ہے کہ محتسب کہاں ہے تو سُن لے کہ وہ اسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ کہ دل۔ یعنی محتسب اُس جگہ ہے جہاں اُسکا خیال اِسی طرح لگا رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر یعنی دربارِ خداوندی پر۔

[۵۳] امید۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ آں طرف۔ جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دل اشارہ۔ جب ذکر کرنیوالا یاھُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اُو معَ اللّٰہ ہست بے کُو کُو ہمے ۔۔۔ کاش جولاہانہ "ماکو" گفتمے

وہ بغیر کو کو کے اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ ہے ۔۔۔ کاش ہم جولاہوں کی طرح "ماکو" کہتے

عقلِ ماکو تا بہ بیند غرب و شرق ۔۔۔ رُوحہا را می زند صد گونہ برق

ہماری عقل کہاں ہے تاکہ غرب اور شرق کو دیکھے ۔۔۔ سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں

جزر و مدّش بُد بہ بحرے در نبد ۔۔۔ مُنتہی شُد جزر و باقی ماند مد

جاگ میں رہتے ہوئے اسکے لئے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا ۔۔۔ گھٹاؤ ختم ہوگیا، بڑھاؤ باقی رہ گیا

نہ ہزارم وام و مَن بید ست رَس ۔۔۔ ہست صلہ دینار ازیں توزیع و بس

میرے اوپر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں ۔۔۔ اس چندے سے سو دینار ہیں اور بس

حق کشیدت ماندہ اَم در کشمکش ۔۔۔ میرَوم نومید اے خاکِ تو خوش

اللہ (تعالیٰ) نے تجھے کھینچ لیا، میں کشمکش میں رہ گیا ۔۔۔ اے پاک تربت! (تیرے مزار سے) میں مایوس جاتا ہوں

ہمّتے میدار در پُر حسرتت ۔۔۔ اے ہمایوں رُوی و دست و ہمّتت

کچھ توجہ ڈال، اپنے حسرت بھرے پر ۔۔۔ اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے

آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں ۔۔۔ یافتم در وَے بجای آب خوں

میں چشموں کی جڑ، چشمہ پر آیا ۔۔۔ میں نے اس میں، پانی کی جگہ خون پایا

چرخ آں چرخ ست و آں تاب نیست ۔۔۔ جُوی آں جُو یست آں آب نیست

آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے ۔۔۔ نہر وہی نہر ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

مُحسناں ہستند کُو آں مُستطاب ۔۔۔ اختراں ہستند کُو آں آفتاب

احسان کرنے والے ہیں؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے؟ ۔۔۔ ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے؟

تو شُدی سُوئے خدا اے محترم ۔۔۔ پس بسُوئے حق رَوم مَن نیز ہَم

اے محترم! تو خدا کے پاس چلا گیا ۔۔۔ تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں

مجمع و پائے علَم ماویٰ القرون ۔۔۔ ہست حق کُلٌّ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن

جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زمانوں کا ملجا ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) ہے، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے

نقشہا گر بے خبر گر باخبر ۔۔۔ در کفِ نقّاش باشد مُحتضر

نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر ۔۔۔ نقاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

نہیں ہے۔ ۵۳ مُحسناں۔ دنیا میں احسان کرنیوالے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شُدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ کُلٌّ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ "سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں" یعنی سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پائی عَلَم۔ لشکر کے لوگ جھنڈے کے پاس ج

۵۱ اُو۔ اسکو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر کو کے ہے یعنی اسکے متعلق کجا نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاش۔ ہمیں آن کجا کے بجائے ماکجا۔ کہنا چاہئے کیونکہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو۔ اسکے دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھکر تانے میں بانا بنتے ہیں۔ عقل۔ اگر ہمیں عقل ہو تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں اہل اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہو رہی ہیں۔ جزر۔ اہل اللہ کی روح کو وفات کے بعد تو معیت حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اُسمیں قرب الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہوجاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہوجاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

۵۲ نہ ہزار۔ اس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرضہ ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اسلئے کہ اس چندہ میں بھی سو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت۔ اللہ نے تجھے عالم بالا کیجانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جا رہا ہوں ہمتے۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈالدے۔ بجائے آب۔ اشرفیاں تو نہیں رنج و غم حاصل ہوا۔ چرخ۔ آسمان و زمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اُسمیں رونق اور سخاوت

دمبدم[1] در صفحۂ اندیشہ شاں — ثبت و محوے میکند آں بے نشاں

ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر — وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را می برد — بُخل می آرد سخا را می برد

غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لیجاتا ہے — بُخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حقد و صفا آرد ہمی — بد رود عجز و عطا کارد ہمی

کبھی کینہ کو لیجاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے — عجز کو کاٹتا ہے بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکاتم شام و غدو — ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو

میری احساس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لمحہ کیلئے — کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز — کوزہ از خود کے شود پہن و دراز

کمہار، کوزہ بناتا ہے — کوزہ از خود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درودگر مُعتکف — ورنہ چوں گردد بُریدہ مؤتلف

لکڑی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے — ورنہ منقطع (اور) مرکب کب بنے؟

جامہ[2] اندر دستِ خیّاطے بُوَد — ورنہ از خود چوں بدوزد یا دَرد

کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے — ورنہ از خود کب سِلتا یا پھٹتا ہے؟

مَشک با سقّا بُوَد اے مُنتہی — ورنہ از خود چوں شود پُر یا تہی

اے مُنتہی! مشک سقّے کے ساتھ ہوتی ہے — ورنہ از خود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دمے پُر می شوی تی می شوی — پس بداں کہ در کفِ صُنعِ وِئی

تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے — تو جان لے کہ تو اُسکی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشمِ بند از چشم دوزے کے رَوَد — صنع از صانع چساں شیدا شوَد

بند آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جاسکتی ہے — مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہوسکتا ہے؟

چشم[3] داری تو بچشمِ خود نگر — منگر از چشمِ سفیہِ بے خبر

تو آنکھ رکھتا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لے — بیوقوف، بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو — گوش گولاں را چرا باشی گرو

تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سُن — تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن — ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن

بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنالے — اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

---

[1] دمبدم۔ اُسکا تصرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُسکا تصرف ہے۔ گہہ۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تصرفات ہیں۔ نیم لحظہ کسی وقت بھی انسان اُسکے تصرف سے باہر نہیں ہے۔ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تصرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تصرف میں ہے۔

[2] جامہ۔ کپڑا درزی کے تصرف میں ہے، وہ خود نہ سِلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقّے کا تصرف ہے ہر دمے۔ انسان بھی کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تصرف میں ہے۔ تی مخفف تہی یعنی خالی۔

[3] چشم داری۔ صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشم بصیرت سے دیکھ اُس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائل عقلیہ ہوں نہ دلائل نقلیہ۔ گوش داری۔ تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو۵۱ از من یک حکایت در نظیر — تا شوی از سرِّ گفتِ من خبیر
مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے — تاکہ تو میری بات کے راز سے واقف ہوجائے

(۲۱) دیدنِ۵۱ خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیرانِ در موکبِ خود اسپے

خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے

بس نادر و تعلّقِ دلِ شاہ بخوبی و حُسن و چُستیِ آں اسپ و

کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اُس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلّق اور

سرد کردنِ عماد الملک آں اسپ را در دلِ شاہ گزیدنِ

عماد الملک کا، شاہ کے دل میں اُس گھوڑے کو بے وقعت کردینا اور

شاہ گفتِ اُورا بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی

شاہ کا اُس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کرلینا، جیسا کہ حکیم سنائی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی۵۲ نامہ می فرماید

رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبانِ حسد شود نخّاس — یوسفے یابی از گزِ کرباس
جب حسد کی زبان بردہ فروش ہو — ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کریگا

از دلّالیِ برادرانِ۵۳ یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حسودانہ

یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلّالی کی وجہ سے

در دلِ مشتریانِ آں چنداں حُسن پوشیدہ شدہ زشت

خریداروں کے دل میں اِس قدر زیادہ حُسن چھپ کر بُرا

نمودن گرفت وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ

نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بُود امیرے را یکے اسپ گزیں — در گلۂ سلطاں نبودش یک قریں
ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا — بادشاہ کے گلّہ میں اُسکے جوڑ کا کوئی نہ تھا

اُو سوارہ گشت در موکب پگاہ — ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا — خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا

چشمِ شہ را فر و رنگِ اُو ربود — تا برجعت چشمِ شہ بر اسپ بُود
شاہ کی نظر کو اُسکی شان اور رنگت نے اچک لیا — شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

۵۱ بشنو۔ اب تو ایک قصہ سُن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تقلیدی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اُس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر ہیں۔

۵۲ الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے اگر بردہ فروش دلاّل کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہوجاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہوجاتا ہے حضرت یوسفؑ جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا رہ جاتی ہے۔

۵۳ برادراں۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی چونکہ حاسد تھے لہٰذا خریدار اُن کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بُود۔ ایک سردار کا اِس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اُس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس چشم۔ بادشاہ اُس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھکر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر
وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا

ہر یکش خوشتر نمودے زاں دگر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیر[1] چُستی و کَشی و رو جنت
چستی اور خوبی اور سبکروی کے علاوہ

حق بر و افگندہ بُد نادر صفت
اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسُّس کرد عقلِ بادشاہ
پھر بادشاہ کی عقل نے ٹٹول کی

کایں چہ باشد کُو زند بر عقل راہ
کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشمِ من پُر پست و سیر ست و غنی
میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے

از دو صد خورشید دارد روشنی
دو سَو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بَرِ من بیذقے
اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لئے پیادہ ہے

نیم اسپم دَر رُباید بے حقے
مجھے آدھا (معمولی) گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی[2] کرد ستِ جادو آفریں
جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے

جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں
وہ کشش اُسکی ہے، نہ اِس کی خصوصیتیں

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد
اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی

فاتحہ اَش در سینہ می افزود درد
فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُورا فاتحہ خود می کشید
کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی

فاتحہ در جرّ و دفع آمد وحید
فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیر ہم تمویہِ اُوست
اگر وہ غیر کو دکھاتاہے، تو وہ اُس کا ملمع کرناہے

ور رود غیر از نظر تنبیہِ اوست
اور اگر غیر نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس[3] یقیں گشتش کہ جذبہ آں سَرست
تو اسکو یقین ہوگیا کہ اُس جانب کی کشش ہے

کارِ حق ہر لحظہ نادر آوریست
اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرنا ہے

اسپِ سنگیں، گاوِ سنگیں زابتلا
پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، اِبتلاء کی وجہ سے

می شود مسجود از مکرِ خدا
خدا کی تدبیر سے مسجود بنجاتاہے

پیشِ کافر نیست بُت را ثانیے
کافر کے سامنے بُت کا کوئی ثانی نہیں ہے

نیست بُت را فرّ و نے رُوحانیے
بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

[1] غیر۔ گھوڑے میں چستی اور خوبی اور سُبکروی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ رو جنت۔ اِس لغت کا سُبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیاہے، اصل لغت سے اِسکے کوئی معنی واضح نہیں ہوئے۔ پس شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیساہے کہ اُس نے فریفتہ بنا دیاہے۔ چشم من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سَو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ۔ نیم اسپم۔ لیکن اِن باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کر دیاہے۔

[2] جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سحرکاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی عمدگی کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لئے اُس نے سورۂ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کر دیا، زانکہ اُس کے درد میں اِسلئے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتاہے۔ فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا رب اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کرکے دکھاتاہے تو یہ اُسکا ملمع کرناہے اور اگر غیر کو وہ بُرا کرکے دکھاتاہے تو یہ اُس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

[3] پس۔ تو اب شاہ کو یقین ہوگیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپ سنگین۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتاہے تو اُسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتاہے۔ ثانیے۔ وہ کافر اُس بُت کو عدیم المثال سمجھنے لگتاہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اُسمیں کوئی شان و شوکت ہے۔

چیست[51] آں جاذب نہاں اندر نہاں — در جہاں تابندہ از دیگر جہاں

مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟ — دنیا میں دوسرے جہان سے چمکنے والا

عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں — من نمی بینم تو می تانی ببیں

اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی — میں نہیں دیکھتا ہوں، اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

چونکہ خوارزم شہ ز سیراں باز گشت — با خواصِ مُلکِ خود ہمراز گشت

جب خوارزم شاہ سیر سے لوٹا — اپنے مُلک کے خواص سے ہمراز ہوا

پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں — تا بیارند اسپ را زاں خانداں

پھر اسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا — کہ اس خانداں سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو[52] آتش در رسیدند آں گروہ — ہمچو پشّہ گشت امیرِ ہمچو کوہ

وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے — پہاڑ جیسا سردار، اُون جیسا ہوگیا

جانش از درد و غبیں تا لب رسید — جز عمادُ الملک زنہارے ندید

اسکی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آگئی — اس نے عمادُ الملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

کہ عمادُ الملک بُد پائے عَلَم — بہرِ ہر مظلوم و ہر مغبونِ غم

کیونکہ عمادُ الملک جھنڈے کا پایہ تھا — ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

محترم تر خود نہ بُد زو سرورے — پیشِ سلطاں بُود چوں پیغمبرے

کوئی سردار اس سے زیادہ محترم نہ تھا — وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

بے طمع بُود و اصیل[53] و پارسا — رائض و شب خیز و حاتم در سخا

بے طمع اور اصیل اور نیک تھا — ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم

بس ہمایوں رائے و با تدبیر و داد — آزمودہ رائے اُو در ہر مراد

بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف — وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

ہم ببذلِ جاں سخی و ہم بمال — طالبِ خورشید غیب اُو چوں ہلال

جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی — وہ ابتدائی راتوں کے چاند کیطرح غیب کے سورج کا طالب تھا

در امیری اُو غریب و محتبس — در صفاتِ فقر و خُلت ملتبس

وہ امارت میں غریب اور پابند تھا — فقر اور خُلت کے صفات سے وابستہ تھا

بُود ہر محتاج را ہمچوں پدر — پیشِ سلطاں شافع و دفعِ ضرر

وہ ہر محتاج کے لئے باپ جیسا تھا — وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنیوالا تھا

---

[51] چیست۔ یہ انسان کے لئے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے؟ اور عالمِ غیب سے اس عالم میں آکر انسان کو متاثر کرتی ہے۔ عقل۔ اسکو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدرت کا راز ہے جس میں بحث کرنا بھی ممنوع ہے۔ چونکہ۔ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اُس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کردیا کہ وہ اُس سردار کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

[52] ہمچو۔ وہ سردار بھی بڑا تھا لیکن سپاہیوں کے بالمقابل اسکی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اُس گھوڑے کے صدمہ سے جاں بلب ہوگیا اور سوچا کہ اس مصیبت کو صرف عمادُ الملک ٹال سکتا ہے۔ پائے علم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی لوگوں کا مرجع۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عمادُ الملک کی بہت عزت کرتا تھا اور اسکے کہنے کو نبی کے فرمان جیسا سمجھتا تھا۔

[53] اصیل۔ شریف النسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا۔ ہم۔ جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کسب فیض کرتا تھا جسطرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ در امیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور انکا پابند تھا۔ خلت۔ یعنی خدا کیساتھ دوستی۔

مرتداں را ستر چوں حلمِ خدا — خُلق اُو بر عکسِ خلقان و جدا

اللہ (تعالیٰ) کی بُردباری کیطرح بُروں کیلئے پردہ تھا — اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا می شد بسُوی کوه فرد — شاه با صد لابہ اُو را منع کرد

باہا، پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا — بادشاہ نے سَو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہر دم ار صد جُرم را شافع شُدے — چشمِ سُلطاں را ازو شرم آمدے

ہر وقت اگر سَو جرموں کا سفارشی بنتا — بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رفت اُو پیشِ عمادُالملک راد — سَر برہنہ کرد و بر خاک اُوفتاد

وہ جوانمرد عمادُالملک کے سامنے گیا — سَر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر — تا بگیرد حاصلم را ہر مُغیر

کہدے کہ لونڈی مع ہر چیز کے جو میرے پاس ہو لے لے — حتیٰ کہ ہر لوٹنے والا میرے ماحصل کو لے لے

آں یکے اسپ است جانم رہنِ اُوست — گر برد مُردم یقیں اے خیر دوست

وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اُسمیں گروی ہے — اے بھلے دوست اگر وہ لے لیگا میں یقیناً مر جاؤنگا

گر برد ایں اسپ را از دستِ مَن — مَن یقیں دانم نخواہم زیستن

اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لیجائیگا — میں یقین سے جانتا ہوں میں نہ جی سکونگا

چوں خدا پیوستگی ام داده ست — بر سرم مال اے مسیحا زود دست

چونکہ خدا نے (اُس سے) مجھے دلچسپی دی ہے — اے مسیحا! جلد میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

از زن و زر و عقارم صبر ہست — ایں تکلف نیست بے تزویر نیست

زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے — یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گر ہمی نداری باورم — امتحاں کُن امتحاں گفت و فرم

اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے — میرے قول اور دعوے کا امتحان لے امتحان

آں عمادُالملک گریاں چشم مال — پیشِ سُلطاں در دوید آشفتہ حال

عمادُالملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا — پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب ببست و پیشِ سُلطاں ایستاد — راز گویاں با خدا ربُّ العباد

ہونٹ بند کر لئے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہوگیا — رَبُّ العباد خدا سے راز کہتا ہوا

ایستاده رازِ سُلطاں می شنید — واندراں اندیشہ اش ایں می تنید

وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سُن رہا تھا — اُس دوران میں اُسکا خیال یہ بتا رہا تھا

له مرتداں را- بُروں کی بُرائی کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کیطرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اِس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑوں کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر دم۔ اگر وہ ایک وقت میں سَو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اسکی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عمادُالملک کے دربار میں ننگے سَر زمین پر جا گرا۔

له کہ۔ عمادُالملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہدیجئے کہ میری محبوبہ لونڈی اور سارا مال وزر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دیدے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیونکہ میری جان اُسمیں اٹکی ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکونگا چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اُس کی محبت پیدا کردی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مرجاؤں گا لہٰذا آپ مسیحائی دکھائیے۔

سله از زن۔ اگر بادشاہ گھربار نقد وجائیداد لے لیگا تو میں صبر کر لونگا۔ بے تزویری یعنی سچائی۔ کرّ۔ شان و شوکت، یہاں دعویٰ مراد ہے۔ چشم مال۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عمادُالملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا اور خدا سے راز کی باتیں کر رہا تھا جنکا ذکر آئندہ اشعار میں ہے۔ راز سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سے

اُس کے خیال معلوم کر رہا تھا

کاے[1] خدا اگر آں نجواں کژ رفت راہ
کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے

کز نشاید ساختن جز تو پناہ
کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیے

تو از آنِ خود بکن بر وے مگیر
تو اپنے شایانِ شان کر، اس کی گرفت نہ کر

گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر
اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ
کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے

از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

با[2] حضورِ آفتابِ باکمال
مکمل سورج کے ہوتے ہوئے

رہنمائی جُستن از شمع و ذُبال
بتی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

با حضورِ آفتابِ خوش مساغ
خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے

رہنمائی جُستن از شمع و چراغ
شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

بیگماں ترکِ ادب باشد زما
بیشک ہمارا ترکِ ادب ہے

کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا
نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

لیک اغلب ہوشہا در افتکار
لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں

ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار
چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنیوالی ہیں

در شب ار خفاش کرمے می خورد
چمگادڑ رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے

کرم را خورشید جاں می پرورد
کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

در شب ار خفاش از کرمے ست مست
اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے

کرم از خورشید جنبیدہ شدہ است
کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنیوالا بنا ہے

آفتابے[3] کہ ضیا زو می زہد
سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے

دشمنِ خود را نوالہ می دہد
اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

لیک خفاشے کہ او رہ گم کند
لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے

آخر از خورشید ہم یابد سند
آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

لیک شہبازے کہ او خفاش نیست
لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے

چشم بازش راست بین و روشنیست
اس کی کھلی ہوئی آنکھ صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

گر بشب جوید چو خفاش او نمو
اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے

در ادب خورشید مالد گوشِ او
سورج سزا میں اس کا کان اینٹھ دے

[1] کاے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اس سردار کی یہ غلطی ہے کہ اس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو از آں۔ اے خدا تو اس کی خطا پر گرفت نہ فرما اپنے شایانِ شان اس سے معاملہ کر۔ اسیر کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہنا بیوقوفی ہے۔ زانکہ۔ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] با حضور خدا کے ہوتے ہوئے بندہ سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کرکے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ در شب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اسباب سے جو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنیوالے بھی مسبب الاسباب کے سہارے سے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر

گویدش گیرم کہ آں خفاشِ لُد — علّتے دارد تُرا بارے چہ شُد
سورج اُس سے کہیگا، میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ — عیب رکھتی ہے، لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟

مالِشت بدہم بزجر و اکتیاب — تاتتابی سر دگر از آفتاب
میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا — تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذہ یوسفِ صدّیق علٰی نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام
(حضرت) یوسف صدّیق کا (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قید خانہ

بحبسِ بضعِ سنین بسببِ یاری خواستن از غیرِ حق
کے ذریعہ کچھ سال مؤاخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے

وگفتن وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ الٰی اٰخر الاٰیۃ
سبب کہ "اور میرا ذکر کردے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے — با نیازے خاضعے سعدانیے[۵۲]
جیسا کہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے — جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا

خواست یاری گفت چوں بیروں روی — پیشِ شہ گردد اموُرت مُستوی
مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے — بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں

یادِ من کُن پیشِ تختِ آں عزیز — تا مرا ہم واخرد زیں حبس نیز
اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا — تاکہ مجھے بھی وہ اِس قید سے چھڑائے

کے دہد زندانیے درِ اقتناص — مردِ زندانی دیگر را خلاص
قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے — نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟

اہلِ[۵۳] دنیا جملگاں زندانی اند — اِنتظارِ مرگِ دارِ فانی اند
دنیا دار سب قیدی ہیں — دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں

جُز مگر نادر یکے فردانیے — تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے
بجز کسی نادر یکتا کے — جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو

پس جزائے آنکہ دید اُو را مُعیں — ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنیں
تو اسکی سزا کہ اُنھوں نے اسکو مددگار سمجھا — (حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

---

[۵۱] گویدش۔ سورج باز کو کہیگا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تونے کیوں غلطی کی۔ مالِشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مؤاخذہ خواص اگر اسباب پر بھروسہ کریں تو مُجرم ہیں اِس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے وابستہ کی تو سزا ملی اور اُن کو مزید جیل خانے میں رکھا گیا۔ با نیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اُس کا سہارا ڈھونڈا۔

[۵۲] سعدانیے۔ سعدانُ الأ سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور ترازو کی گرہ کو بھی کہتے ہیں، ہم نے اِسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اُنکے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْھُمَا اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ "اور کہا (یوسفؑ نے) اُس آدمی سے جسکے بارے میں گمان کیا کہ وہ دونوں میں سے نجات پانیوالا ہے کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کردینا" و یادِ کن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیزِ مصر کے یہاں میرا ذکر کردینا۔ عزیز۔ مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اِقتناص۔ شکار کا جال میں پھنسنا۔

[۵۳] اہلِ دنیا۔ دنیا کے لوگوں سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ انسان کو مرنے پر دنیا کے قید خانہ سے نجات ملتی ہے۔ جز۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مددمانگی جاسکتی ہے۔ کیوان۔ زُحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا ہے۔ پس۔ چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اِس لئے اُنکو مزید قید بھگتنی پڑی۔

یادِ یوسفؑ دیو از عقلش سترد[۱]
شیطان نے حضرت یوسفؑ کی یاد اسکے ذہن سے مٹادی

وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
اور شیطان نے وہ بات اس کے دل سے بھلادی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال
اس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سے سرزد ہوا

ماند در زنداں زداور ہفت سال
وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشیدِ داد
کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟

تا تو چوں خفاش افتی در سواد
جس سے تو چمگادڑ کی طرح تاریکی میں گر گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب
ہاں سمندر اور ابر کی جانب سے کونسی کوتاہی ہوئی؟

تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب
جس سے تو ریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عام[۲] اگر خفاش طبع اند و مجاز
عوام اگرچہ چمگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں

یوسفا داری تو آخر چشم باز
اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خفاشے رفت در کور و کبود
اگر کوئی چمگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی

بازِ سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد
تو اس خطا پر استاد نے اُن کو سزا دی

کہ مساز از چوبِ پوسیدہ عماد
کہ پُرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد
لیکن حضرت یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کرلیا

تا نیاید در دلش زاں حبس درد
تاکہ اس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش[۳] اُنس و مستی داد حق
اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی

کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
کہ نہ اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم
کوئی قید خانہ رحم (مادر) سے زیادہ وحشتناک نہیں ہے

ناخوش و تاریک و پُر خون و وخم
ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے لئے کھڑکی اپنی جانب کھولدی

در رحم ہر دم فزاید تنت بیش
ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

---

۱ یادِ یوسفؑ - قرآن پاک میں ہے فَاَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهٖ۔ اُس قیدخانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس ذکر کرنا بھلا دیا۔ زیں گنہ - یہ معصیت نہ تھی زلت تھی۔ ہفت سال - قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لئے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کئے ہیں۔ کہ چہ - حضرت یوسفؑ پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی آئی کہ تم نے دوسروں کی مدد چاہی تھی۔ ہاں - بحر و سحاب - یعنی ذاتِ خداوندی۔ ریگ و سراب - یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

۲ عام - عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں موردِ عتاب نہیں ہیں، اے یوسفؑ تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے - اگر چمگادڑ تاریکی چاہے تو اتنی قصور وار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْن نیکوں کی نیکیاں بارگاہ کے مقربوں کی برائیاں ہیں یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقرب بارگاہ کرے تو اس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ اوستاد - اللہ تعالیٰ۔ چوب - یعنی اسباب۔ لیک - چونکہ یوسفؑ بہر حال محبوب خدا تھے اس لئے اس سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کردی گئی۔

۳ آنچنانش - اس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اُس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست - اس پر تعجب نہ کر ماں کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا لیکن خدا اُس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش و خرم رہ کر بڑھتا ہے۔

اندرانؔ[1] زنداں زذوقِ بیقیاس — خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس

اُس قیدخانہ میں، بے اندازہ ذوق سے — تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے

زاں رحم بیروں شُدن بر تو درشت — می گریزی از زہارش سُوئے پُشت

اُس رحم سے باہر آنا تیرے لئے ناگوار ہو گیا — تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذّت از درونؔ داں نز بروں — ابلہی داں جُستنِ قصر و حصول

لذت کا راستہ اندر سے سمجھ، نہ کہ باہر سے — محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کُنجِ مسجد مست و شاد — واں یکے در باغ تُرش و بیمراد

ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے — اور وہ دوسرا باغ میں منھ بنائے اور بے مراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کُن بدن — گنج در ویرانی ست اے میرِ من

محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کر دے — اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب — مست آنگہ خوش شود کو شُد خراب

کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں — مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہو جائے

گرچہؔ[2] پرنقش ست خانہ بر کَنش — گنج جو و ز گنج آباداں کُنش

اگرچہ گھر پرنقش (و نگار) ہے اُسکو اُکھاڑ دے — خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اُس کو آباد کر دے

خانۂ پُرنقش و تصویر و خیال — ویں صُور چوں پردہ بر گنجِ وصال

گھر نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا — اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرتوِ گنج ست و تابشہائے زر — کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُوَر

خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے — کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہمؔ[3] ز لُطف و عکسِ آبِ باشرف — پردہ شُد بر روئے آب اجزائے کف

شریف پانی کے عکس اور لُطف سے بھی — پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزاء پردہ ہو گئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باثمن — پردہ بر رُوئے جاں شُد شخصِ تن

قیمتی جان کے جوش اور لُطف سے بھی — جسم کا وجود جان کے چہرے پر پردہ بن گیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست — کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست

تو وہ مثل سُن لے جو زبانوں پر جاری ہے — کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

---

[1] اندراں۔ اسی رحمِ مادر کے قیدخانہ میں بچّہ کے حواس کے پھول کھلتے ہیں۔ زاں۔ بچّہ اس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذّت۔ لذّت کا مدار خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذّت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر۔ معلوم ہوا کہ لذّت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کر دے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذّت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب اور اُس کے حواس ویران ہو جاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش و نگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اسلئے کہ اس کو ویران کرنے کے بعد اس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اِس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین مکان اُس کا پردہ ہے۔ پرتو گنج۔ سینہ میں جو حسین تصویر اُبھرتی ہے یہ اُس اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم زلُطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اُس پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے، اسیطرح اِس جسم کے نقش و نگار کی وجہ سے رُوح کے خزانہ کے لُطف سے محرومی ہے۔ ہم زلُطف۔ انسان کا بدن رُوح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے۔ پس۔ جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارا جسمانی نقش و نگار ہی رُوح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آ گئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں حجابِ ایں تشنگانِ کف پرست ⁽¹⁾ — زابِ صافی اُو فتادہ دُور دست

یہ پیاسے جھاگ کے پجاری اس پردے کی وجہ سے — صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آفتابا با چو تو قبلہ و امام — شب پرستی و خفاشی می کنیم

اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے — ہم شب پرستی اور چمگادڑ پن کر رہے ہیں

سوئے خود کُن ایں خفاشاں را مطار — زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار

ان چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کر دے — اے پناہ گاہ! اس چمگادڑ پن سے نجات دیدے

ایں جوان زیں جرم ضالست و مغیر — کہ بمن آمد ولے اُو را مگیر

یہ جوان اس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے — کہ میرے پاس آیا، لیکن اس کی گرفت نہ کر

در عمادُ الملک ایں اندیشہا — گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا

عمادُ الملک میں یہ خیالات — جوش مار رہے تھے، جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ پیشِ سلطاں ظاہرش ⁽²⁾ — در ریاضِ غیب جانِ طائرش

اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا — اُس کی روح کا پرندہ غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو با قلیمِ الست — ہر دمے می خورد شرب تازہ مست

وہ فرشتوں کی طرح الست کے مُلک میں تھا — وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بروں چوں پُر غمے — در تنِ ہمچوں لحد خوش عالمے

اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا — لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

اُو دریں حیرت بُد و در انتظار — تا چہ پیدا آید از غیب و سرار ⁽³⁾

وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا — کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اسپ را اندر کشیدند آں زماں — پیشِ خرم شاہ سرہنگاں کشاں

اُسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے — سپاہی خرم شاہ کے سامنے، کشاں کشاں

الحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبود — آنچناں اسپے بقد و تگ نبود

واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے — ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

می ربودے رنگِ اُو ہر دیدہ را — مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را

اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا — مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے بچے پر

⁽¹⁾ زیں حجاب۔ جھاگ کے پجاری اِسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آفتابا۔ مسبّب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑ پن ہے۔ سوئے خود کن۔ اِن اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کر دے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے یہ اُس کی انتہائی غلطی ہے۔ در عماد الملک۔ عماد الملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جو اوپر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

⁽²⁾ ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اِس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندروں۔ اِس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلوم کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اِس تنگ، لحد جیسے جسم میں ایک عالمِ مسرت تھا۔

⁽³⁾ تا چہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالمِ غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ خرم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ الحق۔ عماد الملک نے جب اُس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اِس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

ہمچو مہ ہمچوں عطارد تیز رو[۱] — گویا صرصر علف بودش نہ جو
چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار — گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

ماہ عرصہ آسماں را در شبے — می بَرد اندر مسیر و مذہبے
چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو — چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

چوں بیک شب مہ بُرید ابراج را — از چہ مُنکر می شوی معراج را
جب چاند نے ایک رات میں بُرجوں کو قطع کر لیا — تو تُو معراج کا کیوں مُنکر بنتا ہے؟

صد چو ماہ است آں عجب دُرِّ یتیم — کہ بیک ایمائے اُو شد مہ دو نیم
وہ عجیب دُرِّ یکتا، سَو چاند جیسا ہے — کہ اُسکے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا

آں عجب کو در شگافِ مہ نمود — ہم بقدرِ ضعفِ حسِّ خلق بود
وہ عجیب بات جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی — وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

کار و بارِ[۲] انبیا و مُرسلوں — ہست از افلاک و اختر ہا بروں
انبیاء اور رسولوں کے کاروبار — آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

تو بروں رَو ہم ز افلاک و دوار — وانگہاں نظارہ کُن آں کاروبار
تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل — تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

در میانِ بیضۂ چوں فرخہا — نشنوی تسبیح مُرغانِ ہوا
تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے — تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُنتا ہے

معجزات اینجا نخواہد شرح گشت — زاسپ و خُرّم شاہ گوی و سرگذشت
معجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی — گھوڑے اور خُرّم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

آفتابِ[۳] لُطفِ حق بر ہر چہ تافت — از سگ و از اسپ فرِّ کہف یافت
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا — کُتّے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان و شوکت حاصل کرلی

تابِ لُطفش را تو یکساں ہم مداں — سنگ را و لعل را داد اُو نشاں
تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ — پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

لعل را زاں ہست گنجِ مقتبس — سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اُس سے حاصل شدہ خزانہ ہے — پتھر کے لئے گرمی اور تابش ہے اور بس

۱؎ ہمچو۔ چاند اور عطارد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جَو اور دانے کی بجائے تیز ہوا سے پلا ہو۔ ماہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ از چہ۔ جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیرِ معراج پر کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔ صد چو۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز معجزہ چاند میں اس لئے دکھایا گیا کہ ہمارا ضعیف احساس اِسی کا ادراک کر سکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

۲؎ کاروبار۔ انبیاء کے اصل معجزے اِن مادیات سے وراء ہیں۔ تو بروں رَو۔ تو اس مادی دنیا سے نکل پھر انبیاء کے عجائب کا نظارہ کر۔ در میاں۔ اِن مادیات میں پھنسے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ معجزات۔ معجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیئے۔

۳؎ آفتاب۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کُتّا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحابِ کہف کے کہف کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ پتھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل۔ لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے پتھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ بر دیوار اُفتد آفتاب | آنچناں نبُود کز آب و اضطراب

جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے | ایسی نہ ہوگی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عمادُ الملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عمادُ الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شُد از وے شاہ فرد | رُوی خود سُوی عمادُ الملک کرد

جب تھوڑی دیر یکتا شاہ اُس سے حیران ہوا | اُس نے اپنا رُخ عمادُ الملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں | از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں

کہ اے بھائی! کیا یہ بہترین گھوڑا نہیں ہے؟ | شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس[۲] عمادُ الملک گفتش اے خدیو | چوں فرشتہ گردد از میلِ تو دیو

تو عمادُ الملک نے اُس سے کہا اے شاہ! | آپ کے میلان سے شیطان فرشتہ جیسا بنجاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک | بس گش و رعناست ایں مرکب و لیک

جو چیز آپ پسند کریں وہ اچھی ہی ہو گئی | یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش | چوں سرِ گاو ست گوئی ایں سرش

اُس کے جسم میں سر ناقص ہے | گویا اُس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

در دلِ خُرم شہ ایں دم کار کرد | اسپ را در منظرِ شہ خوار کرد

خُرم شاہ کے دل میں یہ بات کار گر ہو گئی | شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلالہ گشت و واصفے | از سہ گز کرباس یابی یوسفے

جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جائے | تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسفؑ کو حاصل کریگا

چوں[۳] کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود | دیو دلالِ دُرِ ایماں شود

جب رُوح کی جُدائی کا وقت ہوتا ہے | شیطان، ایمان کے موتی کا دلال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب | اندر آں تنگی بیک ابریقِ آب

تو بیوقوف ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے | اُس تنگی میں ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے | قصدِ آں دلالہ جز تخریق نے

وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے | اُس دلال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنیکے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی | صدق را بہرِ خیالے میدہی

اِس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے | تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

---

[۱] آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چوں۔ یعنی گھوڑے کے حُسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عمادُ الملک کی جانب رُخ کر کے بولا۔ از بہشت۔ یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔

[۲] پس۔ عمادُ الملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ ولیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اُس کا سر ناقص ہے بیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔ چوں۔ چونکہ عمادُ الملک کی غرض اِس گھوڑے کو بُرا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اُس نے اُس کو بُرا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ از سہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔

[۳] چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اِس قدر حقیر کر کے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اُس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے قصہ میں تعجب کی کیا بات ہے انسان زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ بول دیتا ہے۔

می فروشی[1] ہر زماں دُرّے زکاں — **می ستانی ہمچو طفلے گردگاں**

تو ہر وقت کان میں سے ایک موتی فروخت کر دیتا ہے — بچّہ کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اجل — **نیست نادر گر بُود اینت عمل**

اُس تکلیف اور موت کے دن — تعجب نہیں ہے اگر تیرا یہ عمل ہو

در خیالت صُورتے جوشیدہٗ — **ہمچو جوزے وقتِ دَق بوسیدہٗ**

تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے — توڑنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کی طرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر آں خیال — **لیک آخر می شود ہمچوں ہلال**

شروع میں وہ خیال، چودھویں کے چاند کی طرح ہے — لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تو اوّل بنگری در آخرش — **فارغ آئی از فریبِ فاترش**

اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے — اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوزِ[2] بوسیدست دنیا اے امیں — **امتحانش کم کُن از دورش بہ بیں**

اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے — اُس کو نہ آزما اُس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را باچشمِ حال — **واں عمادُ المُلک باچشمِ مآل**

شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا — اور اُس عمادُ الملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمی دید از لُغز — **چشمِ آں پایاں نگر پنجاہ گز**

شاہ کی آنکھ بھیب سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی — اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تا چہ سُرمہ ست آنکہ یزداں میکشد — **کز پسِ صد پردہ بیند جاں رَشد**

کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟ — کہ سو پردوں کے پیچھے سے روح راہِ راست کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ[3] مہتر چوں باآخر بُود جُفت — **پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گُفت**

سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی — تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذمّش کہ بشنود و حسب — **بس فسُرد اندر دلِ شہ مہرِ اسپ**

اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سُنی اور بس — شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت افسردہ ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ اُو گزید — **ہوشِ خُود بگذاشت قولِ اُو شنید**

اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی، اُسکی آنکھ اختیار کر لی — اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

[1] می فروشی۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بے عقل بچّہ موتی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے۔ پس دراں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس لگی ہوگی۔ در خیالت۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے۔ ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتدا ہی انجام پر نظر کرے تو فریب سے بچ جائے۔

[2] جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس قدر واضح بات ہے کہ اِس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اُس گھوڑے کے موجودہ حُسن و جمال پر نظر کی اور عمادُ الملک نے اسکے انجام پر کہ اِس گھوڑے کے اِس طرح چھیننے سے کتنا بڑا ظلم ہوگا اور انجام کیا ہوگا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی ٹیڑھے سوراخ میں سے عمادُ الملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لُغز۔ چوہے کا سوراخ جو عموماً آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تا چہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ سَو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

[3] چشمِ مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عمادُ الملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اِس گھوڑے کا سَر ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اتر گیا۔ چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عمادُ الملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

ایں بہانہ بُود آں دیّانِ فرد
یہ ایک بہانہ تھا اس یکتا بدلہ دینے والے نے

ازنیاز[1] آں دردلِ شہ سرد کرد
نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

در ببست از حُسنِ او پیشِ بصر
نظر کے سامنے اُس کے حُسن کا دروازہ بند کر دیا

آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در
وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

پردہ کرد آں نکتہ را بر چشمِ شہ
اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا

کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ
کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

پاک[2] بنّائے کہ بر سازد حصُوں
اُس پاک بنانیوالے نے جو قلعے بنا دیتا ہے

در جہانِ غیب از گفت و فسوں
گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

بانگ درداں گفت را از قصرِ راز
گفتگو کو راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ

تا کہ بانگِ وا شُدست ایں یا فراز
کہ یہ کُھلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

بانگ در محسوس و در از حس برُوں
دروازہ کی آواز محسوس ہے اور دروازہ حس سے خارج ہے

تُبصِرُوں ایں بانگ و در لا تُبصِرُوں
تم اس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو نہیں دیکھتے

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شُد
دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز بنی

تا چہ در از روضِ جنّت باز شُد
دیکھ، جنّت کا کونسا دروازہ کُھلا؟

بانگِ گفتِ بد چو در وا می شُود
بُری بات کی آواز جب مُتعلّق ہوتی ہے

از سقر تا خود چہ در وا می شُود
تو دیکھ جہنّم کا کونسا دروازہ کُھلتا ہے؟

بانگِ در بشنو چو دوری از درش
جبکہ تو اُس کے در سے دُور ہے دروازہ کی آواز سُن لے

اے خُنک آں را کہ وا شُد منظرش
وہ چین سے ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا

چوں[3] تو می بینی کہ نیکی می کُنی
جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے

بر حیات و راحتے بر می تنی
تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے می رود
جب قصور اور فساد ہو رہا ہے

آں حیات و ذوق پنہاں می شُود
وہ زندگی اور ذوق چُھپ رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں
کمینوں کی دید کی وجہ سے تو اپنی دید کو نہ چھوڑ

کہ بمُردارت کشند ایں کرگساں
کیونکہ یہ گدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

---

[1] ازنیاز۔ چونکہ عماد الملک نے نیاز مندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے انکی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ در بہ بست: شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ اُسنے اصل دروازہ جو اُسکے حُسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور عماد الملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنے سے چُھپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دروازہ بند دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونیکا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ عماد الملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حُسن پوشیدہ ہو گیا۔

[2] پاک۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گفت۔ تو اپنی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھ اور پہچان کہ اس آواز سے دروازہ بند ہوا ہے یا کُھلا ہے۔ بانگ در۔ انسانوں کو در کی آواز جو خود انکی گفتگو ہے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازے کے کُھلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چنگ۔ انسان کوئی دانائی کی بات کرتا ہے تو جنّت کا دروازہ کُھلتا ہے۔ بانگ۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ در وا مُعلّق سرنگوں۔ بانگِ در۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن لے اور اسکے ذریعہ اس دروازہ کو سمجھ لے ـــ

[3] چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اُس کا محل جنّت میں تیار ہوتا ہے۔ حیات یعنی جنّت کی ابدی زندگی۔ راحتے یعنی جنّت کی راحت۔ چونکہ۔ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنّت کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔ دیدِ خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دُنیا داروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گدھ ہیں جو تجھے مُردار کی طرف لے جاتے ہیں۔

چشم[۵۱] چوں نرگس فرو بندی کہ چی
تونے نرگس کی طرح آنکھ بند کرلی، کہ کیا ہے؟

ہیں عصا اَم کش کہ کورم اے اخی
ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ کیونکہ میں اندھا ہوں

ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر
اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تونے سفر میں منتخب کیا

چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
جب تو غور کرے گا وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہوگا

دست کورانہ بحبلِ اللہ زن
اندھا دُھند اللہ کی رسّی پر ہاتھ ڈال

جز بر امر و نہیِ یزدانی متن
خدائی امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبلُ اللہ رہا کردن ہوا
اللہ کی رسّی کیا ہے؟ خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا

کیں ہوا شُد صرصرے مر عاد را
کیونکہ یہ خواہشِ (نفسانی)، عاد کے لئے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہواست
مخلوق خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہو

مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
پرندے کے پَر خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

ماہی[۵۲] اندر تابہ گرم از ہواست
مچھلی گرم توے میں خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
مستورات سے خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے شرم روانہ ہورہی ہے

خشمِ شحنہ شعلۂ نار از ہواست
کوتوال کا غصہ، آگ کی چنگاری خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

چار میخ و ہیبتِ دار از ہواست
سزا اور سولی کا خوف خواہشِ (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں
تونے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے

شحنۂ احکامِ جاں را ہم بہ بیں
روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

رُوح را در غیب خود اشکنجہاست
خود روح کے لئے غیب میں شکنجے ہیں

لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست
لیکن جب تک تو نہیں نکلتا شکنجہ پوشیدگی میں ہو

چوں[۵۳] رہیدی بینی اشکنجۂ دمار
جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا

زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ در چہ زاد و در آبِ سیاہ
جو شخص کنویں اور کالے پانی میں پیدا ہوا

او چہ داند لطفِ دشت و رنجِ چاہ
وہ جنگل کے لُطف اور کنویں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق
جب تونے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہشِ (نفسانی) چھوڑ دی

در رسد سُغراق از تسنیمِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پہنچے گا

---

۵۱ چشم۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشمِ بصیرت عطا کی ہے تو بتکلف اندھا نہ بن۔ چچی چہ یعنی اندھوں کی طرح دریافت نہ کر۔ واین عصاکش۔ جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیا دار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسّی پکڑلے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کرلے۔ چیست۔ اللہ کی رسّی خواہشِ نفس کو ترک کرنا ہے قومِ عاد اسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

۵۲ ماہی۔ مچھلی اگر چارے کا لالچ نہ کرے تو کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھُنے عورتیں اسی لالچ سے خواہش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ وغضب انسان پر اسی خواہشِ نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اسکو چار میخ اور سولی کی سزا اسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیا کے کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی پیشِ نظر رکھ۔ رُوح۔ رُوح کے لئے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے نجہی۔ یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائیگا۔

۵۳ چوں رہیدی۔ جب تو عالمِ آخرت کی وسعتوں میں پہنچیگا تو اس دنیا کا شکنجہ ہونا سمجھ سکیگا کہ ضد کو دیکھ کر اُس کی ضد پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ آنکہ۔ کنویں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا نہ اُس کو کنویں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لُطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کردے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ سُغراق۔ پیالہ۔ تسنیم۔ جنّت کی نہر ہے۔

لَا تُطَرِّقْ فِی هَوَاکَ سَلْسَبِیْلْ[1]
اپنی خواہش (نفسانی) پر نہ چل، راستہ کی درخواست کر
مِنْ جَنَابِ اللّٰهِ نَحْوَ السَّلْسَبِیْلْ
خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَکُنْ طَوْعَ الْهَوٰی مِثْلَ الْحَشِیْشْ
گھاس کی طرح خواہشِ نفسانی کا تابعدار نہ بن
اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰی مِنْ عَرِیْشْ
بیشک عرش کا سایہ جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپ را واپس برید
بادشاہ نے کہا گھوڑا واپس لے جاؤ
زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
بہت جلد، مجھے اِس ظلم سے نجات دو

بادلِ خود شہ بفرمود ایں قدر
شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا
شیر را مفریب زیں راس البقر
بیل کے اِس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پای گاؤ اندر میاں آری زداؤ
تو حیلے سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے
رو نبود وز دحق بر اسپے شاخِ گاؤ
جا اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں جڑتا ہے

بس مناسب صنعت ست ایں شہر ساز
اِس شہر کا بنانے والا بہت موزوں کاریگری والا ہے
کے نہد بر جسمِ اسپ او عضوِ گاؤ
وہ گھوڑے کے جسم پر بیل کا عضو کب رکھتا ہے؟

زاں ابداں را مناسب ساختہ[2]
بنانے والے نے جسموں کو مناسب بنایا ہے
قصرہائے منتقل پرداختہ
منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

درمیانِ قصرہا تخریجہا
قلعوں کے اندر نالیاں ہیں
از سوی ایں سوی آں صہریجہا
اِس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

وز دروں شاں عالمے بے منتہا
اور اُن کے اندر ایک لا انتہا جہان ہے
درمیانِ خرگہے چندیں فضا
ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ[3] چو کابوسے نماید ماہ را
وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے
گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را
اور کبھی کنوئیں کی تہہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذو الجلال
آنکھ اور دل کا سمٹاؤ اور پھیلاؤ خدا کی جانب سے ہے
دمبدم چوں می کند سحرِ حلال
ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفٰےؐ
اِسی لئے مصطفٰےؐ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی
زشت را ہم زشت و حق را حق نما
بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

---

[1] سلسبیل۔ راستہ کی درخواست کر سلسبیل، جنت کا ایک چشمہ ہے۔ لا تکن۔ گھاس ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظِلُّ العرش۔ جو خواہشِ نفس کو ترک کریگا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عریش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اُس سردار سے گھوڑا چھینا ظلم ہے۔ بادلِ خود۔ پھر شاہ نے عماد الملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سا سر کہکر فریب نہ دے۔ پای گاؤ۔ درمیان آدرون بے موقع بات کہنا۔ داؤ۔ مکر، حیلہ۔ نہ دوزد۔ اللہ تعالیٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ شاز۔ معمار شہر ساز، شہر کو بنانیوالا۔

[2] زاں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تخریج۔ نالی، موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وز دروں۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیاء انسان کو عالمِ اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ، خیمہ یعنی انسانی جسم۔

[3] گہ۔ حضرت حق تعالیٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورتِ قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اِس قبض سے کبھی وہ اچھے کو بُرا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ بُرے کو اچھا دکھا دیتا ہے، کابوس ایک مرض ہے جب وہ لاحق ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھا دیتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور بُرے کو بُرا دکھا۔

تا بآخر چوں بگردانی ورق — از پشیمانی نیفتم در قلق
تاکہ آخر میں جب تو ورق پلٹے — میں شرمندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کہ کرد آں عمادُ المُلک فرد — مالکُ المُلکش بداں ارشاد کرد
جو تدبیر یکتا عمادُ الملک نے کی — مالکُ الملک نے اُس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک — تو ممیّز باش مر بد را ز نیک
پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن — تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ حق سرچشمۂ ایں مکرہاست — قلب بین الاصبعین کبریاست
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے — قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس — آتشے داند زدن اندر پلاس
جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے — وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار و بازگشتنِ ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدنِ پائمرد خواجۂ مُحتسب را

مددگار اور اس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور اُن کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت — چوں غریب از گورِ خواجہ بازگشت
یہ عمدہ قصہ بغیر انجام کے رہ گیا — وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمردش سُوی خانۂ خویش بُرد — مُہرِ صد دینار را با اُو سپُرد
مددگار اس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا — سَو دینار کی مُہر اس کو دے دی

لوتش آورد و حکایتہاش گفت — کز امید اندر دلش صد گل شگفت
مزیدار کھانا لایا اور اُس سے ایسے قصے کہے — کہ اُس کے دل میں اُمید سے سَو پھول کھِل گئے

آنچہ بعد العُسر یُسرا اُو دیدہ بُود — با غریب از قصۂ آں لب کشود
اُس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی — اُس نے اُس کا قصہ پردیسی کو سُنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کُناں — خوابِ شاں انداخت تا مرعایِ جاں
باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گزر گئی — نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

۱؎ تا بآخر۔ یہ دعا اس لئے ہے تاکہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد شرمندگی نہ ہو۔ مکر شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ۔ بھلائی کے لئے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لئے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

۲؎ مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہئے کیونکہ ان تدبیروں کا چشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا دیتی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ وامدار۔ قرضدار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصہ ادھورا رہ گیا۔

۳؎ پائمردش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ مُہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ لوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصے سُنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہو۔ آنچہ۔ اپنے ایسے قصے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تاکہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصے سُناتا رہا پھر انکو نیند آگئی۔ خواب۔ نیند میں انسان کی روح ادھر اُدھر

۲۲

دید[۵۱] پامردِ آں ہمایوں خواجہ را
اُس مددگار نے ، مبارک خواجہ کو دیکھا

اندراں شب خواب در صدرِ سَرا
اُس رات خواب میں مکان کے صدر (نشین) میں

خواجہ گفت اے پامردِ بانمک
خواجہ نے کہا ، اے ملیح مددگار !

آنچہ گفتے من شُنیدم یک بیک
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سُنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبُود
لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا

بے اشارت لب نیارستم کشُود
بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند
ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے ہیں

مُہر بر لبہای ما بنہادہ اند
اُنھوں نے ہمارے ہونٹوں پر مُہر لگا دی ہے

تا نگردد[۵۲] رازہائے غیب فاش
تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں

تا نگردد مُنہدم عیش و معاش
تاکہ زندگی اور ذریعۂ زندگی نہ ڈھے جائے

تا ندرّد پردۂ غفلت تمام
تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے

تا نماند دیگِ محنت نیم خام
تاکہ محنت کی دیگ ، ادھ کچری نہ رہ جائے

تا نگردد ہیچکس واقف بداں
تاکہ اِس سے کوئی واقف نہ ہو

تا نسُوزد پردۂ دعویٰ وراں
تاکہ اُس میں دعوے کرنیوالوں کا پردہ نہ جل جائے

تا نیُفتد از طبق سرپوشِ غیب
تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے

می نبیند دیدنی را عینِ ریب
دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

ما ہمہ[۵۳] گوشیم گر شُد نقشِ گوش
ہم مجسّم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا

ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم مجسّم گویائی ہیں لیکن خاموش لب ہیں

ما ہمہ عینیم گر شُد نقشِ عین
ہم مجسّم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا

بَل ہمہ عینیم مالے میغ و غین
بلکہ ہم مجسّم سورج ہیں بغیر ابر و غبار کے

غرقِ دریائیم گرچہ قطرہ ایم
ہم دریا میں غرق ہیں ، اگرچہ قطرہ ہیں

جُملگی شمسیم گرچہ ذرّہ ایم
ہم مجسّم سورج ہیں ، اگرچہ ذرّہ ہیں

بے حجاب دُردِ گِل آبیم صاف
ہم بغیر غبار کے پردے کے صاف پانی ہیں

در جہانِ جاوداں گشتہ مُعاف
ہمیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

ادراک بہت قوی ہے ۔ غرق ۔ باوجودیکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے ۔ بے حجاب ۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے

۵۱ دید ۔ سونے کی حالت میں مددگار نے مُحتَسِب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے ۔ بانمک ۔ ملیح ، حسین ۔ آنچہ ۔ مُحتَسِب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں ۔ لیک ۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے ۔ ما چو ۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اِس لئے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اَسرار کھل جائیں گے ۔

۵۲ تا نگردد ۔ اگر کونیات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظامِ عالم درہم ہو جائے گا ۔ پردہ ۔ نظامِ عالَمِ انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے ۔ تا نماند ۔ راز کھلنے سے ترکِ عمل ہو جائیگا ۔ تا نسوزد ۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا ۔ می نہ بیند ۔ دیدنی چیز جو آنکھ سے دیکھی بنی ہوئی ہے وہ اُسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے ۔

۵۳ ما ہمہ ۔ مُحتَسِب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں ہم بغیر زبان کے مجسّم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے ۔ عینیم ۔ ہم مجسّم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے جس طرح مُردے سنتے ہیں ، دیکھتے بھی ہیں ۔ بل ہمہ ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا

هرچہ[1] ما دادیم دیدیم ایں زماں ۔ اینجہاں پردہ ست و عین ست آنجہاں

ہم نے جو کچھ دیا، اب دیکھ لیا ۔ یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کشتن روزِ پنہاں کردن ست ۔ تخم در خاکے پریشاں کردن ست

بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے ۔ بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گہہ منجل زدن ۔ روزِ پاداش آمد و پیدا شدن

کاٹنے کا وقت، درانتی چلانے کا وقت ۔ بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجہ در خواب باآں پایمرد وجوہِ وامِ آں دوست

خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے

راکہ آمدہ بود و نشان دادنِ جای دفنِ آں سیم را و

بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور

پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و

وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اُس کو بہت نہ سمجھیں اور اُس میں

ہیچ باز نگیرند اگرچہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد

سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے

یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من باخدا نذر کردہ ام کہ ازاں سیم

جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اُس چاندی میں سے

بمن و متعلقانِ من حبہ باز نگردد

میں اور میرے متعلقین ایک حبہ واپس نہ لینگے

بشنو[2] اکنوں دادِ مہمانِ جدید ۔ من ہمی دیدم کہ اُو خواہد رسید

اب نئے مہمان کی بخشش کا حال سُن ۔ میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

من شنیدہ بودم از وامش خبر ۔ بستہ بہرِ اُو دو سہ پارہ گہر

میں نے اُس کے قرض کی خبر سُن لی تھی ۔ میں نے جواہر کے دو تین ٹکڑے اُس کیلئے باندھ دیئے تھے

کہ وفای[3] وامِ اُو ہست آن و بیش ۔ تا کہ ضیفم را نگردد سینہ ریش

جو اُس کے قرض کے لئے کافی اور زیادہ ہیں ۔ تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دارد از ذہب اُو نہ ہزار ۔ وام را از بعضِ ایں گو واگذار

وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے ۔ کہہ دے کہ اِس میں سے قرض ادا کر دے

---

[1] ہرچہ۔ ہم نے جو عمل دُنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ روزِ کشتن۔ جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔ وقتِ بدرودن۔ جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اُس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اِس کی مثال ہے۔ گفتن۔ خواجہ محتسب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لئے بہت سا مال فلاں جگہ رکھ دیا ہے میرے وارثوں سے کہو کہ وہ اُس کو دیدیں اور اُس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

[2] بشنو۔ اب یہ قصہ سنو کہ محتسب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کیلئے کس طرح عطا کی۔ من ہمی دیدم۔ محتسب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہو کر میرے پاس ضرور آئیگا۔ من شنیدہ۔ میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہو گیا ہے میں نے اُسکے لئے دو تین جواہر باندھ کر رکھ دیئے تھے۔

[3] کہ وفای۔ وہ گوہر اِسقدر قیمتی ہیں کہ اُن سے اُس کا قرض ادا ہو جائے گا اور بچ بھی رہیگا۔ وام۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں اُن جواہر میں سے کچھ فروخت کر کے ادا کرد

فضلہ[1] ماند زیں بسے گو خرج کن — در دعا گوئی مرا ہم درج کن
اُس میں سے بہت بچے گا کہہ دے خرچ کرے — دعا میں مجھے بھی شامل کرلے

خواستم تا آں بدستِ خود دہم — در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے چاہا تھا کہ اُس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں — فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے

خود اجل مہلت ندادم تا کہ من — خفیہ بسپارم بدو دُرِ عدن
مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں — عدن کے موتی چپکے سے اُسے دے دوں

لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ او — در خنورے و نوشتہ نامِ او
اُس کے قرضہ کے لئے لعل اور یاقوت ہے — ایک پیالے میں اور اُس کا نام لکھا ہوا ہے

در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام — من غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام
میں نے اُس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے — میں نے اُس دوست کی پہلے ہی فکر کرلی ہے

قیمتِ آں را نداند جز ملوک — فاجتہد بالبیعِ اَن لا یخدعوک
شاہوں کے سوا کوئی اُن کی قیمت نہیں جانتا — بیچنے میں محنت کرتا کہ وہ تجھے دھوکا نہ دیدیں

در بیوع[2] آں کن تو از خوفِ غرار — کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار
معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر — جو تین روز کا اختیار رسولؐ نے سکھایا ہے

از کسادِ آں مترس و در مُفت — کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خُفت
اُن کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گر — کیونکہ اُن کا رواج سُست نہ ہوگا

وارثانم را سلامِ من بگو — ویں وصیت را بگو ہم مُو بمُو
میرے وارثوں سے میرا سلام کہدے — اور اِس وصیت کو بھی پورا کہہ دے

تا ز بسیاریِ آں زر نشکہند — بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند
تاکہ اُس زر کی کثرت سے نہ ڈریں — بغیر کسی گرانی کے اُس مہمان کے سامنے رکھدیں

ور بگوید او نخواہم ایں فرہ[3] — گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
اور اگر وہ کہے، میں یہ بہت نہیں چاہتا — کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دیدے

زانچہ دادم باز نستانم نقیر — سُوی پستاں باز ناید ہیچ شیر
جو میں نے دیدیا ہے اُنہیں سے ایک ذرہ واپس نہ لونگا — دودھ، پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا

گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول — مُستردِ نحلہ بر قولِ رسولؐ
کُتے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے — عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

[1] فضلہ۔ جو بچے اُس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعاءِ خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت ہیں ایک پیالہ میں رکھے ہیں اور اُس پیالہ پر میں نے اُس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ در فلاں۔ اُس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے۔ قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خرید لے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لئے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں اِس سے نہ ڈر تاکہ اُن کی قیمت گھٹے گی۔ وارثانم۔ محتسب نے اُس مددگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت اُن کو پہنچا دے۔ تا ز بسیاری۔ وارثوں سے پہلے کہہ دینا کہ اِس قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں۔ نشکہند۔ شکوہیدن، ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بوزن گرہ زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اِس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کہہ دینا وہ لیکر کسی اور کو دیکر ثواب حاصل کرے۔ زانچہ۔ وصیت کرنا گویا دیدینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سرے پر ہوتا ہے حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ سوی پستاں میں سے دودھ

وَر ببندد در نباید آں زرش [۱]
تا بریزند آں عطا را بر درش

اگر وہ دروازہ بند کرے کہ وہ زر اُس کو نہ چاہیئے
اُس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

ہر کہ آنجا بگذرد زر می بَرد
نیست ہدیہ مخلصاں را مُستَرَد

جو وہاں سے گذرے، سونا لے جائے
مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دو سال
کردہ ام من نذر ہا با ذُوالجلال

میں نے وہ دو سال سے اس کے لئے رکھا ہے
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے منتیں مانی ہیں

وَر روا دارند چیزے زاں ستد
بیست چنداں خود زیاں شاں اوفتد

اگر وہ اُس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے
اُن کو خود بیس گنا نقصان ہوگا

گر رَوانم را پُر والانند زود [۲]
صد درِ محنت بر ایشاں بر کشود

اگر وہ میری رُوح کو پریشان کرینگے تو جلدی
پریشانی کے سینکڑوں دروازے اُن پر کھلیں گے

از خدا امید دارم من لبق
کہ رساند حق را با مستحق

میں زبان آور اللہ (تعالےٰ) سے امید کرتا ہوں
کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

دو قضیہ دیگر اُو را شرح داد
لب بذکرِ آں نخواہم بر گشاد

اُس نے دو دوسرے معاملے اُس پر ظاہر کئے
میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

تا بماند دو قضیہ سرّ و راز
ہم نگردد مثنوی چندیں دراز

تاکہ دونوں قصّے بھید اور راز رہیں
نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

بر جہید از خواب انگشتک زناں [۳]
گہ غزل گویان و گہ نوحہ کُناں

وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا
کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی
پایمردا مست و خوش برخاستی

مہمان نے کہا، تو کن خیالات میں ہے
اے مددگار! تو مست اور خوش اٹھا ہے

تا چہ دیدی خواب دوش اَبُوالعلا
کہ نمی گُنجی تو در شہر و فلا

اے بلند مرتبہ والے! گذشتہ رات تو نے خواب میں کیا دیکھ لیا؟
کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں
کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں

تیرے ہاتھی نے ہندوستان خواب میں دیکھ لیا ہے
کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

گفت سوداناک خوابے دیدہ ام
در دلِ خود آفتابے دیدہ ام

اُس نے کہا کہ میں نے ایک عشقناک خواب میں دیکھا ہے
میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

---

۱ وَر ببندد۔ اگر وہ عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کرلے تو اُس کے دروازہ پر ڈال دینا۔ می بَرد۔ تاکہ گذرنے والا اُس کو اٹھا کرلے جائے۔ نیست۔ اُس کو یہ چاہیئے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اس لئے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا جرم ہے۔ بہرِ اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اُس کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کو دینے کی منت مانی ہے۔ وَر روا۔ میرے وارثوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اُس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیس گنا اُن کو نقصان پہنچ جائیگا۔

۲ گر روانم۔ وارثوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کرکے میری روح کو ستائینگے تو اُن پر سیکڑوں مصائب آجائیں گے۔ لبق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں محتسب نے اُس مددگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ ترجمہ ایک تو راز ہونے کی وجہ سے میں بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہو جائیگی۔

۳ بر جہید۔ وہ مددگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اٹھا چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشارت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی محتسب کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ فلا۔ فلات، جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو وطن کی یاد میں زنجیریں توڑنے لگتا ہے۔ سوداناک۔ عشقناک۔ آفتاب یعنی محتسب۔

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا — آں سپردہ[1] جاں برائے کبریا
اے بلند رتبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے — اُس خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجہ بیدار را — آں سپُردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے — اُس، دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجہ مُعطی المُنٰی — واحدٌ کالاُلف از اَمرِ خدا
میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے — جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں گر می شُمرد — تا کہ مستی عقل و ہوشش را ببرد
مست اور بیخود اِسی طرح شمار کر رہا تھا — حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کردیا

درمیانِ خانہ اُفتاد اُو دراز — خَلق اَنبہ گِردِ اُو آمد فراز
وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا — مخلوق کا مجمع اس کے گِرد فراہم ہوگیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی — اے نہادہ ہوشہا دَر بیہوشی
ہوش میں آیا بولا اے خوشی کے سمندر! — اے وہ کہ جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادہ بیداریے — بستہ در بیدلی دلداریے
تو نے خواب میں، بیداری رکھی ہے — تم نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کردی

خواجگی پنہاں کُنی دَر ذُلِّ فقر — طوقِ دولت بستہ اندر غُلِّ فقر
تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کردیتا ہے — دولت کے طوق کو فقر کے طوق سے وابستہ کردیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج — آتش اندر آبِ سوزاں مندمج
ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے — گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

رُوضہ[3] اندر آتش نمرُود درج — دَخلہا رُویاں شُدہ از بذلِ خرج
نمرود کی آگ میں چمن درج ہے — صرف اور خرچ سے آمدنیاں اُگی ہیں

تا بگفتہ مُصطفےٰ شاہِ نجاح — اَلسَّمَاحُ یَا اُولِی النَّعَمْ رَبَاح
حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفےٰ ؐ نے فرمایا — اے اہل نعمت! سخاوت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ قَطُّ — اِنَّمَا الْخَیْرَاتُ نِعْمَ الْمُرْتَبَطْ
صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا — خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوششِ وافزونیِ زر در زکوٰۃ — عصمت از فحشا و مُنکر در صلوٰۃ
زکوٰۃ میں مال کا جوش اور بڑھاؤ ہے — نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

[1] سپردہ۔ یعنی وہ مُحبّ جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کردی ہے۔ بست۔ وہ مددگار مستی اور بیخودی کی حالت میں مُحبّ کے اوصاف گِنا تا گِنا تا بیہوش ہوگیا۔ درمیاں۔ وہ مددگار بیہوش ہوکر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہوگئے۔ بحرِ خوشی۔ اللہ تعالیٰ۔ ہوشہا۔ بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سکھائے گئے تھے۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستہ۔ جو بیدل یعنی عاشقِ خدا ہوتا ہے وہ محبوب اور حق کا دلدار بھی ہوجاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اس پر تعجب نہ کرو کائنات میں مشاہدہ کرلو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کردیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُس کے اجزا سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لئے چمن پوشیدہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السّماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ ماںقص۔ خیرات اللہ سے ربط پیدا کردیتی ہے تو مال میں برکت ہوجاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز نیکی، فحش اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں زکوٰتت کیسۂ ات را پاسباں ۔ واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں

تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے ۔ اور وہ تیری نماز بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے

میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ ۔ زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ

شاخ اور پتے میں میٹھا میوہ چھپا ہے ۔ موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے

زبل گشتہ قوتِ خاک از شیوۂ ۔ زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ

نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی ۔ زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیئے ۔ در سرشتِ ساجدے مسجودیئے

موجود ہونا، عدم میں پوشیدہ ہوا ۔ سجدہ کرنے والے کی طینت میں مسجود ہونا ہے

آہن و سنگ از برونش مظلمے ۔ اندروں نورے و شمعِ عالمے

لوہا اور پتھر باہر سے تاریک ہیں ۔ باطن میں نور اور عالم کی شمع ہے

درج در خوفے ہزاراں ایمنی ۔ در سوادِ چشم چنداں روشنی

خوف میں ہزاروں اطمینان درج ہیں ۔ آنکھ کی سیاہی میں اُس قدر روشنی ہے

اندرونِ گاوِ تن شہزادۂ ۔ گنج در ویرانہ بنہادۂ

بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے ۔ خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے

تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس ۔ گاو بیند شاہ نے، یعنی بلیس

تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے ۔ بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں، یعنی شیطان

حکایتِ آں پادشاہ و وصیت کردن سہ پسرِ خویش را کہ

اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں ترتیب نہید و

سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کرو اور

فلاں جا چنیں نواب نصب کنید و اما اللہ اللہ بفلاں

فلاں جگہ اتنے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں

قلعہ مروید و گردِ آں مگردید

نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بُد سہ پسر ۔ ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر

ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے ۔ تینوں سمجھ دار اور صاحب نظر تھے

---

۵۱ آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے۔ شاخ۔ درخت کی شاخوں اور پتوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ مرگ۔ موت، جاوداں زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میووں پر مشتمل ہے۔ در عدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدمؑ ساجد ہو کر مسجود ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتھر کی سیاہی میں نور مضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سیکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے اور اس میں روشنی مضمر ہے۔

۵۲ اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مضمر ہے۔ گنج۔ ویرانہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تا خرے۔ اِن باتوں میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خرِ پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

۵۳ حکایت۔ اِس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اس کے باطن کی طرف متوجہ ہو کر کامیاب بنا۔ بود شاہے

ہر یکے از دیگرے استودہ تر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا

در سخا و در وغا و کرّ و فرّ
سخاوت اور جنگ اور کرّ و فرّ میں

پیشِ شہ شہزادگاں استادہ جمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے

قرۃ العینانِ[1] شہ ہمچوں سہ شمع
شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے

از رہِ پنہاں ز عینینِ پسر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے

می کشید آبے نخیلِ آں پدر
اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد

میرود سُوی ریاضِ مام و باب
ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہو

تازہ می باشد ریاضِ والدین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں

گشتہ جاری عینِ شاں زیں ہر دو عین
اِن دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہو

چوں[2] شود چشمہ ز بیماری علیل
جب چشمہ مرض سے بیمار ہو جاتا ہے

خشک گردد شاخ و برگِ آں نخیل
اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتّے خشک ہو جاتے ہیں

خشکیِ نخلش ہمی گوید پدید
اُسکے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے

کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں
اِسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے

متّصل با جانِ تاں یا غافلیں
اے غافلو! تمہاری جان سے متّصل ہیں

اے کشیدہ ز آسمان و از زمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں

مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
مادّے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

تن[3] ز اجزائے جہاں دُزدیدہٗ
تونے جہان کے اجزاء سے جسم کو چُرایا ہے

پارہ پارہ زیں و آں ببریدہٗ
تونے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں
زمین اور سورج اور آسمان سے

پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
تونے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

تا تو پنداری کہ بُردی رائیگاں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو مُفت لے اُڑا

باز نستانند از تو ایں و آں
یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

کالۂ دُزدیدہ نبود پائیدار
چُرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے

لیک آرد دُزد را تا پایدار
لیکن چور کو سولی تک لے آتا ہے

[1] قرۃ العینان - دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی و راحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں - از رہ - باپ کے جسم کی تر و تازگی اولاد سے ہے - تا ز فرزند - مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چمن کو سیراب کرتی ہے - تازہ - اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے باغیچہ کو پانی دیتے ہیں -

[2] چوں - اسی لئے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے - خشکی - اِس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا - اے بسا - جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے - اے کشیدہ - انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے - سمیں - موٹا -

[3] تن - انسانی جسم کی ترکیب عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے - از زمیں - کائناتِ عالم کے اجزاء جسمِ انسانی نے حاصل کئے ہیں - تا تو - انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اجزاء جو اُسکے جسم نے حاصل کئے ہیں اُنکو واپس لوٹانا نہیں ہے - کالہ - یہ چرائے ہوئے اجزاء ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں چوری ہی موت کا سبب ہے۔

عاریہ[1] ست ایں کم ہمی باید فشارد | کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیئے | کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیئے

جُز نفخت کاں زِ وہاب آمدست | رُوح را باش، آں دِگرہا بیہدست
میں نے پھونکا کے سوا کیونکہ خدا کی جانب سے آئی ہے | رُوح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں

بیہدہ نسبت بجاں میگویمش | نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اُن کو رُوح کے اعتبار سے بیہودہ کہہ رہا ہوں | نہ کہ اُس کے مضبوط مصنوع کے اعتبار سے

بیانِ[2] استمدادِ عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی و مستغنی شُدنِ

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا

اُو از استمداد و انجذاب از چشمہای آبہای بیوفا کہ علامۃُ

پانیوں کے چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اس کی

ذٰلِکَ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ کہ آدمی چوں مددہای

علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر

چشمہا اعتماد کُند در طلب چشمۂ باقی سُست شود چنانکہ

بھروسہ کرتا ہے، باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست ہوجاتی ہے چنانچہ

حکیم الٰہی می فرماید —— رُباعی

حکیم الٰہی فرماتے ہیں رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید | کز عاریہا تُرا درے نکشاید
تیری جان میں چشمہ چاہیئے | کیونکہ مانگے ہوؤں سے تیرے لئے در نہیں کھلتا ہے

یک چشمۂ آب از درونِ خانہ | بہ زاں جُوی کہ از بروں می آید
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ | اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حبذا[3] کاریز اصلِ چیزہا | فارغت آرد ازیں کاریزہا
خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے | وہ تجھے اِن چشموں سے بے نیاز کردے گا

چشمۂ آبی درونِ خانۂ | بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ
گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ | اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے

تو ز صد ینبوع شربت می کشی | ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو سینکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے | اُن سیکڑوں میں سے جو کم ہوجائے خوشی گھٹ جاتی ہے

---

[1] عاریہ۔ مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے اِن اجزاء کو بھی ایک دن واپس دینا ہے۔ جز نفخت۔ البتہ روح کا عطیۃ اللہ کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔ بیہدہ۔ جسم کے اجزاء کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی تخلیق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہو سکتی ہے۔

[2] بیان۔ چونکہ بدن کے اجزاء مانگے ہوئے ہیں اور رُوح عطیۂ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ رُوح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیئے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ رُوح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لئے وہ دارالغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔ کاریز۔ بوزن فالیز، وہ نہر جو کاشتکار زمین کے نیچے سے کھود کر اس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

[3] حبذا۔ جو نہر رُوح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔ وہ حاصل کریگا تو پھر حواسِ ظاہرہ کے مدرکات سے تو بے نیاز ہوجائیگا۔ چشمہ۔ جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ ینبوع۔ چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے اگر ان میں سے کسی میں بھی کمی آجائے تو تیری خوشی ناقص ہوجاتی ہے۔

چوں[1] بجوشد از دروں چشمہ سنی ۔۔۔ ز استراقِ چشمہا گردی غنی

جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے ۔۔۔ چشموں کے چرانے سے تو بے نیاز ہوجاتا ہے

قرۃ العینت چو ز آب و گل بود ۔۔۔ راتبہ ایں قترہ دردِ دل بود

جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو ۔۔۔ تو اس ٹھنڈک کا نتیجہ، دل کا درد ہو گا

قلعہ را چوں آب آید از بروں ۔۔۔ در زمانِ امن باشد بر فزوں

قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے ۔۔۔ تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہو گا

چونکہ دشمن گردِ آں حلقہ کند ۔۔۔ تا کہ اندر خونِ شاں غرقہ کند

جب دشمن اس قلعہ کا محاصرہ کرلے ۔۔۔ تاکہ ان کو خون میں ڈبوئے

آبِ بیروں را ببرند آں سپاہ ۔۔۔ تا نباشد قلعہ را زاں نہا پناہ

وہ لشکر، پانی کو باہر سے قطع کردے گا ۔۔۔ تاکہ قلعہ کو ان سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[2] زماں یک چاہِ شورے از دروں ۔۔۔ بہ ز صد جیحونِ شیریں از بروں

اس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں ۔۔۔ باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہو گا

قاطع الاسباب لشکرہائے مرگ ۔۔۔ ہمچو دے آید بقطعِ شاخ و برگ

موت کے لشکر اسباب کو کاٹنے والے ۔۔۔ خزاں کی طرح شاخ اور پتے کاٹنے آتے ہیں

در جہاں نبود مددشاں از بہار ۔۔۔ جز مگر در جاں بہارِ روی یار

دنیا میں تو ان کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے ۔۔۔ علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[3] لقب شد خاکِ را دار الغرور ۔۔۔ کو کشد پا را سپس یوم العبور

اسی لئے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا ۔۔۔ کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و بر چپ میدوید ۔۔۔ کہ بچینم دردِ تو چیزی نچید

اس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے ۔۔۔ کہ میں تیرا دکھ چن لوں گا (اور) کچھ نہ چنا

او بگفتے مر ترا وقتِ غماں ۔۔۔ دور از تو رنج و دہ گز درمیاں

وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا ۔۔۔ رنج تجھ سے دور ہے اور دس ہاتھ درمیان میں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم ۔۔۔ خود نمی گوید ترا من دیدہ ام

جب رنج کا لشکر آیا اس نے دم سادھا ۔۔۔ تجھ سے نہیں کہتا ہے کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

---

[1] چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب و گل کے پتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اس کا انجام دردِ دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے لیکن جب باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

[2] آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنویں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذت کے سارے خارجی ذرائع ختم کردے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہوگا صرف وہ بہار باعثِ لذت ہوگی جو روئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ (شعر)

گر از نسیم دل انگیز تو زندہ شود ۔۔۔ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

[3] زاں۔ چونکہ موت لذت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کردیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اسی لئے دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دیا گیا ہے یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش ازاں۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد دکھ میں اٹھالوں گا لیکن اس نے کچھ نہ اٹھایا۔ چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اس کی جان پہچان بھی تھی۔

خوش[۵۱] پئے شیطاں بدنسیاں زمثل — کو ترا در رزم آرد با حیل

اللہ (تعالیٰ) نے شیطان کی اسی طور پر مثل بیان کی ہے — کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا — در بلا و در جفا و در عنا

کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں — بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ ترا یاری دہم من با توام — در خطرہا پیشِ تو من می دوم

کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں — میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اسپرت باشم گہِ تیرِ خدنگ — مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ

خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنونگا — میں تنگ وقت میں تجھے بچانیوالا بنوں گا

جاں[۵۲] فدای تو کنم در انتعاش — رستمی شیری ہلا مردانہ باش

میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کرونگا — تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار! مرد بن

سوی کفرش آورد زیں عشوہا — آں جوالِ خدعہ و مکر و دغا

ان فریبوں سے اسکو کفر کی جانب لے آتا ہے — وہ دھوکے اور مکر اور دغا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد — او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد

جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا — اس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو — گویدش رو رو کہ بیزارم ز تو

ہاں، آجا میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں — وہ اس سے کہہ دیتا ہے، جاجا میں تجھ سے بیزار ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار — من ہمی ترسم ز تو دست از من بدار

تو خدا کے انصاف سے نہ ڈرا — میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفت[۵۳] حق او خود جدا شد از بہی — تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے جدا ہوا — تو بھی ان حیلوں سے کب نجات پائیگا؟

گفت حق او خود ز نیکی شد جدا — کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا — تو بھی ان مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول در روزِ شمار — رو سیاہ اند و حریف و سنگسار

فاعل اور مفعول، گنتی کے دن — کالا منہ میں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد — در چہ بُعد اند و در بئس المہاد

یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانیوالا فیصلے اور انصاف میں — دوری کے کنویں میں اور بُرے بستر میں ہیں

---

۵۱ حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ جھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ در خطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

۵۲ جاں فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا رستمی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا شوخی۔ شیطان انسان کو اسی طرح کے دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اس کی ہر حالت پر ٹھٹھے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اس شیطان کو مدد کے لئے بلاتا ہے تو وہ اس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

۵۳ گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دیدیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اس کا کہنا کیوں مانا اب اس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل یعنی

غولؒ را و گول را کو را فریفت — از خلاص و فوز می باید شگیفت

شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جسکو اُس نے فریفتہ کیا — نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیے

ہم خر و خرگیر اینجا در گلند — غافل اند اینجا و آنجا آفِلند

گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اس جگہ کیچڑ میں ہیں — یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جُز کسانے را کہ وا گردند از آں — در بہارِ فضل آیند از خزاں

سوائے اُن کے جو اُس سے لَوٹ جائیں — خزاں سے مہربانی کی بہار میں آجائیں

توبہ آرند و خُدا توبہ پذیر — اَمرِ اُو گیرند و اُو نعم الامیر

توبہ کر لیں اور خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے — اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چوںؒ بر آرند از پشیمانی حنین — عرش لرزد از اَنینِ المُذنبین

وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں — گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر وَلد — دستِ شاں گیرد بَبالا می کَشد

اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچہ پر — اُن کی دستگیری کرتا ہے اوپر کھینچ لیتا ہے

کاے خدا تاں وا خرید از غرور — نک ریاضِ فضل و نک ربِّ غفور

کہ اے لوگو! تمہیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا — اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعد ازیں تاں برگ و رزقِ جاوداں — از ہوایِ حق بُوَد نز نا وداں

اِس کے بعد تمہارا سامان اور مستقل رزق — اللہ (تعالیٰ) کی ہوا سے ہوگا نہ کہ پرنالے سے

چونکہؒ دریا بر وسائط رشک کرد — تشنہ چوں ماہی بترکِ مَشک کرد

جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا — مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش — کایں حدیث از حدِّ امکاں است بیش

شہزادوں کا قصہ پیش کر — کیونکہ یہ مضمون حدِّ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — جانبِ احوالِ آں شہزادگاں

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل — شہزادوں کے احوال کی جانب

رواں شُدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت

کردنِ ایشاں شاہ را و اِعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دُہرانا کہ

۱ؒ غول - یعنی شیطان - گول - یعنی گمراہ - خلاص یعنی جہنم سے خلاصی - فوز - یعنی جنت کی کامیابی - شگیفت - شگیفتن، صبر کرنا - خر - یعنی گمراہ - خرگیر - یعنی شیطان - غافل - یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے - آفِل - غائب یعنی جنت سے - جُز کسانے - یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کر لی - اَمر - یعنی توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں -

۲ؒ چوں - جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے پر کانپتی ہے - حنین اور انین - رونے کی آواز - دستِ شاں - ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے - کاے - یہ کہتا ہے کہ تجھ پر ربِّ غفور نے رحم کر دیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں پہنچ گیا ہے - از ہوا - یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا -

۳ؒ چونکہ - جب حضرتِ حق اپنے محبوب کیلئے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی مشک یعنی اسباب کو ترک کر کے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہو - قصہ - شہزادوں کا قصہ بیان کر دیا ہے کہ مضمونِ توکل

وصیّت راکہ بقلعۂ ہوشں رُبا نزوید

ہوش اُڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزمِ[1] رہ کردند آں ہر سہ پسر — سُوئے املاکِ پدر رسمِ سفر
تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کرلیا — سفر کے طریقہ پر، باپ کے ممالک کی جانب

در طوافِ شہرہا و قلعہاشں — از پئے تدبیرِ دیوان و معاش
اُس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں — دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لئے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازت شاں چو نیّت دید حزم
ارادہ (سفر) کے وقت اُنھوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی — چونکہ اُس نے نیت پختہ دیکھی اُنکو اجازت دیدی

دست بوسِ شاہ کردند و وداع — پس بدیشاں گفت آں شاہِ مطاع
اُنھوں نے شاہ کی دست بوسی کی اور رخصت کیا — پھر حاکم شاہ نے اُن سے کہا

ہر کجا تاں دل کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید
جہاں تمھیں دل لے جائے ارادہ کرو — اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہوجاؤ

غیرِ[2] آں یک قلعہ نامشں ہُشربا — تنگ آرد بر کُلہ داراں قبا
سوائے اُس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش رُبا ہے — وہ تاجداروں پر قبا تنگ کردیتا ہے

اللہ اللہ زاں دژِ ذاتُ الصُّوَر — دُور باشید و بترسید از خطر
خدا کے لئے اُس تصویروں والے قلعہ سے — دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

رُوئے و پشت برجہاش و سقف و پست — جملہ تمثال و نگار و صورت است
اُسکے رو اور پُشت اور برجیاں اور چھت اور فرش — سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرۂ زلیخا پُر صُوَر — تا کند یوسفؑ بناکامشں نظر
زلیخا کے تصویروں سے بھرے حُجرے کی طرح — تاکہ (حضرت) یوسفؑ بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

چونکہ[3] یوسفؑ سُوئے اُو می ننگرید — خانہ را پر نقشِ خود کرد آں مکید
چونکہ (حضرت) یوسفؑ اُنکی جانب نہ دیکھتے تھے — اُس مکّار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تا بہر سُو کاں نگر داں خوش عذار — رُوئے اُو را بیند اُو بے اختیار
تاکہ وہ خوبصورت رُخ والا جس طرف بھی دیکھے — بے اختیار اُس کا چہرہ دیکھ لے

بہرِ دیدہ روشناں یزدانِ فرد — شش جہت را مظہرِ آیات کرد
روشن آنکھ والوں کے لئے، یکتا خدا نے — چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے

---

[1] عزم۔ تینوں شہزادوں نے ملکی انتظام کے لئے سفر کا ارادہ کرلیا۔ دیوان۔ دفتر۔ معاش۔ گذارہ کا ذریعہ، آمدنی۔ حزم۔ پختہ ارادہ۔ مُطاع۔ جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔ دست افشاں یعنی خوشی۔

[2] غیرِ آں۔ بس ہوش رُبا قلعہ میں نہ جانا۔ اللہ اللہ خدا سے ڈرو۔ دژ۔ قلعہ۔ ذات الصُّوَر۔ تصویروں والا۔ تنگ بہت سے بادشاہ اُس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اُس پر عاشق ہوکر پریشان ہوگئے ہیں۔ حجرہ۔ اِس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ ہمچو۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھانسنے کے لئے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگادی تھیں تاکہ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ زلیخا پر عاشق ہوجائیں وہ زلیخا کو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

[3] چونکہ حضرت یوسفؑ عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ عذار۔ رُخسار۔ روشناں۔ عارفین۔ شش۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقی دفتریست معرفتِ کردگار

تا[1] بہر حیوان و نامی کانگرند | از ریاضِ حُسنِ ربّانی چرند

تاکہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں | غذائی حُسن کے باغوں سے غذا پائیں

بہرِ ایں فرمود با آں اِسپہ اُو | حَیْثُ وَلَّیْتُمْ فَثَمَّ وَجْهُهٗ

اسی لئے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا | تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند | در درونِ آب حق را ناظر اند

وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں | پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب در | صورتِ خود بیند اے صاحب نظر

جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں | اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شد دروُ | پس در آب اکنوں کرا بیند بگو

عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہوگئی | تو بتا! اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر روئ حور[2] | ہمچو مَہ در آب از صُنعِ غیور

وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں | غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بر عاشقے و صادقیست | غیرتش بر دیو و بر استور نیست

اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے | اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیو[3] اگر عاشق شود ہم گوئ برد | جبرئیلے گشت و آں دیوے بمرد

شیطان اگر عاشق ہوگیا اُس نے بھی بازی جیت لی | وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مرگیا

اَسْلَمَ الشَّیْطَانُ در ینجا شد پدید | کر یزیدے شد ز فضلش بایزید

شیطان مسلمان ہوگیا، اس جگہ ظاہر ہوا | کہ یزید، اُس کی مہربانی سے بایزیدؒ ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ | ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ! | خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند | کر فتید اندر شقاوت تا ابد

خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہیں بھٹکا دے | کہ تم ہمیشہ کے لئے بدبختی میں جاگرد

وہ اپنے چہرے کی بجائے خدا کا چہرہ دیکھیں ——— [3] دیو۔ شیطان صفت اگر توبہ کرکے عاشقِ خدا بنجاتا ہے تو اُسکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اَسْلَم۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِیْ فَأَسْلَمَ لیکن اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہوگیا، مولانا فرماتے ہیں اِس کے یہی معنیٰ ہیں کہ اگر شیطان توبہ کرلے تو عارف بن جاتا ہے اور یزید جیسا ظالم بایزید بسطامیؒ بن جاتا ہے۔ ایں سخن یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمہیں ہوش رُبا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

---

[1] تا بہر حیوان۔ جب عارفین کائنات میں کمالِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اُنکی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِسپہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رُخ کروگے تمہیں ہمارا جلوہ نظر آئیگا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے، شعر:

[illegible]

آنکہ۔ غیرِ عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کرچکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آرہا ہو وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔

[2] روئ حور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اُس میں بھی حُسنِ حق کا تماشا کرتے ہیں۔ ہمچو مَہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے۔ از صُنعِ غیور۔ عارف چونکہ محبوبِ حق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ کرے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرتِ حق آڑے نہیں آتی کہ

از خطر پرہیز آمد مفترض
خطرے سے بچنا فرض ہے

بشنوید از من حدیثِ بے غرض[1]
مجھ سے بے غرض بات سُن لو

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ
کشادگی کی طلب میں سر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے

از کمین گاہِ بلا پرہیز بہ
مصیبت کی کمین گاہ سے پرہیز بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر
اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا

ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں
اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی

خود نمی اُفتاد آں سو میلِ شاں
خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

کاں نہ بد معروف وبس مہجور بود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا

از قلاع و از مناہج دور بود
قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

چوں بکرد آں منع دلِ شاں زاں مقال
چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس گفتگو سے

در ہوس افتاد و در کوئی خیال
ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

رغبتے زیں منع در دلِ شاں بر رُست
اِس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہو گئی

کہ بباید سرّ آں را باز جست
کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیے

کیست کز ممنوع گردد ممتنع[2]
کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے

چونکہ الْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ مَا مُنِعْ
جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ تقیٰ تبغیض شد
متقیوں پر ممانعت مبغوض بنانا ہوئی

نہی بر اہلِ ہوا تحریض شد
خواہش نفسانی والوں پر ممانعت، ترغیب بنی

پس ازیں یُضِلُّ بِہٖ قومًا کثیر
پس اسی لئے ہے اُس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے

ہم ازیں یَہْدِیْ بِہٖ قلبًا خبیر
نیز اسی لئے ہے باخبر دل کو اُس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے

کے رمد از نے حمامِ آشنا[3]
پلا ہوا کبوتر، بانس سے کب اُڑتا ہے

بل رمد زاں نے حماماتِ ہوا
بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم
پھر اُنھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے

بر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہا تنیم
ہم نے سنا اور ہم نے مانا پر عمل کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو
آپ کے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے

کفر باشد غفلت از احسانِ تو
آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

[1] بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ در فرج۔ جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گر نمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کاں چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اسلئے اُن کو اُس قلعہ میں جاکر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

[2] کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں جو ممنوع چیز سے رُکیں کیونکہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہو جاتا ہے۔ نہی۔ جو متقی ہیں اور وہ کم ہیں اُن کے لئے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کیلئے ممانعت اور آمادگی کا سبب بنجاتی ہے۔ پس ازیں۔ اسی لئے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہو جاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔

[3] کے رمد۔ بانس کی چھڑ ہلانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔

لیکؔ[۱] استثنا و تسبیحِ خدا
لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح
ز اعتمادِ خود بُد از ایشاں جُدا
اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُنسے جدا تھی

ذکرِ استثنا و حزمِ مُلتوی
انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر
گفتہ شُد در ابتدایِ مثنوی
مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست
اگر سَو کتابیں بھی ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں
صد جہت را قصد جُز محراب نیست
سَو جانبوں کا مقصد محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مُخلصش یک خانہ است
۲ان راستوں کا مُنتہا ایک گھر ہے
ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ است
یہ ہزاروں بالیں، ایک دانہ کی ہیں

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار
قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں
جملہ یک چیز ست اندر اعتبار
غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے
سرد شُد اندر دلت پنجہ طعام
تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت بس تو احول بُودۂ
تو بھوک میں، بھینگا ہو رہا تھا
کہ یکے را صد ہزاراں دیدۂ
کہ تو ایک کو لاکھوں سمجھ رہا تھا

گفتہ بُودیم از سِقامِ آں کنیز
ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی
وز طبیبان و قصورِ فہم نیز
اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاںؔ[۳] طبیباں ہمچو اسپِ بے فسا
کہ وہ طبیب بے رسّی کے گھوڑے کی طرح
غافل و بے بہرہ بُودند از سوار
سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام
اُن کا تالو، لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے
سُمِ شاں مجروح از تحویلِ گام
اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشُدہ واقف کہ نک بر پُشتِ ما
وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر
رائضِ چُست ست اُستادی نما
اُستادی دکھلانے والا، چُست سدھانے والا ہے

نیست سر گردانیِ ما زیں لگام
اِس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے
جُز ز تصریفِ سوارِ دوستکام
سوائے کامیاب سوار کے تصرف کی وجہ کے

غافل تھے جیسا کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔ کامِ شاں۔ حالانکہ خدا کے تصرفات اُن پر جاری تھے۔ ناشُدہ۔ یہ اِس سے غافل تھے کہ اُنپر سدھانے والا سوار ہے۔ نیست۔ اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہیے تھا کہ کوئی مُتصرف ذات اُن پر مسلط ہے۔

۱ لیک۔ اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور اللہ کو یاد کر کے انشاء اللہ نہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا۔ ذکر۔ انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔ ملتوی۔ یعنی استثناء کے ذکر کے ضمن میں۔ صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔ صد جہت۔ دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانۂ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب مُتحد ہیں۔ ایں طُرق۔ جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ ایں ہزاراں۔ جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوتی ہیں وہ بھی مُتحد ہیں۔
۲ گونہ گونہ۔ کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔ از یکے۔ اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ در مجاعت۔ بھوک میں انسان غلطی سے اُنکو جداگانہ سمجھتا ہے۔ گفتہ بودیم۔ جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔
۳ کاں طبیباں۔ وہ طبیب مُتصرفِ حقیقی سے ایسے ہی

ماپئے[۵۱] گُل سُوئے بُستانہا شُدہ
ہم پھول کے لئے باغوں کی جانب گئے

گُل نمودہ آن و آں خارے بُدہ
وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد
اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے

بر گلوی ما کہ می کوبد لگد
ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندۂ سبب
وہ طبیب سبب کے غلام، اِس طرح

گشتہ اند از مکرِ یزداں محتجب
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہوگئے

گر بہ بندی در صطبلے گاؤ نر
اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے

باز یابی در مقامِ گاؤ خر
پھر تو بیل کی جگہ گدھا پائے

از خری[۵۲] باشد تغافل خفتہ وار
سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل گدھے پن ہوگا

کہ نجوئی تا کیست ایں خُفیہ کار
کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کاریگری کرنیوالا کون

خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست
خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنیوالا کون ہے؟

نیست پیدا او مگر افلاکیست
وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے

تیر سُوئے راست پرّانیدۂ
تونے داہنی جانب تیر چلایا

سُوئے چپ رفتہ است تیرت دیدۂ
تونے دیکھا تیرا تیر بائیں جانب گیا

سُوئے آہوی بصیدی تاختی
تو شکار میں، ایک ہرن کی طرف دوڑا

خویش را تو صیدِ خوکے ساختی
تونے اپنے آپ کو سوّر کا شکار بنایا

در پئے[۵۳] سودے دویدہ بہرِ کبس
کوئی لوٹنے کیلئے نفع کی طرف دوڑا

نا رسیدہ سود و افتادہ بحبس
نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں
دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے

خویش را دیدہ فتادہ اندراں
اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بے مرادت کرد رب
جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کردیا

پس چرا بدظن نگردی در سبب
تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟

بس کسے از مکسبے خاقاں شُدہ
بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے

دیگرے زاں مکسبہ عُریاں شُدہ
دوسرا اس کمائی سے ننگا ہوگیا

بس کس از عقدِ زناں قاروں شدہ
بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہوگئے

بس کس از عقدِ زناں مدیوں شدہ
بہت سے عورتوں کے نکاح سے قرضدار ہوگئے

۵۱ ماپئے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ ہیچ۔ اُن کو سوچنا چاہئے کہ اسباب کے خلاف کونسی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلافِ واقعہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

۵۲ از خری۔ اِن حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے۔ خود نگفتہ۔ اِن حالات میں اسکو ایک مخفی متصرف کا قائل ہوجانا چاہیئے۔ تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سُوئے آہو۔ ارادہ ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سوّر کا شکار بنجاتا ہے، یہ کیوں ہے؟

۵۳ در پئے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کیلئے کنویں کھودتا ہے اور خود اُس میں گرجاتا ہے۔ در سبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اُسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو اسباب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کیلئے مفید اور دوسرے کیلئے مُضر ہوتا ہے۔ عقدِ زناں۔ شادی بیاہ کسی کو ایسا راس آتا ہے کہ وہ اُسکے عروج کا سبب بنتا ہے دوسرے کیلئے وہی تباہ کن ہوجاتا ہے۔

پس سبب گرداں چو دُمِ خر بُوَد — تکیہ بر وے کم کُنی بہتر بُوَد

توسبب گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے — تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے

در سبب گیری نگردی ہم دلیر — کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر

سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن — کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں

سِرِّ استثناست ایں حزم و حذر — زانکہ خر را بز نماید ایں قدر

استثناء کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے — اِس لئے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھا دیتی ہو

آنکہ چشمش بست گرچہ گُربزست — زاحولی اندر دو چشمش خر بزست

جس کی آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو — بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے

چوں مُقلِّب حق بُود ابصار را — اُو بگرداند دل و افکار را

جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے — وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف — دام را تو دانۂ بینی طریف

تو کنوئیں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے — تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے

مشرکاں را در دو چشمِ اہلِ بدر — کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر

بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو — کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں

ایں تسفسط نیست تقلیبِ خداست — می نماید کہ حقیقتہا کجاست

یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا کا تصرف ہے — وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟

آنکہ انکارِ حقائق می کُند — جملگی اُو بر خیالے می تند

جو شخص حقیقتوں کا انکار کرتا ہے — وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے

اُو نمی گوید کہ حسبانِ خیال — ہم خیالے باشدت چشمے بمال

وہ یہ نہیں کہتا کہ خیال کا سمجھنا — بھی تیرا خیال ہوگا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سُلطان سُوئے قلعہ بحکمِ آنکہ اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ عَلٰی مَا مُنِعَ

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اِس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اُس کا لالچی ہو جاتا ہے

---

۵۱ پس - تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ در سبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھ اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کر اس لئے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لا سکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے سِرِّ استثناء۔ انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اس سبب کی تاثیر کو انشاء اللہ کے حوالہ کر دینا ہے۔ زانکہ۔ اسلئے کہ اگر مشیتِ خداوندی نہ ہو تو بعض انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکار۔

۵۲ چوں مُقلِّب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکر کی تبدیلی تو بہت آسان ہے اُس میں از خود بھی غلطی کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ - اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنوئیں کو عمدہ گھر اور جال کا دانہ دیکھتا ہے۔ مشرکاں چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگِ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کر کے دکھا دی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بے قدر ہو جائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسط۔ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں —

۵۳ آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہو اور ہر چیز کو خیالِ محض قرار دیتا ہو اگر وہ صحیح معنی میں اس کا قائل ہو تو اس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیالِ محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہیئے۔ چشمے بمال۔ یہ اُسکی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آجائے گی۔

ما بندگیِ خویش نمودیم ولیکن — **خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن**

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بدعادت، غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پا نہادند تا در چاہِ بلا افتادند

اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا۔ یہانتک کہ مصیبت کے گڑھے میں

دمی گفت ایشاں را نفوسِ لوامہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ و

گر گئے اور اُن سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانیوالا نہ آیا تھا اور

ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا

وہ روتے ہوئے اور شرمندہ، کہہ رہے تھے "اگر ہم سُنتے یا سمجھتے تو

مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ

ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں سخن[1] پایاں ندارد آں فریق — **برگرفتند از پئے آں دژ طریق**

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے، اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لئے راہ اختیار کی

بر درختِ گندمِ منہی زدند — **از طویلہ مخلصاں بیروں شدند**

ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — **سوئے آں قلعہ برآوردند سر**

چونکہ اُس کے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہوگئے تھے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا

بر ستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — **تا بقلعہ صبر سوزِ ہُش رُبا**

برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اُڑانیوالے قلعہ کیجانب

آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — **در شبِ تاریک[2] برگشتہ ز روز**

ناصح عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے، اندھیری رات کی جانب مُڑ گئے

اندراں قلعہ خوش ذاتُ الصُّوَر — **پنج در در بحر و پنجے سوئے بر**

اُس حسین، تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کیجانب تھے

پنج ازاں[3] چوں حسِ ظاہر رنگ و بُو — **پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جُو**

اُن میں سے پانچ رنگ و بو کے ظاہر حس کی طرح تھے — اُنمیں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنیوالے

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — **می شدند از سُو بسُو خوش بیقرار**

اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش بیقرار آجا رہے تھے

[1] ایں سخن۔ یعنی اللہ کی جانب سے نگاہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ بر درخت۔ جس طرح حضرت آدم ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ از طویلہ۔ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے شکن سے جدا ہو گئے۔ از منع۔ مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

[2] شب۔ یعنی رنج و غم۔ روز۔ یعنی راحت و آرام۔ اندراں۔ اُس ہوش رُبا تصویروں والے قلعہ کے پانچ در، دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنیوالا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

[3] پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح۔ انسان انہی حواس کے محرکات سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ زاں۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوشی خوشی دیکھتے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لئے اُن میں قرار نہ تھا۔

زین قدحهای صُور کم باش مست
صورتوں کے اِن پیالوں سے مست نہ ہو
تا نگردی بُت تراش و بُت پرست
تاکہ تو بُت تراش اور بُت پرست نہ بنے

از قدحهای صُور بگذر مایست
صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر
باده در جام ست لیک از جام نیست
شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

سُوی باده بخش بکشا پهن گوش
شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول
تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش
تاکہ اُس جانب سے آواز اور شور سُنے

گوش دار آوازت آید دمبدم
سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی
چوں رسد باده نیاید جام کم
جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہو گی

آدما معنیِ دلبندم بجُوی
اے آدمؑ! میرے دل پسند معنیٰ کو تلاش کر
ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی
گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

چونکہ ریگے آرد شُد بهرِ خلیل
جبکہ خلیل (اللہ) کے لئے ریت آٹا ہو گیا
دانکہ معزولست گندم اے نبیل
اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جداگانہ چیز ہے

صورت از بےصورت آمد در وجود
صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے
همچناں کز آتشے زاد ست دُود
جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

کمتریں عیبے مُصوّر در خیال
خیال میں مصوّر (چیز) کا چھوٹا سا عیب ہے
چوں بپاپے بنیش آرد ملال
جب تو اسکو پے در پے دیکھے گا وہ ملال پیدا کردیگا

حیرتِ محض آردت بےصورتے
بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے
زاده صد گوں آلت از بے آلتے
بے آلہ سے سینکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

بے ز دستے دستها بافد همی
وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرکب کرتا ہے
جانِ جاں سازد مُصوّر آدمی
رُوح الرّوح، آدمی کو مصوّر بناتی ہے

آنچناں کاندر دل از هجر و وصال
جس طرح ہجر اور وصال سے دل میں
می شود بافیده گوناگوں خیال
قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

ذات سے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو ملال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہو گی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے ——— ۵۳ زادہ۔ اُس بے آلت و بے صورت ذات سے ہزارہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل ہے۔ بے ز دستے۔ جو ذات ہاتھ سے منزّہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیئے روح الرّوح (ذاتِ خداوندی) نے ادمی کو مُصوّر پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔ آنچناں۔ غیر مُصوّر، مُصوّر میں اس طرح موثر ہے جس طرح ہجر و وصال طرح طرح کے خیالات کا مُصوّر ہے اور وہ خود غیر مُصوّر ہے۔

۵۱ زین۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے پی کر مست نہ بن۔ ورنہ تو بھی بُت تراش اور بُت پرست کی طرح ہو جائیگا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔
از قدحهای۔ بیشک ان صورتوں کا حُسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار حسن ہے تجھے اصل حُسن اور ان کو حُسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔
سُوی۔ جس ذات نے اِن صورتوں کے جام میں شرابِ حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہونگی۔ چوں رسد۔ جب وہ شرابِ عشق حاصل ہو جائیگی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا مظہر معلوم ہوگا۔
۵۲ آدما۔ حضرت آدمؑ کے واسطے سے بنی آدمؑ کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔ چونکہ۔ صورت بے معنیٰ ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔ صورت۔ صورت کی علّت بے صورت ذات ہے لہٰذا توجہ کے قابل علّت ہے دھوئیں کی علّت آگ ہے لہٰذا وہ اصل ہے۔ کمتریں۔ صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصوّر خیال بار بار آتا ہے تو وہ اُس سے تنگدل ہو جاتا ہے۔ حیرت۔ جب تو

ہیچ ماند ایں مؤثر با اثر
یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر
آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحہ را صورت ضرر بیصورت ست
رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے

دست خایند از ضرر کش نیست دست
لوگ اُس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جسکے ہاتھ نہیں ہے

ایں مثل نالائق ست اے مستدل
اے دلیل بیان کرنیوالے! یہ مثال مناسب نہیں ہے

حیلۂ تفہیم را جہد المقل
سمجھانے کی تدبیر کیلئے، ایک نادار کی کوشش ہو

صنعِ بیصورت نگارد صورتے
بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے

تن بروید با حواس و آلتے
جسم کو مع حواس اور آلہ کے پیدا کرتی ہے

تا چہ صورت باشد آں بر وفقِ خود
تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو

اندر آرد جسم را در نیک و بد
جسم کو اچھی اور بُری میں لے آئے

صورتِ نعمت بود شاکر شود
نعمت کی صورت ہو تو شکر گذار بنتا ہے

صورتِ مہلت بود صابر شود
تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صورتِ رحمے بود شاداں شود
رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے

صورتِ زخمے بود نالاں شود
رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورتِ شہرے بود گیرد سفر
کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے

صورتِ تیرے بود گیرد سپر
تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورتِ خوباں بود عشرت کند
حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے

صورتِ غیبی بود خلوت کند
غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورتِ محتاجی آرد سوئے کسب
ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے

صورتِ بازو وری آرد بہ غصب
قوتِ بازو کی صورت چھیننا پیدا کرتی ہے

ایں ز حد و اندازہا باشد بروں
یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے

داعیِ فعل از خیالِ گونہ گوں
مختلف خیال سے کام کرانے والا

ہیچ۔ مؤثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا مؤثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ۔ نوحہ اور رونا ایک مصوَّر چیز ہے اور ضرر ایک اضافی چیز ہے جو مصوّر نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے اِن دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے ایں مثل۔ حق تعالےٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اُس کا اثر ہے اُس کی یہ مثالیں ناقص ہیں محض سمجھانے کیلئے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اُس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہو۔ صنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرما دیتی ہے۔ تاچہ۔ اللہ نے اِن صورتوں کو اِس لئے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے۔ صورتِ نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکر گذاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اُس پر کوئی رحم کرے گا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتِ شہر۔ کسی شہر کی صورت ہو تو نتیجہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اُن سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ بازو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھینتا ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ قسم قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں شمار سے باہر ہے۔

بے[1] نہایت کیشہا و پیشہا
لامحدود مذاہب اور پیشے

بر لبِ بام ایستادہ قومِ خوش
کوئی، قوم اچھی خاصی بالاخانہ پر کھڑی ہے

صورتِ فکرست بر بامِ مَشید
فکر کی صورت بلند بالاخانہ جیسی ہے

فعل بر ارکان و فکرت مُکتتم
عمل اعضاء پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست
وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں

صورتِ مَرد و زن و لَعب و جماع
مرد اور عورت، اور مذاق اور ہمبستری کی صورت

صورتِ[2] نان و نمک کاں نعمت ست
نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر
میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت

مدرسہ و تعلیق و صورتہای فے
مدرسہ اور متعلقات اور ان کی صورتیں

ایں صُوَر چوں بندۂ بیصورت اند
یہ صورتیں بے صورت اور غلام کی طرح ہیں

پس[3] صُوَرہا بندۂ بیصورت اند
تو صورتیں بے صورت کی غلام ہیں

ایں صُوَر دارد ز بیصورت وجود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں

خود از و یابد ظہورِ انکارِ او
اُس کا انکار خود اُسی سے موجود ہوتا ہے

جُملہ ظلِّ صورتِ اندیشہا
سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اَش
ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے

لیک در تاثیر و وَصلت دو بہم
لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

فائدہ اُو بیخودی و بیہُشی ست
اُن کا نتیجہ بے خودی اور بیہوشی ہے

فائدہ اَش بیہوشی وقتِ وقاع
جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

فائدہ اَش آں قوتِ بیصورت ست
اُس کا نتیجہ بے صورت طاقت ہے

فائدہ اَش بیصورتی یعنی ظفر
اُس کا اثر فتحمندی ہے جو بے صورت ہے

چوں بدانش متصل شد گشت شے
جب علم سے وابستہ ہو گئیں وہ شئی بن گئیں (موجود ہو گئیں)

پس چرا در نفیِ صاحب نعمت اند
تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پیشِ اُو رُو یند و در نفیِ اُو فتند
اُسکے سامنے اُگیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہو گئیں

چیست پس بر مُوجدِ خویشش جحود
تو اپنے وجود عطا کرنے والے سے انکار کیا ہے؟

نیست غیرِ عکسِ خود ایں کارِ اُو
اُس کا یہ کام خود اُسکے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

1۔ بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے بھی خیالات کی پیداوار ہیں۔ بر لبِ بام خیالات کو سبب ہونے کی اور افعال کے مسبب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالاخانہ پر ہوں اور اُن کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورتِ فکر خیال کی صورت دماغ کے بالاخانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ہے۔ فعل۔ عمل کا تعلق اعضاء سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صُوَر جام خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بیہوشی اور بے خودی ہے۔ صورت۔ مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

2۔ صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بے صورت قوت ہے۔ در مصاف میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی علتِ غائی بے صورت کامیابی ہے۔ مدرسہ۔ مدرسہ اور اُس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوئیں تو وہ بیصورت علم موجود ہو گیا۔ ایں صُوَر جب یہ صورتیں ایک ذاتِ بیصورت کے تابع ہیں تو یہ صورتیں یعنی دہریئے اُس کے منکر کیوں ہیں۔

3۔ پس صُوَرہا۔ یہ بیصورت جبکہ اِن صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اُس سے پیدا ہو کر اُس کی منکر کیوں ہیں۔ ایں صُوَر۔ وہ بیصورت اِن صورتوں کا موجد ہے پھر یہ صورتیں اُس کا کیوں انکار کرتی ہیں۔ خود۔ منکر کا انکار خود اُس بیصورت کا اثر ہے تو پھر یہ منکر اُسکے وجود کا کیوں منکر ہے۔

صورتِ[۵۱] دیوار و سقفِ ہر مکاں — سایۂ اندیشۂ معمار داں

ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت — معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِّ افتکار — نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

اگرچہ سوچنے کی جگہ میں — پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مُطلق یقیں بے صورت ست — صورت اندر دستِ اُو چوں آلت ست

فاعلِ مُطلق یقیناً بے صورت ہے — صورت اُس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدم — مر صُوَر را رُو نماید از کرم

کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے — صورتوں (والوں) کیلئے کرم سے رُونمائی کرتا ہے

تا مدد گیرد ازو ہر صورتے — از کمال و از جمال و قدرتے

تاکہ ہر صورت اُس سے مدد حاصل کرے — کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو — آمدند از بہر گد در رنگ و بُو

پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا — وہ لوگ بھیک کے لئے رنگ و بو میں آگئے

صورتے[۵۲] از صورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ایک صورت دوسری صورت سے کمال — اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہوگی

جز مگر آں صورتے کاں شیر زاد — بابتِ ارشاد کردش از وداد

علاوہ اُس صورت کے جو اُس شیر نے پیدا کردی ہے — محبت نے اُس کو رہنمائی کے قابل کردیا

پس چہ عرضہ می کُنی اے بے ہُنر — احتیاجِ خود بمحتاجِ دِگر

تو اے بے ہُنر! تو کیا پیش کرتا ہے — اپنی ضرورت دوسرے ضرورتمند کی طرف؟

چوں صُوَر بندست بر یزداں مگو — ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو

جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر — صورت کا گمان نہ کر اُسکو تشبیہ کے ذریعہ تلاش نہ کر

در تضرع[۵۳] جُو و در افنائے خویش — کز تفکر جز صُوَر ناید بہ پیش

زاری میں تلاش کر اور اپنے آپ کو فنا کرنے میں — کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے نہ آئیگا

ور ز غیرِ صورتت نبوُد فرہ — صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

اگر تجھے بغیر صورت کے انبساط نہ ہو — تو جو صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

اور تفکر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ ور - اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اُس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کئے بغیر جو اُس کی صورت سامنے آئے اُس سے سہارا پکڑلے۔ فرہ - بوزن گرہ، انبساط و خوشی۔

[۵۱] صورتِ دیوار - مکان کی صورت، معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اُس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزاء موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مطلق - تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ اِن صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اُس کیلئے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ - کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کردیتا ہے۔ تامدگیرد - اُس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز - پھر جب وہ تجلی غائب ہوجاتی ہے تو لوازم بشریت اُبھر آتے ہیں۔

[۵۲] صورتے - کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز - ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جاسکتی ہے۔ پس - ورنہ صورت خود محتاج ہے اُس پر احتیاج کو پیش کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ چوں صُور - جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اُس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مشبّہہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اُس کی تلاش نہ کر۔

[۵۳] در تضرع - اُس بیصورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جاسکتا بلکہ فنا اور تضرع و زاری کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا ہے اسلئے کہ سوچنے

صورتِ[۵۱] شہرے کہ آنجا میروی | ذوقِ بیصورت کشیدت اے رَوی
اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے | اے سیراب! تجھے بیصورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنی میروی تا لامکاں | کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں
تو باطن میں تو لامکان میں جارہا ہے | کیونکہ خوشی، غیر زمانی اور غیر مکانی ہے

صورتے یارے کہ سوئے او شوی | از برای مونسی اش میروی
اس دوست کی صورت جس کی طرف تو جارہا ہے | اس کی محبت کی وجہ سے تو جارہا ہے

پس بمعنی سوئے بیصورت شدی | گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس دراصل تو بیصورت کی طرف جارہا ہے | اگرچہ تو اس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بود معبودِ کل | کز پئے ذوق ست سیرانِ سُبل
تو درحقیقت اللہ (تعالیٰ) سب کا معبود ہے | کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک[۵۲] بعضے رو سوئے دُم کردہ اند | گرچہ سر اصلست سر گم کردہ اند
لیکن بعض نے دم کی طرف رخ کرلیا ہے | اگرچہ سر اصل ہے، انھوں نے سر کو گم کردیا ہے

لیک آں سر پیشِ ایں ضالان گم | می دہد دادِ سرے از راہِ دُم
لیکن سر، ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے | وہ سر کی عطا، دم کے راستے سے عطا کررہا ہے

آں[۵۳] ز سر می یابد آں داد ایں ز دُم | قومِ دیگر پا و سر کردند گم
وہ سر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دم سے | دوسرے لوگوں نے پاؤں اور سر گم کردیا ہے

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند | از گم آمد سوئے کل بشتافتند
چونکہ سب گم ہوگیا، انھوں نے سارا پالیا | گم ہوجانے سے، وہ کل کی جانب دوڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعۂ ذات الصّور نقشِ دخترِ

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا

شاہِ چین و بیہوش شدنِ ہر سہ و در فتنہ افتادن

اور تینوں کا بے ہوش ہوجانا اور فتنہ میں پڑنا

---

۵۱ صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہو۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جارہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جارہا ہے بمتقضے یارے۔ دوست کی صورت کیطرف جانے کی غایت اُنس و محبت ہے جو بیصورت ہے۔ پس بمعنی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بیصورت کی وجہ سے اگرچہ تو اس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہوگیا ہے تو یہ ثابت ہوگیا کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے۔ اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

۵۲ لیک۔ اب اس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے توابع کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعالِ باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اس کی ذات ہے چونکہ وہ اصل ہے۔ آں سر۔ ان کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے عبادت گذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی توجہ اور طلبِ حق افعالِ حق کے ذریعہ اور واسطے سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے دُم کو مراد افعالِ باری ہیں ۔۔۔۔ ۵۳ آں ز سر۔ سر سے مراد صفاتِ باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قوم دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اُس سے بلاواسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ اِن لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں شہزادے قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہوگئے اور فتنہ میں مبتلا ہوگئے اور یہ جستجو شروع کردی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

و تفحّص کردن کہ ایں صورتِ کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ ¹ — صورتے دیدند با حُسن و شکوہ
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اُس گروہ نے ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بُودند آں فریق — لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق
اُس فریق نے اُس سے زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اِس سے وہ گہرے دریا میں اُتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ رسید — کاسہا محسوس و افیوں ناپدید
کیونکہ اُنھیں افیون اِس پیالہ سے پہنچی پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ ہُش رُبا — ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا
ہوش رُبا قلعہ نے اپنا کام کر دیا تینوں کو مصیبت کے کنویں میں ڈال دیا

تیرِ غمزہ دوخت دل را بیگماں ² — الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں
ناز و انداز کے تیر نے اچانک اُن کا دل چھید دیا اے امن والے اِس بے پناہ سے پناہ دیجئے

قرنہارا صورتِ سنگے بسوخت — آتشے در دین و دل شاں بر فروخت
ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ رُوحانی بُود خود چوں بُوَد — فتنہ اش ہر لحظہ دیگر گوں بُوَد
اگر وہ روح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟ اُس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں — چوں خلش میکرد مانندِ سناں
شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق چونکہ بھالے کی طرح چبھ رہا تھا

اشک می بارید ہر یک ہمچو میغ ³ — دست میخائید و می گفت اے دریغ
ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا، ہائے افسوس

ماکنوں دیدیم شہ زآغاز دید — چندماں سوگند داد آں بے ندید
ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اوّل سے دیکھ لیا تھا اُس بے نظیر نے، ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِّ بسیارست ازاں — کہ خبر کردند از پایانِ ما
اسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ می کاری نروید جز کہ خار — دیں طرف پرّی نیابی زو مطار
کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اُگے گا تو اس طرف اُڑ رہا ہے اس سے تو اُڑنے کی جگہ نہ پائے گا

---

¹ ایں سخن۔ یعنی طالبِ ذات کے مرتبہ کا ذکر۔ خوب تر۔ اِن شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگرچہ وہ اُس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اِس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ زانکہ۔ حُسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے پیالہ سے مراد صورت ہے۔ کاسہا۔ صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن اُن کی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

² تیرِ غمزہ۔ اُس حسین کے غمزے کے تیر نے اُن کے دل کو چھید دیا۔ الاماں۔ یہ تیر بے اماں ہے خدا اس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بُت۔ روحانی۔ جاندار۔ سناں۔ بھالا۔

³ اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے میغ۔ ابر۔ ماکنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ ندید۔ نظیر انبیاء۔ ہم پر انبیاء کے اِسی لئے بے پناہ حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیاء نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اُس سے کانٹے اُگیں گے۔ دیں طرف۔ تیری نجات

یعنی نجات نہیں ہے۔

تخم¹ از من بر کہ تا ریعے دہد — باپرِ من پر کہ تیر آں سو جہد

تو بیج مجھ سے لے جا تاکہ پیداوار دے — میرے پر سے پرواز کر تاکہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبیِ آن وہست — ہم تو گوئی آخر آں واجب بُدست

تو اس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے — آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از توست اما نہ ایں تو کہ تن ست — آں توئی کہ برتر از ما و من ست

وہ "تو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تو" سے کہ جو جسم ہے — اُس "تو" سے جو "ما و من" سے برتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی — ہست اندر سو و تو در بیسوئی

جس ظاہری "تو" کو تو "تو" سمجھتا ہے — یہ جہت میں ہے اور وہ "تو" بے جہت ہے

بر صدف² لرزاں چرائی اے گہر — توئ خود را نے مَلاں میداں شکر

اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟ — اپنے "تو" کو تو نے نہ سمجھ، شکر سمجھ

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی — توئ خود دریاب و بگذر از دوئی

یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے — اپنے "تو" کو حاصل کرلے اور دوئی سے گزر جا

توئ آخر سوئ توئ اولت — آمد است از بہرِ تنبیہ و صلت

تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر — آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لئے

توئ³ تو در دیگرے آمد دفیں — مَن غلامِ مردِ خود بین چنیں

تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے — میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں — پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے — شیخ اُس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

ز امرِ شاہِ خویش بیروں آمدیم — با عنایاتِ پدر باغی شدیم

ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہوگئے — باپ کی مہربانیوں کے باغی ہوگئے

سہل دانستیم قولِ شاہ را — واں عنایتہائے بے اشباہ را

ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا — اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

نک در افتادیم در خندق ہمہ — کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ

اب ہم سب خندق میں گر گئے — بغیر جنگ کے مصیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

---

۱ تخم- انبیاء نے بتایا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلو گے تو معصیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ندانی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان انبیاء کے اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ اُنکا اتباع ضروری ہے آخر میں اُس کو سمجھے گا۔ از تو۔ انبیاء کے پر سے اُڑنا خود اُنکے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے "تو" ہونے کے دو معنے ہیں ایک "تو" تیرا بدن ہے دوسرا "تو" تیری روح ہے تو انبیاء کا اتباع جو نافع فعل ہے تیرے "تو" یعنی بدن کا فعل نہیں ہے بلکہ اس "تو" کا فعل ہے جو تیری روح ہے وہ ما و من یعنی جسمی قیود سے بالاتر ہے۔ ایں توئی۔ جس "تو" کو تو "تو" سمجھ رہا ہے یعنی جسم، یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل "تو" روح ہے جو جہت سے منزہ ہے۔ ۲ بر صدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل "تو" تیری روح ہے جو موتی ہے اصل "تو" کو ملگنے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جاسمین شکر یعنی روح ہے اُسکو سمجھ۔ ایں توئی جسم کا "تو" ہونا پرائی چیز ہے تو اپنے آپ تک پہنچ جو کہ روح ہے اور اس دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئ آخر یعنی روح۔ توئ اول جسم جسکا ذکر پہلے کیا ہے ـــ ۳ توئ تیری روح تیرے جسم میں چھپ گئی ہے میں اُس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آنچہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو اب دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا خشت یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہو۔ ز امر۔ ہم شاہ کے حکم کے اعدو ہوئے۔ ملحمہ جنگ۔

تکیہ بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش [51] — بودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش

اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ — ہیں ہوا، حتٰی کہ یہ مصیبت سامنے آ گئی

بے مرض دیدیم خویش و بے رِقّ — آنچناں کہ خویش را بیمارِ دِق

بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپکو سمجھا — جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علتِ پنہاں کنوں شد آشکار — بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار

چھپی ہوئی بیماری اب کھل گئی — اس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق — یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق

رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے — سینکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حسن — ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بوالحسن [52]

اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہوگا — حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا — چشم بشناسد گہر را از حصا

بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے — آنکھ موتی اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحص آمدند از اندہاں — صورت کہ بود عجب ایں در جہاں

غموں کی وجہ سے جستجو میں پڑے — دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحص در مسیر — کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر

سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد — ایک صاحبِ بصیرت شیخ نے راز کو واضح کر دیا

نہ ز طریقِ گوش بل از وحیِ ہوش [53] — رازہا بُد پیشِ او بے روپوش

کان کے راستہ سے نہیں، بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ — اس کے لئے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پروین است ایں — صورتِ شہزادۂ چین ست ایں

اس نے کہا یہ پروین کے لئے باعثِ رشک کی تصویر ہے — یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دخترے دارد شہِ چیں بے ہمال — در بہا و در کمال و در جمال

شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے — خوبی میں اور کمال میں اور حسن میں

ہمچو جان و چوں پری پنہانست او — در مکتم پردۂ ایوانست او

وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے — وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

[51] تکیہ۔ ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت دشمنی۔ بے مرض۔ ہم اپنے آپکو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔ علت۔ ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔ سایۂ رہبر۔ شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے جس طرح کہ وضو اور نماز بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے۔ یک قناعت۔ شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو مبتدی کے لئے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

[52] بوالحسن۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رح کو ذکر سے اس وقت فائدہ پہنچا جبکہ انھوں نے حضرت بایزید بسطامی رح کی قبر کی صحبت حاصل کر لی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ چشمِ بینا۔ شیخ کی چشمِ بینا حاصل ہے تو تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے یعنی کنکری۔ در تفحص۔ شہزادے جب اس بت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بت ہے۔ شیخِ بصیر۔ کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

[53] نہ ز۔ یہ بات انھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر ان کو معلوم ہو گئی تھی۔ گفت۔ ان بزرگ نے بتایا کہ یہ بت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔ دخترے۔ شاہِ چین کی وہ لڑکی حسن و جمال میں بے مثال ہے۔ ہمچو۔ وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعہ کے پردوں میں رہتی ہے۔

سُوئے اُو نے مرد رہ دارد نہ زن — شاہ پنہاں کردہ اُو را از فِتن
اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت — شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بر نامِ اُو — کہ نپرّد مُرغ ہم بر بامِ اُو
اُس کا نام بھلا بھی، شاہ کو اس قدر غیرت آتی ہے — کہ اُس کے بالاخانے پر پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے

وائے آں دل کِش چنیں سودا فتاد — ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد
اُس دل کی شامت ہے جس کو ایسا عشق لگا — خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزائے آنکہ تخمِ جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا — اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اعتمادے کرد بر تدبیرِ خویش — کہ بَرم من کارِ خود با عقل پیش
اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا — کہ میں اپنا کام عقل سے چلا لوں گا

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بُوَد — کہ ز تدبیرِ خرد سہ صد رَصد
اُس توجّہ کا آدھا ذرّہ بہتر ہے — جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سو گنا حفاظت ہو

ترکِ مکرِ خویشتن گیر اے امیر — پا بکش پیشِ عنایت خوش بمیر
اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ — توجّہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دیدے

ایں بقدرِ حیلۂ معدود نیست — زیں حِیَل تا تو نمیری سُود نیست
یہ گنے چُنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے — جب تک تو فنا نہ ہوگا اِن تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سُود کے خواہی رُبود — رَو بمیر و بہرہ بردار از وجود
جب تک تو فنا نہ ہوگا، فائدہ کہاں اُٹھائیگا؟ — جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھالے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے
صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اُس کے عام

از صدقۂ عامِ اُو محروم شُدے وآں دانشمند درویش بفراموشی
صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

وتعجیل بزبان خواست وصدرِ جہاں رُوی ازو بگردانید
جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

و اُو ہر روز حیلۂ نو ساختے وخود را گاہ زن کردے
اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

۵۱ سُوئے اُو۔ اُس کے پاس نہ مرد جا سکتا ہے نہ عورت۔ شاہ نے اُس کو فتنوں سے بچا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کوئی اُس کا نام بھی لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ وائے۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوقہ کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یہ مصیبتناک عشق اُسی کی سزا ہے جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔

۵۲ اعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور یہ سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرّہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترک۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل پڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔

۵۳ ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گنی چُنی تدبیروں سے بہت زیادہ مُفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے گا یہ تدبیریں مُفید نہ ہوں گی۔ حکایت۔ اِس حکایت سے بھی یہ بتایا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن عطا حاصل نہ کر سکا جب مُر کر دکھایا تو عطا مل گئی۔

زیرِ چادر گاہ نابینا و گاہ وی خود بہ بستے او بفر استش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپالیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا[۵۱] خوی آں صدرِ اجل ۔۔۔ بود با خواہندگاں حسنِ عمل

بخارا میں، اس صدر اعظم کی عادت ۔۔۔ تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک۔

دادِ بسیار و عطای بے شمار ۔۔۔ تا بشب بودے ز جودش زر نثار

بہت بخشش اور بے شمار عطا ۔۔۔ رات تک اس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود ۔۔۔ تا وجودش بود می افشاند جود

سونے کو کاغذ کے پرزوں میں لپیٹ لیتا ۔۔۔ جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو[۵۲] خورشید و چو ماہِ پاکباز ۔۔۔ آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز

پاکباز سورج اور چاند کی طرح ۔۔۔ کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دیدیتے ہیں

خاک را زر بخش کہ بود آفتاب ۔۔۔ زر ازو در کان و گنج اندر خراب

مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج ۔۔۔ سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اسکی وجہ سے ہے

ہر صباحے یک گرہ را راتبہ ۔۔۔ تا نماند امتے زو خائبہ

ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا ۔۔۔ تاکہ کوئی جماعت اس سے محروم نہ رہے

مبتلایاں[۵۳] را بدے روزے عطا ۔۔۔ روزِ دیگر بیوگاں را آں سخا

ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی ۔۔۔ دوسرے دن وہ سخاوت، بیواؤں کیلئے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مقل ۔۔۔ با فقیہانِ فقیر مشتغل

ایک دن نادار علویوں پر ۔۔۔ (دوسرے دن) فقیر طالبعلموں کیساتھ مشغول (ہوتی)

روزِ دیگر بر تہیدستانِ عام ۔۔۔ روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ایک روز عام مفلسوں پر ۔۔۔ دوسرے دن قرضداروں پر

روزِ دیگر بر یتیمِ بے پدر ۔۔۔ روزِ دیگر بر اسیرِ حبسِ در

ایک روز بے باپ کے یتیموں پر ۔۔۔ ایک دن قید خانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہر ابناء السبیل ۔۔۔ روزِ دیگر مر مکاتب را کفیل

ایک روز مسافروں کے لئے ۔۔۔ ایک روز مکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ او بود آں کہ کس با زباں ۔۔۔ زر نخواہد ہیچ ونکشاید دہاں

اس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اس سے زبان سے ۔۔۔ کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

---

۵۱ در بخارا۔ بخارا میں ایک صدر اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر ان پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک وہ رہتیں دیتا رہتا۔

۵۲ ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالے جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کر دیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں انہیں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر زر وظیفہ۔ خائبہ۔ محروم۔

۵۳ مبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علی رضؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہ رضؓ کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مقل۔ نادار فقیہاں۔ طلبہ۔ فقیر کی جمع فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ مقروض لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبس در۔ در حبس۔ ابناء السبیل۔ مسافر۔ مکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اس قدر رقم ادا کر دیگا تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامُش بر حوالیِ رہش — ایستادہ مُفلساں دیوار وش

لیکن اُس کے راستے کے اطراف میں خاموش — مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال — زُو نبُردے زیں گنہ یک حبّہ مال

جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا — وہ اُس سے اِس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حبّہ نہ لے سکتا

مَن صَمَت مِنکُم نَجَا بُدیاسہ اَش — خامُشاں را بُود کیسہ و کاسہ اَش

اُس کا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اُس نے نجات پائی" — اُسکی تھیلی اور پیالہ، خاموشوں کے لئے تھا

بر نکوشی داشت عشق و تاسہ اَش — بر خموشی بُود عشق و یاسہ اَش

کوشش نہ کرنے پر اپنا عشق اور بے قراری رکھتا تھا — اُس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادراً روزے یکے پیرے بگفت — دہ زکاتم کہ مَنم با جُوعِ جُفت

اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا — مجھے زکوٰۃ دیدیجئے میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت — ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت

اسنے بڈھے کو منع کیا اور بڈھے نے اس سے اصرار شروع کردیا — لوگ بڈھے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر — پیر گفت از مَن توئی بے شرم تر

اُس نے کہا اے باوا! تو بہت بے شرم بڈھا ہے — بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کایں جہاں خوردی و خواہی تو ز طمع — کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع

تو اِس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے — کہ اُس جہان کو اِس جہان کے ساتھ جمع کرے

خندہ اَش آمد مال داد آں پیر را — پیر تنہا بُرد آں توفیر را

اُس کو ہنسی آگئی اُس بوڑھے کو مال دے دیا — اُس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیرِ آں پیر آنچہ خواہندہ ازو — نیم حبّہ زر ندید و نے تسُو

بجز اُس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اُس سے — نہ آدھا حبّہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت ور روزِ فقیہاں ناگہاں — یک فقیہ از حرص آمد در فغاں

اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں — لالچ سے ایک فقیہ فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود — گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود

اُس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی — ہر قسم کی بات کہی اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر بار کو پیچیدہ پا — پا کشاں اندر صف قومِ مبتلا

کسی دن پاؤں کو چیتھڑوں میں لپیٹے ہوئے — پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

---

۵۱ ہر کہ - جو سائل زبان سے مانگ بیٹھتا وہ اُس بخشش سے محروم رہتا۔ من صمت وہ اِس قانون "جو چپ رہا اُس نے نجات پائی" پر سختی سے عامل تھا۔ یاسہ - قانون۔ تاسہ - بے قراری۔ کیسہ - تھیلی۔

۵۲ با جوعِ جفت - یعنی بھوکا ہوں۔ گفت - صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت - بوڑھے نے صدر جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کایں - تو نے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کرلئے پھر بھی پیٹ نہیں بھرتا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔

۵۳ خندہ اَش - اِس لطیفہ پر صدر جہاں کو ہنسی آگئی اور اُس کو بہت سا مال دیدیا۔ حبّہ - لال رتی کی بقدر وزن یعنی رتی۔ تسو - دو رتی۔ فقیہاں - فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد - اُس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کو - بھٹا پرانا چیتھڑا۔ مبتلا - مریض۔

تختہا بر ساق بست از چپ و راست
دائیں اور بائیں چپٹیاں پنڈلی پر باندھیں
تا گماں آید کہ اُو اِشکستہ پاست
تاکہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

دیدش و بشناختش چیزے نداد
اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا
روزِ دیگر رُو بپوشید از لباد
اُس نے کسی دن نمدہ سے مُنہ چھپایا

تا گماں آید کہ نابیناست اُو
تاکہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے
در میانِ اعمیاں برخاست اُو
وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہوگیا

ہم بدانستش ندادش آں عزیز
اُس عزیز نے اُسکو پھر بھی پہچان لیا اور اُسکو نہ دی
از گناہ و جرمِ گفتن ہیچ چیز
کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ سے

چونکہ عاجز شُد ز صد گونہ مکید
جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آگیا
چوں زناں اُو چادرے بر سر کشید
اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

در میانِ بیوگاں رفت و نشست
بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا، اور بیٹھ گیا
سر فرو افگند و پنہاں کرد دست
سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم شناسیدش ندادش صدقہ
پھر بھی وہ اُسکو پہچان گیا اُسکو کوئی خیرات نہ دی
در دلش آمد ز حرمان حُرقہ
اُس کے دل میں محرومی سے جلن ہوئی

رفت اُو پیشِ کفن خواہے پگاہ
وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا
کہ بپیچم در نمد نہ پیشِ راہ
کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھدے

ہیچ مکشا لب نشین و می نگر
ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھ جا اور دیکھتا رہ
تا کُند صدرِ جہاں زیں جا گذر
جب تک صدرِ جہاں اِس جگہ سے گذرے

بوکہ بیند مُردہ پندارد بظن
ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کرکے
زر دراندازد پئے وجہِ کفن
کفن کے خرچ کے لئے سونا پھینک دے

ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو
وہ جو کچھ دے گا اُسمیں سے آدھا تجھے دیدونگا
ہمچناں کرد آں فقیر حیلہ جُو
اُس حیلہ جُو فقیر نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد
اُسکو نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھدیا
مُعبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد
صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر دراندازید بر رُوئے نمد
اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا
دست بیروں کرد از تعجیل خود
اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کردیا

ﻟﮧ تختہا - پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھکر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے - لباد - نمدہ - تاگماں - نمدے میں اِس لئے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے - اعمیان - اندھے - جرمِ گفتن - اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے مانگا تھا چونکہ - وہ طالب علم جب اور تدبیروں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھکر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آئے -

ﻟﮧ ہم - اُس صدرِ جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا اور اُس طالب علم کا محرومی سے دل جلنے لگا - رفت - وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لئے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر مردے کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھکر بیٹھ جا - ہیچ - زبان سے کچھ نہ کہنا ورنہ صدرِ جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا -

ﻟﮧ بوکہ - ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے مُردہ سمجھکر کفن کے لئے کچھ دیدے - ہر چہ - وہ جو کچھ دیگا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا - در نمد - کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا - مُعبر - گذرگاہ، گذر - زر - صدرِ جہاں نے نمدے پر کچھ رکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا -

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ | تا نہاں نکند ازو آں دہ دلہ[1]

تاکہ وہ عطیہ وہ کفن مانگنے والا نہ لے لے | تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چھپالے

مُردہ از زیرِ نمد برکرد دست | سر بروں آمد پئے دستش زپست

مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کردیا | ہاتھ کے بعد اُس نے نیچے سے سر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بستدم | اے ببستہ بر مَن ابوابِ کرم

صدر جہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟ | اے وہ کہ جس نے میرے اوپر کرم کے دروازے بند کردیئے تھے

گفت لیکن تا نمُردی اے عنُود | از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود

اُس نے کہا اے سرکش! لیکن جبتک تو مر نہ گیا | میرے دربار سے تونے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

سِرِّ مُوتُوا قبلَ موتٍ ایں بُود | کز پسِ مُردن غنیمتہا رسد

"تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے | کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ مُردن[2] ہیچ فرہنگِ دگر | در نگیرد با خدا اے حیلہ گر

مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری | اے حیلہ گر! خدا کے دربار میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد | جہد را خوف ست از صد گوں فساد

ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے | کوشش میں سَو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات | تجربہ کردند ایں رہ را ثقات

اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے | معتبر لوگوں نے اِس راستہ کا تجربہ کرلیا ہے

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست | بے عنایت ہاں و ہاں جا مایست

بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے | خبردار، خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں زمرد باشد ایں افعیِ پیر | بے زمرد کے شود افعی ضریر

وہ اِس بوڑھے سانپ کا زمرد ہے | بغیر زمرد کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ

اُن دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات

بخفتند شبے اتفاقاً امردِ خشتے چند بر درِ مقعدِ خود انبار

اتفاقاً مردانہ مکان میں سوگئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر

کرد و عاقبت دبّاب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از

لگالیا اور انجام کار مُغلِم نے اغلام کیا اور اُس نے اِن اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دِلہ۔ متردد انسان۔ مُردہ۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اِس نمدے کے نیچے سے سر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدر جہاں سے کہا دیکھو میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدر جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ سِرِّ مُوتُوا۔ اِس مقولہ مرنے سے پہلے مرجاؤ کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیرِ مُردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا حاصل کروگے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عُجب وریا پیدا ہوجانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذبِ الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کرلے۔ بلکہ۔ اصل جذبِ الٰہی ہے فنا کا مقام بھی بغیر جذبِ الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو زمرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کے دو، تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس چگی داڑھی والے کیلئے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ عزب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جنکی بیویاں نہیں ہیں۔ دبّاب۔ مُغلِم۔ دب۔ اِغلام۔

بالائے مقعدِ اُو بر می داشت وآں کودک بیدار
مقعد پر سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا

شُد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور

اُو گفت چرا بنہادی
اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے[1] و کوسہ در انجمن | آمدند و مجمعے بُد در وطن
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک چگی داڑھی والا | آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا

مشتغل ماندند قومِ منتخب | روز رفت و شد زمانِ ثلث شب
منتخب لوگ مشغول رہے | دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہو گیا

زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس | ہم بخفتند آں شب از بیمِ عسس
اس مردانے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے | کوتوال کے ڈر سے اس رات وہیں سو بھی گئے

کوسہ[2] را بُد بر زنخداں چار مو | لیک ہمچوں ماہِ بدرش بُود رُو
چگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے | لیکن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا

کودکِ امرد بصورت بُود زشت | ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت
نوخیز لڑکا صورت میں برا تھا | پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں

لوطیِ دَب بُرد شب از کمرہی | خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
اغلام باز نے بدبختی سے رات میں اغلام (کا ارادہ) کیا | اس شہوت ناک نے اینٹیں ہٹا دیں

دست بر وے زد او از جا جست | گفت ہے ہے تو کیستی اے سگ پرست
اس نے اس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کودا | بولا ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟

گفت[3] ایں سی خشت چوں انباشتی | گفت تو سی خشت چوں برداشتی
اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟ | اس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟

گفت اے فی النار خرسِ مُردہ ریگ | ابلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ
اس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے | احمق اور بے نفع، ریت جیسے

کودکے بیمارم و از ضعفِ خود | کردم ایں جا احتیاط و مرتقد
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے | اس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

---

[1] امرد۔ نوخیز بغیر داڑھی کا لڑکا۔ کوسہ۔ چگی داڑھی والا۔ انجمن یعنی خانقاہ۔ مشتغل۔ منتخب لوگ قوالی وغیرہ میں معروف ہو گئے اور ایک تہائی رات تک یہ معروفیت رہی۔ نا آں۔ وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔

[2] کوسہ چگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر دو چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔ کودک۔ لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔ وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔ سگ۔ یعنی نفس۔

[3] گفت۔ لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اٹھائیں، امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔ گفت۔ امرد نے کہا او جہنمی، ریچھ، مُردہ ریگ۔ حقیر، کمینہ۔ ایں جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاشی نہ ہو گی۔

گفت اگر[1] داری زرنجوری تفے ۔ چوں نرفتی جانبِ دارالشفے
اُس نے کہا، اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے ۔ تو شفاخانہ کیوں نہ گیا؟

یا بخانہ یک طبیبے مشفقے ۔ کو کشادے از سقامت مغلقے
یا کسی مہربان طبیب کے گھر ۔ کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

گفت آخر من کجا یارم شدن ۔ کہ بہر جا مے روم من ممتحن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں؟ ۔ کیونکہ میں مصیبت زدہ جہاں بھی جاتا ہوں

چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے ۔ می برآرد سر بہ پیشم چوں ددے
تجھ جیسا بددین، ناپاک، ملحد ۔ میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُبھارتا ہے

خانقاہے کہ بود بہتر مکاں ۔ من ندیدم یک دمے در وے اماں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے ۔ میں نے اس میں ایک لمحہ کے لئے امن نہ دیکھا

رو بمن آرند مشتے خمر خوار ۔ چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
شراب نوشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے ۔ آنکھیں مستی سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

یارِ[2] مر ناموس را غیرِ نظر ۔ نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
آبرو والے کے لئے سوائے نظر (بازی) کے ۔ (کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر ۔ غمزہ دزدد میدہد مالش بگیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے ۔ چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو مَلتا ہے

خانقہ چوں ایں بود بازارِ عام ۔ چوں بود خر گلہ و دیوانِ خام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو ۔ تو گدھوں کے گلے اور خام (کار) شیطانوں کا کیا حال ہوگا؟

خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا ۔ خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ ۔ خوف و رجا اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے؟

عقل[3] باشد ایمنی و عدل جو ۔ بر زن و بر مرد اما عقل کو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے ۔ مرد کے لئے اور عورت کیلئے، لیکن عقل کہاں ہے؟

ور گریزم من روم سوی زناں ۔ ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں، عورتوں کی جانب جاتا ہوں ۔ (حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑ جاتا ہوں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار ۔ من شوم توزیع بر پنجاہ دار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قید خانہ اور شکنجہ بھگتا ۔ میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[1] اگر۔ لوطی نے کہا اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا خانقاہ میں کیوں سویا — دارالشفی۔ شفاخانہ۔ سقامت۔ بیماری۔ گفت آخر۔ لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ دد۔ درندہ۔ خانقاہے۔ جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی؟

[2] یار۔ جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چھپکے چھپکے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین کے لئے خطرناک ہے۔ خانقہ۔ جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگایا جائے۔ خر۔ عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید و بیم جو اصل ایمان ہے۔

[3] عقل۔ نیکی تو عقل کا تقاضہ ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ ور گریزم۔ یہ تو مَردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ اُن کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو تو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لئے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مَردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب بھی۔

آں زناں[1] از جاہلی بر من تنند — اولیاشاں قصدِ جانِ من کنند

وہ عورتیں نادانی سے میرے چکر کاٹتی ہیں — اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوتے ہیں

نے زمرداں چارہ دارم نے زناں — چوں کنم چوں نے ازینم نے ازاں

میرے لئے نہ مردوں سے مفر ہے نہ عورتوں سے — میں کیا کروں جبکہ میں نہ انہیں سے ہوں نہ انہیں سے ہوں

بعدازاں کودک بکوسہ بنگریست — گفت او بااین دو مو از غم بریست

اُس کے بعد لڑکے نے ننگی داڑھی والے کو دیکھا — بولا وہ اِن دو بالوں کی وجہ سے غم سے بری ہے

فارغست از خشت و از پیکارِ خشت — وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت

اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے — اور تجھ جیسے مادر فروش ہیجڑے اور بدمعاش سے

برزنخ[2] سہ چار موبہرِ نموں — بہتر از سی خشت گرداگردِ کوں

ٹھوڑی پر دکھاوے کے تین چار بال — مقعد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرۂ سایہ عنایت بہترست — از ہزاراں کوششِ طاعت پرست

عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے — اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشتِ طاعت بر کند — گر دو صد خشتست خود را رہ کند

کیونکہ شیطان اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے — اگر دو سو اینٹیں ہوں اپنے لئے راستہ بنا لیتا ہے

با عنایت او ندارد زہرۂ — تا بسازد خویشتن را بہرۂ

عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پتہ نہیں ہے — کہ اپنے لئے کوئی حصہ لگائے

خشت[3] گر پُرست بنہادہ تواست — آں دو سہ مو از عطای آنسو است

اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں تیری رکھی ہوئی ہیں — وہ دو تین بال، اُس جانب کی عطا ہیں

در حقیقت ہر یکے مو را ازاں — خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں

حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو — چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں امان نامہ و صلہ شاہنشہی ست — خلعتِ خانیِ قطبِ آگہی ست

کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے — قُطبِ معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صد قفل بنہی بر درے — بر کند آں جملہ را خیرہ سرے

تو اگر ایک دروازے پر سو تالے لگا دے — کوئی سر پھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

[1] آں زناں۔ عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں۔ نے ز مرداں۔ میرے لئے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی۔ چوں کنم۔ میں نہ مردوں میں ہوں نہ عورتوں میں، مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں۔ بعدازاں۔ اِن باتوں کے بعد اُس اَمرد نے ننگی داڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ اِن دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے۔ فارغست۔ یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے اور اینٹوں کے جھگڑے سے بھی۔ مجھے اینٹیں اُٹھانی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑا اور یہ تجھ جیسے ہیجڑے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

[2] برزنخ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو داڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے۔ ذرہ۔ اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرہ عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے۔ زانکہ شیطان عبادت کی اینٹیں اُکھاڑ دیگا اور اپنا راستہ بنالے گا۔ باعنایت۔ اگر جذبِ خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بنا سکے گا۔

[3] خشت۔ عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں اور جذب بالوں کی طرح عطیۂ خداوندی ہے۔ در حقیقت۔ داڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھ وہ کوہِ گراں ہے۔ کاں۔ داڑھی اللہ کی جانب سے امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطبِ معرفت کو دیجاتی ہے۔ تو اگر۔ عنایت اور مجاہدہ کے فرق کیلئے ایک مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سو تالے لگائے تو اُسکو توڑ دیا جاتا ہے لیکن اگر مومن کی بھی مہر لگا دیتا ہے تو بڑے بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنہ از موم اگر مُہرے نہد
کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے

پہلواناں را ازاں دل بشکہد
اُس سے پہلوانوں کا دل گھبراتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مومِ زرم
کوتوال، اگر نرم موم کی مُہر لگا دے

زاں بود کوتاہ پنجہ شیرِ گرم
اُس سے پچاس غصیلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[۱] دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ
وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح

سد شُدہ چوں فرسیما در وجوہ
آڑ ہو گئے، جیسا کہ چہروں پر عظمت کا نشان

خشت را مگذار اے نیکو سرشت
اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ

لیک ہم ایمن مخسپ از دیوِ زشت
لیکن بد شیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دو تا مُوزاں کرم با دست آر
جا، اُس کرم کے دو عدد بال حاصل کر لے

وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالِم از عبادت بہ بُوَد
عالِم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے

آنچناں علمے کہ مُستنبہ بُود
ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[۲] سکونِ سابح اندر آشنا
تیراکی میں تیراک کا سکون

بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا
اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح
ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں

بہ رَوَد از اعجمے با انتطلاح
وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکر مارنے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شُد
اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا

میرود سبّاح ساکن چوں عمد[۳]
تیراک شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

عِلم دریائیست بیحد و کنار
علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے

طالبِ علم ست غوّاصِ بحار
علم کا طالب، سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ اُو
اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو

اُو نگردد سیر خود از جستجو
وہ جستجو سے سیر نہ ہو گا

نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے، اُس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہو گی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہو گی۔ اور افضلیت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ علم۔ اب علم کی فضیلت بیان کر کے اُس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے، علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالبِ علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گر ہزاراں۔ علم کی وہ لذت ہے کہ طالبِ علم کی اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

[۱] آں دو سہ۔ وہ دو تین بال شر سے حفاظت کے لئے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادتگذاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت۔ خشت۔ یعنی شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اُس پر بھروسہ نہ کر۔ رَو۔ جذبۂ الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کر لے پھر قدرے مطمئن ہو جا۔ نومِ عالِم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لئے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالِم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالِم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالِم کا سونا جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ مُستنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنے والا ہو۔

[۲] آں سکون۔ عالِم سونے میں ساکن رہتا ہے اور غیر عالِم جلوت میں ہاتھ پاؤں چلا رہا ہے۔ اب ہم اس کی یہ مثال سمجھو کہ ایک تیراک جا رہا ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ سبّاح۔ تیراک۔ انتطلاح۔ ٹکر مارنا۔

[۳] عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر چلا جا رہا ہے جس طرح اِس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالِم کی

کاں رسولِ حق بگفت اندر بیاں — ایں کہ منھوماں ھما لایشبعاں

کیونکہ رسولِ حق نے بیان میں فرمایا — یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منھوماں لایشبعان طالب الدنیا و طالب العلم کہ ایں علم غیر علم دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علم دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالب الدنیا و طالب الدنیا تکرار بود نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہوگا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طالب الدنیا و توفیراتھا — طالب العلم و تدبیراتھا

دنیا کا طالب اور اس کی ترقیوں کا — علم کا طالب اور اس کی تدبیروں کا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر — غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر

تو اس تقسیم میں جب نظر کر جمائے گا — اے بابا! یہ علم دنیا کا غیر ہوگا

غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت — کت کند زینجا و باشد رہبرت

تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت — جو تجھے یہاں سے اٹھا دے اور تیرا رہنما ہو

غیرِ دنیا آخرت باشد یقیں — کاں برد زینجات آنجا اے امیں

دنیا کا غیر، یقیناً آخرت ہے — اے امین! کہ وہ تجھے اس جگہ سے اس جگہ لیجائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیر ایں واقعہ

اُن تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

روبہم کردند ہر سہ مفتتن — ہر سہ را یک درد و یک رنج و حزن

تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے — تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم — ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم

تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے — تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

ل کاں۔ آنحضورؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ دو لالچی ایسے ہیں کہ کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لئے جائیں گے تو یہ تقسیم درست نہ رہے گی اس لئے کہ طالبِ دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

۲ طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم و دانش کی تدبیروں کا طالب ہے۔ قسمت۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے تو علم سے مراد علمِ آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علم دنیا میں معروف نہ ہونے دیگا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں جانا ہے تو دنیا کے سوا وہی جگہ ہے۔

۳ روبہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ یک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ چین کی لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

در خموشی ہر سہ را خطرت یکے [1] | در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خموشی میں، تینوں کا ایک ہی خیال تھا | گفتگو میں، تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں | بر سرِ خوانِ مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں آنسو بہانے والے ہوتے | مصیبت کے عوان پر خون چھڑکنے والے

یک زماں از آتشِ دل ہر سہ کس | بر زدہ با سوز چوں مجمر نفس
کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے | انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین

سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

آں بزرگیں گفت کا اخوانِ خیر [2] | ما نہ نر بودیم اندر نصحِ غیر
اس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو! | کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ | از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا | بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج | صبر کن کالصّبرُ مفتاحُ الفرج
ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو | صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

ایں کلیدِ صبر ما اکنوں چہ شد [3] | اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی | ہائے تعجب! قانون منسوخ ہوگیا، کیا ہوگیا!

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش | اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں | آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟

ہر سپہ را وقتِ تنگا تنگِ جنگ | گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
جنگ کی تنگی ترشی میں ہر سپاہی کو | ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا | جملہ سرہا بریدہ زیرِ پا
جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی | تمام کٹے ہوئے سر پاؤں کے نیچے ہوتے

ما سپاہِ خویش را ہے ہے کناں | کہ بہ پیش آید قاہر چوں سناں
ہم اپنے لشکر کو ہائیں ہائیں کرتے | کہ غلبہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر | زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر
ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتہ بتایا | کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

---

[1] در خموشی۔ چپ رہیں تو سب کا ایک ہی خیال یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ در سخن۔ بات کریں تو ایک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں مل کر رونے لگتے۔ کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔

[2] بزرگیں۔ یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اِخوان۔ بھائی۔ نر۔ یعنی بہادر۔ از حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اسکو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیئے۔ اس سے مقصد پورا ہوگا۔

[3] ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہو ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ ما نمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذارنا چاہیئے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ بن۔ وطا۔ پائمالی۔ ما سپاہ۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بھالے اور تیر کی نوک کی طرح آگے گھس جاؤ۔ جملہ عالم۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ[1] ما شد چہ خیرہ سر شدیم — چوں زنانِ زشت در چادر شدیم

جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہوگئے — بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہوگئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم — گرم کن خود را و از خود دار شرم

اے دل! کہ تو نے سب کو مستعد کیا — اپنے آپ کو مستعد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جملہ را ناصح بُدی — نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی

اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنیوالی تھی — تیری باری آئی تو تو خاموش کیوں ہوگئی؟

اے خرد کو پندِ شکّر خائے تو — دورِ تست ایندم چہ شد ہیہائے تو

اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟ — اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے ز دلہا بُردہ صد تشویش را — نوبتِ تو شد بجنباں ریش را

اے (عقل)! تو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور — تیری باری آگئی، داڑھی ہلا دے

از غری ریش ار کنوں دزدیدۂ — پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدۂ

اگر اب بزدلی کی وجہ سے تو نے داڑھی کو چھپایا ہے — اِس سے پہلے تو اپنی داڑھی پر ہنستی تھی

وقتِ[2] پندِ دیگراں ہائے ہائے — در غمِ خود چوں زناں وائے وائے

دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے — اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی — دردِ مہمانِ تو آمد تن زدی

جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی — درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہوگئی

بانگ بر لشکر زدن بُد سازِ تو — بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو

لشکر کو للکارنا تیرا طریقہ تھا — (اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش — زاں نسیجِ خود بغلطاقے بپوش

جو تو نے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا — اُس بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از[3] نوایت گوشِ یاراں بُود خوش — دست بیروں آر و گوشِ خود بکش

تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے — ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سر بُدی پیوستہ خود را دُم مکُن — پا و دست و ریش و سُبلت گم مکُن

تو ہمیشہ سر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا — پاؤں اور ہاتھ اور داڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازی آنِ تست بر روئے بساط — خویش را در طبع آر و در نشاط

بساط پر بازی تیری ملکیت ہے — اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

---

[1] نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے بیٹھ گئے۔ اے دل۔ پھر اپنے دل کو دلاسا دیتا۔ اے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کہ تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اے خرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجنباں ریش را۔ پہلے قصہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں داڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غری۔ بزدلی۔ بر ریشِ خود۔ پہلے تو دوسرے کی داڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی داڑھی پر تھی۔

[2] وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ درماں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی اب اپنے مرض کے وقت کیوں چپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ نسیج۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی۔

[3] از نوایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سر بُدی۔ تو سر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت و ہمت پر عمل کر۔

بازی مگیرد ہوتا و طبیعت میں نشاط پیدا کر بازی جیت لے بساط شطرنج کا فرش۔

اینؔ[1] حکایت گوش کن اے باخرد — تا بدانی اندریں معنی سند
اے عقلمند! یہ حکایت سن لے — تاکہ اس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس درآورد
اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لایا

و بنشاند و ساقی شراب بر آں دانشمند عرضہ کرد وی
اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اس

از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را
نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بد مزاجی شروع کر دی بادشاہ

گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت
نے ساقی سے کہا، ہاں اس کا مزاج ٹھکانے کر دے ساقی نے چند گھونسے اسکے

و شراب بخوردش داد
سر پر مارے اور اسکو شراب پینے کیلئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزمِ خوش — می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا — اس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید — ویں شرابِ لعل در خوردش دہید
اس نے اشارہ کر دیا کہ اسکو اس مجلس میں کھینچ لاؤ — اور یہ سرخ شراب اس کو پینے کے لئے دیدو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار — شست در مجلس ترش چوں زہرِ مار
وہ اس کو جبراً بادشاہ کے پاس کھینچ لائے — وہ زہر مار کی طرح مجلس میں منہ بنا کر بیٹھ گیا

عرضہ[2] کردش مے نہ پذرفت او بخشم — از شہ و ساقی بگردانید چشم
اسنے اسکے سامنے شراب پیش کی اسنے غصے سے قبول نہ کی — بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی

کہ بعمرِ خود نخوردستم شراب — خوشتر آید از شرابم زہرِ ناب
کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے — مجھے خالص زہر شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[3] بجائے مے مرا زہرے دہید — تا من از خویش و شما از من رہید
ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو — تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد — گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
بغیر شراب پیے، لڑائی دنگا شروع کر دیا — وہ موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اس حکایت میں بھی طبیعت کو نشاط میں لانے کا ذکر ہے۔ بادشاہے۔ ایک بادشاہ محفل نشاط میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا۔ کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[2] عرضہ کردش۔ ساقی نے اس کو شراب دی اس نے بادشاہ اور ساقی سے منہ پھیر لیا۔ کہ بعمر۔ میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دیدو وہ اس شراب سے اچھا ہے۔ زہر ناب۔ خالص زہر۔

[3] ہیں۔ وہ فقیہ بولا بہتر یہ ہے کہ مجھے شراب کی بجائے زہر دیدو تاکہ میں نجات پا جاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کیلئے مصیبت بن گیا

ہمچو اہلِ نفس و اہلِ آب و گل ؎۱
جس طرح اہلِ نفس اور اہلِ جسم

در جہان بنشست با اصحابِ دل
اصحاب دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگاں را در کموں
اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں رکھتا

از مے ابرار جز در بیشہ بوں
نیکوں کی شراب ہے، سوائے اِسکے کہ وہ پینے والوں میں ہیں

عرضہ میدارند بر محجوب جام
وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں

حس نمی یابد ازاں غیرِ کلام
حس اُس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا

رُو ہمی گرداند از ارشادِ شاں
وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے

کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں
کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گر ز گوشش تا بحلقش رہ بُدے
اگر اُس کے کان سے اُس کے حلق تک راستہ ہوتا

سِرِّ نصح اندر درونش در شُدے
تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا

چوں ہمہ نارست جانش نیست نور ؎۲
کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے

کہ افگند در نارِ سوزاں جز قشور
چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟

مغز بیروں ماند و قشرِ گفت رفت
مغز باہر رہا اور گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا

کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟

نارِ دوزخ جز کہ قشر افشار نیست
دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں

نار را با ہیچ مغزے کار نیست
آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے

ور بُوَد بر مغز نارے شعلہ زن
اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو

بہرِ پختن داں نہ بہرِ سوختن
پکانے کے لئے جان، نہ کہ جلانے کے لئے

تا کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ ؎۳
جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ

مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھائے

مغز نغز و قشرہا مغفور از و
مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے ہیں

مغز را پس چوں بسوزد دُور از و
تو وہ مغز کو کیسے جلا دے گا؟ اُس سے بعید ہے

از عنایت گر بکوبد بر سرش
عنایت سے اگر اللہ (تعالیٰ) اُس کا سر کوٹ دیں

اشتہار آرد شرابِ احمرش
وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کر دیتا ہے

؎۱ ہمچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اِعراض اور اِنقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شرابِ معرفت پینے والوں سے اِنقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالےٰ اُن لوگوں کو بروقت شراب معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کہ۔ کیونکہ اُن کی نظر اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گر ز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔

؎۲ چوں ہمہ۔ اُن کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لئے جہنم میں وہ لوگ جائینگے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہونگے۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائینگے تو وہ پختہ کرنے کیلئے بھیجے جائینگے اور اُس سے اُنکی معصیتوں کا ازالہ ہو جائیگا۔

؎۳ تا کہ۔ جبتک اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے حکمت والا ہے یہ قاعدہ جاری رہیگا کہ وہ مغز کو جہنم میں نہ جلائیگا۔ مغز نغز۔ مغز والے تو اسقدر بہتر ہونگے کہ انکی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائینگے۔ از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنیوالے کی سرکوبی کرے تو اُنکو شراب کی خواہش پیدا ہو جائیگی جس طرح اِس فقیہ میں پیدا ہو گئی تھی۔

ورنہ[۵۱] کوبد ماند او بستہ دہاں — چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں

اور اگر نہ کوٹیں وہ بستہ دہن رہ جائے — شاہوں کی محفل اور شراب سے فقیہ کی طرح

گفت شہ باساقیش اے نیک پے — چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے

شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم! — تو کیوں چپ ہے، دے، ہاں اُس کا مزاج ٹھیک کردے؟

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد — ہر کرا خواہد بفن از خود برد

ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے — جس کو چاہے تدبیر سے خودی سے نکالدے

آفتاب[۵۲] و مشرق و تنویر او — چوں اسیراں بستہ در زنجیر او

سورج اور مشرق اور اُس کی روشنی — قیدیوں کی طرح اُس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن — چوں بخواند در دماغش نیم فن

آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے — جب اُس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے

عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد — مہرہ زو دارد ویست اُستادِ نرد

جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو — وہ مہرہ اُس سے رکھتی ہے نرد کا استاد وہی ہے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر — در کشید از بیم سیلی آں زحیر

چند چیت اُس کے سر پر لگائے، کہا لے لے — وہ مصیبت زدہ چیت کے ڈر سے چڑھا گیا

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ — در ندیمی و مضاحک رفت و لاغ

مست اور خوش ہوگیا اور باغ کی طرح کھل گیا — مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا

شیر گیر[۵۳] و خوش شد انگشتک بزد — سوی مبرز رفت تا میزک کند

نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا — بیت الخلاء کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کرلے

یک کنیزک بود در مبرز چو ماہ — سخت زیبا روز قرناقانِ شاہ

بیت الخلاء میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی — شاہ کے خادموں میں سے بہت خوبصورت

چوں بدید او را دہانش باز ماند — عقل رفت و تن ستم پرداز ماند

جب اُس نے اُسے دیکھا اُس کا منہ کھلا رہ گیا — عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا

عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست — بر کنیزک در زماں در زد دو دست

عمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا — فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے

پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت — بر نیامد با وے و سودے نداشت

وہ لڑکی مچلی اور شور کیا — اُس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[۵۱] ورنہ کوبد۔ اور اگر عنایت خداوندی سرکوبی نہ کرے تو اُس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سرکوبی سے پہلے محروم تھا۔ گفت شہ۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اِس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دے وہ۔ یعنی اُس کو شراب دے۔ ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دیئے اِسی طرح ہر عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خودی سے بے خود کردیتی ہے۔

[۵۲] آفتاب۔ اُس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اُس کے معمولی حکم کا پابند ہے عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کرلینے کی قوت ہے تو وہ اُسی کی عطا کردہ ہے چند سیلی۔ ساقی نے اُس فقیہ کے چند چیت لگائے تو اُس کی عقل ٹھکانے آگئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مضاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[۵۳] شیر گیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ میزک۔ پیشاب۔ قرناقاں۔ قرناق کی جمع ہے، خدمتگار۔ کنیزک۔ عزب۔ غیر شادی شدہ مرد، کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اُسکو گرفت میں لے لیا۔ پس طپید۔ اُس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی۔ بر نیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زنؔ[1] بدستِ مرد در وقتِ لقا — چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

ملاقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں — نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بسرشد گاہیش نرم وگہ درشت — زو بر آرد چاق چاقے زیرِ مشت

وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت — مٹھی کے نیچے اُس کی آواز کھچا کھچ نکلتی ہے

گاہ پہنش واکشد بر تختہ — درہمش آرد گہے یک لختہ

کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے — کبھی اُس کو ایک دم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک — تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

اینچنیں[2] پیچند مطلوب و طلوب — اندریں لعب اند مغلوب و غلوب

اسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں — اِس کھیل میں غالب اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شو را با زن ست — ہر عشیق و عاشقے را ایں فن ست

یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے — ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا — ویس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر — پیچشِ ہر یک ز فرہنگے دگر

لیکن ہر ایک کا کھیل، دوسرے رنگ کا ہے — ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شوی و زن را گفتہ شد بہرِ مثیل — کہ مکن[3] اے شوی زن را بد گسیل

شوہر اور بیوی مثال کے لئے کہدیئے گئے ہیں — کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رُخصت نہ کر

آں شبِ گردک نہ ینگا دستِ او — خوش امانت داد اندر دستِ تو

کیا نہیں ہو کر چھپر کھٹ کی رات مشاطہ نے اُس کا ہاتھ — شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با او تو کنی اے معتمد — از بد و نیکی، خدا با تو کند

کہ اے معتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے — بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست او مستِ تو — حق امانت دادش اندر دستِ تو

یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے — اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

---

[1] زن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھ میں اِس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھ میں۔ بسرشد۔ با زائدہ ہے سرشد سرشتن یعنی گوندھنا کا فعل مضارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد عورت کا کرتا ہے۔ گاہ در وے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اِسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے۔

[2] اینچنیں۔ طلوب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے لپٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ ویس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامیں۔ مشہور عاشق ہے۔ لیک۔ مرد اور عورت کی ملاعبت اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی ملاعبت اور چپٹاؤ دوسری طرح کی ہے۔ شوی۔ قرآن پاک میں مرد اور عورت کے حقوق کا تذکرہ بطور مثال کیا گیا ہے ورنہ یہ جوڑ صرف مرد و عورت ہی کا نہیں ہے۔

[3] کہ مکن۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور جدا بھی کرے تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ "یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرنا ہے"۔ گردک۔ دولہن کا چھپر کھٹ۔ ینگا۔ یا نون سے پہلے ہے بھاوج، پھپی، مشاطہ۔ ایں زن جس طرح مرد و عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

حاصل[۱] اینجا آں فقیہ از بیخودی
خلاصہ یہ ہے کہ اُس جگہ بے خودی کی وجہ سے اُس فقیہ میں
نے عفیفی ماند شُ و نے زاہدی
نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری

آں فقیہ اُفتاد برآں حُور زاد
وہ فقیہ اُس حور کے بچہ پر پڑ گیا
آتشِ اُو اندراں پنبہ فتاد
اُس کی آگ اُس روئی میں لگ گئی

جاں بجاں پیوست و قالبہا چخید
جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم سکڑ گئے
زن چو مرغِ سر بُریدہ می طپید
لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی

چہ سقایا، چہ مُلک، چہ ارسلاں
کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟
چہ حیا، چہ دین و زُہد و خوفِ جاں
کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟

چشمِ شاں اُفتادہ اندر عین[۲] و غین
اُن کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں
نے حسن پیداست انجا نے حُسین
وہاں نہ حسن ظاہر تھا، نہ حسین

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مُراد
ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پا لیا
طبعِ ہر یک خُرّم و دل گشت شاد
ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا

شُد دراز و کُو طریقِ بازگشت
دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟
انتظارِ شاہ ہم از حد گذشت
بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گذر گیا

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ
بادشاہ آگیا، تاکہ واقعہ دیکھے
دید آنجا زلزلہ وَالقارِعہ
وہاں اُس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھی

آں فقیہ از بیم برجست و برفت
وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا
سُوی مجلس، جام را بربود تفت
مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا

شہ[۳] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال
بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور عذاب سے پُر
تشنہ خونِ دو جفتِ بدفعال
بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا

چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر
فقیہ نے جب اُس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا
تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جامِ زہر
کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار
اُس نے ساقی کو آواز دی کہ اے (مجلس کو) گرم رکھنے والے
چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
سُست کیوں بیٹھا ہے، دے اُسکو مزاج پر لا

خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا
بادشاہ کو ہنسی آگئی، بولا اے پاکیزہ!
آمدم باطبع آں دُختر ترا
میں مزاج پر آگیا، وہ لڑکی تیرے لئے ہے

---

[۱] حاصل۔ مولانا نے پھر اُس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اُس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اُس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ اُس لونڈی کو چپٹ گیا اور اُس کی آتشِ شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ چخید۔ چخیدن، جماع کے وقت اپنے آپ کو سمیٹنا۔ سقایہ۔ یعنی جام شراب۔ ارسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔

[۲] عین و غین۔ دونوں ابر کے معنیٰ میں ہیں مراد اندھیرا ہے۔ حسن و حُسین یعنی بڑا چھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مُراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ یعنی عورت کا کانپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔

[۳] شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔ بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ سُست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور انکو نشاط پر لا، یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا۔ نشستی۔ بیٹھا۔ کیا۔ پاکیزہ، پہلوان آقا۔

پادشاہم[1] کارِ مَن عدلست و داد
میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے

زاں خورم کہ یار را جُودم بداد
میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخاوت نے دیا ہو

آنچہ آں را مَن نہ نوشم ہمچو نوش
میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں

کے دہم در خوردِ یارِ خویش و توش
میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا؟

آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش
جو میٹھی اور اچھی چیز میں کھاتا ہوں

میدہم در خوردِ یار از پنج و شش
ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں

زاں خورانم مَن غلاماں را کہ مَن
میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں

می خورم بر خوانِ خاصِ خویشتن
جو میں اپنے مخصوص دستر خوان پر کھاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام
میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں

کہ خورم مَن خود ز پختہ یا کہ خام
جو میں خود پختہ یا کچا کھاتا ہوں

من چو پوشم از خز و اطلس لباس
میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں

زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ

شرم[2] دارم از نبیؐ ذو فنوں
مجھے ہنرمند نبیؐ سے شرم آتی ہے

اَلْبِسُوْهُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْنْ
فرمایا ہے "ان کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

مصطفےٰ کرد ایں وصیت با بنوں
(حضرت) مصطفےٰؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے

اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْكُلُوْنْ
متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو"

شد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب
فقیہ روانہ ہوگیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا

از عطائے خاصِ کشّاف الکروب
مصائب کو دفع کرنے والے کی خاص عطا سے

دیگراں را بس بطبع آوردہ
تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے

در صبوری چُست و راغب کردہ
صبر کرنے میں چست اور رغبت کرنیوالا بنایا ہے

ہم[3] بطبع آور بمردی خویش را
اپنے آپ کو بھی مردانگی سے

پیشوا کُن عقل صبر اندیش را
صابر عقل کو پیشوا بنا

چوں قلاوُزی صبرت پَر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پَر بن جائے

جاں باوجِ عرش و کرسی بر شود
جان عرش و کرسی کی بلندی پر پہنچ جائے

مصطفےٰ ایں چونکہ صبرش شد براق
(حضرت) مصطفےٰ کو دیکھ لے صبر جب اُنکا براق بن گیا

برکشانیدش بہ بالائے طباق
وہ اُن کو طبقوں کے اوپر لے گیا

---

[1] پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پنج و شش یعنی ہر قسم کی چیز۔ زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[2] شرم۔ آنحضورؐ کا غلاموں کے بارے میں فرمانا ہے کہ "جس قسم کا تم پہنو اُسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ"۔ اذناب۔ یعنی متعلقین۔ شد فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہوگیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اُس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کرکے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا اب خود صبر کر۔

[3] ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنا مزاج ٹھکانے کر اور عقل [illegible] کو رہنما بنا لے۔ چوں قلاوزی۔ صبر کی رہنمائی ہوگی تو عرش و کرسی کی بلندی حاصل ہوگی۔ مصطفےٰ۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذارسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اوپر پہنچے۔

چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد ۔۔۔ از بلا او را درِ رحمت کشاد

جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا ۔۔۔ تو مصیبت سے اُن کیلئے رحمت کا دروازہ کُھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست ۔۔۔ صبر را مگذار تا بتواں ز دست

جو حالت بھی ہو صبر صدر ثابت ہوا ہے ۔۔۔ جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ ۔۔۔ کاندریں تعجیل در پیچیدۂ

تو نے نہیں سنا ہے صبر کشادگی کی کُنجی ہے ۔۔۔ کہ تو اِس جلد بازی میں پھنسا ہے

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن ۔۔۔ وز حدیثِ عاشقاں برگو سخن

اِس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے ۔۔۔ اور عاشقوں کی بات کر

باز گرد اے عاشق و زود تر برا ۔۔۔ کانتظارِ تست آں شہزادگاں

اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا ۔۔۔ کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

رواں شدنِ شہزادگاں بعد از اتمامِ بحث و ماجرا بجانبِ ولایتِ چین سوئے معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان

بحث اور واقعہ کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ

بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدود ست ۔۔۔ بقدرِ امکان نزدیک تر شدن محمود ست

نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں ۔۔۔ عشق در خور گوشمالی داد شاں

تینوں شہزادے جب انہیں واسطہ پڑا ۔۔۔ عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زود ۔۔۔ ہر چہ بود اے یارِ من آں لحظہ بود

انھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے ۔۔۔ اے میرے یار! جو کچھ ہونا تھا اسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند ۔۔۔ بعد ازاں سوئے بلادِ چیں شدند

انھوں نے صبر اختیار کیا اور صدیقین (میں سے) ہو گئے ۔۔۔ اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند ۔۔۔ راہِ معشوقِ نہاں بر داشتند

ماں باپ اور مُلک کو چھوڑا ۔۔۔ چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

لہ ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ صدر آمد۔ یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر جبکہ صبر کشادگی کی کُنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ ایں سخن۔ صبر کے فضائل۔

لہ باز گرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے تینوں شہزادے مُلکِ چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوبہ سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوبہ کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

لہ ہر سہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے اُن کی کافی گوشمالی کی۔ ہر چہ بود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور انھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین کو روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اسی کی فروعات ہیں۔ صبر۔ یعنی اب انھوں نے عشق پر جماؤ اختیار کیا اور اُس کی عملی تصدیق کر دی۔ معشوقِ نہاں۔ چین کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

همچو ابراہیمِ ادہم از سریر — عشقِ شاں بے پا و سر کرد و فقیر

ابراہیم ادھم کی طرح تخت سے — عشق نے اُن کو بے سروپا اور فقیر کردیا

یا چو ابراہیمِ مرسل سرخوشے — خویش را افگند اندر آتشے

یا (حضرت) ابراہیم نے عمدہ رسول کی طرح — اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا

یا چو اسمٰعیلِ صبارِ مجید — پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید

یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیل کی طرح — عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہِ عرب بود و بصورت

امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دَور کا

یوسفِ وقتِ خود و زنانِ عرب زلیخاوار مُردہ او و او

یوسف تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بود و ایں شعرِ اوست ؎

اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَىٰ حَبِيبٍ وَّمَنْزِلِ

تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رو لیں

چوں ہمہ زناں او را بجان می جستند اے عجب غزل و

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے، اُس کی غزل اور

نالۂ او بہر چہ بود مگر دانست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند

نالہ کس لئے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را

مٹی کے تختوں پر نقش کردی ہیں، بالآخر امرؤ القیس کی ایسی

حالے پیدا شد کہ نیم شب از ملک و فرزنداں گریخت و خود

حالت ہوگئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیمِ دیگر برفت بطلب

آپ کو گدڑی میں چھپالیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزّہ است وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے

ل1 ہمچو ابراہیم رح - ابراہیم بن ادھم کی طرح سلطنت کو خیرباد کہہ دیا - ابراہیم حضرت ابراہیم ؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے اسمٰعیل - حضرت اسمٰعیل ؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہوگئے۔

ل2 حکایت - حقیقی عاشق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہوگئے ہیں - امرؤ القیس - جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تو ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہوسکتا ہے کہ مولانا کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشقِ حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

مَن يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

امرؤالقیس[1] از ممالک خشک لب
امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے

ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب
عشق نے اسکو بھی عرب کے خطہ سے کھینچا

بود نازک طبع و ہم صاحب جمال
نازک مزاج اور حسین تھا

شاعر و صاحب اصول اندر کمال
شاعر اور کمال میں صاحب اصول تھا

چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش
جب عشقِ حقیقی نے اُس کے دل پر اثر کیا

سرد شد ملک و عیال و منزلش
تو اُس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دلقے بپوشید و برفت
آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا

از میانِ مملکت بگریخت تفت
فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تا بیامد خشت میزد در تبوک
یہانتک کہ تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا

با ملک[2] گفتند شاہے از ملوک
لوگوں نے بادشاہ سے کہا بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ

امرؤالقیس آمدست اینجا بکد
یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے

در شکارِ عشق و خشتے میزند
عشق کے شکار میں، اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں ملک برخاست شب شد پیشِ او
وہ بادشاہ رات میں اُٹھا اُس کے سامنے آیا

گفت او را اے ملیکِ خوبرو
اُس سے کہا، اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو ملکت شد کمال
تو یوسفِ دوراں ہے، تیرے لئے دو ملک مکمل ہو گئے

مر ترا رام از بلاد و از جمال
شہر اور حسن تیرے تابع ہیں

گشته[3] مرداں بندگاں از تیغ تو
مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے

واں زناں ملکِ مہِ بے میغ تو
اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کی ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بود
اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے

جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود
ہماری جان تیرے وصل سے سو جان بن جائے

ہم من و ہم ملکِ من مملوکِ تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے

اے بہمت ملکہا متروکِ تو
اے وہ کہ (تیری) ہمت کی وجہ سے بہت سے ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے و او خموش
اُس نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں اور وہ چپ تھا

ناگہاں واکرد از سر روی پوش
اچانک اُس نے سر سے نقاب اٹھایا

[1] امرؤالقیس — وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اُس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے جدا کر دیا۔ بو د — حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا مکمل شخص تھا۔ چونکہ زد عشق۔ جب اُس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اُس کا دل سرد ہو گیا یعنی جب امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بنکر آگیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اُس کا شکار کر لیا ہے۔ آں ملک تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حسن و جمال میں یوسفِ دوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشته۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیشِ ما۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ ہم من۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑا میں اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ۔ شاہ تبوک نے اُس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ خاموش رہا۔ اچانک اُس نے اپنے سر سے نقاب ہٹا دیا۔

تا[1] چہ گفتش اُو بگوش از عشق و درد | ہمچو خود در حال سر گردانش کرد
(نہ جانے) اسنے اسکے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی | اسکو اس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دستِ اُو بگرفت و با اُو یار شد | اُو ہم از تخت و کمر بیزار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کا یار ہو گیا | وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تا بلادِ دُور رفتند آں دو شہ | عشق یک کرت نکر دست ایں گنہ
یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں چلے گئے | عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر | اُو بہر کشتی بود منّ الاخیر
وہ بڑوں کے لئے شہد اور بچوں کیلئے دودھ ہے | وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

کہ[2] چو در کشتی رود غرقش کند | تا بقعر از پای تا فرقش کشد
کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اسکو ڈبو دے | اس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیرِ ایں دو بس ملوکِ بے شمار | عشق شاں از مُلک بر بود و تبار
ان دونوں بادشاہوں کے علاوہ بہت بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں | عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا ہے

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں | ہست شہرہ درمیانِ انس و جاں
اس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ | انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

جانِ[3] ایں سہ شہ بچہ ہم گردِ چیں | ہمچو مرغاں گشتہ ہر سو دانہ چیں
ان تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف | پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چگتی پھرتی تھی

زہرہ نے تا لب کشا یند از ضمیر | زانکہ رازِ با خطر بود و خطیر
طاقت نہ تھی کہ دل کی بات پر لب کشائی کریں | کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صد ہزاراں سر بپولے آں زماں | عشق خشم آلود زہ کردہ کماں
لاکھوں سر اس وقت ایک پیسے کے ہوتے ہیں جب | غضبناک عشق کمان پر چلّہ چڑھالے

عشق خود بخشم در وقتِ خوشی | خُوئی دارد دمبدم خیرہ کشی
خوشی کے وقت میں عشق بغیر غصہ کے | ہر وقت بیباکانہ قتل کی عادت رکھتا ہے

---

[1] تا چہ۔ معلوم نہیں کہ امرؤ القیس نے شاہِ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دستِ او۔ شاہ تبوک نے امرؤ القیس کا ہاتھ پکڑا اور اس کا ساتھی بن گیا اور اس کو تخت شاہی اور پٹکے سے بیزاری ہو گئی۔ تا بلادِ دور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب چل کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سینکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہر بچوں پر بھی ہے۔ منّ الاخیر وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

[2] کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیرِ ایں دو۔ امرؤ القیس اور شاہِ تبوک کے علاوہ سینکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جسکو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاؤس کے پاس آ گیا اور دادا کے مرنے کے بعد تخت نشین ہو کر اسنے افراسیاب سے اپنے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یادِ الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لاپتہ ہو گیا ——

[3] جانِ ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اس کے سرپرستوں کے غصہ کی وجہ سے غضبناکی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر عاشقوں کے سر کوڑیوں کے مول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اُسکی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہے تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

این بُود آں لحظہ کو خوشنود شُد — من چہ گویم چونکہ خشم آلود شُد

یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے — میں کیا بتاؤں جب وہ غضبناک ہوتا ہے؟

لیک[۱] مَرجِ جاں فدای شیرِ اُو — کِش کُشد این عشق و این شمشیرِ اُو

لیکن جان کی چراگاہ اُس کے خیر پر قربان ہے — جس کو یہ عشق اور اُس کی تلوار قتل کردے

کُشتنی بہ از ہزاراں زندگی — سلطنتہا مُردہٗ این بندگی

قتل ہو جانا ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے — سلطنتیں اِس غلامی پر قربان ہیں

با کِنایت رازہا باہم دگر — پست گفتندے بصد خوف و خطر

آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں — سینکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیرِ خدا محرم نبُود — آہ را جُز آسماں ہمدم نبُود

خدا کے سوا راز کا کوئی محرم نہ تھا — آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اِصطلاحاتے میانِ ہمدگر — داشتندے بہرِ ایرادِ خبر

آپس میں کچھ اصطلاحیں — خبر دینے کے لئے رکھتے تھے

زیں لسانُ الطّیر عام آموختند — طمطراقِ سروری اندوختند

پرندوں کی اِس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے — بڑائی کی شان و شوکت حاصل کرلی ہے

صورت[۲] آوازِ مُرغست آں کلام — غافل ست از حالِ مُرغاں مَردِ خام

وہ کلام، پرند کی آواز کی صورت ہے — وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانے کہ داند لحنِ طَیر — دیو گرچہ مُلک گیرد ہست غیر

سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟ — دیو اگرچہ ملک پر قبضہ کرلے، اجنبی ہے

دیو بر شبہِ سُلیماں کردہ ایست — عِلم مکرش ہست عُلِّمناش[۳] نیست

دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا — اُس کو مکر کا علم ہے "عُلِّمنا" کا نہیں ہے

چوں سُلیمانؑ از خدا بشّاش بُود — منطقُ الطّیرے ز عُلِّمناش بُود

چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے — اُن کی پرندوں کی بولی عُلِّمنا سے تھی

تو ازاں مُرغِ ہوائی فہم کُن — کہ ندیدستی طیورِ من لَدُن

تو ہوائی پرندے سے سمجھ لے — کیونکہ تونے "من لَدُن" کے پرند نہیں دیکھے

---

۱ لیک۔ عاشق بہرحال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ کُشتنی۔ فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مرجانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سینکڑوں سلطنتیں قربان کردیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اِس لئے تینوں شہزادوں نے اِس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لئے کچھ اِصطلاحیں بنالی تھیں۔ راز۔ اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحاتے۔ جب وہ آپس میں دردِ عشق کی بات کرتے تو اُنہی اصطلاحوں میں کرتے تھے۔ زیں۔ مولانا نے اِن شہزادوں کی اصطلاح سازی سے بزرگوں کی اِصطلاحوں کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عوام بزرگوں کی اِصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بے خبر ہوتے ہیں اور اُنہی اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے کام میں لاتے ہیں۔

۲ صورت۔ وہ بزرگوں کی اِصطلاحیں اُن کیلئے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سُن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے۔ کو سلیماں۔ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اِسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ صخر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے ملک پر قبضہ بھی کرلیا اور اُنکی سی صورت بنالی تو وہ اُس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے یہی حال مزوّرین کا ہے۔

۳ عُلِّمنا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھادی گئی ہے۔ تو۔ اے مخاطب تو اِن ہوائی پرندوں کو دیکھ کر بات سمجھ لے کہ اُنکی بولی تو سُن لیتا ہو لیکن اُن کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیورِ من لَدُن۔ وہ عارفین جنکو علم لدُنی حاصل ہے۔

جائیِ سیمرغاں بُوَد آں سُوئِ قاف[1] — ہر خیالے را نباشد دستِ باف
سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے — وہ ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اِتّفاق — آنگہش بعد العیاں اُفتد فراق
جس خیال نے اُس کو اِتّفاقًا دیکھا — فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہو جائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت — کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
قطع (تعلق)، کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے — کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ اِستبقایِ آں جسمِ چو جاں — لحظۂ دَر اَبر گردد خور نہاں
اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے اَبر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ[2] استبقایِ آں رُوحی جَسد — آفتاب از برف یک دَم در کَشد
اُس رُوحانی جسم کی بَقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے برف سے جُدا ہو جاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جُو زایشاں صلاح — ہیں مدُزد از حرفِ ایشاں اصطلاح
تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر — خبردار! اُن کے حرفوں کی اِصطلاح نہ چُرا

آں زلیخا از سِپنداں تا بعُود — نامِ جملہ چیز یوسف کردہ بُود
اُس زلیخا نے کالے دانہ سے لے کر اگر تک — سب چیزوں کا نام یوسف رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد — محرماں را سرِ آں معلوم کرد
اُن کا نام ناموں میں چھپا ہوا تھا — محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں[3] بگفتے موم ز آتش نرم شُد — ایں بُدے کاں یار با ما گرم شُد
جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہو گیا — یہ (مطلب) ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہو گیا

وَر بگفتے مہ برآمد بنگرید — وَر بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید
اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا — اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہو گئی

وَر بگفتے آبہا خوش می تنند — وَر بگفتے خوش ہمی سُوزد سپند
اور اگر وہ کہتی پانی عمدہ لہریں کھا رہے ہیں — اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

[1] جائیِ سیمرغاں۔ عارفوں سے مراد اُن کی روح ہے جس کا مقام عرش سے بھی بالا ہے ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور اِستغراق کو دیکھ سکے۔ ہر خیال۔ جو عارفین اُس مقام اور اِستغراق کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہر وقت نہیں کرتے بلکہ کبھی احوال میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر اُنکو فراق حاصل ہو جاتا ہے۔ نے فراق۔ اُن کی یہ جدائی قطع تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنیاد پر ہے اس لئے کہ اس اِستغراق کے لئے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج اَبر میں غائب ہو جاتا ہے۔

[2] بہرِ استبقا۔ چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات اِس روحی جسم سے مخفی ہو جاتی ہیں تاکہ بدن کے اِس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلا دیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اِصلاح کرا اُن کی اِصطلاحوں کو چرا کر استعمال نہ کر۔ آں زلیخا۔ زلیخا نے رازداری کے لئے مختلف اِصطلاحیں بنا رکھی تھیں سپند اور عُود بول کر حضرت یوسفؑ مُراد لیتی تھی۔ سپند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دُھونی دی جاتی ہے۔ عُود۔ اگر وہ لکڑی جو خوشبو کیلئے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اُس کے ہمراز تھے وہ اُن لفظوں سے حضرت سے متعلق بات سمجھ جاتے تھے —

[3] چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہو گیا تو مطلب ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے مجھ پر مہربانی کی۔ ور بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسفؑ آگئے۔ سبز شُد۔ اگر وہ کہتی کہ بید کی شاخ سبز ہو گئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہو گئی ہے۔ آبہا۔ اُس کا مطلب ہوتا کہ اُمیدوں کا دریا موجزن ہے۔ سوزد۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

ور بگفتے برگہا خوش می طپند[1]
اور اگر وہ کہتی، پتّے خوب لہلہا رہے ہیں
دست برہم رقص و مستی می کنند
تالیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت
اور اگر وہ کہتی، پھول نے بلبل سے راز کہہ دیا
ور بگفتے شہ سرِ شہباز گفت
اور اگر وہ کہتی شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

ور بگفتے چہ ہمایونست بخت
اگر وہ کہتی، نصیب کیسا مبارک ہوگیا
ور بگفتے کہ برافشانید رخت
اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ لو

ور بگفتے کہ سقا آورد آب
اور اگر کہتی کہ سقّہ پانی لے آیا
ور بگفتے کہ برآمد آفتاب
اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند
اگر وہ کہتی کل رات اُنھوں نے دیگ پکائی ہے
یا حوائج از برش یک لخت اند
یا مسالو، پکنے سے ایک جان ہوگئے ہیں

ور بگفتے ہست نانہا بے نمک
اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں
ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر وہ کہتی، آسمان اُلٹا گھومتا ہے

ور بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2]
اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہوگیا
ور بگفتے دردِ سر شد خوشترم
اور اگر وہ کہتی میرے سر کا درد اچھا ہوگیا

محرماں رازاں خبر بد کہ چہ گفت
محرم سمجھ جاتے کہ اُس نے کیا کہا
کہ مخالف با موافق گشت جفت
کہ مخالف موافق کا ساتھی ہوگیا

گر ستودے اعتناقِ او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو ان کا گلے ملنا ہوتا
ور نکوہیدے فراقِ او بدے
اور اگر وہ بُرائی کرتی تو اُن کی جُدائی ہوتی

صد ہزاراں نام گر برہم زدے[3]
اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی
قصد او و خواہِ او یوسف بدے
اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسفؑ ہوتے

گرسنہ بودے چو گفتے نامِ او
جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی
می شدے او سیر و مست از جامِ او
وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ او ساکن شدے
اُس کی پیاس اُن کے نام سے بجھ جاتی
نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شدے
(حضرت) یوسفؑ کا نام باطن کا شربت بنجاتا

ور بدے دردیش زاں نامِ بلند
اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا اُس بلند نام سے
دردِ او در حال گشتے سودمند
اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسفؑ کا دلدادہ ہے۔ گل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسّر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محرمِ راز کے علاوہ کوئی نہ رہے۔ سقا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آگیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہوگئی ہے۔ دیگے۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیّا ہوگئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ عکس۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کا اُلٹا نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات پڑ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آگئی ہے۔ محرماں۔ جو راز داں تھے وہ مطلب سمجھ جاتے تھے اور یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ راز دانوں میں غیر بھی تھے۔ گر ستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسفؑ کا وصل ہوتا اور اگر بُرائی کرتی تو اُن کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسفؑ ہوتے۔ گرسنہ۔ اگر وہ اُن کا تذکرہ کرتی تو وہ اُس کیلئے غذا کا کام دیتا۔ تشنگیش۔ اِسی طرح حضرت یوسفؑ کے ذکر سے وہ اپنی پیاس بجھاتی تھی اور اُنکا ذکر اُس کیلئے شربت بنجاتا تھا۔ ور بدرے۔ اُن کا ذکر اُس کے درد کا علاج تھا۔

وقتِ[1] سرما بودے او را پوستیں
جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا

ایں کنند در عشق نامِ دوست ایں
دوست کا نام عشق میں بھی کرتا ہے

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک
عوام ہر وقت، پاک نام لیتے ہیں

ایں عمل نکند چو نبود عشقناک
جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰؑ کردہ بود از نامِ ہو
(حضرت) عیسیٰؑ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا

می شدے پیدا ورا از نامِ او
وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کیلئے ظاہر ہوتا

چونکہ با حق متصل گردید جاں
جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گئی

ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں
اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بود و پُر از عشقِ دوست
وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے

پس ز کوزہ آں تراود کہ در وست
تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بوئے زعفرانِ وصل داد
مُسکراہا، وصل کے زعفران کی خوشبو دیگا

گریہ بوہائے پیاز اندر بعاد
فراق میں رونا پیاز کی بوئیں

ہر یکے راہست در دل صد مُراد
ہر ایک کے دل میں سینکڑوں مرادیں ہیں

ایں نباشد مذہبِ عشق و وداد
عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یار[3] آمد عشق را روز آفتاب
عشق کے لئے دن میں یار، سورج ہے

آفتاب آں روی را ہمچوں نقاب
سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از روی یار
جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے ممتاز نہ کرے

عابدِ الشمس ست دست از وے بدار
وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار رہنا

روز او و روزیِ عاشق ہم او
روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے

دل ہم او دلسوزیِ عاشق ہم او
دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہو

ماہیاں را نقد شد از عینِ آب
مچھلیوں کے لئے پانی سے حاصل ہو گئی

نان و آب و جامہ و دارو و خواب
روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

[3] یار آمد۔ عاشق کیلئے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے سورج اپنا ذاتی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جو سورج کا اپنا ذاتی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز۔ عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اُس کا دن بھی وہی ہے اُس کی خوراک بھی وہی ہے دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ عینِ ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے جان میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خواص اللہ کے ذکر سے ہی فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے اب حضرت عیسیٰؑ کا قُم بِاِذنی کہنا وہی معنیٰ اور اثر رکھتا ہے جو قُم بِاِذنِ اللہ کا تھا۔ چونکہ۔ جب فانی کی جان ذاتِ باری سے متصل ہو گئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

[2] خالی۔ فانی اب اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو پیالے کے اندر ہے۔ خندہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کے مظہر ہونگے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سیکڑوں مُرادیں ہیں یہ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

ہمچو طفل ست اُو ز پستاں شیر گیر ؎۱ — اُو نداند در دو عالم غیرِ شیر
وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنیوالا ہے — وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طِفل داند ہم نداند شیر را — راہ نبُود ایں طرف تدبیر را
بچہ دودھ کو جانتا ہے، نہیں بھی جانتا — اِس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را — تا نیابد فاتح و مفتوح را
اِس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنایا — تاکہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج نبُود در روش بلکہ اندر رو ؎۲ — حاملش دریا بُود نے سیل و جُو
سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اُس میں — اُس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید اُو کہ یابد گم شود — ہمچو سیلے غرقہ قلزم شود
جب وہ آتا ہے تاکہ حاصل کرے گم ہوجاتا ہے — بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شُد آنگہے اُو تیں شود — تا نمُردی زر نہ دادم ایں بُود
دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا — جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و مُتواری شدُن در بلادِ چین در شہرِ تختگاہ و دراز شدنِ صبر و بے صبر شدنِ برادرِ بزرگ تر کہ من رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کُنم و نصیحتِ برادران اُورا سُود نا داشتن

ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہوجانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہوجانا کہ میں جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہِ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت کا اُس کو فائدہ نہ دینا

اِمّا قدمی یُنیلُنی مقصُودِی ؎۳ — اَو اُلقِی رأسی کَفُؤادِی ثَمّہ
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے — یا میں اُس جگہ، دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں گا

یا پای رسانَدم بمقصود مرا — یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے — یا دل کی طرح میں اُس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا

یا عاذِلَ العاشِقِینَ دَعْ فِئَۃً — اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیفَ تُرشِدُھَا
اے عاشقوں کو ملامت کرنیوالے، اُس جماعت کو چھوڑ — جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اُسکو کیسے ہدایت دیگا!

؎۱ ہمچو طفل۔ عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیرخوار بچہ صرف دودھ کو جانتا ہے۔ ہم نداند۔ بچہ دودھ کو فی الجملہ جانتا ہو اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذاتِ خداوندی کا عاشق ہے لیکن اُس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔ گیج کرد۔ عوام عارف کے اِس علم سے بھی محروم ہیں اِس کی وجہ یہ ہے کہ بدنی تعلق نے اُن کی روح کو محروم کردیا ہے۔ گرد نامہ۔ وہ تعویذ جو کسی بھاگے ہوئے کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے مراد بدنی تعلقات ہیں۔ تا۔ اب اُس کی روح فاتح (حق تعالیٰ) اور مفتوح (مخلوق) میں امتیاز نہیں کرتی ہے۔

؎۲ گیج نبُود۔ عام انسانوں کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے جب وہ راہِ سلوک اختیار کرلیتا ہے تو اُس کی یہ حالت نہیں رہتی اُس کے تعلقاتِ بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اُس کا حامل بن جاتا ہے۔ چوں بیاید۔ سالک جب اُس حقیقت کو تلاش کرتا ہے تو خود گم ہوجاتا ہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہوجاتا ہے۔ دانہ۔ بیج جب گم ہوجاتا ہے تو وہ انجیر بنکر رُونما ہوتا ہے صدرِ جہاں دکے مقولہ تا نمُردی کا یہی مطلب تھا۔

؎۳ اِمّا۔ بڑے بھائی نے یہ کہا

آں[1] بزرگیں گفت اے اخوانِ من
اس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو!

زانتظار آمد بلب ایں جانِ من
انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آگئی

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند
میں لاپرواہ بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا

مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
اس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ من زیں صبوری طاق شد
اس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی

واقعۂ من عبرتِ عشاق شد
میرا واقعہ، عاشقوں کی عبرت بن گیا

من ز جاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا

زندہ بودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند دردِ فرقتش بکشد مرا
اس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا

سر ببر تا عشق سر بخشد مرا
سر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سر بخش دے

دینِ[2] من از عشق زندہ بودن ست
میرا دین عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے

زندگی زیں جان و سر ننگِ من ست
اس جان اور سر سے جینا میری توہین ہے

تیغ جانہا را کند پاک از عیوب
تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کردیتی ہے

زانکہ سیف افتاد محّاء الذنوب
کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی واقع ہوئی ہے

چوں غبارِ تن بشد ماہم بتافت
جب جسم کا غبار ختم ہوا، میرا چاند چمکا

ماہِ جانِ من ہوائی صاف یافت
میری جان کے چاند نے صاف فضا پائی

عمر ہا بر طبلِ عشقِ آں صنم
اس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عرصہ دراز سے

اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ میزنم
"بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" صدا لگا رہا ہوں

دعوی[3] مرغابی کردست جاں
میری جان نے مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے

کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں
وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے؟

بط را ز اشکستنِ کشتی چہ غم
بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے!

کشتیش بر آب بس باشد قدم
پانی پر اس کی کشتی، پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعوی بود جان و تنم
اس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے

من ازیں دعوی چگونہ تن زنم
میں اس دعوے سے کیسے چپ رہوں!

خواب می بینم ولے در خواب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے

مدعی ہستم ولے کذاب نے
میں مدعی ہوں، لیکن جھوٹا نہیں ہوں

[1] آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں اب مجھے موت کی کوئی پرواہ نہیں موت تیغِ فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب صبر میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سر قلم کردو تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہوجائے۔

[2] دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لئے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔ چوں غبار۔ جسمانی علائق سے جدا ہوکر روح انور اور مسرور ہو جاتی ہے۔ عمر ہا۔ میں طویل عمر سے یہ صدا دے رہا ہوں، "میری موت میں میری زندگی ہے"

[3] دعوی۔ مرغابی پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی قتل سے خائف نہیں ہوں۔ بط۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعوی۔ جبکہ عشق سے میری زندگی ہے تو اس عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ یہ میری استغراقی کیفیت ہے عوام اسکو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ

نیند نہیں ہے

گر[1] مرا صد بار تو گردن زنی
اگر تو سو بار میری گردن کاٹے

ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
میں شمع کی طرح ہوں، میں روشنی بڑھاؤنگا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس
اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے

شبروان را خرمنِ آں ماہ بس
رات کے مسافروں کیلئے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کردہ یوسفؑ را نہاں و مختفی
(حضرت) یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا

حیلتِ اخوانِ ز یعقوبِؑ نبی
بھائیوں کے حیلے نے (حضرت) یعقوبؑ نبی سے

خفیہ کردندش بحیلت سازیئے
اُنھوں نے اُسکو ایک حیلہ سازی سے پوشیدہ کر دیا تھا

کرد آخر پیرہن غمازیئے
بالآخر، لباس نے چغل خوری کی

آں[2] دو گفتندش نصیحت در سمر
اُن دونوں نے اُس کو قصہ میں نصیحت کی

کہ مکُن ز اخطار خود را بے خبر
کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں منہ بر ریشہائے ما نمک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑک

ہیں مخور ایں زہر از جلدی و شک
جلدی اور شک سے یہ زہر نہ کھا

جز بتدبیر یکے شیخ خبیر
کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر

چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
جبکہ تیرے پاس بینا دل نہیں ہے کیوں چلتا ہے؟

وائے آں مرغے کہ ناروئیدہ پر
اُس پرندہ پر افسوس ہے جو بغیر پر نکلے

بر پرد بر اوج و افتد در خطر
بلندی پر پرواز کرے اور خطرے میں پڑ جائے

عقل[3] باشد مرد را بال و پرے
آدمی کے لئے عقل، بال و پر ہوتی ہے

چوں ندارد عقل، عقلِ رہبرے
اگر عقل نہ رکھے، تو رہبر کی عقل

یا مظفر یا مظفر جوی باش
یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن

یا نظر ور یا نظر ور جوی باش
یا صاحب نظر، یا صاحب نظر کا جستجو کرنیوالا بن

بے ز مفتاحِ خرد ایں قرعِ باب
بغیر کنجی کے اِس دروازے کو کھٹکھٹانا

از ہوا باشد نہ از روئے صواب
خواہشِ نفسانی سے ہوگا، نہ کہ درست طریقہ پر

عالمے در دام می بیں از ہوا
ایک جہاں کو خواہشِ (نفسانی) کیوجہ جال میں دیکھ لے

وز جراحتہائے ہمرنگِ دوا
اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے

(کسی رہبر کی عقل کو رہنما بنالے۔ یا مظفر۔ یا انسان خود کامل ہو ورنہ کسی کامل کی تلاش کرے خود صاحبِ نظر ہو ورنہ کسی صاحبِ نظر کو تلاش کرے۔ بے ز مفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اِس راہِ سلوک کا دروازہ کھٹکھٹانا درست نہیں ہے بلکہ نفسانی خواہش ہوگی۔ عالمے۔ خواہشِ نفس اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے۔

[1] گر مرا۔ عشق میں سر کا کٹنا ایسا ہی ہے جیسے شمع کا گُل جھاڑنا جس سے اُس کی روشنی اور بڑھ جاتی ہے۔ آتش۔ آتشِ عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمنِ جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اُس کے لئے کافی ہے۔ کردہ یوسفؑ۔ عشق لامحالہ کامیابی کا سبب بنتا ہے حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُنکا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اِسی طرح اگرچہ میری محبوبہ پوشیدہ ہے لیکن کامیابی ضرور ہوگی۔

[2] آں دو۔ دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بےخبر نہ بنا۔ نمک۔ ایک تو ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی مزید ہوگی۔ ایں زہر۔ یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اِس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو یہ خطرہ مول نہ لے۔ بجز۔ خطرناک راستہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جاسکتا ہے۔ وائے۔ جس پرند کے پر نہ آگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑ جائیگا۔

[3] عقل باشد۔ انسانی کے بال و پر انسان کی عقل ہے اگر اُس کی عقل کامل نہ ہو

مار[1] استاده است بر سینه چو مرگ
سانپ، موت کی طرح سینے پر کھڑا ہے

در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ
شکار کے لئے مُنہ میں پتے لئے ہوئے

در حشایش چوں حشیشے اُو بپا ست
وہ، گھاسوں میں گھاس کی طرح کھڑا ہے

مُرغ پندارد کہ اُو شاخِ گیاست
پرند سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

چوں نشیند بہرِ خور بر رُوی برگ
جب وہ کھانے کیلئے پتّے پر بیٹھتا ہے

در فتد اندر دہانِ مارِ مرگ
موت کے سانپ کے مُنہ میں گر جاتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز
مگرمچھ نے اپنا مُنہ کھولا ہے

گِردِ دندانہاش کرمانِ دراز
اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے لمبے کیڑے ہیں

از بقیہ خور کہ در دندانش ماند
بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اُسکے دانتوں میں لگی ہو

کِرم ہا روئید و بر دنداں نشاند
کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر بٹھائے

مُرغگاں بینند کِرم و قوت را
پرند کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں

مُرج پندارند آں تابُوت را
اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

چوں[2] دہاں پُر شد زمُرغ اُو ناگہاں
جب پرندوں سے مُنہ بھر گیا اُس نے اچانک

در کشد شان و فرو بندد دہاں
اُن کو اندر کھینچ لیا اور مُنہ بند کر لیا

ایں جہانِ پُر ز نُقل و پُر زناں
یہ دنیا جو چینے اور روٹی سے پُر ہے

چوں دہانِ باز آں تمساح داں
اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے مُنہ کی طرح سمجھ

بہرِ کِرم و طُعمہ اے روزی تراش
اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کیلئے

از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش
زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک
لومڑی مٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے

بر سرِ خاکش حبوبِ مکرناک
اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

تا[3] بیاید زاغِ غافل سُوی آں
تاکہ غافل کوا اُس کی جانب آئے

پای اُو گیرد بمکر آں مکرداں
وہ مکار، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست
جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں

چوں بُود مکرِ بشر کو مہتر ست
انسان کا مکر کیسا ہوگا جبکہ وہ سردار ہے؟

مُصحفے بر کف چو زین العابدین
زین العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے

خنجرے پُر زہر اندر آستیں
آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

لہ مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تو یہ ہے کہ وہ وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح مُنہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ در حشایش۔ وہ سانپ گھاس ہی گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرند یہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتّے پر کھانے کے لئے آ بیٹھتا ہے اور موت کے مُنہ میں آ گرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا یہ مثال سمجھو کہ ایک مگرمچھ مُنہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے ہوں وہ کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی چیز کا پہلے کھایا تھا پرند اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر ان پر آ گرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا مُنہ بند کر لیتا ہے۔

لہ چوں دہاں۔ اُس مگرمچھ کا مُنہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا مُنہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اِس نُقل اور نان سے بھری دنیا کو اسی طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی مٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کھیلتی ہے۔

لہ تا بیاید۔ لومڑی اپنے آپ کو مٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوا ادھر کے سے آ جائے اور وہ مکار اُس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اِس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ لگا لو۔ مصحفے۔ انسان کا مکر یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ میں قرآن اور آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہوتا ہے۔ زین العابدین یعنی ایسے نیک آدمی کی طرح ہاتھ میں قرآن لئے ہوئے ہے جو تمام عبادتگزاروں کیلئے باعث زینت ہے۔

گویدت[۵۱] خنداں کہ اے مولایِ مَن ۔۔۔ در دلِ اُو بابلے پُر سحر و فن

تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے آقا! ۔۔۔ (اور) اُس کے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بابل ہے

زہرِ قاتل، صورتش شہد ست و شیر ۔۔۔ ہیں مَرو بے صحبتِ پیرِ خبیر

وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے ۔۔۔ خبردار! باخبر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل

جملہ لذاتِ ہوا مکرست و زَرق ۔۔۔ سوز و تاریکی ست گردِ نُورِ بَرق

خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں، مکر اور دھوکا ہیں ۔۔۔ بَرق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے

برقِ نورِ کوتہ و کذب و مجاز ۔۔۔ گِردِ اُو ظلمات و راہِ تو دراز

ناقص نور اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے ۔۔۔ اُسکے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن ۔۔۔ نے بمنزل اَسپ تانی راندن

تو اس کی روشنی میں نہ خط پڑھ سکتا ہے ۔۔۔ نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک[۵۲] جرمِ آنکہ باشی رہنِ بَرق ۔۔۔ از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق

لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہونِ (منت) ہو ۔۔۔ مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب ۔۔۔ چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب

وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے ۔۔۔ جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہو

می کشاند مکرِ بَرقت بے دلیل ۔۔۔ در مَفازہ مُظلمے شب میل میل

تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لئے جا رہا ہے ۔۔۔ تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کرکے

گاہ بر کُہ گاہ بر جُو اُوفتی ۔۔۔ گہ بدیں سُو گہ بداں سُو اُوفتی

تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے ۔۔۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے

خود[۵۳] نہ بینی تو دلیل اے راہ جُو ۔۔۔ وَر بہ بینی رُو بگردانی ازو

اے راستہ کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا ۔۔۔ اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے مُنھ پھیر لیتا ہے

کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل ۔۔۔ مر مرا گمراہ گوید آں دلیل

کہ میں نے اِس راستہ پر ساٹھ میل سفر کرلیا ۔۔۔ وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے

گر نہم مَن گوش سُوئے آں شگفت ۔۔۔ اَمرِ اُو را ہم ز سَر باید گرفت

اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں ۔۔۔ اُس کے معاملہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے

---

۵۳ خود۔ تو خود رہبرِ کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل ازراہِ کرم تجھ پر نظر کرکے تجھے نصیحت کرتا ہے تو تُو اس سے روگردانی کرتا ہے۔ کہ تسفر۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کرلیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ گر نہم اگر میں اسکی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

۵۱ گویدت۔ زبانی تو تجھے اپنا مولائی اور آقا کہہ رہا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل۔ حقیقتاً قاتل زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ ہیں۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سلوک بغیر پیر کے اختیار نہ کر۔ جملہ لذات۔ نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اُس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ اُس میں چمک ہوتی ہے اور اُس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق۔ بجلی میں مختصر سی روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اُسکے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہوجاتا ہے۔ نے۔ بجلی کی اِس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جاسکتا ہے۔

۵۲ لیک۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور ناپائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اُس جرم میں تجھ سے کاملین اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب۔ یعنی کاملین۔ عطارد۔ یعنی بجلی کی چمک۔ می کشاند۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گاہ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

من[۱] دریں رہ عمر خود کردم گرو — ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو
میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کردی — اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظن چو برق — عشرِ آں رہ کُن پئے وحی چو شرق
تو نے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں — اس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے تحت میں

ظن لا یغنی من الحق خواندہ — وز چناں برقے ز شرقے ماندہ
تو نے گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا پڑھا ہے — تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے درآ، در کشتیِ ما اے نژند — یا تو ایں کشتی برآں کشتی بہ بند
خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آجا — یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ دے

گوید[۲] او چوں ترک گیرم گیر و دار — چوں رَوم من در طفیلت کور وار
وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں — میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں — زاں یکے ننگ ست و صد ننگ ست ایں
اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے — کیونکہ اس سے ایک ذلت ہے اور اس میں سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پشہ در اژدہا — می گریزی از نمی در بحرہا
تو مچھر سے اژدھوں کی طرف بھاگتا ہے — تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہائے پدر — درمیانِ لوطیانِ شور و شر
تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے — شور و شر والے اغلام بازوں کے درمیان

می[۳] گریزی ہمچو یوسف زاں دہے — تا ز نزہت وز تلعب افتی در چہے
تو حضرت یوسفؑ کی طرح اس گاؤں سے بھاگتا ہے — حتیٰ کہ ہم چرنے اور کھیلنے کی وجہ سے کنوئیں میں گرجائے

در چہ افتی زیں تفرج ہمچو او — مر ترا لیک آں عنایت یار کو
تو اس تفریح کی وجہ سے انکی طرح کنوئیں میں گر پڑیگا — لیکن تیرے لئے دوست کی وہ مہربانی کہاں ہے؟

گر نبودے آں بفرمانِ پدر — بر نیاوردے ز چہ تا حشر سر
اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا — تو قیامت تک کنوئیں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ او اذن داد — گفت چوں اینست میلت خیر باد
اس باپ نے ان کے دل کی خاطر اجازت دیدی — فرمادیا جب تیری یہ خواہش ہے خدا بہتر کرے

---

۱ من۔ اس کامل سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے کامل عمر خرچ کر ڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہوجائے گا آپ مجھ سے کچھ نہ کہیں۔ راہ گردی۔ کامل اس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تو نے راستہ طے کرلیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کرے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تو نے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے معاملہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کی وجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کرلے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کرلیا کر۔

۲ گوید۔ وہ اس کامل سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا دھند کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہرحال بہتر ہے رہبر کے ساتھ اندھا دھند چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ می گریزی۔ اس ایک ذلت سے بچ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مچھر سے ڈر کر اژدھے کے منہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریاؤں میں پناہ لے۔ می گریزی۔ کامل رہبر سے بھاگنے والے کی مثال اس [illegible]

لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اوباشوں میں جا پھنسے۔ ۳ می گریزی۔ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ سے کھیل کود کے شوق میں جدا ہوئے اور نتیجہ میں کنوئیں میں گرے۔ درچہ۔ تو بھی کنوئیں میں گرے گا لیکن فرق یہ ہے کہ ان کی تو خدا کی مہربانی نے دستگیری کرلی تیرے لئے وہ عنایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور پھر فرق یہ ہے کہ انکی سیر تو [illegible] ان کی اجازت تھی ورنہ انکی بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسفؑ کی یہ جست حضرت یعقوبؑ کی رائے کی بدولت ہے

ہر[1] ضریرے کز مسیحے سر کشد
جو اندھا کسی مسیحؑ سے سرکشی کرے

او جہودانہ بماند از رَشَد
وہ یہودی کی طرح ہدایت سے دور رہ جائے گا

قابلِ ضو بود اگرچہ کور بود
اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا

شُد ازیں اعراض او کور و کبود
وہ اس اعراض سے اندھا اور کالا ہو گیا

گویدش عیسیٰؑ بزن در من دو دست
اس سے عیسیٰؑ کہتے ہیں، مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے

اے عمیٰ کحلِ ضریری با من ست
اے اندھے! اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے

از من ار کوری بیابی روشنی
اگر تو اندھا ہے، مجھ سے روشنی پالے گا

بر قمیصِ یوسفؑ جاں بر زنی
جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جا ملے گا

کار و بارِ کت رسد بعدِ شکست[2]
وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے

اندراں اقبال و منہاجِ راہ است
اس میں نصیبہ وری اور سیدھا راستہ ہے

کار و بارے کاں ندارد پا و دست
وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں

ترک گیر اے بوالفضولِ گیج مست
چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کار و بارے کہ ندارد پا و سر
وہ کاروبار جس کا سر اور پیر نہ ہو

ترک کن ہے پیرِ خر اے پیرہ خر
چھوڑ دے خبردار اے بوڑھے گدھے! پیر بنا لے

غیرِ پیر استاد و سرلشکر مباد
خدا کرے پیر کے علاوہ استاد اور سپہ سالار نہ ہو

پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رشاد
زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

در زماں چوں پیر را شد زیرِ دست
فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا

روشنائی دید آں ظلمت پرست
اس تاریکی کے پجاری نے روشنی دیکھ لی

شرطِ تسلیم[3] ست نے کارِ دراز
شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام

سود نبود در ضلالت ترک تاز
گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

من نجویم زیں سپس راہِ اثیر
اس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا

پیر جویم پیر جویم پیر پیر
پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نردبانِ آسماں
آسمان کی سیڑھی پیر ہے

تیر پرّاں از کہ گردد، از کماں
تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

---

[1] ہر ضریرے۔ جو ناقص، مُربّی سے سرکشی کریگا اُس کا حال یہود کا سا ہوگا جنھوں نے حضرت مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل۔ اِس ناقص میں صلاحیت تھی مُربّی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کر دی۔ گویدش۔ مُربّی اِس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کرلے اِس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از من۔ اگر تو اندھا ہے تو تجھے مجھ سے بینائی حاصل ہوجائیگی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کرے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

[2] شکست یعنی شیخ کی تابعداری۔ ندارد۔ یعنی تیرا بے ڈھنگا عمل۔ کاروبارے۔ اپنے اِس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیر پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک کا پیر مُراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کرے گا فوراً اُس کو روشنی نظر آجائے گی۔

[3] شرط تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دینا ہے نہ کہ دوڑ بھاگ۔ بغیر پیر کے یہ دوڑ بھاگ منزل سے دُور کر دے گی۔ من نجویم۔ مولانا کہتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہو گئی تو خود آسمان پر اُڑنے کی کوشش نہ کر پیر کو تلاش کر لے۔ پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ ہے جس طرح تیر بغیر کمان کے پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے۔

بےؔ زابراہیمؑ نمرودِ گراں
(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر مست نمرود نے
کرد با کرگس سفر بر آسماں
گدھ کے ذریعہ سے آسمان کا سفر کیا

از ہوا شد سوی بالا او بسے
وہ ہوا سے بہت اونچا ہوا
لیک بر گردوں نپرّد کرگسے
لیکن گدھ آسمان پر نہیں اُڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر
(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا اے سفر کے مرد!
کرگست مَن باشم اینت خوبتر
میں تیرا گدھ بن جاؤں، یہ تیرے لئے بہتر ہے

چوں ز مَن سازی ببالا نردبان
جب تو اوپر کے لئے میری سیڑھی بنائیگا
بے پریدن بر روی بر آسماں
تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق
جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے
بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

آنچنانکہ میرود شب زاغتراب
جس طرح رات کو مسافرت کی وجہ سے چلے جاتے ہیں
حسِ مردم شہرہا در وقتِ خواب
نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں
جس طرح عارف مخفی راستہ سے
خوش نشستہ میرود در صد جہاں
سَو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

گر نداد ستش چنیں رفتار دست
اگر اُس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی
ایں خبرہا زاں ولایت از کیست
اِس ملک کی یہ خبریں کس کی جانب سے ہیں؟

ایںؔ خبرہا ویں روایاتِ محق
یہ خبریں اور یہ سچّی روایتیں
صد ہزاراں پیر بر وے متفق
لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

یک خلافے نے میانِ ایں عیوں
اِن بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں
آنچنانکہ ہست در علمِ ظنوں
جیسا کہ ظنّی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار
اٹکل، تاریک رات میں ہے
ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار
اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پر جوی از کساں
اے نمرود! اُٹھ مَردوں سے پَر مانگ
نردبانے نایدت از کرگساں
گِدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جزوی کرگس آمد اے مُقل
اے نادار! جزوی عقل گدھ ہے
پرّ او با جیفہ خواری متصل
اُس کے پَر مُردار کھانے سے وابستہ ہیں

لہ بےؔ ز ابراہیمؑ۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ نہ بنایا اپنی خواہشِ نفس کو بنایا مردود ہوگیا۔ کرگس۔ گدھ یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چوں حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہوجائے گا۔ بر آسماں یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہوجائے گا۔

لہ آنچنانکہ۔ دل، مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کرلیتا ہے، یہی حال عارف کا ہے کہ اُس کو بغیر اسبابِ ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہوجاتی ہے۔ حسِ مردم۔ حواسِ باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسبابِ ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔ عارف۔ اپنے مراقبہ میں عالم کی سیر کرتا ہے۔ گر۔ اگر اُن کی سیر نہیں ہے تو پھر انھوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

لہ ایںؔ خبرہا۔ اگلی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ علمِ ظنون۔ علوم عقلیہ میں عقلاء مختلف ہیں لیکن اولیاء اور انبیاء عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔ آں تحرّی۔ یہ خبریں اٹکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدہ کے بعد دی ہیں۔ خیز۔ لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہیئے بلکہ شیخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہیئے۔ عقلِ جزوی۔ عقلِ ناقص گدھ ہے اگلی پر دانہ مردار

عقلِ[1] ابدالاں چو پرِ جبرئیلؑ
ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیلؑ کے پر کی طرح ہر

می پرد تا ظلِ سدرہ میل میل
جو سدرۃ المنتہیٰ کے سایہ تک میل میل اُڑتی ہے

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم
میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں

فارغ از مردارم و کرگس نیم
میں مُردار سے بے نیاز ہوں اور میں گِدھ نہیں ہوں

ترکِ کرگس کن کہ من باشم گت
گِدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست بنوں

یک پرِ من بہتر از صد کرگس ست
میرا ایک پر سیکڑوں گِدھوں سے بہتر ہے

چند بر عمیا دوانی اسپ را
تو گھوڑے کو اندھادھند کب تک دوڑائے گا؟

باید استا پیشہ را و کسب را
پیشہ اور ہنر کے لئے اُستاد چاہیئے

خویش[2] را رسوا مکن در شہرِ چین
چین کے شہر میں اپنے آپ کو رُسوا نہ کر

عاقلے جو خویش از وے در مپین
کوئی عقلمند تلاش کرے اپنے آپکو اس کے حوالہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں
وہ افلاطونِ دوراں جو کچھ کہے

ہیں ہوا بگذار و رو بر وفقِ آں
خبردار! ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اسکے مطابق چل

جملہ می گویند اندر چین بجد
چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں

بہرِ شاہِ خویشتن کہ لم یلد
اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اسکے اولاد نہیں ہوئی

شاہِ ما خود ہیچ فرزندے نزاد
خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا

بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد
بلکہ اُس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت
بادشاہوں میں سے جس نے اِس طرح کی بات کہی

گردنش با تیغِ بُرّاں گشت جفت
اُس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہو گئی

شاہ[3] گوید چونکہ گفتی ایں مقال
بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی

زود ثابت کُن کہ من دارم عیال
جلد ثابت کر کہ میں اولاد رکھتا ہوں

مر مرا دختر اگر ثابت کنی
اگر تو میرے لئے لڑکی ثابت کر دے

یافتی از تیغِ تیزم ایمنی
(تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

ورنہ بیشک من بُبرّم حلقِ تو
ورنہ میں بلاشک تیری گردن کاٹ دونگا

بر کشم از صوفیِ جاں دلقِ تو
تیری صوفی روح سے گدڑی کو اُتار دوں گا

سر نخواہی برد ہیچ از تیغِ تو
تو کبھی تلوار سے سر بچا کر نہ لے جا سکے گا

اے بگفتہ لاغ کذب آمیزِ تو
اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

---

[1] عقلِ ابدالاں۔ عارفین کی عقل کامل ہے اور اس کی پرواز حضرت جبرئیلؑ کی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ بازِ سلطانم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کر وہ تیرے لئے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند۔ اندھادھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[2] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ مجھیں۔ کسی عقلمند سے مشورہ کرلے۔ آنچہ۔ وہ عقلمند جو کہے اس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو در کنار اس نے کسی عورت سے صحبت ہی نہیں کی۔ ہر کہ۔ اگر کسی بادشاہ نے اسکے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اسکی گردن کٹی ہے۔

[3] شاہ گوید۔ اس پیغام دینے والے سے شاہ کا مطالبہ ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کہ میرے اولاد ہے۔ مر مرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ بر کشم۔ جان صوفی اور جسم اُسکی گدڑی ہے۔ سر۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اس کا ثبوت نہ دیگا تیری جان نہ بچے گی۔

بِنگر[1] اے از جہل گفتہ ناحقے
پُر ز سر ہائی بُریدہ خندقے

اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی، دیکھ لے
کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

خندقے از قعرِ خندق تا گلو
پُر ز سر ہائے بُریدہ زیں غلو

ایک خندق تلی سے کنارے تک
اس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے

جُملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شدند
گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند

جو لوگ اِس دعوے میں گئے
اُنھوں نے اِس دعوے سے اپنی گردن کٹا دی

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اِعتبار
اینچنیں دعویٰ میندیش و مبار

خبردار! اِس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے
ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

تلخ[2] خواہی کرد بر ما عُمرِ ما
کہ بریں میدار دا اے داور ترا

تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کر دے گا
اے بھائی! تجھے اِس پر کون آمادہ کر رہا ہے!

گر رَوَد صد سال آنکہ آگاہ نیست
بر عَمیٰ آں از حسابِ راہ نیست

جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سَو سال چلے
اندھا دھند، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

بے سَلاحے در مَرو در مَعرکہ
ہمچو بیباکاں مَرو در تہلکہ

میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا
لاپرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

ایں ہمہ گفتند و گفت آں نا صبُور
کہ مرا زیں گفتہا آید نفور

اُنھوں نے یہ سب کچھ کہا اور اِس بے صبر نے کہا
کہ مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے

سینہ[3] پُر آتش مرا چوں مُنقل ست
کِشت کامل گشت، وقتِ منجل ست

میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے
کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

صَدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند
بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند

سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا
عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

صبرِ مَن مُرد آں شبے کہ عشق زاد
در گذشت و حاضراں را عُمر باد

جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مر گیا
وہ مر گیا اور حاضرین کی عمر ہو

اے مُحدِّث از خطاب و از خطوب
زاں گذشتم آہنِ سردے مکوب

اے خطاب اور مصائب کی باتیں کرنے والے
میں اِس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

سَرنگونم ہے رہا کُن پایِ مَن
فہم کو در جملۂ اجزائے مَن

میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ
میرے تمام اجزاء میں سمجھ کہاں ہے؟

---

[1] بنگر۔ اور کہہ دیتا ہے کہ اِس خندق کو جا کر دیکھ لے جس میں اِس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ تو یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کے لڑکی ہو۔ جملہ بھائیوں نے کہا اُن سب نے یہی بات کہی تھی اور اِس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ ہاں خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور اُن کٹے ہوئے سروں سے عبرت حاصل کر لے۔

[2] تلخ۔ تو اِن باتوں سے اپنا سر کٹا کر ہماری زندگی بھی تلخ کر دے گا۔ داور۔ برادر۔ گر رود۔ اگر راستہ سے ناواقف سَو سال بھی چلے تو اُس کا چلنا صحیح راستے کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ بھائیوں کی اِس تقریر پر وہ بڑا بھائی بولا مجھ سے یہ باتیں نہ کرو مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے۔

[3] سینہ۔ اب سینہ میں صبر کی بجائے عشق کی آگ ہے اور سینہ انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اس کے کٹنے کا وقت آگیا ہے۔ صبرِ من جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مر گیا۔ اے محدث۔ اب صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا سرنگونم

اُشترم[1] مَن تا توانم می کَشم
میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا

چوں قتادم زار با کُشتن خوشم
جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا ذبح ہونے پر خوش ہوں

بر سَرِ مقطوع اگر صد خندق ست
کٹے ہوئے سر پر اگر سو خندقیں (مشکل) ہوں

پیشِ دردِ مَن مزاحِ مُطلق ست
وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

من نخواہم زد دگر از خوف وبیم
میں ڈر اور خوف سے، نہ بجاؤں گا

ایں چنیں طبلِ ہوا زیرِ گلیم
ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

مَن عَلَم اکنوں بصحرا میزنم
اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا

یا سَر اندازی ویا رُوئیِ صَنم
یا سر کٹتا ہے، یا محبوب کا چہرہ

حلق[2] کاں نبوَد سزای ایں شراب
جو حلق اِس شراب کے لائق نہ ہو

آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب
وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبوَد ز وصلش دَر فرہ
وہ آنکھ جو اس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو

آنچناں دیدہ سفید و کوُر بہ
ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبوَد سَزای رازِ اُو
وہ کان جو اس کے راز کے لائق نہ ہو

بر کَنش کہ نبوَد آں بر سَر نکو
اس کو اکھاڑ دے کیونکہ وہ سر پر اچھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبوَد آں نصاب
جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو

آں شکستہ بہ بسا طورِ قصاب
وہ قصائی کے چھرے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پایِ کہ از رفتارِ اُو
وہ پاؤں جس کی رفتار

جاں نہ پیوندد بہ نرگس زارِ اُو
جان کو اس کے نرگس زار سے نہ جوڑ دے

آنچناں پا در حدیداولیٰ ترَست
ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے

کانچناں پا عاقبت دردِ سَرست
کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سر ہے

بیانِ[3] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ
اُس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ

عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسبب نوعِ عملِ دیگر
اللہ تعالےٰ کی عطا کی وسعت اُس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

[1] اُشترم۔ مصائب کا بوجھ اُٹھانے سے نہ گھبراؤں گا اگر اس کا انجام فنا ہے تو میں اس کے لئے خوشی آمادہ ہوں۔ برسر۔ میرا سر کٹنے کے بعد سو خندقوں میں بھی مدفون ہو تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لئے ایک تفریح کی بات ہے۔ می نخواہم۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ من علم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آ جائے۔
[2] حلق۔ جو حلق شراب وصل نہ پی سکے اس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ جس آنکھ کو محبوب کا دیدار میسر نہ کرے اس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سُن سکے وہ سر کے لئے باعث ننگ ہے۔ اندراں۔ جس ہاتھ کی دولتِ عشق تک دسترس نہ ہو اس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پایِ۔ جو پاؤں محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔
[3] بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان سعی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش کرنا ہے نتیجہ انسان کے قبضہ میں نہیں ہے اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کسی دوسرے سبب سے۔ اِس کا مطلب پورا فرما دیتا ہے۔ وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ کے یہی معنی ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہے اور مقدرات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

بدُو رساند کہ درو ہم اُو نبُودہ باشد و اُو ہمہ وہم و امید دریں
اُس کو پہنچادے گا جو اُس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور اُمیدیں

طریقِ مُعین بستہ و ہمیں حلقہ درمی زند بُو کہ حق تعالیٰ
اسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہوسکتا ہے

آں روزی را از درِ دیگر بدُو رساند کہ اُو آں تدبیر نکردہ
کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اُسے پہنچادے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ

باشد و یرزقہ من حیث لا یحتسب، العبد یدبر واللہ
کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اُسکو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے

یقدر و بُود کہ بندہ را وہم بندگی بُود کہ مرا از غیرِ ایں در
اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ

برساند اگرچہ من حلقہ ایں درمی زنم حق سُبحانہٗ و تعالیٰ
پہنچائیگا اگرچہ میں اُس در کی کنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو اُسی در

اُو را ہم ازیں در روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای
سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان

یک سرای ست
کے دروازے ہیں

یا دریں رہ آیدم آں کامِ من [51]
یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو

یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا جب میں واپس آؤں، وطن کی جانب جاؤں

بُوکہ موقوفست کامم بر سفر
ہوسکتا ہے کہ میرا مقصد سفر پر موقوف ہو

چوں سفر کردم بیابم در حضر
جب سفر کرلوں، حضر ہی میں پالوں

یار را چنداں بجویم جد و چست [52]
مستعدی اور چستی سے محبوب کو اتنا تلاش کرونگا

تا بدانم کہ نمی بایست جست
جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

آں معیت کے رود در گوشِ من
وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی؟

تا نگردم گردِ دورانِ زمن
جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھرلوں

تا حسابِ خطوتان و قد وصل [53]
تاکہ "دو قدم ہیں اور وصال ہوا" کا حساب

گرددم روشن شود اشکال حل
میرے لئے روشن ہوجائے، اشکال حل ہوجائے

---

[51] یادریں۔ مجاہدہ کرنیوالا کہتا ہے کہ میں کوشش بہرحال جاری رکھوں گا خواہ مقصود اس سفر میں حاصل ہو یا وہیں پر وطن میں حاصل ہو میں بہر حال سفر کی سعی جاری رکھونگا بُوکہ۔ ہوسکتا ہے کہ میری اس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہوجائے۔ مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

[52] یار را۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہونگا جب تک وہ مل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

[53] تا حساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطوتانِ مَن قَطَعَهما فَقَد وَصَلَ "دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کرلئے اُس کو وصال حاصل ہوگیا" جس کا مطلب یہ ہے "یک قدم در فرقِ خود نہ واں دگر در کوی دوست"

کے کُنم مَن از معیّت فہمِ راز — **جُز مگر بعد از سفرہائے دراز**

میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں — دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیّت گفت و دل را مُہر کرد — **تا کہ عکس آید بگوشِ دل طرد**

اللہ (تعالیٰ) نے معیت کی خبر دی اور دل پر مُہر — تاکہ دل کے کان میں عکس آئے، رَد کی طرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد — **بعد ازاں مُہر از دلِ اُو بر کشاد**

جب بہت سفر کرلئے اور راستہ کا حق ادا کردیا — اُس کے بعد اُس کے دل سے مُہر کھول دی

چوں خطائین آں حسابِ باصفا — **گردد شد روشن ز بعدِ دو خطا**

جیسے اُس مُصفّیٰ حساب کی دو خطائیں — دو خطاؤں کے بعد اُس کیلئے روشن ہوجاتا ہے

بعد ازاں گوید اگر دانستمے — **ایں معیّت را کے اُو را جستمے**

اُس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں جان جاتا — اِس معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر — **نا بد آں دانش بہ تیزیِ فکر**

اُس کا علم سفر پر موقوف تھا — فکر کی تیزی سے وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ وجہِ وامِ شیخ بُود — **بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود**

جیسے کہ شیخ کے قرضہ کا ذریعہ — اُس وجود کے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودکِ حلوائی بگریست زار — **تو ختہ شُد وامِ آں شیخِ کبار**

حلوائی کا بچہ، زار (زار) رویا — اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کردیا گیا

گفتہ شُد آں داستانِ معنوی — **پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی**

وہ با معنی قصہ کہہ دیا گیا ہے — اثناء مثنوی میں اِس سے پہلے

ایں سخن در دفترِ دویم گذشت — **گر نمی دانی کُن آنجا بازگشت**

یہ بات دفتر دوم میں گذر گئی — اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں پلٹ

در دلت خوف افگند از موضعے — **تا نباشد غیر آنت مطمعے**

تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈالدیتا ہے — کہ اُس کے علاوہ تیرے لئے اُمید گاہ نہ ہو

ہوجاتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ یعنی معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی موقوف علم حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ۳؎ آنچنانکہ۔ اِس معیت فطری کی باعتبار ذوق کے مجاہدوں کے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جسکی ادائیگی حلوائی کے بچہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچہ کے رونے میں کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ اسیطرح اِس معیت کا حصول اور مجاہدہ میں کوئی خاص تعلق نہیں مجاہدہ اسکے حصول میں ایک بہانہ ہے رحمت حق بہا نمی جوید ؛ رحمت حق بہانہ می جوید۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا قصہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ در دلت سالک کی معیت محض خدا کی دین ہے انسان جسکو سبب سمجھتا ہو اللہ تعالیٰ اُنھیں سے معیت کو طلب کرلیتے ہیں اور باسا

ؐ کے کنم۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرما دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مُہر لگادی ہے تاکہ محض اُس کا مفہوم تو سمجھ میں آجائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آسکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا اُفراد کے لئے جامع ہونا۔ طرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لئے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُس معیت خداوندی کی جامع مانع تعریف حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کُھل جاتی ہے۔ ۲؎ چوں خطائین۔ کسی عدد مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائین کا عمل ہے اِس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے عدد مجہول معلوم ہوجاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہوجانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی۔ بعد ازاں۔ جب وہ معیت خود اُسکی فطرت ہے اسکو حاصل

درطمع[1] خود فائدہ دیگر نہد ۔۔۔ واں مُرادت از کسے دیگر دہد

خود اُمید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے ۔۔۔ اور وہ تیری مُراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہے

اے طمع بربستہ در یکجای سخت ۔۔۔ کایدم میوہ ازاں عالی درخت

اے وہ شخص! جو ایک جگہ سے بہت اُمید وابستہ ۔۔۔ کر مجھے اُس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا ۔۔۔ بل زجای دیگر آید آں عطا

وہ اُمید اُس جگہ سے پوری نہ ہوگی ۔۔۔ بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہوگی

آں طمع را پس چرا در تو نہاد ۔۔۔ چوں نبودش نیتِ اکرام و داد

اُس امید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟ ۔۔۔ جبکہ اُس کی نیت اکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے ۔۔۔ نیز تا باشد دلت در حیرتے

ایک حکمت اور صنعت کے لئے ۔۔۔ اس لئے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تا دلت حیراں بُوَد اے مُستفید ۔۔۔ کہ مرادم از کُجا خواہد رسید

اے فائدہ مند! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے ۔۔۔ کہ میری مُراد کہاں سے پوری ہوگی؟

تا بدانی[2] عجزِ خویش و جہلِ خویش ۔۔۔ تا شود ایقانِ تو در غیب بیش

تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے ۔۔۔ تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

ہم دلت حیراں بُوَد در منتجع ۔۔۔ کہ چہ رُویاند مُصرّف زیں طمع

نیز چراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے ۔۔۔ کہ تصرّف کرنیوالا اِس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہے

طمع[3] داری روزیِ در درزیی ۔۔۔ تا زخیاطی بری زر تا زیی

تو درزی پن میں، روزی کا لالچ رکھتا ہے ۔۔۔ تاکہ جب تک تو زندہ ہے درزی پن سے زر حاصل کرے

رزقِ تو در زرگری آرد پدید ۔۔۔ کہ زوہمت بُود آں مکسب بعید

وہ تیرا رزق سُنار پن میں پیدا کر دیتا ہے ۔۔۔ کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے وہم سے بھی دُور تھا

پس طمع در درزیی بہرِ چہ بُود ۔۔۔ چوں نخواست آں رزق زاں جانب کشود

تو تیری طمع درزی پن میں کس لئے تھی ۔۔۔ جبکہ اُس نے اُس جانب سے رزق نہ کھولنا چاہا

بہرِ نادر حکمتے در علمِ حق ۔۔۔ کہ نبشت آں حکم را در ما سبق

کسی عجیب حکمت کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ۔۔۔ کہ اُس علم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

کا سبب سمجھتا ہے لیکن اُس کا رزق سُنار پن میں مقدر ہوتا ہے اور وہاں سے اُس کو ملتا ہے۔ پس طمع۔ انسان کو اُس سبب کی طرف متوجہ کر دینے میں جس سے روزی حاصل ہوگی کچھ حکمتیں پوشیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

[1] درطمع۔ جس کو تو نفع کا سبب سمجھا تھا اُس سے تیری طمع اُس لئے وابستہ ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اُس طمع کو پورا کر دے گا۔ اے۔ انسان ایک خاص درخت کے میوے کی طمع کرتا ہے وہ وہاں سے اُس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اُس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اُس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ

[2] تا بدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آجانے کے عاجز ہے اور مؤثرِ حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

[3] طمع داری۔ انسان اپنے لئے درزی پن کو روزی

نیز تا حیراں بُوَد اندیشہ اَت ۔۔ تا کہ حیرانی بُوَد کُل پیشہ اَت

نیز تاکہ تیری سمجھ حیران ہو جائے ۔۔ تاکہ حیرانی تیرا مکمل پیشہ بن جائے

یا وصالِ یار زیں سعیم رَسَد ۔۔ یا ز راہِ خارج از سعیِ جَسَد

یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہو جائے ۔۔ یا ایسے راستے سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو

مَن نگویم زیں طریق آید مُراد ۔۔ می طپم تا از کُجا خواہد کُشاد

میں نہیں کہتا کہ اِس راستہ سے مراد حاصل ہوگی ۔۔ میں تو مضطر ہوں۔ دیکھئے کہاں کشادگی آتی ہے؟

سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد ۔۔ تا کدامیں سُو رہد جاں از جسد

سر کٹا ہوا پرند ہر جانب گرتا ہے ۔۔ دیکھئے کس جانب سے جان جسم سے نجات پائے

یا مُرادِ مَن بر آید زیں خروج ۔۔ یا ز بُرجِ دیگر از ذات البروج

یا میری مراد اس سفر سے بر آئے گی ۔۔ یا بُرجوں والے (آسمان) کے کسی دوسرے برج سے

حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ

بمصر وفا شود آنجا گنجے ست در فلاں محلّہ در فلاں خانہ

مصر میں ملے گی، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں، ایک خزانہ ہے

چوں بمصر آمد کسے گفت مَن خوابے دیدہ اَم کہ گنجے

جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں

ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلّہ نام محلّہ و

گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے، اس نے محلّہ اور گھر کا

خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت

نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ

آں بُود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جُست

تھا کہ مجھے یقین دلا دیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے

ولیکن ایں گنج معیّن و محقّق جز در مصر حاصل نہ شوَد

لیکن یہ معیّن اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا

بُود زر میراثی را بے شمار ۔۔ جملہ را خورد و بماند اُو عور زار

ایک میراث پانے والے کے پاس بے شمار زر تھا ۔۔ وہ سب کھا گیا اور ننگا عاجز رہ گیا

۵۱ نیز: یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اس پر طاری رہے۔ یا وصال: شہزادے نے یہی کہا کہ میں اس طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ اسی طریقہ سے وصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرما دے۔

۵۲ می طپم: میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے۔ سر بریدہ: ذبح شدہ پرند اپنی جان جسم سے نکالنے کے لئے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ نہ معلوم کونسے رُخ سے گرنا سبب بنتا ہے۔

۵۳ یا مراد: شہزادے نے کہا بادشاہ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہو یا ممکن ہو بُرجوں والے آسمان کا کوئی برج سبب وصل بنے۔

میراثی یعنی وارث۔ عور: ننگا۔

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا — چوں بنا کام از گذشتہ شد جدا
وراثت کا مال، خود وفا نہیں رکھتا — جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہو گیا

او نداند قدر ہم کآساں بیافت — کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت
وہ قدر بھی نہیں جانتا، کیونکہ آسانی سے پا لیا — کیونکہ وہ اسکی مشقت اور تکلیف اٹھانے کمائی میں نہ دوڑا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں — کہ بدادت حق بہ بخشش رایگاں
اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لئے نہیں جانتا — کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مفت دی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا — ماند چوں چغداں دراں ویرانہا
نقد چلا گیا اور سامان چلا گیا اور گھر — وہ چغدوں کی طرح اِن ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یارب برگ دادی رفت برگ — یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
اُس نے کہا اے خدا! تو نے سامان دیا وہ سامان چلا گیا — یا سامان عطا کر دے اور یا موت بھیج دے

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد — یارب و یارب اَجِرْنی ساز کرد
جب خالی ہو گیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کر دی — اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کر دیا

چوں پیمبر گفت مومن مزہر است — در زمانِ خالیے نالہ گر است
جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا، مومن بانسری ہے — خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مطربش بنہد ز دست — پُر مشو کاسیبِ دستِ او خوش است
جب وہ بھر جاتی ہے گویا اسکو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے — تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا اثر اچھا ہے

تی[3] شو و خوش باش بین الاصبعین — کز مےَ لااَین سرمست است اَین
تو خالی رہ اور دو انگلیوں کے درمیان خوش رہ — کیونکہ مکان، لامکانی شراب سے مست ہے

رفت طغیاں آب از چشمش کشاد — ابرِ چشمش زرعِ دیں را آب داد
سرکشی جاتی رہی، پانی اُس کی آنکھ سے بہہ نکلا — اُس کی آنکھ کے ابر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دعا و لابہ در زد ہر دو دست — زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہو گیا — وہ زر پرست بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دعای مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا — دودِ اخلاصش برآید تا سما
اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں — اُن کے اخلاص کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے

---

[1] مال۔ ورثہ کا مال وفادار نہیں ہوتا انہیں اگر وفاداری ہوتی تو مرنیوالے سے کیوں جدا ہوتا۔ او نداند۔ وارث کو بھی ورثہ میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اسکو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں۔ انسان کو روح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اسلئے وہ اُس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد۔ اُس وارث کا مال اور گھر سب برباد ہو گیا اور وہ چغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

[2] گفت۔ اُس نے دعا کرنی شروع کر دی کہ خدا مجھے مال دے یا موت دے دے۔ چوں تہی۔ انسان افلاس میں خدا کو یاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چوں پیمبر۔ آنحضور نے فرمایا مومن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اُس میں سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود۔ اگر بانسری کا سوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو۔ مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مطرب کے ہاتھ میں رہ سکے

[3] تی شو۔ تو خالی رہیگا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہیگا اور غیب کے نغمہ سے سرمست رہے گا۔ رفت۔ اب اُس وارث میں مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اُس کے آنسوؤں کی بارش سے دین کی کھیتی سیراب ہو رہی تھی۔ در دعا۔ اب پوری طرح

تا رود بالای ایں سقفِ بریں
یہاں تک کہ اُس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے

بوی مجمر[1] از انینِ المذنبیں
گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بو

پس ملائک با خدا نالند زار
پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے رٹتے ہیں

کای مجیب ہر دعا و مستجار
کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہگاہ!

بندۂ مومن تضرع می کند
ایک مومن بندہ گڑگڑا رہا ہے

او نمی داند بجز تو مستند
وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را می دہی
تو غیروں کو عطا دیتا ہے

از تو دارد آرزو ہر مشتہی
ہر خواہشمند تجھ سے اُمید رکھتا ہے

حق[2] بفرماید نہ از خواریِ اوست
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے یہ اُسکی ذلت کی وجہ سے نہیں ہے

عینِ تاخیرِ عطا یاریِ اوست
عطا میں تاخیر بعینہٖ اُس کی مدد ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست
ہم مومن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں

گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست
کہہ دو کہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اُس کا اعزاز ہے

حاجت آوردش ز غفلت سوی من
اُس کی حاجت غفلت سے اُسکو میری طرف لائی ہے

آں کشیدش مو کشاں در کوی من
اُس نے بال پکڑ کر اُس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش او وا رود
اگر میں اُس کی حاجت پوری کردوں وہ واپس چلا جائیگا

ہم دراں بازیچہ مستغرق شود
اسی کھلونے میں مصروف ہو جائے گا

گرچہ[3] می نالد بجاں یا مستجار
اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہگاہ (کہکر)

دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ او
مجھے اُس کی آواز بھلی لگتی ہے

واں خدایا گفتن و آں رازِ او
اور اُس کا یا خدا کہنا اور اُس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا
اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں

می فریباند بہر نوعے مرا
ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بلبلاں را از پسند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے

از خوش آوازی قفس در می کشند
(اور) خوش آوازی کی وجہ سے پنجرے میں بند کر لیتے ہیں

زاغ را و چغد را اندر قفص
کوّے کو اور چغد کو پنجرے میں

کے کنند ایں خود نیامد در قصص
کب کرتے ہیں؟ یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

[1] مجمر۔ انگیٹھی۔ انین۔ رونے کی آواز۔ پس ملائک فرشتے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اِس مومن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

[2] حق بفرماید۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لئے نہیں ہے کہ ہم اُس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اُس کی ایک مدد ہے۔ نالۂ مومن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اِس تاخیر میں اُس کا اعزاز ہے۔ حاجت۔ اُس کی حاجت نے اُس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔ گر برآرم۔ اگر اُس کی دعا جلد قبول ہو گئی اور حاجت رفع ہو گئی تو وہ ہم سے رخصت ہو کر کھیل کود میں لگ جائیگا۔

[3] گرچہ۔ وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے، شکستہ دل ہے ہمیں اُس کی آواز اور یا خدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔ طوطیاں۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے اُس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔ زاغ۔ کوّے اور چغد کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیشِ[1] شاہد باز چوں آید دو تن · آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن

عاشق صفت کے سامنے جب دو شخص آئیں · ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت ٹھوڑی والی

ہر دو ناں خواہند اُو زُوتر فطیر · آرد و کمپیر را گوید کہ گیر

دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی · لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے

واں دگر را کہ خوشستش قد و خد · کے دہد ناں بل بتاخیر افگند

اور اُس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں · روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گویدش[2] بنشیں زمانے بے گزند · کہ بخانہ نانِ تازہ می پزند

اُس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا · کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعدِ کد · گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد

جب مشقت کے بعد اُس کے پاس گرم روٹی آجائیگی · اُس سے کہے گا کہ بیٹھ جا حلوا آرہا ہے

ہم بدیں فن دار دارش می کند · و ز رہ پنہاں شکارش می کُند

اسی تدبیر سے اس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے · اور چھپکے چھپکے اُس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں · منتظر می باش اے خوبِ جہاں

کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے · اے حسینِ عالم! انتظار کرلے

تا بدیں حیلت فریباند وُرا · تا مُطیع و رام گرداند وُرا

یہاں تک کہ اِس تدبیر سے اُس کو پھسلائے · کہ اُس کو فرمانبردار اور رام کرلے

مثلِ[3] آں کمپیر داں بیگانگاں · شاہدِ خوش رُوی مثلِ مُومناں

غیروں کو اُس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ · خوبصورت معشوق مُومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مُومن زیں بُود · کافراں را جنتِ حالی شُود

یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اِسی لئے ہے · کہ کافروں کے لئے فی الحال جنّت ہے

بے مُرادی مُومناں از نیک و بد · تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بُود

مومنوں کی نامرادی خواہ نیک ہوں یا بد · تو یقین کرلے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ باُو نشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ تضرعِ وَے از درویشی بحضرتِ جلَّ جلالہٗ

اُس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اُس کا (اللہ تعالیٰ) جلَّ جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

---

[1] پیشِ شاہد - دوسری مثال یہ ہے کہ کسی حُسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کر دیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہانوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔

[2] گویدش - اُس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جا تازہ روٹی پک رہی ہے اُس میں سے دوں گا۔ چوں رسد جب روٹی آجاتی ہے تو اُس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں ان ترکیبوں سے اُس کو ٹھہر جا ٹھہر جا کہتا رہتا ہے اور نظر بازی سے اُس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تا بدیں - اِن تدبیروں سے اُس کو فریب دیتا ہے اور اُس کو اپنے قابو میں رکھتا ہے۔

[3] مثلِ آں - تو بیگانوں کو مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں - مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کا پنجرا ہے اور کافروں کی بُرائیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کے لئے جنّت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی - مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنے ساتھ مصروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[۵۱] چوں میراث خورد و شد فقیر
خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہوگیا

آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
تو یارب اور آہ و بُکا میں مصروف ہوگیا

خود کہ کوبد ایں درِ رحمت نثار
رحمت کی بکھیر والے اس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟

کو نیابد در اجابت صد بہار
جو کہ قبولیت میں سو بہار نہ پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت او شنید
اُس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اُسنے سنا

کہ تمنّایت بمصر آید پدید
کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہوگی

رو بمصر آنجا شود کارِ تو راست
مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہوگا

کرد گدیہ ات را قبول اُو مرتجاست
تیرے سوال کو قبول کرلیا ہے، وہ اُمیدگاہ ہے

در[۵۲] فلاں موضع یکے گنجیست زفت
فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے

در پے آں بایدت تا مصر رفت
اُس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہیے

بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند
اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے

رو بسُوی مصر و نبت گاہِ قند
مصر کی جانب اور شکر اُگنے کی جگہ جا

چوں ز بغداد آمد اُو تا سُوی مصر
وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا

گرم شُد پشتش چو دید او رُوی مصر
جب اُس نے مصر کا رُخ دیکھا اسکی کمر مضبوط ہوگئی

بر اُمیدِ وعدۂ ہاتف کہ گنج
ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ

یابد اندر مصر بہرِ دفعِ رنج
مصیبت کے دفعیہ کے لئے مصر میں پالیگا

در[۵۳] فلاں کوی و فلاں موضع دفیں
فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون

ہست گنجِ سخت نادر بس گزیں
ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند
لیکن اُس کے لئے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا

خواست دقّے بر عوام الناس زند
اُس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمّتش دامن گرفت
لیکن شرم اور ہمت نے اُس کا دامن پکڑ لیا

خویش را در صبر افشردن گرفت
اُس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کردیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید
پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا

ز انتجاع از خواستن چارہ ندید
روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم
سوچا کہ رات کو چپکے چپکے سے باہر نکلونگا

تا ز ظلمت نایدم از گدیہ شرم
تاکہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

---

۵۱ خواجہ۔ میراث پانے والا جب فقیر ہوگیا دعا اور گریہ وزاری میں مصروف ہوگیا۔ خود۔ جو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مُراد پالیتا ہے۔ رحمت نثار۔ یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بکھیر ہوتی ہے۔ ہاتف غیبی آواز نے اس سے کہا تجھے خزانہ مصر میں ملے گا۔ مرتجا۔ اُمیدگاہ۔

۵۲ درفلاں۔ ہاتف نے اُس کو بتادیا کہ خزانہ فلاں جگہ مصر میں ہے۔ نبت گاہ قند۔ مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی۔ گرم شُد۔ ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔ بر اُمید۔ ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اُس کو اُمید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آجائے گا۔

۵۳ درفلاں۔ ہاتف نے اُس کو خزانہ کا پورا پتہ بتادیا۔ نفقہ اش۔ نفقش پڑھا جائیگا۔ دقّ۔ یعنی بھیک کیلئے دروازہ پیٹنا۔ در صبر۔ یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔ انتجاع۔ دانہ پانی طلب کرنا۔ گفت۔ اُس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کیلئے رات کو نکلوں تاکہ کسی سے آنکھیں دوچار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

ہمچو شبکوکے[1] کُنم مَن ذکر و بانگ — تا رسد از بام ہا ام نیم دانگ

شبکوک کی طرح میں ذکر اور آواز کروں گا — تا کہ بالا خانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے

اندریں اندیشہ بیروں شد بکُو — واندریں فکرت ہمی شد سُو بسُو

اس خیال میں کوچہ سے باہر نکلا — اور اسی فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ — یک زمانے جُوع می گفتش بخواہ

کسی وقت شرم اور رُتبہ اس کیلئے مانع بنتا — کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ

پای پیش و پای پس تا ثلث شب — کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب

ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک — کہ مانگوں یا میں سُوکھے ہونٹ سو جاؤں

رسیدنِ[2] آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر شبکوکی و گدائی و گرفتن عسس اُورا و مرادِ اُو حاصل شدن از عسس بعد از خوردنِ زخم بسیار عسیٰ اَن تکرھوا شیئًا وھو خیرٌ لکم وقولہ تعالیٰ اِنّ مع العسر یسرًا وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی ازمۃ تنفرجی وجمیع القرآن والکتب المنزلۃ فی تقریر ھذا

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوکی اور گدائی کے لئے باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت پٹنے کے بعد اس کی مُراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو سخت ہو جا کُھل جائیگی، اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

ناگہانی[3] خود عسس اُورا گرفت — چوبہا زد بے مُحابا ناشگفت

اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا — بغیر مروت کے بے توقف ڈنڈے مارے

اتفاقًا اندراں شبہائے تار — دیدہ بُد مردم زشب دُزداں ضرار

اتفاقًا ان اندھیری راتوں میں — لوگوں نے رات کے چوروں سے مضرت دیکھی تھی

بود شبہائے مخوف و منتحس — پس بجد می جست دُزداں را عسس

خوفناک اور منحوس راتیں تھیں — کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

[1] شبکوک۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سُو بسُو۔ اسی فکر میں اِدھر اُدھر ٹہلتا پھرا یک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی ثلث شب۔ اسی شش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

[2] رسیدن آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو بُرا سمجھتا ہے اور اسی میں اس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے پھر ٹل جاتی ہے۔

[3] ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقًا۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہوتی تھیں۔ پس۔ اس لئے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

تا خلیفہ[۱] گفتہ کہ بُبرید دست
حتیٰ کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے

ہر کہ شب گردد اگر خویشِ منست
جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو

بر عَسَس کردہ مَلِک تہدید و بیم
بادشاہ نے کوتوال کو ڈرادا اور دھمکی دی تھی

کہ چرا باشید بر دُزداں رحیم
کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟

عِشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید
اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کر لیتے ہو

یا چرا از ایشاں قبولِ زر کنید
یا کیوں اُن سے زر تم قبول کرتے ہو؟

رحم بر دُزدان و ہر منحوس دَست
چوروں پر اور ہر منحوس ہاتھ پر رحم کرنا

بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
کمزوروں پر زحمت اور بے رحمی ہے

ہیں[۲] ز رنجِ خاص مگسل ز انتقام
خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام نہ!

رنجِ اُو بگزیں و بنگر رنجِ عام
اُس کی تکلیف کو پسند کر اور عوام کی تکلیف کو مدِنظر رکھ

اِصبعِ ملدوغ بُر در دفعِ شَر
شر کو دفع کرنے کیلئے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے

در تعدّی و ہلاکِ تن نگر
متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ

گشتہ دزد انبُہ دراں ایام بس
اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے

کاں فقیر اُفتاد در دستِ عَسَس
کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا

اِتّفاقاً اندراں ایّام دُزد
اتفاقاً اِن دنوں میں چور

گشتہ بُود انبُوہ پختہ و خام دُزد
بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور

در چنیں[۳] وقتش بدید و سخت زَد
اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے

بر سَر و بر پُشت چوبِ بے عَدد
اَن گنت ڈنڈے، سَر اور کمر پر

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست
اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی

کہ مزن تا مَن بگویم حال راست
کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کردوں

گفت اینک دادمت مُہلت بگو
اُس نے کہا اب میں نے تجھے مہلت دیدی، کہہ

تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟

تو نہٖ زینجا، غریب و مُنکری
تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے

راستی گو تا بچہ مکر اندری
سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟

اہلِ دیواں بر عَسَس طعنہ زنند
دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں

کہ چرا دزداں کنوں انبہ شُدند
کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

---

[۱] تا خلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کر کے چوری کی سزا دیدی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ بر عَسَس۔ چوریوں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عِشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکموں میں آجاتے ہو یا ان سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

[۲] ہیں ز رنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ اِصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کیلئے اُس کا کاٹنا بہتر ہے۔ گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لئے مشبہ میں اُس کی گرفتاری عمل میں آگئی۔

[۳] در چنیں۔ اِن حالات میں چونکہ اُس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا تو گرفتار کر کے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں۔ گفت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتا دے۔ تو نہٖ۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے سچ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پولیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

انبہی از تست و از امثالِ تست
کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے

وانما یارانِ زشتت را نخست
پہلے اپنے برے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنہ کینِ جملہ را از تو کشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا

تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت او از بعد سوگندانِ پُر
اُس نے بھرپور قسموں کے بعد کہا

کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بُر
کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

من نہ مردِ دُزدی و بیدادیم
میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں

من غریبِ مصرم و بغدادیم
میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

در بیانِ ایں حدیث شریف کہ الصّدقُ طمانینۃٌ والکذبُ ریبۃٌ
اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قصۂ آں خواب و گنجِ زر بگفت
اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا

پس ز صدقِ او دلِ آنکس شگفت
اُس کے سچ سے اس کا دل شگفتہ ہوگیا

بوئے صدق آمد از سوگندِ او
اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی

سوزِ او پیدا شد از اسپندِ او
اُس کی سوزش اُس کے کالے دانہ سے ظاہر ہوگئی

دل بیارامد بگفتارِ صواب
صحیح بات سے دل آرام پا جاتا ہے

آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

جز دلِ محجوب کو را علتیست
سوائے محجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہو

از نبی اش تا غبی تمییز نیست
جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بود
ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو

بر زند بر مہ شکافیدہ شود
وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہے

مہ شکافد واں دلِ محجوب نے
چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ محجوب دل نہیں

زانکہ مردود ست او محبوب نے
کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمہ شد چشمِ عسس ز اشکِ مُبل
کوتوال کی آنکھ تر کرنیوالے آنسوؤں سے چشمہ بن گئی

نے ز گفتِ خشک بل از بوئے دل
خشک گفتگو سے نہیں بلکہ دل کی بو سے

یک سخن از دوزخ آید سوئے لب
ایک بات، دوزخ سے ہونٹ تک آتی ہے

یک سخن از شہرِ جان در کوئے لب
ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

۱ انبہی۔ چوروں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ وانما۔ اپنے برے ساتھیوں کا پتہ بتا ورنہ سب کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم۔ باعزت۔ خانہ سوز۔ یعنی ڈاکو۔ کیسہ بُر۔ گٹھ کٹا۔ من غریب۔ میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے۔

۲ در بیان۔ حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک و شبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس یعنی کوتوال۔ اسپند۔ کالے دانہ کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دھواں دیتا ہے تو اس کا دھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتہ چل گیا۔ دل۔ کوتوال اُس کی باتوں سے مطمئن ہوگیا اس لئے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

۳ جز دلِ محجوب۔ کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اسلئے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی۔ اسی لئے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ورنہ۔ انبیاء کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہوگیا۔ چشمہ۔ اُس پردیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن۔ انسان کا نفس بمنزلہ دوزخ کے ہے اُسکی بات دوزخی ہو گی جان کی بات جنتی ہے۔

بحرِ جاں افزا و بحرِ پُرحرج ۝ درمیانِ ہر دو بحر ایں لب مرج[1]

جان کو بڑھانے والا سمندر اور تنگی سے بھرا ہوا سمندر ۝ دونوں سمندروں کے درمیان یہ ہونٹ ملاپ کی جگہ ہے

بحرِ جاں افزا و بحرِ عمر کاہ ۝ ہر دو آں بر لب گذر دارند و راہ

جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر ۝ دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بیپلو درمیانِ شہرہا ۝ از نواحی آمد آنجا بہرہا

جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی ۝ اس جگہ اطراف سے حصے آتے ہیں

کالۂ معیوب و قلب کیسہ بُر ۝ کالۂ پرسود و مستشرق چو دُر

عیب دار سامان اور گانٹھ کاٹنے والا کھوٹا ۝ نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں[2] بیپلو ہر کہ بازرگاں ترست ۝ بر سرہ و بر قلبہا دیدہ ورست

اس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے ۝ وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شد بیپلو مَرد را دارُ الرباح ۝ واں دگر را از عمی دارُ الجناح

منڈی کسی کے لئے نفع کا گھر ہے ۝ اور اس دوسرے کیلئے اندھے پن کی وجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہر یکے زا اجزائے عالم یک بیک ۝ بر غبی بند ست و بر استا ذ فک

عالم کے تمام اجزاء ایک ایک ۝ غبی کی قید ہیں اور استاد پر قید سے رہائی

بر یکے قند ست و بر دیگر چو زہر ۝ بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر

ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا ۝ ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بر[3] یکے دیو ست و بر دیگر چو حور ۝ بر یکے نار ست و بر دیگر چو نور

ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حور جیسا ۝ ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار ۝ بر یکے ورد ست و بر دیگر چو خار

ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا ۝ ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بر یکے شیریں و بر دیگر ترش ۝ بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہُش

ایک پر میٹھا ہے اور دوسرے پر کھٹا ۝ ایک پر مدہوشی ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں ۝ بر یکے سود ست و بر دیگر زیاں

ایک پر پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر ۝ ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بر یکے بند ست و بر دیگر گشاد ۝ بر یکے قید ست و بر دیگر مراد

ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ۝ ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر مقصود

[1] بحرِ جاں۔ نفس اور روح دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج یعنی ملنے کی جگہ۔ بحرِ عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ بیپلو۔ بوزن سخنگو، منڈی۔ بہرہا یعنی مالوں کے حصے۔ کالا۔ سامان۔ کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کردیتا ہے۔

[2] زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کرلیتا ہے اسی طرح ہونٹ پر آئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کرلیتا ہے۔ غرض منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لئے گناہوں یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ ہر یکے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جزجز کا یہی حال ہے کسی کے لئے مفید اور کسی کے لئے مضر ہے فک۔ قید سے چھڑانا۔

[3] بر یکے۔ کسی کے لئے عالم کا فرشیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لئے حور ثابت ہوتا ہے۔ اگر مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف شخصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش
ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا

بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال
ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال

بر یکے ہجر ست و بر دیگر وصال
ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر جمادے[۱] با نبی افسانہ گو
ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے

کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
کعبہ حج کرنے والے کیلئے گواہ اور بات کرنیوالا ہے

بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ
مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے

کو ہمی آمد بمن از دور راہ
کہ وہ میرے پاس لمبے راستہ سے آیا تھا

بر خلیلؑ آتش بود ریحان و ورد
آگ خلیل (اللہ) پر خوشبو دار بوٹا اور گلاب کا پھول ہے

لیک بر نمرود آں مرگ ست و درد
لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن
اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے

می نگردم از بیانش سیر من
اس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[۲] تو ناں دفع ذبول
تو نے کمزوری کو دفع کرنے کیلئے بارہا روٹی کھائی ہے

ایں ہماں ناں ست چوں نبوی ملول
یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

در تو جوعے میر سد نو ز اعتدال
تیرے اندر صحت کیوجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے

کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
کہ اس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سوخت ہو جاتا ہے

ہر کرا درد مجاعت نقد شد
جس کے لئے بھوک کا درد حاصل ہو گیا

نو شدن با جزو جزوش عقد شد
نیا ہونا اس کے جز جز سے وابستہ ہو گیا

لذت[۳] از جوعست نے از نقل نو
لذت بھوک کی وجہ سے ہے نہ کہ نئی غذا سے

با مجاعت از شکر بہ نان جو
بھوک کے ہوتے ہوئے جو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس ز بے جوعیست و ز تخمہ تمام
پس بھوک نہ ہونے اور پوری بدہضمی کی وجہ سے

آں ملالت نے ز تکرار کلام
وہ تنگدلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال
کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بحث سے

در فریب مردمت نامد ملال
جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے تنگدلی نہیں ہوتی؟

بر یکے روز ست و بر دیگر چو شب
ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح

بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

۱ہ ہر جمادے - آنحضورؐ کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کعبہ۔ یہ بھی پتھر ہیں مومنوں کیلئے گواہی دینگے بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لئے اس مضمون میں تکرار ہے۔

۲ہ خوردی - تم روٹی بار بار کھاتے ہو اس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

۳ہ لذت - کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہوگا۔ مکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بر یکے - پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو
ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن
بر یکے راح[1] ست و بر دیگر کدو
ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح
بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح
بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بت

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے
بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بر یکے تیر ست و بر دیگر کماں
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان
بر یکے نان ست و بر دیگر سناں
ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

چوں زغیبت و اکل لحم مردماں
کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے
شصت سالت سیری نامد از آں
ساٹھ سال میں تجھے اس سے سیری حاصل نہ ہوئی؟

شعرہا در عشق قحبہ گفتہ تو
تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر کہے
بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

مدحہا در صید شلہ گفتہ تو
تو نے شرمگاہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں
بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

بار آخر[2] گوییش سوزان و چست
تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہتا ہے
گرم تر صد بار از بار نخست
پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

درد، داروی کہن را نو کند
درد، پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے
درد ہر شاخ ملولے خو کند
درد ملال کی ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کیمیای نو کنندہ دردہاست
درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں
کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
وہاں تنگدلی کہاں ہے جہاں درد اٹھا؟

ہیں[3] مزن تو از ملولی آہ سرد
تو تنگدلی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر
درد جو و درد جو و درد درد
درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

خادع دردند درمانہای ژاژ
بیہودہ علاجے درد کو دھوکہ دینے والے ہیں
رہزنند و زرستانان رسم باژ
ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر روپیہ وصول کرنے والے ہیں

[1] راح۔ شراب۔ کدو جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔ سنگ۔ پتھر معمولی چیز ہے۔ صنم۔ بت کی عبادت کرتے ہیں۔ چوں زغیبت۔ انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھانا ہے اس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اس کی رغبت ہے۔ قحبہ۔ زانیہ۔ شلہ۔ عورت کی شرمگاہ۔

[2] بار آخر۔ اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔ درد۔ جب درد اٹھتا ہے تو وہی دوا پیتا ہے جو پہلے بارہا پی چکا ہے۔ خو۔ قطع۔

[3] ہیں مزن۔ جس طرح ظاہری درد پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان تکرار سے ملول نہیں ہوتا اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔ خادع۔ چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ ان کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکہ ہے۔

آبِ شورے[1] نیست درمانِ عطش
کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے

وقتِ خوردن گر نماید سرد و خوش
اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شد ز جست
لیکن وہ ڈھونڈنے سے دھوکہ دینے والا اور مانع بن گیا

ز آبِ شیرینی کز و صد سبزہ رُست
میٹھے پانی کے، جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہمچنیں ہر زرِّ قلبے مانع ست
اِسی طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے

از شناسِ نقدِ زر ہر جا کہ ہست
کھرے کی پہچان سے، وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے برید
اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیئے

کہ مرادِ تو منم گیر اے مُرید
کہ اے مُرید! میں تیری مراد ہوں، لے لے

گفت[2] دردت چینیم و خود درد بود
اس نے کہا، میں تیرا درد چُن لونگا اور وہ خود درد تھا

باطناً خار و بظاہر ورد بود
باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

رَو ز درمانِ دروغیں می گریز
جا، جھوٹے علاج سے بھاگ

تا شود دردت مُطیب مُشک بیز
تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا بن جائے

گفتنِ عسس خوابِ خود را با غریبِ مسکین و نشانِ گنج دادن ہم ز خانۂ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اُسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دُزدی تو و نے فاسقی
اُس نے کہا، نہ تو چور ہے نہ بدکار

مردِ نیکی لیک گول و احمقی
تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

بر خیالِ[3] خواب چندیں رہ کنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے

نیست عقلت را تسوے روشنی
تیری عقل میں ایک دمڑی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہِ دراز
ایک خیال پر، ایسا لمبا راستہ

پیش گیری از سرِ جہل و ز آز
تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مُستمر
میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے

کہ بہ بغدادست گنجے مُستتر
کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں
فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے

بود آں خود نامِ خانہ و کوی ایں
وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رَو بجو
وہ فلانے گھر میں ہے، جا تلاش کر

نامِ خانہ و نامِ او گفت آں عدو
اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتا دیا

---

[1] آبِ شورے۔ جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے اسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہمچنیں۔ جس طرح اِن دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہو جاتا ہے اسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرّت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کر دیتے ہیں۔

[2] گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے۔ تا شود۔ تیری اِس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔

[3] بر خیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ در فلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ بود۔ جہاں کا اُس نے پتہ بتایا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتہ تھا۔ آں عدو۔ کوتوال

دیدہ[1] اَم خود بارہا ایں خوابِ مَن — کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے — کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ مَن از جا نرفتم زیں خیال — تو بیک خوابے بیائی بے مَلال
میں اِس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہِلا — تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے چلا آیا

خوابِ احمق لائقِ عقلِ ویست — ہمچو اُو بے قیمت ست و لاشئی ست
بیوقوف کا خواب اُس کی عقل کے مناسب ہے — اُسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خوابِ زن کمتر ز خوابِ مَرداں — از پئے نقصانِ عقل و ضُعفِ جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ — عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

خواب[2] ناقص عقل و گول آید کساد — پس زِ بے عقلی چہ باشد خواب باد
ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے — تو بے عقلی سے کیسا خواب ہوگا؟ ہَوا

گفت با خود گنج در خانۂ مَن ست — پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
اُس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے — پھر مجھے اُس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے؟

بر سرِ گنج از گدائی مُردہ اَم — زانکہ اندر غفلت و در پردہ اَم
میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا بھکاری بن کے مُردہ ہوں — کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دردش نماند — صد ہزار اَلحمد زیرِ لب بخواند
وہ اس خوشخبری سے مست ہوگیا اس کا درد نہ رہا — لاکھوں اَلحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

گفت[3] بُد موقوفِ ایں لُت لُوتِ مَن — آبِ حیواں بُود در حانوتِ مَن
اُس نے کہا میرا لذیذ کھانا اُس لذت پر موقوف تھا — آبِ حیات میری دکان میں تھا

رَو کہ بر لُوتِ شگرفے بر زدم — کوریِ آں وہم کہ مُفلس بُدم
چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا ہے — اِس وہم کے اندھے پن پر کہ میں مُفلس تھا

خواہ احمق دان و خواہی عاقلم — یافتم ہر چہ کہ می خواہد دلم
تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند — جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو — آنِ مَن شُد ہر چہ می خواہی بگو
تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر — وہ میری ملکیت ہوگیا تو جو چاہے کہہ

مَن مُرادِ خویش دیدم بے گماں — ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی — اے بدزبان! تیرا جو جی چاہے مجھے کہہ لے

---

[1] دیدہ اَم۔ میں نے یہ خواب بار بار دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہِلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔ خوابِ زن۔ اسی لئے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

[2] خواب ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابلِ بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت۔ پردیسی نے کوتوال کی خواب سُن کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دردش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

[3] گفت بُد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کا ملنا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آبِ حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اُس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ اے بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اسکو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر درد گوا اے محتشم[1] — **پیشِ تو پُر درد و پیشِ خود خوشم**

اے معزز! تو مجھے مریض کہہ — میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وائے گر بر عکس بُودے ایں مطاف — **پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خاف**

افسوس ہوتا، اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا — تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

با فقیرے گفت روزے یک خسے — **کہ ترا ایں جا نمی داند کسے**

ایک کمینہ نے ایک روز ایک فقیر سے کہا — کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت اُو گر می نداند عامیم — **خویش را من نیک می دانم کیم**

اس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا — میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں؟

وائے گر بر عکس بُودے درد و ریش[2] — **اُو بُدے بینائے مَن، مَن کورِ خویش**

افسوس ہوتا، اگر درد اور زخم اُلٹا ہوتا — وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم مَن نیک بخت — **بخت بہتر از لجاج و رُوئے سخت**

تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں — جھگڑالوپن اور ترشروئی سے، نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفقِ ظنّت می جہد — **ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد**

یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے — ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مرد شادماں و مراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کناں و حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلاتِ آں بروجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

اُس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور اُنکی تاویلات کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

بازگشت از مصر تا بغداد اُو[3] — **ساجد و راکع ثنا گو شکر گو**

وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا — سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جملہ رہ حیران و مست او زیں عجب — **زانعکاسِ روزی و راہِ طلب**

وہ تمام راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے — طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کُجا امیدوارم کردہ بود — **وز کُجا افشاند بر مَن سیم و سُود**

کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟ — اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

---

[1] پُر درد یعنی حماقت کا مریض۔ وائے۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ با فقیرے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت۔ اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیئے ہیں۔

[2] وائے۔ ہاں اگر معاملہ بالعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج بخلفی میں جھگڑا اور ترشروئی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیبہ بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کوتوال سے خواب سننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا اللہ تعالےٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ جملہ رہ۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالےٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد پورا فرمایا۔ کجا یعنی مصر۔ کجا۔ یعنی بغداد۔

ایں[1] چہ حکمت بُود کاں قبلۂ مُراد

یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے

کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد

مجھے گمراہ اور خوش کرکے گھر سے نکالا؟

تا شتاباں در ضلالت می شُدم

حتیٰ کہ میں گمراہی میں تیز دوڑا

ہر دم از مطلب جُدا تر می بُدم

ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عینِ ضلالت را بجُود

پھر بعینہٖ اُس گمراہی کو بخشش سے

حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود

اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہجِ ایماں کُند

وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے

کژ روی را مقصدِ احساں کُند

وہ کج روی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تا نباشد ہیچ محسن بے وَجا

تاکہ کوئی نیکوکار بے خوف نہ ہو

تا نگردد ہیچ خائن بے رَجا

تاکہ کوئی خیانت کرنے والا نا اُمید نہ ہو

اندرونِ[2] زہر تریاق آں خفی

اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی

کرد تا گویند ذُو اللُّطفِ الخفی

کردیا، تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرُمت

نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے

در گنہ خِلعت نہد آں مغفرت

وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

منکراں را قصد اذلالِ ثقات

منکروں کا مقصد، ثِقہ لوگوں کو ذلیل کرنا تھا

ذُل شُدہ عزّ و ظہورِ معجزات

ذلّت، عزّت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ[3] شاں انکار ذُلِّ دیں بُدہ

اُن کے انکار کا مقصد دین کی ذلّت تھا

عینِ ذُل عزِّ رسولاں آمدہ

ذلّت بعینہٖ رسولوں کی عزّت بن گئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے

اگر ہر بُرے کی جانب سے انکار نہ ہوتا

معجز و برہاں چرا نازل شُدے

معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تا نگردد خصمِ تو مصداق خواہ

جب تک تیرا مخالف ذریعہ تصدیق کا خواہشمند نہو

کے کُند قاضی تقاضائے گواہ

قاضی گواہ کا تقاضہ کب کرتا ہے؟

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی

معجزہ، عادل گواہ کی طرح ہے

بہرِ صدقِ مُدعی در بیشکی

شک رفع کرنے میں مدّعی کی سچائی کے لئے

[1] ایں۔ اِس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے وطن سے بے وطن اور خزانہ کے خلاف رہنمائی کردی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم مصر کی جانب اُٹھتا تھا میں خزانہ سے دُور ہو رہا تھا۔ باز۔ پھر اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنا دیا، مصر میں کوتوال کے ہاتھوں پِٹا اور وہی کوتوال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔ گمرہی۔ چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اَسباب کو مستقل نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسان و عبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ تا نباشد۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عباد تگذار خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور کوئی بدکار رحمت سے مایوس نہ ہو۔

[2] اندروں۔ بُرائی میں بھلائی کو اس لئے مخفی کیا ہے تاکہ اُس کے اسم ذُو اللُّطفِ الخفی کا مظہر سامنے آتا رہے۔ نیست۔ عباد تگذار کو بخشنا اللہ کا مخفی لطف نہیں ہے۔ در گنہ۔ گنہگار کو مغفرت سے نوازنا لطفِ خفی ہے۔ منکراں۔ عجائبِ قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا انکار سے مقصد انبیاء کو ذلیل کرنا ہوتا، لیکن اس سے اُنکی عزّت اور بڑھ جاتی ہے اور اُن کے انکار کے سبب معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیاء کی عزّت میں اضافہ ہو جاتا ہے —

[3] قصدِ شاں۔ اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ اُنکے انکار سے دین کی ذلّت ہو جائیگی لیکن یہی چیز اُنکی عزّت کا سبب بن گئی۔ گر نہ انکار۔ اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت ہوتی نہ اُنکا ظہور ہوتا۔ تا نگردد۔ معجزے تو رسول کی صداقت کے گواہ ہیں اگر فریق مخالف دعوے کو تسلیم کرے تو قاضی پھر گواہ طلب نہیں کرتا ہے۔ زکی یعنی وہ گواہ جس میں عدالت ہو۔

طعنہ[1] چوں می آمد از ہر ناشناخت — معجزہ می داد حق و می نواخت

ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا تھا — حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکر آں فرعون سیصد تو بُدہ — جملہ ذُلِّ اُو و قمعِ اُو شُدہ

اُس فرعون کا مکر تین سَو تہوں کا تھا — وہ سب اُس کی ذلت اور قلع قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد — تا کہ جرح مُعجزہ موسیٰؑ کُند

وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا — تاکہ (حضرت) موسیٰؑ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصا را باطل و رُسوا کُند — اِعتبارش را ز دلہا بر کَند

تاکہ عصا کو باطل اور رُسوا کرے — اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰؑ شُدہ — اِعتبارِ آں عصا بالا شُدہ

وہ مکر بعینہٖ (حضرت) موسیٰؑ کا مُعجزہ بنا — اُس عصا کا اعتبار (دو) بالا ہوگیا

لشکر[2] آرد اُو بگہ تا حولِ نیل — تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل

وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے — تاکہ (حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قوم کی رہزنی کرے

ایمنیِ اُمتِ موسیٰؑ شَوَد — اُو بتحت الارض و ہاموں دَر رَوَد

وہ (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کا امن بن جاتا ہے — وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے — وہم از سبطی کُجا زائل شُدے

اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا — سبطی سے وہم کہاں ہٹتا؟

آمد و در سبط افگند اُو گداز — کہ بداں کہ اَمن در خوف ست راز

وہ آیا اور اس نے سبطیوں میں خوف ڈالا — تاکہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے

ایں[3] بُوَد لطفِ خفی کو را صَمَد — نار بنماید خود آں نورے بُوَد

لطفِ خفی یہ ہے کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) — آگ دکھائے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن در تُقا — ساحراں را اجر بیں بعد از خطا

پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے — غلطی کے بعد جادوگروں کے اجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش — ساحراں را وصل داد اُو در بُرِش

پرورش میں۔ وصل مخفی نہیں ہے — اُس نے قطع و بُرید میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

---

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور ہوا۔ مکر۔ اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہوگیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اِس لئے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰؑ کے مُعجزے پر جو بمنزلہ گواہ کے تھا جرح کرکے اُس کی صداقت کو باطل کردیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عینِ آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہوگیا حضرت موسیٰؑ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت و صداقت دوبالا ہوگئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے۔ ایمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لئے باعثِ اطمینان ہوگئی اور وہ دریا میں غرق ہوکر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کردے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہوگیا اور سبطی مطمئن ہوگئے یہ سب کچھ اِس لئے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بُوَد۔ لطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰؑ کو نار میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اَجر دینا لُطفِ خفی نہیں ہے لُطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لئے اور اُن پر مہربانی ہوگئی اور وہ مؤمن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات میں لُطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

نیست مخفی[1] سیر با پائے روا
چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے

ساحراں را سیر بیں در قطعِ پا
جادوگروں کا چلنا پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں
عارف اسی لئے ہمیشہ امن میں ہیں

کہ گذر کردند از دریای خوں
کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

امنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید
ان کا امن بعینہٖ، خوف سے ظاہر ہوا ہے

لاجرم باشند ہر دم در مزید
لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

امن دیدی گشتہ در خوفے خفی
تو نے وہ امن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے

خوف بیں ہم در امیدے اے صفی
اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی امن میں دیکھ لے

آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند
وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسیٰؑ کے درپے ہوتا ہے

عیسیٰؑ اندر خانہ رو پنہاں کند
(حضرت) عیسیٰؑ گھر میں منہ چھپا لیتے ہیں

اندر آید تا شود او تاجدار
وہ اندر آجاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے

خود ز شبہِ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ خود (حضرت) عیسیٰ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہیں[2] میا و یزید من عیسیٰؑ نیم
خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسیٰؑ نہیں ہوں

من امیرم بر جہوداں، خوش پیم
میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں وہ مبارک قدم ہوں

زوترش بردار آویزید کو
اس کو بہت جلد سولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ

عیسیٰؑ ست از دستِ ما تخلیص جو
عیسیٰؑ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد
چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اٹھائیں

برگِ او برگردد و بر سر خورد
ان کا سامان الٹ جاتا ہے اور سر پر (مار) کھاتے ہیں

چند بازرگاں رود بر بوئے سود
بہت سے تاجر نفع کی امید پر جاتے ہیں

عید پندارد بسوزد ہمچو عود
عید سمجھتے ہیں، عود کی طرح جلتے ہیں

چند[3] در عالم بود در عکس ایں
بہت سی مرتبہ دنیا میں اس کا الٹا ہوتا ہے

زہر پندارد بود آں انگبیں
زہر سمجھتا ہے، وہ شہید ہوتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش
بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مرنے کی ٹھان لی

روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
انکو روشنیاں اور فتح پیش آجاتی ہیں

ابرہہ با پیل بہرِ ذُلِّ بیت
ابرہہ، ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لئے

آمدہ تا افگند حی را چو میت
آیا تاکہ زندہ کو مردہ کی طرح گرادے

---

[1] مخفی۔ ہاتھ پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی امر نہیں ہے مخفی وہ سیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر ہاتھ پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گذر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل امن میں ہیں۔ امنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے ان کو امن حاصل ہوا ہے۔ امن دیدی۔ جس طرح امن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی امن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں امیر۔ وہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ انکی جگہ سرداری حاصل کرلے حضرت عیسیٰؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنادیتا ہے۔

[2] ہیں۔ قوم انکو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اس کا یقین نہیں کرتا۔ زودتر۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسیٰؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سولی پر چڑھا دیا جاتا ہے جو فعل اسنے باعثِ امن سمجھا اسمیں خوف مخفی تھا۔ چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کیلئے حملہ کرتا ہے اور اسمیں اسکی موت مضمر ہوتی ہے۔ چند بازرگاں۔ تاجر نفع کیلئے جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

[3] چند در عالم۔ عالم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان انکو مفید سمجھتا ہے اور وہ

تا حریمِ کعبہ را ویراں کُند — جملہ را زانجایِ سرگرداں کُند
تاکہ کعبہ کے حرم کو تباہ کر دے — سب کو وہاں سے پریشان کر دے

تا ہمہ زُوّار گردِ اُو تنند — کعبۂ اُو را ہمہ قبلہ کُنند
تاکہ سب زیارت کرنیوالے اُسکے گرد جمع ہوں — سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنائیں

وز عرب کینہ کشد اندر گزند — کہ چرا در کعبہ اَم آتش زنند
اور نقصان پہنچا کر عرب سے کینہ نکالے — کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں؟

عینِ سعیش عزّتِ کعبہ شُدہ — مُوجبِ اعزازِ آں بیت آمدہ
اُس کی کوشش بعینہٖ کعبہ کی عزت ہو گئی — وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکیّاں را عزّیکے بُد صد شُدہ — تا قیامت عزِّشاں مُمتد شُدہ
مکہ والوں کی ایک عزت تھی سَو بن گئی — قیامت تک اُن کی عزت دراز ہو گئی

[2] اُو و کعبۂ اُو شُدہ مخسوف تر — از چیست ایں از عنایاتِ قدر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دُھنسا ہوا ہو گیا — یہ کیوں ہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے (ہے)،

از جہازِ ابرہہ خیلِ عرب — گشتہ مُستغنی ز فضّہ و ز ذہب
عرب کی جماعت ابرہہ کے سامان کی وجہ سے — چاندی اور سونے سے بے نیاز ہو گئی

از جہازِ ابرہہ ہمچوں دِدہ — آں فقیرانِ عرب منعم شُدہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے — وہ عرب کے فقیر دولت مند ہو گئے

از جہازِ ابرہہ دُونِ دَنی — ایں فقیرانِ عرب گشتہ غنی
کمتر، کمینہ ابرہہ کے سامان سے — یہ عرب کے فقیر مال دار ہو گئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کشد — بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جا رہا ہے — (حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کیلئے سونا لیجا رہا تھا

[3] اندریں فسخِ عزائم وِیں ہِمَم — در تماشا بُود در رہ ہر قدم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں — راستے میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد گنج را اُو باز یافت — کارش از لُطفِ خدائی ساز یافت
وہ گھر آگیا، اُس نے خزانہ پالیا — خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سرانجام ہوا

تا بدانی حکمتِ فردِ حکیم — ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تُو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے — وہ خوف و خطر میں بہت سے اطمینان پیدا کر دیتا ہے

[1] تا ہمہ۔ اُس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے تاکہ سب اُس کے کعبہ کا جشن جیکر طواف کیا کریں۔ وز عرب۔ کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کر دیا یا آگ لگا دی تھی اس کے انتقام کے لئے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی توہین سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

[2] اُو۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست نابود ہو گیا۔ از جہاز۔ اُس کے لشکر کا اسقدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہو گئے۔ اُو گماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کر رہا ہوں ثابت یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لئے دولت لے کر جا رہا ہے۔

[3] اندریں۔ وہ بغدادی پردیسی مصر میں اپنے احوال کا تماشا کر رہا تھا۔ خانہ آمد۔ اُس نے بغداد میں آکر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تا بدانی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اُس کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مُضر باتوں میں نفع پوشیدہ فرما دیتا ہے۔

یادم آمد قصۂ شہزادگاں — گوشِ ہوش آور بمن بشنو بیاں

مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آگیا — میری جانب ہوش کے کان لا، بیان سُن

مکرّر کردنِ برادران پند دادنِ برادرِ بزرگ تر را و تاب

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اُس کا

ناآوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را

اُن کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور

در بارگاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از

اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور

فرطِ عشق و محبت نہ از گستاخی و لاابالی

عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت قبول کُند — من گوشِ استماع ندارم لِمَن یقول

بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا — جو شخص کہتا ہے میں اُس کے سننے کیلئے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما — ہست پاسُخہا چو نجم اندر سما

اُن دونوں نے اُس سے کہا کہ ہمارے دل میں — جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے

گر نگوئیم آں نیاید راست نَرد — ور بگوئیم آں دلت آید بدرد

اگر وہ ہم نہیں کہتے تو بازی درست نہیں ہوتی ہے — اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دُکھتا ہے

ہمچو چغزیم اندر آب از گفتِ الم[۵۲] — وز خموشی اِختنا قست و سقم

تکلیف دہ بات کہنے میں ہم پانی کے مینڈک کی طرح ہیں — اور چپ رہنے سے گلے کی گھٹن اور بیماری ہے

گر نگوئیم آشتی را نور نیست — ور بگوئیم آں سخن دستور نیست

اگر ہم نہیں کہتے ہیں، دوستی میں نور نہیں ہے — اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے

در زماں[۵۳] بر جست کاے خویشاں وداع — اِنّمَا الدُّنیا وَمَا فِیھَا مَتاع

وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت — دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے محض چند روزہ سامان ہے

پس بروں جست اُو چو تیرے از کماں — کہ مجالِ گفت کم بُود آں زماں

وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے — کیونکہ اُس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی

اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں — زود مستانہ ببوسید اُو زمیں

وہ بیخود ہو کر شاہِ چین کے سامنے آیا — اُس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

۵۱ یادم - اب پھر اُن شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے۔ آں دو- دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے۔ گر نگوئیم - وہ جواب اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی۔

۵۲ ہمچو - مینڈک پانی میں منہ کھول کر بات کرے تو منہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھٹتا رہے گا۔ گر نگوئیم - نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

۵۳ در زماں - بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اُس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی ہے بس۔ اور فوراً چل دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ اندر- وہ فوراً شاہِ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا۔

شاہ[1] را مکشوف یک یک حالِ شاں — اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں
ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا — غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغول است در مرعایِ خویش — لیک چوپاں واقف است از حالِ میش
بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے — لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُمْ رَاعٍ بداند از رمہ — کہ علف خوار است و کہ در ملحمہ
وہ "تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے" کیوجہ سے جانتا تھا کہ گلّہ میں سے — کون گھاس کھانیوالا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بُود — لیک چوں دف درمیانِ سُور بُود
اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا — لیکن ڈھپڑے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیبِ آں وفود — مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بُود
وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا — مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

درمیانِ جانِ شاں بُود آں سمی — لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
وہ بلند رتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا — لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ[2] آتش بُود پایانِ دیگ — معنیِ آتش بُود در جانِ دیگ
آگ کی صورت، دیگ کے نیچے ہوتی ہے — آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنی اندروں — معنیِ معشوقِ جاں در رگ چو خوں
اُس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے — جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ — دہ معرّف شارحِ حالش شدہ
شہزادہ بادشاہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا — مقامی تعارف کرانیوالا اُسکے حال کی شرح کرنیوالا تھا

گرچہ شہ عارف بُد از کُل پیش پیش — لیک میکرد آں معرّف کارِ خویش
اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا — لیکن تعارف کرانیوالا اپنا کام کرتا تھا

در[3] دروں یک ذرہ نورِ عارفی — بہ بُود از صد معرّف اے صفی
باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرہ — اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ معرّف داشتن — آیتِ محجوبی ست و حزر و ظن
کان کو تعارف کرانے والے کا گروی رکھنا — پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ اُو را چشمِ دل شُد دیدبان — دید خواہد چشمِ اُو عین العیاں
جس کے لئے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے — اُس کی آنکھ بالکل معائنۃً دیکھے گی

---

[1] شاہ۔ شاہِ چین صاحبِ باطن تھا اُسکو اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ میش۔ شاہ اور اُنکی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا، بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اُسپر نظر رکھتا ہے اور اُسکی ہر حالت سے واقف رہتا ہے کُلُّکُمْ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ راعی چرواہا اپنے گلّہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کونسا لڑ رہا ہے خشک۔ یعنی زبان پر خشکی لائے ہوئے تھا اور راز نہ کھولتا تھا۔ سمی۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

[2] صورتِ آتش۔ دور رہتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُسکا اثر کھانے کے اندر ہے۔ معنی روح گو بمنزلہ معشوق ہے جسم مادی سے علیحدہ چیز ہے لیکن اُسکا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔ دہ معرّف۔ وہ معرّف وہ شخص جو دربار میں آنیوالے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانیوالا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

[3] در دروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرہ بھی ہوتا ہے تو اُس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانیوالے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔ کشف معانی کا رابطہ ہے۔ تجربہ، شنیدہ، تمثیل۔ جب کہ دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو حقیقی معانی سامنے حاصل ہوتا ہے

باتواتر[۱] نیست قانع جانِ اُو
اُس کی جان تواتر پر قناعت کرنیوالی نہ ہوگی

بَل زچشمِ دل رسد ایقانِ اُو
بلکہ اُس کا یقین، دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پس مُعرّف پیشِ شاہِ منتخب
پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے

در بیانِ حالِ اُو بکشود لب
اُس کے حال کے بیان میں لب کشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تُو است
اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے

پادشاہی کُن کہ اُو آنِ تو است
شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دست در فتراکِ ایں دولت زدست
اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے

بر سرِ سرمستِ اُو بر مال دست
اُس کے مست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر منصبے و مُلکتے
بادشاہ نے کہا جس عہدے اور مُلک کی

کالتماسش ہست یابد آں فتے
اُس کی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کرلیگا

بیست چنداں مُلک کو شد زاں بری
جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اُس کا بیس گنا

بخششمش اینجا و مَن خود بر سری
میں اُسکو اِس جگہ بخشدونگا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[۲] تا شاہیت در وے عشق کاشت
اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اسمیں عشق بویا ہے

جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
سوائے آپکی خواہش کے اُس نے کونسی خواہش باقی رکھی ہے

بندگی تُش چناں در خورد شد
آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے

کہ شہی اندر دلِ اُو سرد شد
کہ بادشاہی اُس کے دل میں سرد ہوگئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ است
اُس نے شاہی اور شہزادگی سب ہار دی

از پئے تو در غریبی ساختہ ست
آپ کی خاطر اُس نے سافرت سے نباہ کیا ہے

صوفیے کانداخت خرقہ وجد در
جس صوفی نے وجد میں گدڑی اُتار پھینکی

کے رود اُو بر سرِ خرقہ دگر
وہ دوسری گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

میل سوئے خرقہ دادہ ندم
دی ہوئی گدڑی کی طرف میلان اور ندامت

آنچناں باشد کہ مَن مغبون شدم
ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہوگیا ہوں

باز دہ[۳] آں خرقہ ایں سو اے قریں
اے ساتھی! اِس گدڑی کو ادھر واپس دے

کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے

ور بیاید خاک بر سر بایدش
اور اگر آئے تو اُس کے سر پر خاک چاہیئے

---

[۱] تواتر۔ کسی خبر کو بہت لوگوں سے سننا۔ باتواتر۔ اگر لوگ کثرت کیساتھ بھی اسکو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اسکو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس مُعرّف۔ دربار میں تعارف کرانیوالے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ پادشاہی کُن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہوگیا ہے اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ بر سری۔ علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔

[۲] گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپکے اسکے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی۔ شاہی۔ اپنے مُلک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ صوفی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں کہ اپنی گدڑی اُتار کر پھینکدیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا۔ میل۔ اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینکدینے پر نادم ہو تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں اپنا نقصان سمجھا۔

[۳] باز دہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میری گدڑی واپس کر دو وہ میرا وجد اِس قیمت کا نہیں تھا کہ میں گدڑی دیکر اُسکو خرید لوں۔ آں۔ یعنی وجد۔ ایں یعنی گدڑی۔ دور۔ خدا کے عاشق کو یہ خیال بھی نہ آئے اور اگر آتا ہے تو وہ ذلیل اور خوار ہے۔

عشقِ[1] اَرزد صَد چو خرقہ کالبد
عشق اِس جسم کی سَو گدڑیوں کی قیمت کا ہے
کہ حیاتے دارد و حِسّ و خِرد
جو زندگی اور حِس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کابتر ست
خصوصًا دنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہو
پنج دانگ ہستیش دردِ سر ست
اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی دردِ سر ہے

مُلکِ دنیا تن پرستاں را حلال
دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لئے حلال ہے
ما غلامِ مُلکِ عشقِ بے زوال
ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عاملِ عشق ست معزولش مکُن
وہ عشق کا عہدیدار ہے، اُس کو معزول نہ کیجئے
جز بعشقِ خویش مشغولش مکُن
اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجئے

مَنصبے کانم ز رُویت مُحجب ست
وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے
عینِ معزولی ست نامش مَنصب ست
وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجبِ[2] تاخیرِ ایں جا آمدن
اِس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب
فقدِ استعداد بُود و ضعفِ تن
استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے ز استعداد بَر کانے روی
اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے
بَر یکے حبّہ نگردی محتوی
تو ایک حبّہ کا احاط کرنے والا نہ ہوگا

ہمچو عِنّینے کہ بِکرے را خرد
اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے
گرچہ سیمیں تن بُوَد کے بر خورد
اگرچہ وہ چاندی جیسے جسم والی ہو کب اُس سے لذت اٹھائیگا

چوں[3] چراغِ بے ز زیت و بے فتیل
بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح
نے کثیرستش ز نور و نے قلیل
اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گُلستاں اندر آید اَخشمے
باغ میں کوئی اخشم آتا ہے
کے شود مَغزش ز ریحاں خُرّمے
اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہوگا؟

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غَر
جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو
بانگِ چنگ و بَربطے در پیشِ کَر
بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مُرغِ خاک کاید در بحار
جیسے کہ خشکی کا پرند سمندروں میں
زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائیگا؟

---

[1] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دنیا اُس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ مُلکِ دنیا۔ یہ حقیر چیز دنیاداروں کیلئے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیئے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا شہزادہ سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجئے۔ منصبے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کردے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[2] مُوجبِ تاخیر۔ آپ اس کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کے سبب سے نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ ہوئی، اِس حالت میں نہ فیضِ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی نہ جسمانی خدمت گذاری کی قابلیت تھی۔ بے ز استعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد و ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ ہمچو۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین محبوبہ سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔

[3] چوں چراغ۔ بے استعداد مرید بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ در گلستاں۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کامل کی مثال نامرد اور حسین محبوبہ کی اور بہرے اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ۔ جس پرند میں تیرنے کی استعداد نہ ہو

ہمچو بے گندم شدہ در آسیا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکّی پر پہنچا ہوا

جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
داڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اُس کا انعام نہ ہوگا

آسیای چرخ بر بے گندماں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکّی

مو سپیدی بخشد و ضعفِ میاں
بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک با با گندماں ایں آسیا
لیکن گیہوں والوں کے لئے یہ چکّی

مُلک بخش آمد دہد کار و کیا
مُلک عطا کرنیوالی بنی ہے کام اور بادشاہی عطا کرتی ہے

اوّل استعدادِ جنّت بایدت
پہلے تجھے جنّت کی استعداد چاہیئے

تا ز جنّت زندگانی زایدت
تاکہ جنّت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفلِ نو را از شراب و از کباب
نوزائیدہ بچے کے لئے شراب سے اور کباب سے

چہ حلاوت از قصور و از قباب
کیا مزا قلعوں سے اور قُبّوں سے ہے؟

حد ندارد ایں سخن گم جو سخن
یہ بات حد نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر

تو برو تحصیلِ استعداد کن
تو جا، استعداد حاصل کر

بہرِ استعداد تا اکنوں نشست
وہ استعداد کے لئے اب تک بیٹھا رہا

شوق از حد رفت و آں نامد بدست
شوق حد سے گذر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت استعداد ہم از شہ رسد
اُس نے کہا استعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے

بے ز جاں کے مستعد گردد جسد
جان کے بغیر جسم کب ذی استعداد بنتا ہے؟

لُطفہائے شہ غمش را در نوشت
شاہ کی مہربانیوں نے اُس کے غم کو لپیٹ دیا

شُد کہ صیدِ شہ کند او صید گشت
چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ (خود) شکار بن گیا

ہر کہ در اشکار چوں تو صید شُد
جو تجھ جیسے شکار کے شکار میں آگیا

صید را نا کردہ قید او قید شُد
شکار کو قید نہ کر کے، خود قید ہو گیا

ہر کہ جویای امیری شُد یقیں
جو شخص امیری کا طالب ہوا، یقیناً

پیش ازاں او در اسیری شُد رہیں
اُس سے پہلے وہ قید میں گروی ہو گیا

عکس میداں نقشِ دیباجہ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو اُلٹا سمجھ

نامِ ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
جہاں کے ہر غلام کا نام جہان کا آقا ہے

آپکو مسخر کرے اب یہ آپ کا مسخر ہوگیا۔ ہر کہ۔ ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہیگا۔ ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اُسکو حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ عکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اسیر ہے وہ دنیا کا امیر کہلاتا ہے۔

---

۵۱ بے گندم۔ مُرید کا بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکّی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں اڑھی اور بال سفید کرکے لوٹے گا۔ آسیای چرخ۔ بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا لیک۔ آسمان کی یہ چکّی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ جنّت کی استعداد پیدا کرنی چاہیئے۔

۵۲ طفلِ نو۔ بچہ میں شراب و کباب اور قصور و قبّوں کی لذت اٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد۔ بغیر استعداد مستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک گنے گا جا استعداد پیدا کر۔ بہرِ استعداد۔ تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ ابتک استعداد کے حصول میں آپ سے دُور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت۔ اُس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے زجاں۔ پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کریں گے۔

۵۳ لُطفہای۔ جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اُسکو سب غم بھلا دیئے ہیں۔ شُد۔ گھر سے اس لئے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے

اے تنِ کژ فکرتِ معکوس رَو
اے کج فہم الٹی چال والے جسم!

صد ہزار آزاد را کردی گرو
تو نے لاکھوں آزاد (روحوں) کو گروی کر دیا

مدّتے بگذار ایں حیلت پزی
تھوڑی دیر کے لئے اس حیلہ گری کو چھوڑ دے

چند دم پیش از اجل آزاد زی
موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

ور در آزادیت چوں خر راہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے

ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست
تیری سیر ڈول کی طرح کوئیں کے علاوہ نہیں ہے

مدّتے رَو ترکِ جانِ مَن بگو
تھوڑی دیر کے لئے چلا جا، میری جان چھوڑ دے

رَو حریفے دیگرے جز مَن بجو
جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن
میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے

دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن
میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صد کارہ ترکِ مَن بگو
اے مصروف جسم! مجھے چھوڑ دے

عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجو
تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مفتوں شُدنِ قاضی بر زنِ جوحی و در صندوق ماندن
قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا

و نائبِ قاضی صندوق را خریدن، باز سالِ دوم
اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پہ جوحی

آمدن زنِ جوحی بر امیدِ پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی
کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ

کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بجواہ
مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن
جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے مکر سے

رُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ مَن
بیوی کا رُخ کرتا، کہ اے میری پسندیدہ!

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے، جا شکار پکڑ

تا بدوشانیم از صیدِ تو شیر
تاکہ ہم تیرے شکار سے، دودھ دوہیں

قوسِ ابرو تیرِ غمزہ دامِ کید
ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال

بہر چہ دادت خدا؟ از بہرِ صید
خدا نے تجھے کس لئے دیا ہے؟ شکار کے لئے

ا؎ اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو روح کا جسم کو خطاب ہے کہ تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مدّتے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے مال وجاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گزار لے۔ ور۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنوئیں میں گرنے کا عادی ہے۔

۲؎ مدّتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنا لے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آ گیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنا لے جیسا کہ آئندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صد کارہ۔ سَو کاموں والا، معروف۔

۳؎ ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور مکار بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کر تاکہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے یہ خدا نے تجھے اسی لئے عطا کئے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رو[1] پئے مرغِ شگرفے دام نِہ ... دانہ بنما لیک در خوردش مدہ

جا کسی عجیب پرند کے لئے جال بچھا ... دانہ دکھا، لیکن اس کو کھانے نہ دے

کام بنما و کُن او را تلخ کام ... کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام

مقصد دکھا دے اور اس کو ناکام کر دے ... دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شُد زنِ او نزدِ قاضی در گِلہ ... کہ مرا افغاں ز شوئِ دہ دلہ

اس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی ... کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کُن کہ قاضی شُد شکار ... از مقال و از جمالِ آں نگار

قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا ... اس حسین کے حسن اور گفتگو سے

گفت[2] اے اید ر محکمہ است و غلغلہ ... مَن نتانم فہم کردن ایں گِلہ

اس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے ... میں اس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سروِ سہی ... وز ستمگاریِ شوہر شرح دہی

اے سرو سہی! اگر تو تنہائی میں آئے ... اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہم آں بہتر کنُم بدہم سزاش ... آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش

میں اس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا اس کو سزا دوں گا ... جو کچھ حق ہو گا، تو اس سے غمگین نہ ہو

مر مرا معلوم گردد حالِ تو ... شوہرت را رام سازم بے عتو

مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے ... تیرے شوہر کو بغیر اکڑ کے نرم کر دوں گا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد ... ہر دم از بہرِ گلہ آید رود

عورت نے کہا آپ کے گھر میں اچھا اور برا ... شکایت کرنے ہر وقت آتا جاتا ہے

گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے ... باشد از بہرِ گلہ آمد شدے

اس نے کہا آپ کے گھر بھلے برے کی ... شکایت کے لئے آمد و رفت ہوتی ہے

خانۂ[3] سر جملہ پُر سودا بُوَد ... صدر پُر وسواس و پُر غوغا بُوَد

سر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے ... صدر وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقیِ اعضا ز فکر آسودہ اند ... واں صدور از صادراں فرسودہ اند

بقیہ اعضاء فکر سے آسودہ رہے ہیں ... اور وہ صدور آنے والوں سے گھسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن ... گرد خالی تا رسد از امرِ کُن

شاخ کی طرح پرانے پتہ اور میوہ سے ... خالی بن جا، تاکہ کُن کے حکم سے (پھل) آجیں

---

۱ رو۔ تو جا کسی اچھے پرند کو پھانس اس کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا، اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اس سے پھنس نہ جانا۔ تلخ کام۔ محروم۔ کے خورد۔ جال میں پھنس جانے کے بعد پرندے دانہ نہیں کھایا جاتا۔ شُد زن۔ جوحی کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جاکر شوہر کی شکایتیں کیں۔ دہ دلہ یعنی اس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے۔ شکار۔ قاضی جوحی کی بیوی کے دام میں آگیا۔

۲ گفت۔ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا کہ اس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور و غل ہے میں اس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا۔ سروِ سہی۔ وہ سرو کا درخت جس کے دو شاخیں سیدھی ہوں۔ بے عتو یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہیگی۔ گفت زن۔ عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہوسکے گی لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہے۔

۳ خانۂ سر۔ مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دیکر دنیا داروں کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کردیا ہے کہ ان لوگوں کا سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں باقی اعضاء رئیسہ معیشت میں پھنسے ہیں اور باقی اعضاء آرام سے بیٹھے ہیں۔ معاً آرمان یعنی دل ان کا

۱؎ برگہا و میوہ ہائے نورِ غیب — ازپئے آں کہنگی بے ہیچ ریب

غیب کے نور کے پتے اور میوے — اُس پُرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

درخزان و بادِ خوفِ حق گریز — آں شقائقہائے پاریں رابریز

اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کیطرف بھاگ — لالہ کے اُن پُرانے پھولوں کو گرا دے

کیں شقائق منعِ نو اشگوفہاست — کہ درختِ دل برائے آں نماست

کیونکہ یہ گلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں — جن کے لئے دل کے درخت کا نشوونما ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار — سر زِ زیرِ خواب در یقظت برآر

اپنے آپ کو اِس فکر سے نیند میں کر دے — سر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

۲؎ ہمچو آں اصحابِ کہف اے خواجہ زُود — رو بہ ایقاظاً کہ تحسبہم رقود

اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی — "تو اُنکو بیدار سمجھتا ہے وہ سوئے ہوئے ہیں" کیطرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست — گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست

قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟ — بولی، اِس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم در دہ رفت و حارس نیز نیست — بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنیست

مدعیٰ علیہ گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے — تنہائی کے لئے بہت عمدہ گھر ہے

امشب ار امکاں بُوَد آنجا بیا — کارِ شب بے شمعہ است و بے ریا

اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آجائیے — رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

۳؎ جملہ جاسوساں زِ خمرِ خواب مست — زنگیِ شب جملہ را گردن زدست

سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں — رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب — آں شکرلب وانگہانے از چہ لب

قاضی پر عجیب منتر پڑھے — اُس شکرلب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد — چونکہ حوا گفت خور آنگاہ خورد

شیطان نے حضرت آدمؑ کیساتھ بہت افسانے کیے — جب حوا نے کہا کھا لیجیے، تب کھا لیا

اولیں خوں در جہانِ ظلم و داد — از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد

ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون — عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ بر تابہ بہ چو بریاں ساختے — واہلہ بر تابہ سنگ انداختے

(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے — واہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

۱؎ برگہا۔ غیبی خیالات اُسی وقت آئیں گے جبکہ پُرانے خیالات ختم کر دیئے جائیں۔ درخزاں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی خزاں اُن پُرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دیگی۔ کیں۔ دنیاوی خیالات کے ازالے کے بعد صحیح خیالات پیدا ہونگے۔ خویش را۔ اِن فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہونگے جو دراصل بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خوابِ غفلت ہیں۔

۲؎ ہمچو۔ جس طرح اصحابِ کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنا لے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور تو اُن سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لئے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیئے۔ کنیزک۔ جوحی کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور وہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آجائیے شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اسکو نہیں دیکھ سکتے۔

۳؎ جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا۔ خواند۔ قاضی جوحی کی بیوی کے قریب آگیا۔ حوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا سے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا تھا۔ نوح۔ حضرت نوحؑ وعظ کہتے تھے تو اُن کی کافرہ بیوی واہلہ اُنکے خلاف سازش کرتی تھی۔

مکرِ زن بر فنِ اُو چیرہ شدے[۱] — آبِ صافِ وعظِ اُو تیرہ شدے
عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آجاتا — اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہوجاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی — کہ دین کو اِن گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ را زن ہمچنیں بُد کافرہ — خواندہ باشی قصّۂ آں فاجرہ
اسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی — تونے اُس بدکار کا قصہ پڑھا ہوگا

یوسفؑ از کیدِ زلیخای جواں — ماند در زنداں برای امتحاں
(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے — آزمائش کے لئے قیدخانہ میں رہے

ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں — باشد از شومیِ زن در ہر مکاں
تو دنیا میں جو مصیبت بھی کھُلی دیکھے گا — ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہوگی

رفتنِ قاضی بخانۂ زنِ جوحی و حلقہ زدن جوحی تُند بخشم بر[۲]

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کُنڈی کھٹکھٹانا

دُرو گریختنِ قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبود

اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیِ زیرک سُوی زن بہرِ دَب
عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، چلا رات کو — سمجھدار قاضی عورت کی جانب بدفعلی کے لئے

زن دو شمع و نُقلِ مجلس راست کرد — زاں نوازش شاد شد قاضیِ فرد
جب عورت نے شمع اور مجلس کا نقل تیار کرلیا — یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہوگیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے — تا برآسایند اندر خلوتے
جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے — تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست اُو پہلوئے زن بامراد — گشت جانِ پُرغمش زاں وصل شاد
وہ جب عورت کے پہلو میں بامُراد بیٹھا — اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہوگئی

اندر آں دم جوحی آمد در بزد[۳] — جُست قاضی مہربے تا در خزد
فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا — قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید اُو خلوتے — رفت در صندوق از خوفِ آں فتے
صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی — وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

۱؎ مکرِ زن۔ اُنکے وعظ و نصیحت کے صاف پانی کو مکدر کردیتی تھی۔ قوم۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اِس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تاکہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قیدخانہ میں رہے۔ ہر بلا۔ غرضکہ اکثر فتنہ و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔

۲؎ رفتنِ قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور نتیجہ میں صندوق میں بند ہوگیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد قصے ہیں اُنکو کہاں تک بیان کیا جائے۔ دَب۔ اغلام یعنی زناکاری۔ زن۔ عورت نے شمع اور نُقلِ محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا۔ چونکہ۔ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا تاکہ تنہائی میں آرام کرے تو بہت خوش ہوا۔

۳؎ اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے فوراً ہی جوحی آپہنچا۔ مہرب۔ بھاگنے کی جگہ۔ غیرِ صندوقے۔ بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اُس میں گھس کر بیٹھ گیا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر[1] آمد جوحی و گفت اے حریف
جوحی اندر آیا اور بولا، اُو دشمن!

اے وبالم در ربیع و در خریف
اُو ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں
میں کیا رکھتا ہوں، جو تجھ پر فدا نہیں ہے

کہ ز من فریاد داری ہر زماں
کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتہ
ایک شخص نے بتایا، کہ تو قاضی کے پاس گئی

در حقم ناگفتنیہا گفتہ
میرے بارے میں تو نے بہت سی اَن کہنی کہیں

بر لبِ[2] خشکم کشادستی زباں
میرے خشک ہونٹ پر تو نے زبان کھولی

گاہ مُفلس خوانیم گہ قلتباں
تو کبھی مجھے مُفلس کہتی ہے، کبھی دیوث

ایں دو علت گر بُوَد ایجاں مرا
اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی

آں یکے از تست و دیگر از خدا
تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیر ایں صندوق کاں
میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی

ہست مایہ تہمت و پایہ گماں
تہمت کا سرمایہ اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم دروں
لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں

داد وا گیرند از من زیں ظنون
اِن گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیبا و نیک
صندوق کی صورت بہت اچھی ہے لیکن

از عروض و سیم و زر خالیست نیک
سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زرّاق خوب و باوقار
مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے

اندراں سلہ نیابی غیر مار
تو اُس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائیگا

من[3] برم صندوق فردا را بکُو
میں صندوق کو کل کو چوراہے میں لے جاؤں گا

پس بسوزم درمیانِ چارسُو
پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مؤمن و گبر و جہود
تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں

کاندریں صندوق جز لعنت نبُود
کہ اِس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی درگذر اے مرد زیں
عورت نے کہا ہاں اے مرد! اِس سے درگذر کر

خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں
اُس نے قسم کھائی کہ میں اِس کے سوا کچھ نہ کروں گا

بارسن صندوق را در دم بہ بست
صندوق کو فوراً رسی سے باندھا

خویشتن را کردہ بُد مانندِ مست
اُس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

---

[1] اندر۔ جوحی گھر میں آکر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لئے ہر موسم میں وبال ہے۔ من چہ دارم۔ میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں شکایت کرتی پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تو نے قاضی کے یہاں جاکر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

[2] بر لبِ خشکم۔ یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اُس کا سبب تیری آوارگی ہوگی۔ دیگر۔ اگر میں مُفلس ہوں تو خدا نے مجھے مُفلس بنایا ہے۔ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اُسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ اُس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خالی ہے۔ خلق۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صندوق اوپر سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اُسکی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ مار۔ یعنی بُرے اخلاق۔

[3] من برم۔ میں تہمت کی اِس جڑ کو صبح کو چوراہے پر پھونکوں گا۔ لعبت۔ یعنی مذاق۔ گفت زن۔ عورت نے کہا ایسا نہ کرنا اُس نے قسم کھا کر کہا ضرور کرونگا۔ بارسن۔ جوحی نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا اس نے فوراً صندوق کو رسی سے باندھ دیا۔

ازپگہ[1] حمال آورد او چو باد — زود آں صندوق بر پشتش نہاد
صبح سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا — فوراً صندوق اس کی کمر پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال — بانگ میزد کاے حمال وائے حمال
اُس صندوق کے اندر قاضی تکلف سے — چیخ رہا تھا کہ: اے حمال اور اے حمال!

کرد آں حمال پیش و پس نظر — کز چہ سو در میرسد بانگ و خبر
اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا — کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آ رہی ہے؟

ہاتفست ایں داعی من اے عجب — یا پری ام می کند پنہاں طلب
ہائے تعجب! یہ مجھے پکارنے والا غیبی فرشتہ ہے — یا پری خفیہ طور پر مجھے بلا رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش — گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب وہ آواز پے در پے بڑھی — بولا غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[2] دانست کاں بانگ و فغاں — بُد ز صندوق و کسے در وے نہاں
انجام کار سمجھ گیا، کہ وہ آواز اور فریاد — صندوق میں سے تھی اور اُس میں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کو در غم معشوق رفت — گرچہ بیرونست در صندوق رفت
وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا — اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عمر در صندوق بُرد از اندہاں — جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اُس نے غموں سے صندوق میں عمر گذاری — وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں سرے[3] کہ نیست فوقِ آسماں — از ہوس اُو را دراں صندوق داں
وہ سر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے — ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رود — اُو ز گورے سوئے گورے می شود
وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا — تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد قاضیش — گفت اے حمال وائے صندوق کش
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے — کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانے والے!

از من آگہ کن درونِ محکمہ — نائبم را زود تر با ایں ہمہ
میرے بارے میں دفتر میں خبر کر دے — میرے نائب کو، بہت جلد مع اِس واقعہ کے

تا خرد ایں را بزر زیں بے خرد — ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد
تاکہ اِس بے عقل سے، روپیہ دیکر اسکو خرید لے — اسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

---

[1] ازپگہ۔ صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر۔ جب حمال صندوق لے کر چلا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا۔ کرد۔ حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف۔ حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سوچا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے پکار رہی ہے۔ چوں پیاپے مسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے

[2] عاقبت۔ بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے۔ عاشقے۔ مولانا فرماتے ہیں عاشق بھی اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے۔ عمر۔ عاشق کی عمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اُس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] آں سرے۔ عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہے اُس کا یہی حال ہے۔ چوں۔ یہ مرتے وقت گویا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے۔ گفت۔ بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو دوڑ کر میری اس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچا دے۔ تا خرد۔ تاکہ میرا نائب آکر اِس صندوق کو جوجی سے خرید لے اور صندوق بندکا بند میرے گھر پہنچا دے۔

اے خدا بگمار قومِ رحمِ مند ¹ — تا ز صندوقِ بدن ماں وا خرند

اے خدا! رحم والی قوم کو مقرر کر دے — تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خلق را از بندِ صندوقِ فسوں — کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں

جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو — کون خرید تا ہے انبیاء اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظر ست — کہ بداند کو بصندوق اندر ست

ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے — کہ سمجھ لے کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس — کہ ز روحِ ایں جہاں دارد ہراس

جو جانتا ہے اُس کی نشانی تو یہ سمجھ لے — کہ وہ اِس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

اُو جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں — تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں

اُس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہو — جس سے اُس ضد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو گئی

زیں سبب ² کہ علم ضالۂ مؤمن ست — عارفِ ضالۂ خود ست و مؤقن ست

اِس لئے کہ علم مؤمن کی گم شدہ چیز ہے — وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزِ نیکو خود ندید — اُو دریں اِدبار کے خواہد طپید

وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا — وہ اِس نحوست میں کب تڑپے گا؟

یا بطفلی در اسیری اُوفتاد — یا خود از اوّل زمادر بندہ زاد

یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے — یا خود شروع ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ ³ آزادی ندیدہ جانِ اُو — ہست صندوقِ صُور میدانِ اُو

اُس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا — صورتوں کا صندوق اُس کا میدان ہے

دائماً محبوس عقلش در صُور — از قفص اندر قفص دارد گذر

اُس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے — پنجرے سے پنجرے میں گذر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سوئے عُلا — در قفصہا میرود از جا بجا

اُس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے — پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا ہے

در نُبی اِنِ اسْتَطَعْتُمْ فَانْفُذُوْا — ایں سخن با جن و انس آمد زہُو

قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ" — اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن اور انس کو آیا ہے

کوئی قدر نہ ہوگی اُنکی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گذری ہے۔ دائماً۔ وہ محض صورتوں میں مبتلا ہے اُنکی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ اُنکے پنجرے میں کوئی ایسا سوراخ بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کیطرف نظر کرسکے۔ در نُبی۔ قرآن میں انہی بے سوراخ کے پنجرے میں پھنسے ہوئے

¹ یعنی مولانا دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کر دے کہ وہ ہمیں بھی اسی طرح خرید لیں۔ خلق۔ وہ خریدار انبیاء اور رسول ہیں اور اُنکے وارث۔ از ہزاراں۔ اہلِ دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس بہت کم لوگوں کو ہے۔ آنکہ جس کو یہ احساس ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اِس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ اُو جہاں را وہ اِس تنگ دنیا کو صندوق اس لئے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد، دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

² زیں سبب مؤمن کا اصلی وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اِس لئے وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اِس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اُس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا۔ یا بطفلی جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادر زاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

³ ذوق۔ آزادی کی اُنکو

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا — اگر ہو سکے تو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ

گفت[1] منفذ نیست از گردون شاں ... جز بسلطان و بوحیِ آسماں

فرمایا اُن کے لئے آسمان سے راستہ نہیں ہے ... قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

گر ز صندوقے بصندوقے رود ... اُو سمائی نیست صندوقی بود

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندق میں جاتا ہے ... وہ آسمانی نہیں ہے، صندوقی ہے

فرجۂ صندوقِ نو نو مُسکرست ... در نیابد کو بصندوق اندرست

نئے نئے صندوق کی تفریح مدہوش کرنیوالی ہے ... وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشُد غرّہ بدیں صندوقہا ... ہمچو قاضی جوید اِطلاق و رہا

اگر وہ اِن صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا ... تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈیگا

آنکہ[2] داند ایں نشانش آں شناس ... کو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اُس کی نشانی سمجھ ... کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہوگا

ہمچو قاضی باشد اُو در ارتعاد ... کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہوگا ... اُس کا دل اِس غم سے ایک لمحہ کیلئے کب خوش ہوگا؟

رہروے را گفت آں حمال شاد ... کہ برو در محکمۂ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہو کر کہا ... کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شُد واقعہ ... بر سرِ قاضی بیامد قارِعہ

اُس کے نائب سے کہہ دے کہ یہ واقعہ ہوا ... قاضی کے سر پر قیامت آگئی

شغل[3] را بگذار و زُود اینجا بیا ... زُو بخر سر بستہ ایں صندوق را

کام کو چھوڑ دے اور جلد یہاں آجائے ... فوراً اُس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ رہرو شُد رسالت را رساند ... ہر کہ زُو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا ... جس نے اُس سے یہ سُنا حیران رہ گیا

بُرد القصہ خبر صندوق کش ... نائبِ قاضی حَسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اُٹھانیوالے کی اطلاع نے مدہوش کردیا ... قاضی حَسن کے نائب کو اُس کے غم کی وجہ سے

آتشے برکردہ جوحی از ملاً ... کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی ... کہ میں اِس صندوق کو جلاؤں گا

بر سرِ بازار جوشش عامہ ... چیست جوحی می نہد ہنگامہ

سرِ بازار عوام کا جوش ہے ... کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ بپا کر رکھا ہے

---

[1] گفت۔ قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کیلئے اگر کوئی منفذ اور گردونے کا راستہ ہے تو وحی الٰہی اور قوت کے ذریعہ اُنکو حاصل ہوسکتا ہے۔ گر۔ یہ دنیادار آسمانی نہیں بلکہ دنیا کا صندوقی ہے۔ فرجہ۔ یہ دنیا کے لذائذ میں مست ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گر نشد۔ اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

[2] آنکہ۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے۔ ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ رہروے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا ہے قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک رہرو سے کہا کہ جلد جاکر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتادے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

[3] شغل را۔ نائب سے کہدے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آجائے اور اِس بند صندوق کو خرید کرلے جائے چونکہ۔ اُس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اُس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اُڑا دیئے۔ آتشے۔ اِس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چولہے پر آگ جلائی کہ میں آج اِس صندوق کو جلا کر رہونگا۔ بر سرِ بازار:

ز: کہ اس خبر سے عام جوش پیدا ہوگا۔

آمدنِ[۵۱] نائبِ قاضی میانِ بازار و خرید کردن صندوق از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند — گفت نہصد بیشتر زر مید ہند

نائب آیا، اس نے کہا تیرا صندوق کتنے کا ہے؟ — اس نے کہا نوسو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

من نمی آیم فروتر از ہزار — گر خریداری کُشا کیسہ بیار

میں ایک ہزار سے نیچے نہ اتروں گا — اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد — قیمتِ صندوق خود پیدا بُود

اس نے کہا، اے مفلس! شرم کر — صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار از اہلِ خرد — کس بدیں مقدار ایں را کے خرد

اس نے کہا، عقلمندوں سے شرما — کوئی اِس مقدار پر اِس کو کب خریدیگا؟

گفت[۵۲] بے رُویت شری خود فاسد است — بیعِ ما زیرِ گلیم ایں راست نیست

اس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے — گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

بر کُشایم گر نمی ارزد مخر — تا نباشد بر تو حیفے اے پدر

میں کھولتا ہوں، اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید — تاکہ اے باوا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستّار بر مکشای راز — سر بہ بستہ می خرم با مَن بساز

اس نے کہا اے پردہ پوش! راز نہ کھول — میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کرلے

ستر کُن تا بر تو ستّاری کنند — تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند

پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر پردہ پوشی کریں — جب تک تو اطمینان نہ دیکھ لے کسی پر نہ ہنس

پس[۵۳] دریں صندوق چوں تو ماندہ اند — خویش را اندر بلا بنشاندہ اند

اس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے لیٹے ہیں — انھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہِ آں باشد پسند — بر دگر کس آں کُن از نفع و گزند

جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لئے پسند ہو — نفع اور نقصان سے دوسرے پر وہی کر

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں — می بکُن از نیک و از بد با کساں

جس چیز کو تو اپنے لئے روا رکھے، وہی — اچھے اور بُرے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

---

۵۱ آمدن۔ اُس آدمی کی اطلاع پر قاضی جی کا نائب چوراہے پر پہنچ گیا۔ نائب۔ نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نوسو اشرفیاں لگ چکی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دونگا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دیدے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر معمولی صندوق کی اتنی قیمت مانگتا ہے۔

۵۲ گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لئے کہنا شروع کر دیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے۔ بر کُشایم۔ میں اس صندوق کو کھولکر دکھائے دیتا ہوں اگر اس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ تو کیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی کر میں صندوق کو بند ہی خرید لوں گا۔ ستر کُن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری پردہ پوشی کرے گا۔ تا نہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اڑانی چاہیئے۔

۵۳ پس۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پر مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا برا، انسان اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کیلئے پسند کرے۔

آنچہ نہ پسندی بخود از نفع و ضر ۔۔۔ بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر

جو نفع اور نقصان تو اپنے لئے پسند نہ کرے ، اے بے ہنر ! کسی کے لئے بھی پسند نہ کر

زانکہ بر مرصادِ حق اندر کمیں ۔۔۔ می دہد پاداش پیش از یومِ دیں

کیونکہ اللہ (تعالیٰ) گذرگاہ پر کمینگاہ میں سے ، قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیم العرش عرش او محیط ۔۔۔ تختِ دادش بر ہمہ جانہا بسیط

وہ بڑے عرش والا ہے ، اس کا عرش احاطہ کرنیوالا ہے ، اس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کرنیوالا ہے

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است ۔۔۔ ہیں مجنباں جز بدین و داد دست

اس کے عرش کا کنارہ ، تجھ سے لگا ہوا ہے ، خبردار ! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مراقب باش بر احوالِ خویش ۔۔۔ نوش بیں در داد و بعد از ظلم نیش

تو اپنے احوال کا نگراں بن ، تو انصاف میں شہد دیکھ لے اور ظلم کے بعد نشتر دیکھ لے

پس ہمیں جا خود جزای نیک و بد ۔۔۔ میرسد باہر کسے چوں بنگرد

اسی جگہ اچھے اور برے کا بدلہ ، ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے جب وہ غور کرے

واں جزا کانجا رسد در یومِ دیں ۔۔۔ ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں

اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ملے گا ، وہ اس جیسا نہیں ہے ، غور کرے

بے حد و بے عد بود آنجا جزا ۔۔۔ دوزخ و نار ست جای ناسزا

وہاں بدلہ بے حد اور ان گنت ہے ، نالائق کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچہ کردم آں ستم ست ۔۔۔ لیک ہم میداں کہ بادی ظلم ست

اس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظلم ہے ، لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنیوالا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادیم ۔۔۔ باسوادِ روچہ اندر شادیم

نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں ، منہ کی کالک کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

ہمچو زنگی کو بود شادان و خوش ۔۔۔ او نہ بیند غیر او بیند رخش

حبشی کی طرح کہ وہ مسرور اور خوش ہے ، وہ نہیں دیکھتا ، دوسرا اس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شد در من یزید ۔۔۔ داد صد دینار و آں از وے خرید

نیلام میں بہت قصہ ہوا ، اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خرید لیا

ہر دمے صندوقی اے بدپسند ۔۔۔ ہاتفان و غیبیانت می خرند

اے برائی کے پسند کرنیوالے ! تو ہر وقت ایک صندوق ہے ، تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

---

۱ آنچہ: ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔ زانکہ: اللہ تعالیٰ ہر شخص کی گذرگاہ پر ہے اُس سے کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دیدیتا ہے۔ آں عظیم: اُس کا انصاف سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ گوشہ: تو بھی اس کے عدل کے تحت ہے جیسا کرے گا ویسا بھریگا۔ تو مراقب: بھلا کرے گا بھلا ہوگا برا کرے گا برا ہوگا۔

۲ پس: انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی مل رہی ہے۔ واں جزا: قیامت میں جو بدلہ ملتا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بد اعمال کا بدلہ قیامت میں جہنم ہے۔ گفت: جوحی نے کہا کہ بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ برائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے برا ارادہ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ ظالم ہے لہٰذا اُسکے اوپر ظلم بیجا نہیں ہے۔ گفت: نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گناہوں میں ملوث ہیں اور سب ہی برائی کی ابتدا کرنیوالے ہیں۔

۳ ہمچو: ہم اپنے آپکو بیقصور اور دوسرے کو برا سمجھتے ہیں اُس حبشی کی طرح ہیں جو اپنی روسیاہی کو نہیں دیکھتا دوسروں کی سیاہی کو دیکھتا ہے۔ من یزید: یعنی وہ خرید و فروخت جس میں یہ ہو کہ جو بڑھکر دام لگائے سودا اُسی

اے یقیں میداں کا ئیسر وبندهٔ — زانکہ در صندوقِ غمہا ماندهٔ

تو یقین کرلے کہ تو قیدی اور غلام ہے — کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہر چہ گشتۂ از نیک وبد — ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد

بھلے اور برے میں سے تو جس میں مقید ہے — تجھ پر ہر ایک صندوق کی طرح روک ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تو — کے شوی اے جاں زغم دلشاد تو

جب تک تو ان سب سے آزاد نہ ہوگا — اے پیارے تو غم سے دلشاد کب ہوگا؟

در بیانِ خبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود مَن کُنتُ مولاہٗ فعلیٌ مولاہٗ، تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کودکے فرماید

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں پس علیؓ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم، اُن کے فرمانبردار ہوگئے، کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کررہے ہیں

زیں سبب پیغمبرِ با اجتہاد — نامِ خود و آں علیؓ مولا نہاد

اسی لئے باسعی پیغمبرؐ نے — اپنا اور اُن علیؓ کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دوست — ابنِ عمِ من علیؓ مولائے اوست

فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں — میرے چچا کا بیٹا علیؓ اس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کند — بندِ رقیت زپایت برکند

مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے — تیرے پاؤں سے، غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوّت ہادی ست — مومناں را ز انبیا آزادی ست

چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے — مومنوں کو انبیاء کی وجہ سے آزادی (حاصل) ہے

اے گروہِ مومناں شادی کنید — ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید

اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ — سرو اور سوسن کی طرح آزادی مناؤ

لیک می گوئید ہر دم شکرِ آب — بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب

لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو — بغیر زبان کے، خوش رنگ چمن کی طرح

بے زباں گویند سرو و سبزہ زار — شکرِ آب و شکرِ عدلِ نوبہار

سرو اور سبزہ زار بغیر زبان کے ادا کرتے ہیں — پانی کا شکر اور نوبہار کے انصاف کا شکریہ

۱ اے یقیں۔ تجھے یقین کرلینا چاہیئے تو بھی قاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مقید ہے۔ بند۔ دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لئے صندوق اور راہِ آخرت کیلئے رکاوٹ ہے۔ تانگردی۔ جب تک تو اُن علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہوگا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہوگی۔ در بیان۔ اس حدیث سے اس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

۲ زیں سبب۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علیؓ اس کا مولیٰ ہے۔ چوں بآزادی۔ نبوت انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیاوی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

۳ اے گروہ۔ مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیئے سرو اور سوسن کو پھل نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ لیک۔ اپنے مربّی کا اسی طرح شکر ادا کرو جس طرح خوش رنگ چمن اپنے مربّی پانی کا شکر ادا کرتا ہے۔ بے زباں۔ محض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ دل اور حال سے شکر ادا کرو چمن کے پودے احوال سے شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہا[۱] پوشیدہ و دامن کشاں — مست و رقّاص و خوش و عنبر فشاں

جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے — مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر چھڑکنے والے

جزو جزو آبستن از شاہِ بہار — جسمِ شاں چوں دُرج پُر دُرِّ شمار

شاہِ بہار سے، جزو جزو حاملہ ہے — اُن کا جسم ڈبّے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا

مریماں بے شوی آبست از مسیحؑ — خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح

بہت سی مریمیں بغیر شوہر کے مسیح سے حاملہ ہیں — چپ ہیں بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نطق خوش بر تافتہ است — ہر زباں نطق از فرِ او یافتہ است

ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکا ہوا ہے — ہر زبان نے اس کے نور سے گویائی حاصل کی

نطقِ[۲] عیسیٰؑ از فرِ مریمؑ بود — نطقِ آدمؑ پرتوِ آں دم بود

(حضرت) عیسیٰؑ کی گویائی (حضرت) مریمؑ کے نور سے ہے — (حضرت) آدمؑ کی گویائی اس نفخ کے پرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات — پس نباتِ دیگرست اندر نبات

اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو — نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجاست ذلّ من قنع — اندریں طورست عزّ من طمع

یہاں "ذلیل ہوا جس نے قناعت کی" کا اُلٹا ہے — اس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در جُوالِ[۳] نفس خود چندیں مرو — از خریدارانِ خود غافل مشو

اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس — اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

باز آمدن زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دوم بر امید آنکہ وظیفہ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُورا

گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اُسکو پہچان لینا

بعدِ سالے باز جوحی از محن — رُو بزن کرد و بگفت اے چُست زن

مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے — بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کُن — پیشِ قاضی از گلۂ من گو سخن

پارسال والے معاملہ کی تجدید کر — قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

---

[۱] حُلّہا۔ چمنوں کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور ناز و ادا دکھا رہے ہیں اور خوشبو مہکا رہے ہیں جزو جزو۔ چمن اور باغ کا ہر جزو بہار کا شکریہ اس طور پر ادا کرتا ہے کہ اس کا جزو جزو پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی درخت۔ مسیح۔ یعنی پھل۔ خامشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماہِ ما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گذار ہیں اسی طرح ہمارے محسن موسمِ بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُسی کا فیض ہیں اُن کا نشو و نما موسمِ بہار کرتا ہے۔

[۲] نطقِ عیسیٰ۔ موسمِ بہار سے زبان کو گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرتِ عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرتِ مریمؑ کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدمؑ کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ اے ثقات۔ شکر کی اسلئے تلقین کی جا رہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبات۔ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہونگی۔ عکس۔ دنیا کی اشیاء کے بارے میں ہے "عزّ من قنع" جس نے قناعت کی اس نے عزت پائی اور "ذلّ من طمع" جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے میں معاملہ اُلٹا ہے اُن میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے —

[۳] در جوالِ نفس کے صندوق سے باہر نکل تیرے مُربی تیرے خریدار ہیں اُنکی اطاعت کر یہی اُنکا شکر یہ ہے۔ بعدِ سالے جوحی نے کچھ دن اُس روپے سے مزے اڑائے پھر افلاس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا۔ آں وظیفہ۔ گذشتہ سال کی طرح قاضی کو پھر پھنسا

زن[1] بر قاضی در آمد با زناں
عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی
مر زنے را کرد آں زن ترجماں
اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے
یاد ناید از بلائے ماضیش
اُس کو گذشتہ مصیبت، یاد نہ آجائے

ہست فتنہ غمزۂ غمازِ زن
عورت کی چغل خور ادا فتنہ ہے
لیک آں صد تو شود ز آوازِ زن
لیکن وہ عورت کی آواز سے سَو گنا ہو جاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت
چونکہ وہ آواز بلند نہ کر سکتی تھی
غمزۂ تنہائے زن سودے نداشت
عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رُو تو خصمت را بیار
قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعیٰ علیہ کو لے آ
تا دہم کارِ ترا با او قرار
تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کر دوں

جوحی[2] آمد قاضیش نشناخت زود
جوحی آگیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا
کہ بوقتِ لقیہ در صندوق بود
کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زو شنیدہ بود آواز از بروں
اُس نے اُس کی آواز باہر سے سُنی تھی
در شریٰ و بیع و در نقص و فزوں
خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقۂ زن چرا ندہی تمام
اُس نے کہا تو عورت کا پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟
گفت از جاں شرع را ہستم غلام
اُس نے کہا میں شریعت کا جان سے غلام ہوں

لیک[3] اگر میرم ندارم من کفن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں
مُفلسِ ایں لعبم و شش پنج زن
میں اس کھیل سے مُفلس ہوں اور مکر و فریب کرتا ہوں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش
قاضی نے شاید اس بات سے اُس کو پہچان لیا
یاد آورد آں دغل واں باختش
اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آگئی

گفت آں شش پنج با من باختی
کہا، وہ شش پنج تونے میرے ساتھ کھیلا تھا
پار اندر شش درم انداختی
گزشتہ سال تو نے مجھے ششدر میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار
میری باری گذر گئی، اس سال وہ جوا
با دِگر کس باز و دست از مَن بدار
کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اُٹھالے

---

۱ زن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تا نہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اس لئے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اُسکو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آجائے۔ ہست۔ عورتوں کی ادائیں بھی فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ سَو فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت۔ قاضی چونکہ اس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

۲ جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بُلا لائی قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اس لئے کہ اُس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زو۔ قاضی نے جوحی کی صرف آواز سُنی تھی جب وہ نائب سے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جان۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

۳ لیک۔ لیکن میں اس قدر مُفلس ہوں کہ اگر مَر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے شش پنج زن۔ حیلہ مکاری کرنے والا۔ زیں سخن۔ اِن باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا اور اُس کو اُس کی گزشتہ سال کی مکاری یاد آگئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گزشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے ششدر میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از ششش و از پنج عارف گشت فرد
عارف شش اور پنج سے جدا ہو گیا

محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
بازی کے اس شش و پنج سے پرہیز کرنیوالا بن گیا

رستہ او از پنج حس و شش جہت
وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا

از ورائے آں ہمہ کرد آگہت
تجھے اُن سب کے آگے سے آگاہ کیا

شد اشارا تش اشارات ازل
اس کے اشارے ازل کے اشارے ہو گئے

جاوز الاوہام طرا و اعتزل
وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زیں چہ شش گوشہ گر نبود برون
اگر وہ اس چھ گوشے والے کنوئیں سے باہر نہ ہو

چوں برآرد یوسفےؑ را از درون
یوسفؑ کو اندر سے کیسے نکالے؟

وارد بالائے چرخ بے ستن
وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے اُترنیوالا ہو

جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن
اس کا جسم ڈول کی طرح کنوئیں میں تدبیر کرنیوالا ہے

یوسفاں[۲] چنگال در دلوش زدہ
یوسفوں نے اس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے

رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
کنوئیں سے نجات پا کر مصری بادشاہ بنگئے ہیں

دلوہائے دیگر از چہ آب جو
دوسرے ڈول کنوئیں میں سے پانی کے جویاں ہیں

دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
اس کا ڈول پانی سے فارغ ہر یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دلوہا غواصِ آب از بہرِ قوت
(دوسروں کے) ڈول روزی کیلئے پانی میں غوطہ لگانے والے ہیں

دلوِ او قوت و حیاتِ جانِ حوت
اس کا ڈول جان کی مچھلی کے لئے روزی اور زندگی ہے

دلوہا وابستہ چرخِ[۳] بلند
(دوسروں کے) ڈول اونچی گیڑی سے وابستہ ہیں

دلو او در اصبعین زورمند
اس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی
کیسا ڈول اور کیسی رسی اور کیسا آسمان!

ایں مثالے بس رکیک ست اے اخی
اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کجا آرم مثالِ بے شکست
میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟

کفوِ او نے آید و نے آمد ست
اس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے
لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں

صد کمان و تیر درجِ ناوکے
سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

---

[۳] چرخ بلند - یعنی گیڑی جو کنوئیں کے اوپر ہوتی ہے۔ در اصبعین - یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ دلو - یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کیلئے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ آرم کجا - اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہو صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک اُمت ہوتا ہے اور وہ ایک تیر ہے جس میں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

[۱] از شش - عارف۔ شش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رستہ - پنج سے مراد پانچ حواس اور شش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شد اشاراتش - اب اس کا ادراک حواس خمسہ اور دنیا کے شش جہات سے بالاتر ہے اب اس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زیں چہ - اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنوئیں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنوئیں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ یوسفے - یعنی مرید۔ وارد - قرآن پاک میں ہے فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ یعنی انھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالا، اسی طرح مریدوں کو کنوئیں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اس کا جسم دنیا کے اس کنوئیں میں ڈول کی طرح آتا جاتا ہے جو کنوئیں میں محبوس نہیں ہوتا ہے۔

[۲] یوسفاں - مرید اس کے اس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنوئیں سے نجات پا کر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہ مصر بنتے ہیں۔ دلوہای - دنیا داروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دلوہا - دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنیکے لئے کنوئیں میں جاتے ہیں اس کا ڈول مچھلی کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے حوت - مچھلی یعنی مرید۔

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ فِتْنَہ ¹ — صد ہزاراں خرمن اندر حُفنَہ

وہ " تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا " ایک امتحان ہے — ایک مُٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے در یکے ذرہ نہاں — ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں

سورج ایک ذرے میں پوشیدہ ہے — (اگر) وہ ذرہ اچانک مُنہ کھول دے

ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں — پیشِ آں خورشید چوں جست از کمیں

آسمان اور زمین ذرہ ذرہ ہو جائے — اُس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

اینچنیں جانے چہ درخوردِ تن ست — ہیں بشو اے تن ازیں جاں ہر دو دست

ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟ — خبردار! اے جسم اِس جان سے دونوں ہاتھ دھو لے

اے تنِ گشتہ وثاقِ جاں بس ست ² — چند تاند بحر در مشکے نشست

اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے — سمندر ایک مشک میں کہاں تک سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — اے مسیحاں نہاں در جوفِ خر

خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیلؑ ہیں — آگاہ ہوجا، گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد — واقف از خوف و نیست از نیک و بد

خبردار! کملی میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے — جو خوف سے واقف ہے اور نیک و بد سے چھوٹ گیا ہے

اے حبیب اللہ نہاں در غارِ تن — گنجِ ربانی نہاں در مارِ تن

خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے — جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے ہزاراں کعبہ پنہاں در کنیس ³ — اے غلط انداز عفریت و بلیس

خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں — اے! بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں — مر بلیساں را ز تو ویراں دکاں

تو مکان میں، لامکانی کی سجدہ گاہ ہے — تیری وجہ سے شیطانوں کی دکان ویران ہو رہی ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم — صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم

کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں؟ — کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں؟

نیست صورت چشم را نیکو بمال — تا بہ بینی شعشعِ نورِ جلال

صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے — تاکہ تو جلال کے نور کی چمک دیکھے

باز آمدن بقصہ شہزادہ و ملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اُس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

---

¹ مَا رَمَیْتَ۔ وہ عارف خدا سے وحدت رکھتا ہے فتنہ۔ لوگوں کے لئے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اُس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی نظر اختیار کرتے ہیں۔ حُفنہ۔ یعنی مُٹھی بھر غلہ کا آفتاب۔ اُس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرے میں پوشیدہ ہے۔ ذرہ۔ زمین اُس آفتاب کی تاب نہیں لا سکتی۔ اینچنیں۔ جبکہ روح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اِس جسم کے لائق کہاں ہے۔

² اے تن۔ جو جسم روح کا گھر بنا ہوا ہے روح کا اُس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ اے ہزاراں۔ روح بمنزلہ ہزاروں جبرئیلؑ کے ہے اور جسم ایک بشر ہے روح مسیح ہے اور جسم خر ہے۔ اے۔ یہ روحِ عارف کو خطاب ہے۔ خوف۔ یعنی علم معرفتِ خداوندی۔ نیک و بد یعنی دنیاوی امور۔ حبیب اللہ۔ آنحضورؐ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

³ اے ہزاراں کعبہ۔ یہ تمام تشبیہیں روح اور جسم کی ہیں۔ غلط۔ شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ لامکانی یعنی فرشتے۔ در مکان۔ ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدمؑ کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔ کہ چرا۔ یہ دکان کی ویرانی کا بیان ہے غیرت۔ ملا ناشیطان ہے

شاہزادہ پیشِ شہ حیرانِ ایں

شہزادہ، بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا

ہفت گردوں[1] دیدہ در یک مشت طیں

سات آسمان اُس نے ایک مُٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود

بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں!

لیک جان با جاں دمے خامش نبود

لیکن جان کو جان کے ساتھ ایک لمحہ کیلئے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست

اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے

ایں ہمہ معنی ست پس صورت ز چیست

یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لئے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن

ہر ایک صورت تجھے صورت سے بیزار کرنیوالی ہے

خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن

ایک سویا ہوا سوئے ہوئے کو بیدار کرنیوالا ہو

آں کلامت می رہاند از کلام[2]

تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑاتا ہے

واں سقامت می جہاند از سقام

اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست

عشق کی بیماری صحت کی روح ہے

رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست

اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دست خود از جاں بشو

اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھولے

ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو

اور اگر تو نہیں دھوتا اسکے علاوہ کوئی جان تلاش کرلے

دربیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریبِ عاشق را

شاہِ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل[3] آں شہ نیک اُو را می نواخت

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ اُس کو خوب نوازتا تھا

اُو ازاں خورشید چوں مہ می گداخت

وہ اُس سورج سے چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گدازِ عاشقاں باشد نمو

عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے

ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو

جس طرح چاند گھٹاؤ میں تازہ رو ہے

جملہ رنجوراں دوا دارند اُمید

سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں

نالد ایں رنجور کم افزوں کنید

یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھادو

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں

سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ

رنج افزوں جوید و درد و حنیں

زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

؎۱ ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ یکمشت طین یعنی جسم۔ ہیچ۔ جو اشکالات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باہمی روحی مکالمہ ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب فضائل اور خواص رُوح کے ہیں تو جسم سے اس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔ صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اسلئے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صورت اختیار کرکے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہو جائے اس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کرسکتا تھا تو گویا اس کی یہ مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کر دیا کہ تو صورت سے بیزار ہوگیا۔

؎۲ آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالے گناہوں کی بیماری کی دوا بنا دیتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی تکالیف راحتوں کیلئے باعثِ حسرت ہیں جو صحت کے مقصود ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب اس جان کا پیچھا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل روح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی روح تلاش کرے —

؎۳ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اُسکو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں جنکو حقیقی عشق ہو وہ جتنے گھلتے ہیں اُتنے ہی تازہ رو

خوب[1] تر زیں سم ندیدم شربتے — زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اِس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا — کوئی صحت اِس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہوگی

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے — سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
کوئی طاعت اِس گناہ سے بہتر نہیں ہے — بہت سے سال اِس سانس کی نسبت سے ایک گھڑی ہیں

مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق — دل کباب و جاں نہادہ بر طبق
وہ ایک مدت تک اُس شاہ کے سامنے اسی طریقہ پر رہا — دل کباب (تھا) اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر برید — مَن ز شہ ہر لحظہ قربانم جدید
بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا — میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

مَن[2] فقیرم از زر و از سر غنی — صد ہزاراں سر خلف دارد آں سنی
میں زر سے فقیر اور سر سے بے نیاز ہوں — اُس روشنی نے لاکھوں سر نتیجہ میں دیدیے ہیں

با دو پا در عشق نتواں تاختن — با یکے سر عشق نتواں باختن
عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جاسکتا — ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیلی جاسکتی

ہر کسے را خود دو پا و یک سر ست — با ہزاراں پا و سر تن نادر ست
ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے — ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کمیاب ہے

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر — ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی لئے سب ہنگامے ضائع ہوگئے — یہ ہنگامہ ہر لمحہ تیزی پر ہے

معدنِ گرمی ست اندر لامکاں — ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کی کان، لامکان میں ہے — سات دوزخیں اُس کی چنگاری کا ایک دھواں ہیں

در[3] بیانِ آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سرِ اوست اے
اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پلصراط اُس کے اوپر ہے، کہتی ہے اے

مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمت نورِ تو آتش مرا نکشد
مومن جلد کر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے

جُز یا مؤمن فانَّ نورکَ اطفأ ناری
اے مومن! گذر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

ز آتش مومن ازیں رُو اے صفی — می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اے برگزیدہ! اِسی وجہ سے مومن کی آگ سے — دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہو جاتی ہے

---

[1] خوب تر۔ عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اُس کا مٹھاس سب سے بڑھا ہوا ہے یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ۔ یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں سالہا۔ عشق میں سالہا سال ایک ساعت کے ہیں تھے۔ ایک عرصہ تک وہ اسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کر دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی ان کا ایک بار سر کٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

[2] من فقیرم۔ میں زر اور سر قربان کر چکا ہوں۔ صد ہزاراں۔ فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ با دو پا۔ اِس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اِسی لئے اِس عشق سے محروم ہیں کیونکہ اُن کے ایک سر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقانِ خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشقِ مجازی کا ہنگامہ سر اور پاؤں کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ ایں ہنگامہ۔ لیکن عشقِ حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اِس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے ہفت دوزخ۔ اِس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

[3] در بیان۔ مومن میں چونکہ عشق کی گرمی ہے اِس لئے دوزخ اُسکو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر جا ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دیگا۔

گویدش بگذر سبک اے محتشم — ورنہ ز آتشہائے تو مُرد آتشم
اُس سے کہتی ہے "اے باحشمت! جلدی سے گذر جا — ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھی

۱۵ کفر کبریتِ دوزخ اوست بس — بیں چہ می بخساند او را ایں نفس
کفر، جو بس دوزخ کی گندک ہے — دیکھ لے وہ اس کو اس قت کس طرح پژمردہ کر دیتی ہے

کفرکاں کبریتِ نارِ دوزخ ست — بیں کہ چوں میرد ازو اے خود پرست
کفر جو دوزخ کی آگ کی گندک ہے — اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مر جاتی ہے

زود کبریتت بدیں سو و اسپار — تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
تو جلد اپنی گندک اس طرف سپرد کر دے — تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

۲۵ گویدش جنت گذر کن ہمچو باد — ورنہ گردد ہرچہ من دارم کساد
اُس سے جنت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا — ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہو جائے گا

کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں — من بتے ام تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چگنے والی ہوں — میں ایک بُت ہوں تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں — نے مر ایں را نے مر آں را زو اماں
اُس سے دوزخ بھی لرزے میں ہے اور جنتیں بھی — اُس سے نہ اِس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت
شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کی

کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را
شاہِ چین کی صحبت اختیار کرنا

۳۵ رفت عمرش چارہ را فرصت نیافت — صبر بس سوزاں بُد و جاں بر نتافت
اُس کی عمر ختم ہو گئی، علاج کی فرصت نہ پائی — صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کر سکی

مدتے دنداں کناں ایں می کشید — نا رسیدہ عمر او آخر رسید
ایک مدت تک ڈرتے ہوئے اس کو برداشت کرتا رہا — مقصود حاصل کئے بغیر اُس کی عمر آخر ہو گئی

صورتِ معشوق ازو شد در نہفت — رفت و شد با معنیِ معشوق جفت
اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی — وہ مر گیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بن گیا

گفت لبسش گر ز شعرِ شُشتر ست — اعتناقِ بے حجابش خوشتر ست
اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشمینہ کا ہے — اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

۱۵ کفر۔ دوزخ کی آگ کو بھڑکانے والی گندک کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندک یعنی کفر مضمحل ہو جائیگا۔ زود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دور کر دے اور اپنی ہستی کو کسی صاحبِ عشق و معرفت کے سپرد کر دے تاکہ اُس میں مادہ ہی نہ رہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

۲۵ گویدش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے قلبِ مومن ذاتِ خداوندی کا مظہرِ اتم ہے، جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ شرماتا ہے لہذا جنت کا یہ قول خود کو گھٹیا ہونا بتانے کیلئے ہے۔ ہست۔ غرضکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

۳۵ رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اِسی حالت میں ختم ہو گئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی۔ مدتے۔ ایک مدت تک اظہارِ عشق سے ڈرتا رہا اور بالآخر وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا وہ اُسکی نظروں سے غائب ہو گیا اور جو اُس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حُسنِ خداوندی اُس سے جا ملا۔ گفت۔ اب وہ

مَن شُدم[1] عُریاں ز تَن اُو از خیال
میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے

می خرامم در نہایات الوصال
میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مُباحث تا بدینجا گفتنی ست
یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں

ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنی ست
اس کے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کا ہے

گر بکوشی وَر بگوئی صد ہزار
اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے

ہست بیکار و نگردد آشکار
بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہوگا

تا بدریا سیرِ اسپ و زیں بُود
گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے

بعد ازانت مَرکبِ چوبیں بُوَد
اس کے بعد تیرے لئے، لکڑی کی سواری ہوتی ہے

مَرکبِ چوبیں[2] بخشکی اَبتر ست
لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے

خاص آں دریائیاں را رہبر ست
وہ خاص دریا والوں کے لئے راہنما ہے

ایں خموشی مَرکبِ چوبیں بُوَد
یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے

بحریاں را خامُشی تلقیں بُوَد
سمندر والوں کے لئے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت می کُند
جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے

نعرہائے عشق زاں سُو می زند
وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامُش چراست
تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چپ کیوں ہے؟

اُو ہمی گوید عجب گوشش کجاست
وہ کہتا ہے تعجب ہے؛ اُس کا کان کہاں ہے؟

مَن ز نعرہ کر شُدم[3] اُو بے خبر
میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے

تیز گوشاں زیں سَمَر ہستند کَر
تیز کانوں والے اِس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ می زند
ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے

صد ہزاراں بحث و تلقیں میکند
لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر
یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے

خُفتہ خود آنست کز زاں شور و شر
وہ خود اس سویا ہوا ہے اور اُس شور و شر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکبِ چوبیں شکست
اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی

غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست
وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہوا جا رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہی ہیں۔ آں یکے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت کچھ باتیں کرتا ہے۔ ایں نشستہ۔ دوسرا شخص جو اسکے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے تو یہ اگرچہ جاگ رہا ہے مگر

[1] مَن شُدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عُریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عُریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مُباحث۔ یعنی وصلِ خداوندی کے مباحث جو ذکر کر دیئے، بس یہی گفتگو میں سما سکتے تھے اس سے آگے کے احوال محض ذوقی ہیں۔ گر بکوشی۔ ذوقی چیزیں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں۔ تا بدریا۔ آگے کی باتوں کے لئے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام دیتی ہے پھر وہ بیکار ہے دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

[2] مَرکبِ چوبیں۔ اہلِ قال کو حال نہیں سمجھایا جا سکتا اسکو صرف اہلِ حال ہی سمجھ سکتے ہیں جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہلِ حال کیلئے گفتگو ہے۔ ہر خموشی۔ اگر تو اہلِ قال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے ملول ہوگا لیکن اہلِ حال کیلئے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اِس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے صاحبِ حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اُس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

[3] مَن ز نعرہ۔ وہ صاحبِ حال

لیکن سویا ہوا بھی ہے۔ واں کسے۔ یہ حال تو اہلِ ذوق کا تھا اب جو فنا اور استغراق کے مقام میں ہیں اُن کا ذوق بھی فنا ہو چکا ہے اب وہ خود مچھلی ہیں اُنکو اس کشتی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[۵۱] نہ خموش ست و نہ گویا نادریست — حالِ اُو را در عبارت نام نیست
وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے — اُس کی حالت کا لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو، ہر دو ہست آں بوالعجب — شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب
وہ اِن دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب دونوں ہے — اِس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورُود — لیک در محسوس زیں بہتر نبُود
یہ مثال کمزور اور غیر متعلق نہ ہونے والی ہے — لیکن محسوس میں اس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت — جانش پُر درد و جگر پُر سُوز و تفت
خلاصہ یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا — اُنکی جان پُر درد تھی اور جگر پُر سوز اور گرم تھا

آمدنِ برادرِ میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب فراش بُود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را و صد ہزار غنائم غیبی و عینی بدو رسیدن از نظرِ شاہ

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

[۵۲] کوچکیں رنجور بُود و آں وسط — بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا بیمار تھا اور وہ بچلا — فقط، اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست — کہ ازاں بحرست و ایں ہم ماہی ست
شاہ نے اُس کو دیکھا، قصداً کہا کہ یہ کون ہے؟ — کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس مُعرِّف گفت پورِ آں پدر — ایں برادر زاں برادر خُرد تر
تعارف کرانیوالے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے — یہ بھائی، اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار — کرد اُو را ہم بداں پرسش شکار
شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے — اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کر لیا

[۵۳] از نوازشہائے آں شاہِ وحید — در تنِ خود غیرِ جاں جانے بدید
اُس یکتا شاہ کی نوازشوں سے — اُسنے اپنے جسم میں جان کے علاوہ ایک اور جان دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ — کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا — جس کو صوفی سو چلّوں میں نہ پائے

---

[۵۱] نہ خموش - یہ صاحبِ شاہزادہ نہ صاحبِ ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور اُس کی اس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اُس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی اب اُس کی تشریح کے لئے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ اِسکو جس سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اُسی دردِ عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا۔

[۵۲] کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آسکا صرف بچلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق پرکس۔ تعارف کرانیوالے نے کہا کہ یہ بھی اُسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنیوالے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی مرنے والے کی۔

[۵۳] از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اُسکی قلبی کیفیت بدلی اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ در دل۔ اُس نے اپنے دل میں عشقِ الہٰی کا ایسا جوش و خروش دیکھا جو صوفی کو سو چلوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالَمے[۱]
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا

کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
جس کو کوئی سَو خلوتوں میں نہ پائے

عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمک اٹھے

پیشِ اُو چوں نارِ خنداں می شگافت
اُسکے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرّہ ذرّہ پیشِ اُو چوں آفتاب
اُس کے سامنے ذرّہ ذرّہ سورج کی طرح تھا

دمبدم می کرد صد گوں فتح باب
ہردم سَو طرح سے اُس کے لئے فتح باب کرتا تھا

باب گہ روزن شُدے گاہے شعاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شعاع

خاک گہ گندم شُدے و گاہ صاع
مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظر ہا چرخ بس کہنہ و قدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پرانا اور سوکھا ہوا تھا

پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

رُوحِ زیبا چونکہ وارَست از جسد[۲]
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے

از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
بیشک تقضاءِ (خداوندی) سے ایسی آنکھ مل جاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شُد پدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے

آنچہ چشمِ محرماں بیند بدید
جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کتُب بر خواندہ بُود
جو کچھ اُس نے کتابوں میں پڑھا تھا

چشم را در صورتِ آں بر کشود
آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ موکبِ آں شاہِ نر
اُس بڑے بادشاہ کے جلوس کے غبار سے

یافت اُو کحلِ عزیزی در بصر
اُس نے بینائی میں عزیزی سُرمہ پایا

بر چنیں گلزار دامن می کشید[۳]
اس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا

جزو جزوش نعرہ زن ھَل مِن مَزِید
اُس کا جزو جزو کیا کچھ اور ہے" کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دَم ست
جو چمن سبزی سے اُگے، تھوڑی دیر کا ہے

گلشنے کز عقل رُوید خرّم ست
جو چمن عقل سے اُگے وہ تازہ ہے

گلشنے کز گل دمد گردد تباہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہو جاتا ہے

گلشنے کز دل دمد وا فرحتاہ
جو چمن دل سے اُگے سبحان اللہ

عِلمہائے بامزہ دانستہ ماں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو

زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

[۱] عالَمے۔ یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ عرصہ۔ انعکاسی انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز مظہرِ صفاتِ کمال نظر آنے لگی۔ ذرّہ۔ اب عالَم کا ذرّہ ذرّہ اسکے کشف کا ذریعہ بنگیا اور اسکے ذریعہ علوم و معارف کا دروازہ کھلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندان کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصود بالذات بنجاتی تھی اور کبھی مقصود کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالمِ ناسوت اسکو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اسکی نگاہوں کے سامنے عالمِ ملکوت تھا۔

[۲] رُوحِ زیبا۔ شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوحِ زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو، یا صحبتِ شیخ سے اسکو اس قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ صد ہزاراں۔ شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ اسنے جو علوم اب مشاہدہ بنگئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اسکو باطنی سُرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحبِ باطن کا سُرمہ۔

[۳] بر چنیں۔ یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ نازسے چل رہا تھا اور اہلِ باطن کی طرح مزید کیلئے نعرے لگا رہا تھا۔ گلشن۔ اسکو جو معنوی چمن حاصل ہوا تھا وہ دائمی تھا سبزے کا چمن عارضی ہوتا ہے۔ گز دل۔ جو چمن دل میں اُگتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے علمہائے۔ یعنی علوم اس چمنِ معرفت کے فقط دو تین گلدستے ہیں۔

زانِ[1] بونِ یک دو سہ گلدستہ ایم
ہم اِسی لئے ایک دو گلدستوں سے مغلوب ہیں
کاں درِ گلزار بر خود بستہ ایم
کیونکہ ہم نے اپنے اوپر چمن کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چناں مفتاحہا ہر دم بناں
ایسی کنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے
می فتد ایجاں دریغا از بناں
ہائے افسوس اے جان! انگلیوں سے گر رہی ہیں

در دمے ہم فارغ آرندت زناں
اگر تھوڑی دیر کیلئے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں
گرد چادر گردی و عشق و زناں
تو چادر اور عشق اور عورتوں کے چکر لگاتا ہے

باز استسقات چوں شد موج زن
پھر جب تجھ میں استسقاء موج زن ہوتی ہے
مُلک و شہرے بایدت پُر نان و زن
روٹی اور عورتوں سے مُلک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیئے

مار بودی اژدھا گشتی مگر
تو سانپ تھا، شاید اژدھا بن گیا
یکسرت بود ایں زمانے ہفت سر
تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

اژدہای[2] ہفت سر دوزخ بود
سات پھنوں والا اژدھا دوزخ ہے
حرص تو دانہ است و دوزخ فخ بود
تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدراں بسوزاں دانہ را
جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے
باز کُن درہای نو ایں خانہ را
اِس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا
اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے
ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد زخود
پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟
عکسِ غیرست آں صدا اے معتمد
اے معتمد! وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

گفت[3] تو زاں رو کہ عکسِ دیگریت
تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے
جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں
تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں
شادیِ قوادہ و خشمِ عواں
دلالہ کی خوشی اور سپاہی کے غصہ (کی طرح)

آں عواں را آں ضعیف آخر چہ کرد
اُس کمزور نے آخر اُس سپاہی کا کیا بگاڑا ہے؟
کہ دہد اُو را بکینہ زجر و درد
کہ وہ اُس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دے رہا ہے

تا بکے عکسِ خیالِ لامعہ
ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟
جہد کُن تا گرددت ایں واقعہ
کوشش کر تا کہ تیرے لئے یہ حقیقت بن جائے

---

[1] زاں۔ ہم اِن رسمی علوم پر اسلئے فریفتہ ہیں کہ ہم نے اُن علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آنچناں۔ جن کنجیوں سے اُن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ لذت پرستی کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ در دمے۔ جب کسی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کی ہوس کو بڑھتی ہے تو نان و زن سے پُر شہروں اور ملکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بودی۔ پہلے وہ سانپ تھا جسکے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدھا بن جاتا ہے۔

[2] اژدہای۔ دوزخ سات سروں والا اژدھا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اُس میں داخل ہونگے حرص انسان کیلئے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کُن۔ اُس دانہ اور جال سے دُور ہو جا پھر معارف و علوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کھلے گا۔ چوں تو۔ اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو اُن علوم و معارف کا حامل ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اُس سے لاعلم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

[3] گفت۔ تو جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی احوال بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم۔ تیرا غصہ اور تیرا ذوق

تا[1] کہ گفتارت ز حالِ تو بُوَد — سیرِ تو با پرّ و بالِ تو بُوَد
تاکہ تیرا قال تیرے حال سے ہو — تیری پرواز تیرے بال و پَر سے ہو

صید گیرد تیر ہم با پرِّ غیر — لاجرم بے بہرہ است از لحمِ طیر
دوسرے کے پَر سے تیر بھی شکار کر لیتا ہے — لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خوراند کبک و سار
باز، خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور اور تلیر کھلاتا ہے

باز با پرّ خود آرد صیدِ شبک — لاجرم شاہش خوراند لحمِ کبک
باز اپنے پَروں سے جال کا شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

منطقے کز وحی نبوَد از ہواست — ہمچو خاکے در ہوا و در ہباست
وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو خواہشِ (نفس) سے ہے — وہ خاک کی طرح ہوا اور ذرّوں میں ہے

گر[2] نماید خواجہ را ایں دم غلط — ز اوّل والنجم بر خواں چند خط
اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے — والنجم کے شروع کے چند نقش پڑھ لیں

تا کہ ما ینطق محمد عن ہوا — اِن ہُوَ اِلّا یُوحیٰ احتویٰ
محمدؐ خواہشِ (نفس) سے نہیں بولتے تک — نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ جس کا انھوں نے احاطہ کیا

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا — وانگفت و گفت از وحیِ خدا
تاکہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہشِ (نفس) سے — نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس — جسمیاں را دہ تحرّی و قیاس
اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے — جسم والوں کو تحرّی اور قیاس عطا کر دیجئے

بید[3] را گر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہست مُردارے حلال
بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبہ و صال — لیک ہست اندر بیابانِ ضلال
اگر کعبہ وصال میں تحرّی نہیں ہے — گمشدگی کے بیابان میں تحرّی ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہُدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا
تحرّی اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر — جو خواہشِ (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

تو اس کے سایہ کا فائدہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گر تحرّی جس وقت کعبہ سامنے ہو سمتِ قبلہ کی تحرّی اور اٹکل لگانا جائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیلِ قطعی سے سمتِ کعبہ متعین نہ کی جا سکے تو اٹکل سے متعین کرنا جائز ہے۔ تے تحرّی۔ اگر بے اٹکل اور بغیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

[1] تا کہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائیگا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ صید۔ تیر کے پر لگے ہوئے ہیں اُس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تلیر کھاتا ہے۔ لاجرم نقال، تیر کی طرح اور صاحب حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تلیر۔ شبک۔ جال۔ منطقے۔ علوم بے بصیرت اور احوال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

[2] گر نماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحیٰ آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہشِ نفس سے نہیں ہے۔ احتویٰ۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے احاطہ کر لیا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جملہ علوم وحی سے متعلق تھے۔ جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور اُن کا تعلق روحانی عالم سے نہیں ہے اُن کے لئے تحرّی اور اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی کہ جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

[3] بید را۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں

همچو عادش بر برد بادو کشد ¹ — نے سلیمانؑ ست تا تختش کشد

ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کردیگی — وہ سلیمانؑ نہیں ہے کہ اُسکے تخت کو کھینچ

عاد را باد ست حمّالِ خذول — همچو برّه در کفِ مردِ اکول

عاد کے لئے ہوا، مخالف باربردار ہے — جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

همچو فرزندش نهاده بر کنار — می بَرد تا بکشدش قصاب وار

وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے — لے جا رہا ہے تاکہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کردے

عادیان ² را باد ز استکبار بود — یار خود پنداشتند اغیار بود

عاد والوں کے لئے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی — انہوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چون بگردانید ناگه پوستین — خرد شان بشکست آن بئس القرین

جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا — اُس بُرے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کردیا

باد را بشکن که بس فتنه است باد — پیش از آن کت بشکند او همچو عاد

ہوا کو توڑ دے کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے — اِس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑے

هود دادے پند کاے پُر کبر خیل — بر کَنَد از دستِ تان این باد ذیل

(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے کہ اے تکبر بھری جماعت — یہ ہوا تمہارے ہاتھ سے دامن چھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق — چند روزے با شما کرد اعتناق

ہوا اللہ (تعالیٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی وجہ سے — چند روز تم سے گلے ملی ہے

او بسر با خالقِ خود راست ست — چون اجل آید بر آرد باد دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سچی ہے — جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

این ³ همان بادست کایمن می گذشت — بود همچون جان و همچون مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی — جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دستِ آنکس کو بکردت دست بوس — وقتِ خشم آن دست می گردد دبوس

اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا — غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز بن جاتا ہے

باد را اندر دهن بین رهگذر — هر نفس آیان روان در کرّ و فر

ہوا کا منہ میں راستہ دیکھ — ہر وقت کر و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہو

حلق و دندانها از و ایمن بود — حق چو فرماید بدندان در رود

حلق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں — اللہ (تعالیٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

¹ ہمچو۔ بغیر اجتہاد کے کام جبکہ ہوائے نفس ہے تو یہ ہوائے نفس اُس کو اسی طرح برباد کردیگی جس طرح عنصری ہوا نے قوم عاد کو برباد کیا تھا۔ نے سلیمانؑ اگر اُس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو یہی ہوا اُس کیلئے اِس طرح مُفید ہوگی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے مُفید تھی۔ عاد۔ قوم عاد کے لئے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ پیٹو انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جارہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

² عادیان۔ قوم عاد میں تکبر کی ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یار خود۔ قوم عاد نے ہوا کو ابتداً مُفید سمجھا پھر اُسی کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہیئے ورنہ وہ ہلاک کردے گی۔ ہودؑ۔ حضرت ہودؑ اُنکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ لشکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمہیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے لیکن اجل جب اللہ کے غضب کا وقت آجائیگا پھر یہی تمہیں تباہ کردیگی۔

³ ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا مدارِ زندگی تھی اب ہلاکت کا سبب بن گئی۔ دست۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے

کوہ گردد ذرۂ بادِ ثقیل
ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے

دردِ دنداں داردش زار و علیل
دانتوں کا درد اُس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یا رب و یا رب برآرد او ز جاں
وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے

کہ برایں باد را اے مستعاں
کہ اے مددگار! اِس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بُدی زیں باد رَو
اے منہ! تو اِس ہوا سے غافل تھا، جا

از بُنِ دنداں در استغفار شو
عاجزی سے استغفار میں لگ

چشمِ سختش اشکہا باراں کند
اُس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے

منکراں را درد اللہ خواں کند
جب درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دمِ یزداں نہ پذرفتی ز مَرد
جبکہ تو نے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مَردِ (حق) سے قبول نہ کیا

وحیِ حق را ہیں پذیرا شو ز درد
خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کرلے

بادگوید پیکم از شاہِ بشر
ہوا کہتی ہے، میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں

گہہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

من چو تو غافل ز شاہِ خود کیَم
میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟

زانکہ مامورم امیرِ خود نیَم
کیونکہ میں محکوم ہوں، اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سلیمانؑ وار بودے حالِ تو
اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا

چوں سلیمانؑ گشتمے حمّالِ تو
سلیمانؑ کی طرح تیری حمّال بنتی

عاریتم گشتمے مِلکِ کفت
میں مانگی ہوئی ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک بنجاتی

کردمے برراز خود من واقفت
میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیک چوں تو باغیی من مستعار
لیکن چونکہ تو باغی ہے اور میں مانگی ہوئی ہوں

می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

پس چو عادت سرنگونیہا دہم
پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کر دوں گی

زاسپہ تو باغیانہ برجہم
تیرے لشکر سے بغاوت کرکے نکل جاؤں گی

تا بغیب ایمانِ تو محکم شود
انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہوگا

آں زماں کایمانت مایہ غم شود
جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہو جائیگا

آں زماں خود جملگاں مومن شوند
اس وقت سب خود مومن ہو جائیں گے

آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
اُس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

لہ کہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اُس کا ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بے چین ہو جاتا ہے۔ یارب۔ اب وہ درد میں خدا سے دُعا کرتا ہے اور اِس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ لہ دہاں۔ جبکہ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اُس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ چشم۔ اِس درد کا یہ فائدہ ہے کہ یہ خدا کی یاد دلاتا ہے اور سخت دلوں کو رُلا دیتا ہے۔ ز مرد۔ مرد کے ذریعہ خدا کی نصیحت کو تو نے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی اُن باتوں کو تسلیم کرلے۔

لہ باد۔ ہوا دلالتِ حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چو تو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیمانؑ۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عاریتم۔ اب میں تیری ملکیت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ راز۔ ہوا کا بنا اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کر دیتی ہے۔

لہ لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی نفع پہنچا رہی ہوں۔ پس۔ ان دنوں کے بعد تجھے قومِ عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرا دوں گی۔ تا بغیب۔ تیری بغاوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہو جائیگا۔

آں[1] زماں زاری کنند و افتقار
اُس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں

ہمچو دُزد و راہزن در زیرِ دار
جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے

مالکِ دارین و شحنہ خود توئی
تو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مُقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو

نے دو روزہ مُستعار ست و سقیم
وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور مریض نہیں ہے

رستی از بیگار و کارِ خود کُنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے

ہم تو شاہ و ہم تو طبلِ خود زنی
تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں
جب حلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے

خاک خورد ے کاشکے حلق و دہاں
کاش کہ حلق اور مُنہ خاک پھانکے

ایں دہاں خود خاک خوارے مدہ است
یہ مُنہ خود خاک کھانے والا ہے

لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ ست
لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[2] کباب و ایں شراب و ایں شکر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر

خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شد آنہا لحم و پُوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ گوشت و پوست بن گئی

رنگ لحمش داد و اینہم خاکِ کُوست
اسکو گوشت کا رنگ دیدیا اور یہ بھی کوچہ کی خاک ہے

ہم زخاکے بخیہ بر گِل می زنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں

جملہ را ہم باز خاکے می کُنند
پھر سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قبچاق و رُومی و حبش
ہندوستانی اور قبچاقی اور رومی اور حبشی

جُملہ یک رنگ اند اندر گورِ خوش
اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تا[3] بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش

جملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس

غیرِ آں بر بستہ داں ہمچوں جرس
دوسرے کو گھنٹہ کی طرح بندھا ہوا سمجھ

---

[1] آں زماں جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتا، سُولی پر پہنچ کر مجرم کی توبہ مفید نہیں ہے۔ لیکن ہاں اگر انسان اِس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذاب غائب تھا اور اُس نے اُس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے اُس کو کوئی نہ ستا سکیگا۔ رُو نماید جبکہ ایمان بالغیب ہو تو مستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رستی پھر تیری غلامانہ زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہوگا۔ چوں گلو۔ یہ مُنہ اور حلق کی لذتیں ہمارے لئے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے اِن لذیذ چیزوں کی بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں بھی دراصل خاک ہیں انپر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔

[2] ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ پہلے اِس مٹی پر پھل اور غذا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزو بدن بنی اُس پر گوشت و پوست کا رنگ آگیا پھر وہ گوشت و پوست انجام کار کوچہ کی خاک بن جائیگا۔ ہم زخاکے جسم جو خود خاک ہے اُس کا نشو و نما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں قبچاق۔ ایک مشہور صحرا ہے وہاں کی ترک قوم ترکی زبان میں مشہور ہے —

[3] تا بدانی سب کا یہ انجام عبرت کیلئے ہے اور یہ جتانے کیلئے کہ یہ رنگ محض عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اعمالِ صالحہ سے چڑھتا ہے۔ جرس۔ گھنٹا جو جانور کے گلے میں باندھا جاتا ہے وہ جانور کا جزو نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

رنگِ[۱] صدق و رنگِ تقویٰ و یقیں
سچائی کا رنگ اور تقوے اور یقین کا رنگ
تا ابد باقی بود بر عابدیں
عبادت گذاروں پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق
شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ
تا ابد باقی بود بر جانِ عاق
نافرمان جان پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

چوں سیہ روئیِ فرعونِ دغا
جیسی کہ مکّار فرعون کی سیاہ روئی
رنگِ او باقی و جسمِ او فنا
اُس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ روئیِ خوبِ صادقیں
سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور شان
تن فنا شد واں بجا تا یومِ دیں
جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زشت آں زشت و خوب آں خوب و بس
بُرا وہ بُرا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس
دائم آں ضحاک و ایں اندر عبس
وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترشروئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے
طفل خویاں را بداں جنگے دہد
طفلانہ خراب عادتوں کو اُس سے جنگ میں ڈال دیتا ہے

از[۲] خمیرے اشتر و شیرے پزند
آٹے کے اونٹ اور شیر پکاتے ہیں
کودکاں از حرصِ آں کف می گزند
بچے اُس کی حرص سے ہاتھ چاٹتے ہیں

شیر و اشتر ناں شود اندر لہاں
شیر اور اونٹ منہ میں روٹی بن جاتے ہیں
در نگیرد ایں سخن با کودکاں
یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُر خاک ما چوں کودکاں
ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں
رفتہ از سر جہدِ اسباب و گماں
اسباب اور گمان کی کوشش سر سے نکل گئی ہے

کودک[۳] اندر جہل و پندار و شک ست
بچہ نادانی اور گمان اور شک میں ہے
شکر باری قوّتِ او اندک ست
خدا کا شکر ہے کہ اسمیں تھوڑی ہی طاقت ہے

وایِ زاں طفلاں کہ پیری می کنند
اُن بچوں پر افسوس ہے جو بڑاپا برت رہے ہیں
لنگ مور انند و میری می کنند
لنگڑی چونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت ست
بچہ میں تو لڑائی جھگڑے ہیں
شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
شکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے ہتھیار ہے

وایِ زیں پیرانِ طفلِ ناادیب
افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے
گشتہ از قوّت بلائے ہر رقیب
جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت بن گئے ہیں

[۱] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اسی طرح بُرے اعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو سچے ہیں اُنکے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہینگے۔ زشت۔ بُرائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو قائم و دائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ و روپ بے معنی ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[۲] از خمیرے۔ بچوں کیلئے آٹے کے شیر اور اونٹ پکائے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ وہی روٹی ہے۔ شیر و اشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھا کر اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن۔ ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی دامن میں بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[۳] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مضر نہیں ہے، کیونکہ اسمیں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وایِ۔ قابلِ افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ در اصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں۔

چوںؑ سلاح و جہل جمع آید بہم — گشت فرعونے جہاں سوز از ستم

جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں — تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

شکر کن اے مردِ درویش از قصور — کہ ز فرعونی رہیدی وز کفور

اے درویش مرد! تو کمی پر شکر کر — کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پا گیا

شکر کہ مظلومی و ظالم نہ — آیمن از فرعونی و ہر فتنہ

تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے — فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

اشکمِ تی لافِ اللّٰہی نزد — کاتشش را نیست از ہیزم مدد

خالی پیٹ نے خدائی ڈینگ نہیں ماری — کیونکہ اس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

اشکمِ خالی بود زندانِ دیو — کش غمِ ناں مانعست از مکر و ریو

خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے — کیونکہ اس کے لئے روٹی کی فکر، مکر اور چالاکی سے مانع ہے

اشکمِ پُر لُوتؔ داں بازارِ دیو — تاجرانِ دیو را در وے غریو

تو لذیذ غذا سے بھرے پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ — شیطان تاجروں کا اس میں شور ہے

تاجرانِ ساحرِ لاشیٔ فروش — عقلہا را تیرہ کردہ از خروش

جادوگر تاجر، لاشئ فروشوں نے — شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

خُم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس — کرد کرباسے ز مہتاب و غلس

انہوں نے مٹکے کو جادو سے گھوڑے کی طرح چلا رکھا ہے — چاندنی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

چوں بریشم خاک را بر می تنند — خاک در چشمِ ممیز می زنند

خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں — امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

جندلےؔ را رنگ عُودی می دہند — بر کلوخے ماں حسودی می نہند

پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں — ڈھیلے پڑے ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد — ہمچو کودک ماں بر آں جنگے نہد

وہ ذات پاک ہے جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے — بچہ کی طرح ہمیں اس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

دامنِ پُر خاکِ ماں چوں طفلکاں — در نظر ما خاک ہمچوں زرِ کاں

بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے — ہماری نظر میں خاک کان کے سونے کی طرح ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال — طفل را حق کے نشاند با رجال

بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی — اللہ تعالیٰ بچے کو مردوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

لہ چوں۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے اس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ شکر۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دعویٰ پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے ہیں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

۲ پُر لوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر و فریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان ان کو خریدتا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہا ہو سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آ جاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کرد۔ چاندنی اور اندھیرے کا سفید و سیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمیں کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

۳ جندل۔ بوزن مندل بمعنی پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ کسی قبیح چیز کو پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ واضح۔

میوۂ[1] گر کہنہ شود تا ہست خام — پختہ نبود غورہ گویندش بنام

پھل اگرچہ پُرانا ہو جائے جب تک وہ کچا ہے — (اور) پختہ نہ ہو اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام تُرش — طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش

اگرچہ وہ کچا ترش سو سال کا ہو جائے — وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد موی و ریش او سپید — ہم در آں طفلی و خوف ست و امید

اگرچہ اُس کے بال اور داڑھی سفید ہو جائیں — وہ اسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماند[2] خواہم نارسیدہ یا رسم — حق کند با من غضب یا خود کرم

میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا — اللہ (تعالیٰ) مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام — اے عجب با من کند لطف و کرم

خواہ میں پہنچوں، یا بغیر پہنچے رہ جاؤں — تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لطف و کرم کریگا

با چنیں ناقابلی و دوریئے — بخشد ایں غورہ مرا انگوریئے

باوجود ایسی ناقابلیت اور دُوری کے — وہ میرے غورے کو انگورپن بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سو — واں کرم می گویدم لا تیأسوا

میں کسی جانب سے اُمیدوار نہیں ہوں — اور وہ کرم مجھ سے "تم مایوس نہ ہو" کہتا ہے

دائما[3] خاقانِ ما کرد ست طو — گوش ما را می کشد لا تقنطوا

ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن منایا ہے — "تم مایوس نہ ہو" ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ ما زیں نا اُمیدی در گویم — چوں صلا زد دست اندازاں رویم

اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں — جب اُسنے آواز دی ہم رقص کرتے ہوئے جاتے ہیں

دست اندازیم چوں اسپاں سبس — در دویدن سوی مرعای اُنس

اسکے بعد ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح — محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

---

[2] ماند طفلانہ خوف و رجاء میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں وہاں تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کریگا یا میں مردود بارگاہ ہونگا اور بغیر عمل کے اِن خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر رسم پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ خواہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لطف و کرم کرے گا۔ با چنیں میں کچا ہوں یا دور ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگورپن دیدے گا۔ نیستم مجھے تو مجھے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے چونکہ فرمایا ہے کہ مایوس نہو، اسلئے امید وار ہوں۔ بلکہ جُبن اور بزدلی ہے یہی خوف و امید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے —

[3] دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن مناتا ہے اور جشن کے موقع پر مایوس نہو کا شاہی اعلان فرماتا ہے گرچہ ما۔ اب مولانا نے خوف و رجاء شرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کے ہوتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے۔ ناامیدی۔ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ ان سے امید وابستہ کریں گو۔ گڑھا۔ دست انداز یم۔ یعنی عمل کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی تا یوس نہو کا اعلان۔ مرعای اُنس۔ محبت کی چراگاہ یعنی مقعد صدق۔

[1] میوہ۔ دنیاداروں کا بڑھاپا انگور کچپن سے نہیں نکلتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور پک نہ پائے اور ٹھٹھر کر کچا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گرچہ۔ جو عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اسکی داڑھی اور بال سفید ہو جائیں لیکن اُس میں وہی طفلانہ حرکتیں ہیں خوف۔ خوف اور رجاء یعنی امید یم ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر و نواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے اور ایک خوف و امید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترک عمل کرے اور پھر رحمت کی امید رکھے یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں فریب اور دھوکا ہے یا کوئی شخص اللہ کی عظمت کے خوف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کر دے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے بے عمل پر بھی فضل فرما دیتا ہے یہ خوف نہیں ہے

گامِ[1] اندازیم و آنجا گام نے — جام پردازیم و آنجا جام نے
ہم قدم اٹھا رہے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے — ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست — معنیِ اندر معنی و ربّانی ست
اس لئے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں — خلاصہ کا خلاصہ اور خدائی ہیں

ہست صورت سایہ معنی آفتاب — نورِ بے سایہ بُوَد اندر خراب
صورت سایہ ہے اور معنیٰ سورج ہے — بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ[2] آنجا خشت بر خشتے نماند — نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند
کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی — چاند کے لئے برا سایہ نہ رہا

خشت گر زرّیں بُوَد بر کندنی ست — چوں بہای خشت وحی و روشنی ست
اینٹ خواہ سونے کی ہو اکھاڑنے کے قابل ہو — جبکہ اینٹ کے عوض وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفعِ سایہ مُندکیست — پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست
پہاڑ سایہ کے دفع کرنے کیلئے پارہ پارہ ہے — اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا معمولی بات ہے

بر[3] برونِ کُہ چو زد نورِ صمد — پارہ شد تا در درونش ہم زند
جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ)، کا نور پڑا — ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں — واشگافد از ہوس چشم و دہاں
بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے — ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزد ایں — از میانِ چرخ برخیز اے زمیں
اس کے لئے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے — اے زمین! آسمان کے درمیان سے اٹھ جا

تاکہ نورِ چرخ گردد سایہ سوز — شب ز سایۂ تست اے باغیِ روز
تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے — اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں — بالغاں را تنگ میدارد مکاں
یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے — بالغوں کے لئے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند — و اندرو زاں شیر بر طفلاں فشاند
اللہ تعالیٰ نے بچوں کیلئے زمین کو پالنا فرمایا — اور اس میں اس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

---

[1] گام یعنی ہاتھ پیر چلاتے ہیں لیکن وہ عمل ہیچ ہے۔ جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام قابلِ اعتبار نہیں۔ زانکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی درکار ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو خلاصہ کہ اعمال ضروری ہیں اور ان کی تاثیر رحمت اور جذبِ حق پر موقوف ہے ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال کا خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذبِ حق ہے جذب پر جو آثار مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب ان کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمال جسمی شمایہ ہیں اور معنیٰ یعنی روحانی احکام سورج ہے نور بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

[2] چونکہ۔ آبادی میں دیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آجاتا ہے اور اوصافِ بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کیلئے سایہ مانع نہیں رہتا خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اکھاڑ دینے کے لائق ہے کوہ۔ تجلی کے وقت پہاڑ نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر لیا تھا تاکہ وہ تجلی اس کے اندر پہنچ سکے۔

[3] بر برون جب کوہِ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ تجلی اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو وہ شوق اور حرص سے منہ پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں۔ جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کا سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے مانع بنجاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے ملتی زمین۔ جسم اور عالم ناسوت نابالغ خیالات کا گہوارہ ہے اور گہوارہ بالغوں کیلئے تنگ جگہ ہے بہر طفلاں۔ ان نابالغ بچوں کیلئے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

خانۂ تنگ آمد ازیں گہوارہا — طفلکاں را زود بالغ کن شہا

ان پالنوں سے گھر تنگ ہو گیا — اے شاہ! بچوں کو جلد بالغ کر دے

ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ — تا تواند رفت بالغ بیدرنگ

خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر — تاکہ بالغ، بلا توقف چل پھر سکے

خانۂ گہوارہ را ضیق مدار — تا تواند کرد بالغ انتشار

پالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ — تاکہ بالغ پھیلاؤ کر سکے

وسوسۂ کہ پادشاہزادہ را پیدا شد از سبب استغنا و کشفے کہ

اس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو

از شاہ دل اُو را حاصل شدہ بود و قصد ناشکری و سرکشی

اس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور شاہ سے سرکشی اور

می کرد شاہ را از راہِ الہام ازیں خبر شد و دلش درد کرد

ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہو گئی اور اس کا دل دکھا

رُوح اُو را از زخمے زد چنانکہ صورت شاہزادہ را خبر نبود

اسکی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (کہ خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

چوں مسلّم گشت بے بیع و شری — از درونِ شاہ در جانش جری

جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہو گیا — شاہ کے باطن سے اس کی جان کیلئے روزینہ

قوت می خورد او زِ نورِ جانِ شاہ — ماہِ جانش ہمچو از خورشید ماہ

شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا — اسکی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے

راتبہ جانی زِ شاہِ بے ندید — دمبدم بر جانِ مستش می رسید

بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ — ہر وقت اس کی مست جان کو پہنچتا تھا

آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند — زاں غذائے کش ملائک میخورند

وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں — اس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں

اندرونِ خویش استغنا بدید — گشت طغیانی زِ استغنا پدید

اس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی — بے نیازی سے سرکشی رونما ہوئی

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام — چوں عنانِ خود بدیں شہ دادہ ام

کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں — میں نے اپنی باگ اس شاہ کو کیوں دی ہے؟

حواشی

لہ خانہ۔ ان بچوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ انکو جلد بالغ کر دے۔ اِهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ "اے خدا میری قوم کو ہدایت دیدے کی طرف اشارہ ہے۔ اے گہوارہ۔ ان نابالغوں کے موانع ختم ہو جائیں اور بالغ بنکر اپنا کام کر سکیں۔ وسوسہ۔ اس شہزادے کو شاہ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہو گیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس سے سب برکات چھن گئیں۔

لہ چوں۔ شہزادہ شاہ سے استفادہ کرنے لگا اور اس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔ قوت۔ وہ اس طرح شاہ سے مستفید ہو رہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔ راتبہ۔ اسکو روح کی ایک مقررہ خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

لہ آں نہ۔ وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ ملائکہ کی خوراک روحانی غذا تھی۔ اندروں۔ اس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اس بے نیازی سے اس میں شاہ سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کہ۔ یہ سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم

چونؔ مرا ماہے بر آمد با لمع — پس چرا باشم غبارے را تبع
جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے — پھر میں غبار کے تابع کیوں بنوں؟

آب در جوئ منست و وقتِ ناز — نازِ غیر از چہ کشم من بے نیاز
میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے — میں بے نیاز، دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں؟

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند — وقتِ رُوی زرد و چشمِ تر نماند
جب دردِ سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں؟ — تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چونؔ شکر لب گشتہ ام عارض قمر — باز باید کرد دُکانِ دگر
جب میں شکر لب اور قمر جیسے رخسار والا ہو گیا ہوں — دوسری دکان کھولنی چاہیے

زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت — صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
اس انانیت سے جب نفس پھوٹنا شروع ہوا — لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد — تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد
حرص و حسد کے اس جانب سو بیابان ہیں — تب بھی اس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحرِ شہؔ کہ مرجعِ ہر آب اُوست — چوں نداند آنچہ اندر سیل و جُوست
شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے — وہ اس کو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ اُو — ناسپاسیِ عطایِ بکرِ اُو
اس کے خیال سے شاہ کا دل دکھا — اس کی نئی عطا کی ناشکر گذاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب — ایں سزای دادِ من بود اے عجب
اس نے کہا، آخر اے کمینے اور بد تمیز — تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

من چہ کردم با تو زیں گنجِ نفیس — تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
اس عمدہ خزانہ سے میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — تو نے کمینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

من ترا ماہے نہادم در کنار — کہ غروبش نیست تا روزِ شمار
میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا — جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزایِ آں عطائے نورِ پاک — تو زدی در دیدۂ من خار و خاک
اس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں — تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں — تو شدہ در حرب من تیر و کماں
میں تیرے لئے آسمان کی سیڑھی بنا — تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

لہ چونؔ مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دوسرے کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ آب۔ اب میں خود صاحبِ کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اٹھاؤں۔ سر چرا بندم جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ میں شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

لہ۲ چوں شکر لب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیے۔ زیں منی۔ جب اس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو لاکھوں بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص و حسد سے نظرِ بد بہت دور تک کام کرتی ہے تہذیبِ اخلاق کے بعد بھی فسادِ حال کا اندیشہ ہے۔

لہ۳ بحرِ شہ۔ شیخ کا دل۔ آب یعنی مریدین عطای بکر جو فیض شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سست۔ گنجِ نفیس۔ روحانی خزانہ۔ من ترا۔ یعنی میں نے تجھے منور قلب عطا کیا۔ خار یعنی خار کی سی تکلیف پہنچائی۔ نردبان۔ سیڑھی۔

درد غیرت[1] آمد اندر شہ پدید — عکس درد شاہ اندر وے رسید
غیرت کا درد شاہ میں رونما ہوا — شاہ کے درد کا عکس اس کے اندر پہنچا

مرغ دولت در عتابش بر طپید — پردۂ آں گوشہ گشتہ بردرید
دولت کا پرند اس کے عتاب سے تڑپا — اس نے اس کنارہ کئے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

چوں درون خود بدید آں خوش پسر — از سیہ کاری خود کردہ اثر
اس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا — اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ — خانۂ شادی او پر غم شدہ
وہ لطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا — اس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

باخود آمد او ز مستی عقار — زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار
وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا — اس خطا سے اس کا سر خمار کا خانہ بن گیا

ہر کہ[2] خود بینی کند در راہ دوست — مغز را بگذاشت کلی دید پوست
جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی — اس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

دشمن من در جہاں خود بیں مباد — زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
(خدا کرے) میرا دشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے — کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں — کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لئے دنیا میں حرام ہوئی — کہ (اگر) تو پیئے، فوراً خود بیں ہو جاتا ہے

بہتر از خود در تصور نایدت — ویں ہمہ از نفس خود بیں زایدت
تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا — یہ سب خود بیں نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

آنکہ با خود می خورد مے با خودست — اینچنیں مے خوار خوار و مرتدست
جو خودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہے وہ خودی میں ہے — ایسا شرابی ذلیل اور مرتد ہے

ہر کہ[3] با او می خورد بادش حلال — وانکہ بے او دم زند بادش وبال
جو اسکے ساتھ شراب پیتا ہے اس کیلئے حلال ہے — اور وہ جو اسکے بغیر "انا" کا دم بھرے اس کیلئے وبال ہے

چونکہ با او مے خورد از جام ہو — چشم بکشایم بہ بینم روی او
جو اسکے ساتھ شراب پیتا ہے اسکے جام سے ہے — میں آنکھ کھولتا ہوں اس کا چہرہ دیکھتا ہوں

بعد ازاں از خود بکلی بگسلم — ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں — شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

[1] غیرت۔ اس بات پر غیرت آئی کہ اس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مرغ دولت یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پردہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عقار۔ شراب یعنی تکبر۔ خمار۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اتار کے وقت ہوتی ہے۔

[2] ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہِ طریقت میں تکبر کرتا ہے وہ حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ وہ تباہی ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ مے۔ شراب کی حرمت اس وجہ سے ہوئی کہ اس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب عموماً خود بینی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص بے خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہے اور اس پر مستی طاری ہو وہ خود بین اور مردود ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

[3] ہر کہ با او۔ جو شخص معیتِ حق کیساتھ انانیت کی شراب پیئے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے او۔ معیتِ حق حاصل نہ ہو لیکن پھر انانیت برتے تو انانیت اسکے لئے وبال ہے۔ چشم بکشایم۔ معیتِ حق کیساتھ شراب پینے والا یہ کہتا ہے کہ میں جب آنکھ کھولتا ہوں تو اسکی تجلیات نظر آتی ہیں۔ بعد ازاں۔ یہ بھی کہتا ہے کہ اسکے بعد میں بالکل فانی ہوتا ہوں میری شراب نوشی کا یہ خلاصہ ہے کہ میری انانیت بالکل محو ہو جاتی ہے۔

اے ۵۱ کہ می خواہی کہ از خود بگسلی — تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی

اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جدا ہو جائے — تو کب تک اِس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں واگذار اے جانِ مَن — تا ببینی یارِ دل رنجانِ مَن

اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے — تاکہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شَو — غمخورِ اُو باش وازوے شاد شَو

دل دلدار کو دیدے اور آزاد ہو جا — اُس کا غم خوار بن اور اُس سے خوش رہ

نفسِ خود بر خود مگرداں چیرِ تُو — زُود اُو را باز گیر از شیرِ تُو

تو اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ بنا — تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہر چہ ہست آں مستیے دار دیقیں — خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں

جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے — خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی — کہ بکرد آں آدمیؑ را اعجمی

اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے — کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خورد ۵۲ گندم حُلّہ زو بیروں شُدہ — خُلد بر وے بادیہ و ہاموں شُدہ

انہوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیٰحدہ ہو گیا — جنّت اُن کے لئے دشت اور صحرا ہو گئی

دیدکاں شربت وُرا بیمار کرد — زہرِ آں ماو منیہا کار کرد

اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے اُنکو بیمار کر دیا — اُس "ماو من" کے زہر نے کام کر دیا

جانِ چوں طاؤس در گلزارِ ناز — ہمچو چغدے شُد بویرانہ مجاز

وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی — وہ مجاز کے ویرانے میں چغد جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند اُو از بہشت — در زمیں میراندگاوے بہرِ کشت

وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا — جو کھیتی کے لئے زمین میں بیل چلاتے تھے

اشک ۵۳ میراند اُو کہ اے ہندوئ زاو — شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاو

وہ آنسو بہاتا تھا کہ اے قوی ڈاکو! — تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردۂ اے نفسِ بد بارِدِ نفس — بیحفاظی باشہِ فریاد رس

اے نفسِ بد سرد مہر! تو نے کی — بے لحاظی، فریاد رس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی زحرصِ گندمے — بر تو شُد ہر گندمِ اُو کژدمے

تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا — تیرے لئے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

---

۵۱ اے کہ۔ مولانا اِس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جان کی قید سے آزاد ہو جا۔ جاں۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا۔ دل رنجاں یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کرنے والا۔ نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہ ہو اور لذّتوں سے اُنکو محروم کر دے۔ ہر چہ۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اُنکو ترک کر دے۔ مستیِ گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھو حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُسی نے اُنکو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

۵۲ خورد۔ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جُدا ہو گیا اور وہ جنّت سے محروم ہو گئے۔ دید۔ اب اُس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اُنکو مریض بنا دیا۔ ماو منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ تنزل کی حالت۔ ہمچو۔ حضرت آدمؑ نے زمین پر آکر ہل جوتا۔

۵۳ اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا۔ ہندو چور یعنی نفس۔ زاو۔ قوی یعنی نفس۔ دُمِ گاو۔ یعنی جسمانی علاقے۔ بارد نفس۔ جس کے کلام میں کوئی گرمی نہ ہو۔ بیحفاظی یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔

در سرت آمد ہوای مادمن — قید[۱] بیں برپای خود پنجاہ من
تیرے سر میں "مادمن" کی ہوا بھری — اپنے پاؤں پر پچاس من کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط بر جانِ خویش — کہ چرا گشتم ضدِ سلطانِ خویش
وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا — کہ میں اپنے شاہ کا مخالف کیوں بنا!

آمد او با خویش استغفار کرد — با انابت چیزِ دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اُس نے توبہ کی — توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بود — رحم کن کاں درد بیدرماں بود
وہ درد جو ایمان کی وحشت سے ہو — رحم کر، کیونکہ وہ درد ناقابلِ علاج ہے

مر[۲] بشر را خود مبا جامہ درست — چوں رہید از صبر در حیں صدر جست
(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو — جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فوراً مسند جگہ حاصل کی

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد — کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں — کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرے گا نہ درستگی کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است — نفسِ کافر نعمت است و گمرہ است
مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے — نفس، نعمت کا کافر ہے اور گمراہ ہے

نفسِ کافر خود ہمی ندہد اماں — گشت طاغی چونکہ فارغ شد ز ناں
کافر نفس خود امن نہیں دیتا — جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکشی بن جاتا ہے

آدمی[۳] خود مبتلا بہتر بود — زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
آدمی خود مبتلا بہتر ہے — کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور ہوتا ہے

خطابِ حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد از یں خلائق کہ قبضِ جانِ ایشاں کردی و جوابِ او حضرتِ عزت را

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور اُن کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب — بر کہ رحم آمد ترا از ہر کئیب
اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ سے فرمایا کہ اے نقیبِ حق! — تجھے سب غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد — لیک ترسم امر را اہمال کرد
اُنھوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے — لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

---

[۱] قید۔ اب اس بیڑی کی وجہ سے میرا اٹھنا رک گئی۔ نوحہ۔ وہ اس بات پر نوحہ کرتا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیزِ دیگر۔ شاید بادشاہ سے معافی مراد ہو۔ وحشتِ ایمان۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عرفان اور فیضِ الٰہی، وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس کیفیت کے مفقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بیدرماں۔ یعنی اُس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[۲] مر بشر را۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر خود بینی بھی موجبِ ہلاکت ہے۔ صبر۔ جو مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر۔ یعنی اپنی بڑائی۔ پنجہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ نفس۔ انسان کیلئے ضرورت سے زیادہ دولت مضر ہے۔ نفس۔ نفس ایک تو خود ہی تباہ کرنیوالا ہو جب اسکو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[۳] آدمی۔ عام انسانوں کیلئے حالتِ ابتلاء بہتر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہر کہ۔ نمرود کے قصہ سے یہ بتانا ہے کہ اُس کا کمال اور مال موجبِ زوال بنا۔ نقیب۔ سردار۔ کئیب۔ رنجیدہ۔ امر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپکے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

[۵۱] تا بگویم کاشکے یزداں مرا — در عوض قرباں کند بہرِ فنا

یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے — جان کے بدلے میں قربان کر دے

گفت بر کہ بیشتر رحم آمدت — از کہ دل پُر سوز و بریاں تر شدت

فرمایا کہ تجھے بہت زیادہ کس پر رحم آیا؟ — تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بھنا؟

گفت روزے کشتیے بر موجِ تیز — من شکستم ز امرت تا شد ریز ریز

عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی — میں نے حکم سے توڑ دی حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی

پس بگفتی قبض کن جانِ ہمہ — جز زنے و طفلکے را زاں رمہ

پھر آپ نے فرمایا سب کی جان قبض کر لے — اس گروہ میں سے ایک عورت اور بچے کے علاوہ

ہر دو بر یک تختۂ درماندند — تختہ را آں موجہا میراندند

وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے — تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد — از خلاصِ ہر دو ام دل گشت شاد

جب ہوا نے اس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا — دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

[۵۲] باز گفتی جانِ مادر قبض کن — طفل را بگذار تنہا ز امرِ کُن

پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لے — "امرِ کُن" کی وجہ سے بچے کو تنہا چھوڑ دے

چوں ز مادر بگسلیدم طفل را — خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا

جب میں نے بچے کو ماں سے جدا کر دیا — آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

پس بدیدم دردِ ماتمہائے زفت — تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت

پھر میں نے بھاری ماتموں کا درد دیکھا — اس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی

[۵۳] گفت حق آں طفل را از فضلِ خویش — موج را گفتم فگن در بیشہ ایش

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کیلئے — موج سے کہا، اس کو ایک جھاڑی میں ڈال دے

بیشۂ پُر سوسن و ریحان و گُل — پُر درخت و میوہ دار و خوش اُکُل

ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گُل سے پُر تھی — درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور عمدہ خوراک والی تھی

چشمہائے آبِ شیرینِ زلال — پروریدم طفل را با صد دلال

صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی) — میں نے بچہ کو سو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مرغِ مطرب خوش صدا — اندراں روضہ فگندہ صد نوا

لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے — اس باغ میں سینکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

۵۱ تا بگویم۔ یہاں تک پہنچ ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موجِ تیز۔ تیز دھارا۔ امر۔ آپ کے حکم سے۔ رمہ۔ جماعت۔ چوں بساحل۔ جب وہ بچہ اور اس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب یہ بچ گئے۔

۵۲ باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی روح قبض کر لے۔ بگسلیدم۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تھا آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کام کتنا بھاری پڑا تھا۔ میرے دل میں درد کی انتہا تھی اور اس کا غم دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

۵۳ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہا۔ اس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اس بچہ کو ستر نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بسترش[۱] کردم ز برگِ نسترن — کردم اُو را ایمن از صدمہ فِتَن

میں نے اُس کے لئے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا — میں نے اُس کو فتنوں کے صدمے سے محفوظ کر دیا

گفتہ من خورشید را کو را مگز — باد را گفتہ برو آہستہ وز

میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا — ہوا سے کہہ دیا، اُس پر آہستہ چل

ابر را گفتہ برو باراں مریز — برق را گفتہ برو مگرای تیز

آسمان سے کہہ دیا، اُس پر بارش نہ برسا — بجلی سے کہہ دیا اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال — پنجہ اے بہمن بریں روضہ مَمال

اے خزاں! اِس چمن سے اعتدال نہ لے جانا — اے بہمن! اس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبانِ راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[۲] کہ از گرگِ عنید — وقتِ جمعہ بر رعا خط می کشید

اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیے کی وجہ سے — جمعہ کے وقت گلہ پر خط کھینچ دیتے تھے

تا بروں ناید ازاں خط گوسپند — نے در آید گرگ و دُزدِ با گزند

تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے — بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آ جائے

بر مثالِ دائرہ تعویذِ ہُود — کاندراں صرصر امانِ آل بود

(حضرت) ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح — جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید — وز بروں مُثلہ تماشا می کنید

آٹھ دن، اُس دائرے میں چُپ رہو — اور باہر، ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشہ دیکھو

بر ہوا[۳] بُردے فگندے بر حجر — تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر

وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی — حتّٰی کہ گوشت اور ہڈی ایک دوسرے سے جدا کر دیتی

یک گروہ را بر ہوا برہم زدے — تا چو خشخاش اُستخواں ریزہ شدے

ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی — یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتا

آں سیاست را کہ لرزید آسماں — مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں

وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا — اُس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کنی اے بادِ سرد — گِردِ خطِ دائرہ آں ہودؑ گرد

اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو (اپنی) طبیعت سے یہ کرتی ہو — تو (حضرت) ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد چکر کاٹ

---

۱ بسترش۔ میں نے سیوتی کے پتوں سے اُس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ مگز۔ گزیدن کاٹنا، ڈسنا۔ مگرای۔ گرائیدن مائل ہونا، جھکنا۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن ماگھ سے ملا ہوا مہینہ۔ کرکٹ جس طرح اِس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اِسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیئے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

۲ شیبان۔ یہ بزرگ بکریاں چراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ بر مثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مُثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اُس ہوا سے کٹ کر گرتے تھے

۳ بر ہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ یک گروہ۔ کچھ لوگوں کو فضا میں باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ اُنکو جو سزا ملی اُس

ورِ بحرص ایں می کند گرگِ نژند — گو بیا در خطِ راعی کُن گزند

اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے — کہدو (حضرت شیبانؒ) راعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں — یا بیا و محو کُن از مُصحف آیتیں

اے فلسفی! طبعیات سے اوپر اس ملک کو دیکھ — یا آجا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن بندے بنہ — یا مُعلم را بمال و سہم دہ

ہیانجیوں کو روک، نصیحت کر — یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست — عجزِ تو دانی ازاں روزِ جزاست

تو عاجز اور حیران ہے، کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے — تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجزہا داری تو در پیش اے لجُوج — وقت شُد پنہانیاں را نک خرُوج

اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز در پیش رکھتا ہے — اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

خُرّم[۲] آنکہ عجز و حیرت قُوتِ اُوست — در دو عالم خفتہ اندر ظلِّ دُوست

مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے — وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم در اوّل عجزِ خود را اُو بدید — مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید

اس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا — مُردہ ہوگیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بر وے بتافت — از عجوزی در جوانی راہ یافت

زلیخا کی طرح اس کا یوسف اس پر چمکا — اس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پالی

زندگی[۳] در مُردن و در محنت ست — آبِ حیواں در درونِ ظلمت ست

زندگی مرجانے اور مجاہدہ میں ہے — آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصہ پرورش دادنِ حق تعالیٰ نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جانِ عارفاں — از سموم و صرصر آمد در اماں

خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا — لُو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچّہ نو زادہ بُود — گفتمش او را بشیر دہ طاعت نمُود

ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جنا تھا — میں نے اس سے کہا دودھ پلا، اس نے اطاعت کی

---

[۱] وَرْ بحرص۔ اگر بھیڑیے کا بھاڑنا محض اس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کہ حضرت شیبانؒ کے حصار میں پہنچکر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ نژند غضبناک۔ اے طبیعی۔ وہ فلسفی جو طبعیات کا ماہر ہے اور اشیاء میں محض طبعی خواص مانتا ہے اس سے کہو کہ عالمِ طبعیات سے اوپر ایک اور عالم ہے جو تمہیں نظر آتا ہے جسکو قرآن بتا رہا ہے مُصحف۔ قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت ہودؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی۔ تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اسکی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اصل عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجزہا۔ انسانوں کا عجز تو آگے آنیوالا ہے قیامت کے روز ہر چیز کا عجز ظاہر ہو جائیگا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ۔

[۲] خُرّم۔ پہلے عجزِ نامحمود کا ذکر تھا اب عجزِ محمود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کردے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں سوتے ہیں۔ ہم در اوّل۔ اُسنے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کرلیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہوگیا اور اُسنے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرلیا جنمیں عموماً تابعداری اور اعتقاد کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے حدیث شریف ہے عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ۔ از عجوزی۔ اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائیگی

[۳] زندگی۔ اصل بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی کے بعد آتا ہے قصہ۔ پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔ آں روضہ جس جھاڑی میں نمرود کی پرورش ہوئی تھی وہ عارفوں کی روح کی طرح تھا۔ یک پلنگے۔ اس جنگل میں ایک چیتے کے بچہ پیدا ہوا تھا۔

پَس ادش شیر و خدمتہاش کرد
تو اُس نے اس کو دودھ پلایا اور خدمتیں انجام دیں

تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[1] فطامش شد بگفتم با پری
جب اُس کا دودھ چھوٹا میں نے جنات سے کہا

تا درآموزید نطق و داوری
کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ

پرورش دادم مر اُو را زاں چمن
میں نے اُس کو اس چمن سے ایسا پرورش کیا

کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
کہ میرا تصرّف گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ من ایوبؑ را مہرِ پدر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی

بہرِ مہمانیِ کرماں بے ضرر
کیڑوں کی مہمانی کے لیے، بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کرماں را بر و مہرِ ولد
کیڑوں کو ان کے لیے اولاد کی سی محبت دی تھی

بر پدر ز من اینت قدرت اینت ید
باپ پر مجھے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں[2] را مہرِ من آموختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی

چوں بود شمعے کہ من افروختم
وہ شمع کیسی ہوگی جو میں نے روشنی کی؟

صد عنایت کردم و صد رابطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو علاقے

تا بہ بیند لطفِ من بے واسطہ
تاکہ وہ میری مہربانی بغیر واسطے کے دیکھے

تا نباشد از سبب در کشمکش
تاکہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو

تا بود ہر استعانت از منش
تاکہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تا خود از ما ہیچ عذرے نبودش
تاکہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ رہے

شکوہ نبود ز ہر یارِ بدش
اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں حضانت دید با صد رابطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی

کہ بہ پروردم ورا بے واسطہ
کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[3] او آں بود اے بندہ جلیل
اے جلیل بندے! اُس کا شکریہ وہ ہوا

کہ شد اُو نمرود و سوزندہ خلیلؑ
کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکرِ شاہ
ایسے ہی جیسا کہ اس شہزادے نے شاہ کا شکریہ

کرد از استکبار و استکثارِ جاہ
تکبّر اور رُعب کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا من تابعِ غیرے شوم
کہ میں غیر کا تابع کیوں بنوں؟

چونکہ صاحب مُلک و اقبالے بوم
جبکہ میں صاحبِ مُلک اور اقبال ہوں

---

[1] چوں فطامش جب اُس نمرود کا دودھ چھڑا دیا گیا تو تربیت اور تعلیم کیلئے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش سخن کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی اِس طرح پرورش کی جو بیان سے باہر ہے۔ دادہ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لئے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو وہ اسکو اٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کرماں۔ کیڑے بھی اُنسے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

[2] مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اِس بچہ پر میں نے بلا واسطہ غذائیں پیش کیں جنہیں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تا نباشد ہم نے نمرود کی بغیر اسباب کے اسلئے پرورش کی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان نہ ہو اسلئے کہ سبب کبھی اپنے مسبب کا ذریعہ نہیں بنتا اور وہ سبب کو چھوڑ کر براہِ راست ہم سے مدد حاصل کرے۔ تا خود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اِس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ فلاں یار نے مجھے گمراہ کر دیا تھا۔ حضانت پرورش بے واسطہ یعنی بغیر اسباب کے۔

[3] شکرِ اُو۔ لیکن اُسنے سب باتوں کا شکریہ اسطرح ادا کیا کہ

[illegible]

۴۰

لُطفہاے شہ کہ ذکرِ آں گذشت ۱
شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا

از تکبُّر بر دلش پوشید گشت
اکڑ کی وجہ سے اُس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں

ہمچُناں نمرُود آں اَلطاف را
اسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو

زیرِ پا بنہادہ از جہل و عَما
نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھ دیا

ایں زماں کافر شدُ و رہ میزند
اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے

کبر و دعوئِ خدائی می کُند
تکبّر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رفت سُوئے آسمانِ باجلال
پُرعظمت آسمان کی طرف چلا

باسہ کرگس تا کُند بامَن قتال
تین گِدھ لے کر تاکہ مجھ سے جنگ کرے

صد ہزاراں طفلِ بے تلویم را
لاکھوں ناقابلِ ملامت بچّے

کُشت وے تا یابد ابراہیمؑ را
اُس نے قتل کئے تاکہ (حضرت) ابراہیمؑ کو پکڑ لے

کہ منجّم گفت اندر حُکمِ سال ۲
کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حکم کے اندر

زاد خواہد دشمنے بہرِ قتال
ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہو گا

ہیں بکُن در دفعِ آں خصم احتیاط
خبردار اُس دشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر

ہر کہ می زائید می کُشت از خباط
جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اُسکو قتل کر دیتا تھا

کوریِ اُو رَست طفلِ وحی کَش
اُسکے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنیوالا بچا رہا

ماند خونہائے دگر در گردنش
دوسرے خون اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلکے عجب
وہ سلطنت اپنے باپ سے پائی تھی! تعجب ہے

تا غرورش داد ظلماتِ نَسب
کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کر دیا

دیگراں را گر اُم و اَب شد حجیب
اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ پردہ بنے

اُو زما یابید گوہر ہا بجیب
اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ درّندہ است نفسِ بد یقیں ۳
یقیناً نفسِ بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے

چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں
تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

در ضلالت ہست صد کُل را کُلہ
گمراہی میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے

نفسِ زشتِ کفرناکِ پُر سفہ
کفرناک بیوقوفی سے پُر بُرا نفس

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر
اے فقیر بندے! میں اسی لئے کہتا ہوں

سلسلہ از گردنِ سگ بر مگیر
کتے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

لہ لُطفہاے۔ اُس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہو گیا۔ ہمچناں۔ نمرود نے بھی اسی طرح سے تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ رفت۔ تین گِدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تاکہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ ایک بچّہ پیدا ہو گا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کر دیگا تو اُس نے لاکھوں بچّے قتل کرا دیئے تاکہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کر سکے۔ بے تلویم یعنی معصوم بچّے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

۲ کہ منجّم۔ کسی نجومی نے اسکو بتا دیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے جنگ کریگا۔ خباط۔ خبط، پاگل پن۔ وحی کش یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچّوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام نعمتیں اور سلطنت آپ کو براہِ راست ہم سے ملی تھیں، باپ سے ورثہ میں نہ ملی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو نعمتیں اور مال و دولت ملتا ہو وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اسکو تو یہ چیزیں براہِ راست ہم سے ملی تھیں۔

۳ گرگ۔ ماں باپ بیشک ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن دراصل گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ قد ضلالت۔ یہی نفس ہے جو انسان کو اپنی برائیاں نہیں دیکھنے دیتا جس طرح گنجے کی ٹوپی اسکے گنج کو چھپاتی ہے۔ سلسلہ۔ لہٰذا اس کتے کے گلے میں مجاہدوں کی زنجیر ڈالے رکھنا چاہیے۔

گر معلّم گشت ایں سگ ہم سگ است
باش ذلّت نفسہٗ کو بد رگ است

اگر یہ کتّا سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پھر بھی کتّا ہے
"اُس کا نفس ذلیل ہوا"، بنکر رہ کیونکہ وہ بد رگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی
بر سہیلے چوں ادیم طائفی

تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو چکر کاٹنے والا ہے
سہیل پر، طائف کی نرمی کی طرح

تا سہیلت وا خرد از ننگ پوست
تا شوی چوں موزہ ہم پای دوست

تاکہ سہیل تجھے چمڑے کی ذلّت سے نجات دیدے
تاکہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جملہ قرآں شرحِ خبثِ نفسہاست
بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست

تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے
قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت
در قتالِ انبیا مو می شگافت

عاد والوں کے نفس کا ذکر جنھوں نے آلہ پایا
انبیاء کے قتال میں مو شگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفسِ شوم بے ادب
ناگہاں اندر جہاں میزد لہب

ہر ہر دور میں بے ادب منحوس نفس کی وجہ سے
اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصۂ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان و زخم خورد از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دنیا برفت

اُس شہزادے کے قصّے کی جانب رجوع جو اُس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصّہ کوتہ کن کہ رایِ نفسِ کور
برد او را بعد سالے سوی گور

قصّہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے
اُس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ چوں از محو شد سوی وجود
خشمِ مریخیش آں خوں کردہ بود

شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا
اُس کا مریخ جیسا غصّہ وہ خون کر چکا تھا

چوں بترکش بنگرید آں بے نظیر
دید کم از ترکشش یک چوبِ تیر

جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا
اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوبِ تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جست
گفت اندر حلقِ او آں تیرِ تست

اُس نے کہا وہ تیر کہاں ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے جستجو کی
فرمایا، اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اُس کی طرف وہ فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا غصّہ اللہ کے غصّہ کا سبب بنا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا چونکہ تیر کش اب صحو کے بعد جب شاہ نے غصّہ کی کیفیت خود دیکھی تو خدا کی طرف رجوع کیا اور غصّہ کے ظہور ہونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت

ا ۱ معلّم۔ اگر کتّے کو سدھا بھی لیا جائے تو پھر بھی وہ کتّا ہی ہے۔ ذلّت نفسہٗ۔ تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض مجاہدے کافی نہیں ہیں بلکہ شیخ کی صحبت کے فرض کی بجا آوری ضروری ہے تو اُس کا طواف کر تارہ تاکہ تو اُس سے فیض حاصل کرتا رہے۔ سہیل۔ ستارہ ہے اُس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آجاتی ہے۔ ادیم۔ رنگا ہوا چمڑا ازی طائفی۔ حجاز کے شہر طائف کی نرمی مشہور تھی۔ تا سہیلت۔ سہیل کی شعاعوں سے نرمی کو عمدہ بنا کر اُس سے موزے بناتے تھے تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائیگا۔

۲ جملہ قرآں۔ قرآن میں نفس کی خباثتوں اور ان کی وجہ سے انجامِ بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکرِ نفس۔ قوم عاد کے نفس نے ان کو انبیاء سے جنگ پر آمادہ کیا۔ قرن۔ ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصّہ۔ قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی نحوست سے ایک سال بعد مر گیا۔

۳ شاہ۔ جب شاہ سُکر سے صحو کی طرف آیا تو اُسکو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصّہ کی وجہ سے مر گیا۔ مریخ۔ اِس ستارے کو جلّادِ فلک کہا جاتا ہے نبی اور ولی کا غصّہ اللہ تعالیٰ کے غصّہ کا سبب بن جاتا ہے اور

عفو کرد آں شاہِ دریا دل ولے ۵۱ — آمدہ بُد تیرِ اُو بر مَقتلے

اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا، لیکن — وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کُشتہ شُد در نوحہ اُو می گریست — اُوست جملہ ہم کُشندہ ہم ولیست

وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں روتا تھا — وہ سب کچھ ہے، قتل کرنیوالا بھی، ولی بھی

وَرنہ باشد ہر دو اُو پس جملہ نیست — ہم کُشندہ خَلق و ہم ماتم کُنی ست

اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے — وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شُکر می کرد آں شہیدِ زَرد خَد — کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد

وہ زرد رُو، شہید شکر کرتا تھا — کہ اُس نے جسم پر مارا اور روح پر نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست — تا اَبد معنیٰ بخواہد شاد زیست

ظاہری جسم انجام کار، خود چلا جانے والا ہے — اَبد تک رُوح خوش زندہ رہے گی

آں عتاب ار رفت ہم بر پوست رفت ۵۲ — دوست بے آزار سُوئے دوست رَفت

وہ غصہ اگر بیتا، تو بھی کھال پر بیتا — دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب چلا گیا

گرچہ اُو فتراک شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال اُو رہ گرفت

اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا — آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترینِ ہر دو بُود — صورت و معنیٰ بکُلّی اُو رُبود

اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رَو تھا — اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دخترِ و مُلک و خلافت اُو گرفت — می سَزد گر زیں بمانی در شگفت

لڑکی اور سلطنت اور خلافت اُس نے لی — مناسب ہے، اگر تو اِس سے تعجب میں رہے

مَن ز طولِ قصّہ گشتستم ملول ۵۳ — مَن غریقِ بحرِ معنیٰ تو عجول

میں قصّہ کی درازی سے ملول ہوں — میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز ہے

وانگہے از ذلت و عجز و نیاز — یافت مقصود از کریمِ کارساز

اور اُس وقت ذلّت اور عجز اور نیاز مندی کی وجہ سے — اُس نے کریم کارساز سے مقصود پا لیا

طرح کا تحمل نادر ہے جو باعثِ تعجب ہے —— ۵۳ مَن۔ میں اِس قصّہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصّہ کے ہر جزو سے اَسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورتِ قصّہ کو بیان کر دوں۔ وانگہے۔ تحمل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کر لی اور ذلت اور نیاز مندی سے قُرب اور قبولیت کی دولت اللہ کارساز سے پالی، یہ مرتبہ صرف اعطاءِ خداوندی ہے۔

۵۱ عفو کرد۔ شاہ نے اُس کو معاف کیا لیکن قدرِ الٰہی کا تیر اُس کے مَقتل پر لگ چکا تھا۔ مَقتل۔ وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کُشتہ شد۔ شہزادہ تو مر گیا اور شاہ نے رونا شروع کر دیا اِس لئے کہ اگرچہ وہ اُس کی [illegible]ت کا سبب بنا [illegible] اُس [illegible] ولی اور سرپرست [illegible] تو وہی [illegible] تو وہ صاحب [illegible]رف بھی [illegible] اور ولی و مربّی بھی۔ ورنہ۔ کمال جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں اگر صرف تصرّف کی طاقت ہو اور اُس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شکر۔ وہ شہزادہ اِس پر خدا کا شکر کر رہا تھا کہ اُس غلطی کی سزا صرف جسم نے بھگتی، روح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسمِ ظاہر۔ جسم تو لامحالہ فانی ہے اگر روح مرجاتی تو تباہی تھی۔

۵۲ آں عتاب۔ غصہ جسم پر پڑا روح کو اعظم سے جا ملی۔ گرچہ۔ اُس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ متحمل، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت۔ یعنی شاہ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ یعنی خلافت باطنی۔ می سَزد۔ اس

مثلِ[1] وصیت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اُس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہدیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش — گفتہ بُد اندر وصیت بیش بیش
اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت — اپنی وصیت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سروِ رواں — وقفِ ایشاں کردہ اُو جان و رواں
اُس کے تین لڑکے، سروِ رواں جیسے تھے — اُس نے اُن پر جان اور روح وقف کردی تھی

گفت[2] ہر چہ کالہ و سیم و زرست — آں برد زیں ہر سہ کو کاہل ترست
اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے — وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد
قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی — اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پی لیا

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم — نگذریم از حکمِ اُو ما سہ یتیم
لڑکوں نے قاضی سے کہا، اے کریم! — ہم تینوں یتیم اُس کے حکم سے درگذر نہ کریں گے

سمع و طاعت می کنیم اُو راست دست — ہر چہ اُو فرمود بر ما نافذ ست
ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُسکا ہے — جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ما[3] چو اسمٰعیل ز ابراہیمِ خود — سر نہ پیچیم ار چہ قرباں می کند
ہم (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیم سے — سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کردے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش — تا بگوید قصۂ از کاہلیش
قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے — اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا ببینم کاہلیِ ہر یکے — تا بدانم حالِ ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں — تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دو جہاں کاہل ترند — زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں — کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اُٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سَنَد — کارِ ایشاں را چو یزداں می کند
اُنھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے — چونکہ خدا اُن کا کام کر دیتا ہے

[1] مثل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جو امور دنیا میں ہو کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سروِ رواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

[2] گفت۔ اُس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا ورثہ اُس کو ملے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت با قاضی۔ قاضی سے یہ کہہ کر وہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کرینگے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ۔ جاری۔

[3] ماچو اسمٰعیل۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قاضی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کے لئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہر ایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سُنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شد یار۔ وہ زمین جس کو الٹ پلٹ کر تخم ریزی کے لئے تیار کرتے ہیں۔ کاہلی۔ عارفین دنیا کے کاموں میں توکل سے کام لیتے ہیں۔

کارِ یزداں ۵۱ را نمی بینند عام
اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عوام نہیں دیکھتے

می نیاسایند از کدّ صبح و شام
وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند
وہ دنیا کے کام میں سب سے زیادہ کاہل ہیں

در رہِ عقبیٰ زمَہ گو می برند
آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رَشید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو

ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید
آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہتریں را گفت قاضی باز گو
قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا

قصہ از کاہلی اے مال جُو
کاہلی کا قصہ، اے مال کے طالب!

ہیں ز حدِّ کاہلی گوئید باز
ہاں کاہلی کی انتہا، بیان کرد

تا بدانم حدِّ آں از کشفِ راز
تاکہ راز کھلنے سے میں اس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِّ کاہلی بشرحے دہید
ہاں کاہلی کی حد تفصیل سے بیان کرو

تا بدانم مَن بچہ حد کاہلید
تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں ۵۲ خود ہر زباں پردہ دل ست
یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے

چوں بجُنبد پردہ رُویت حاصل ست
جب پردہ ہٹ جاتا ہے، دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردہ کوچک چو یک شرحہ کباب
چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا

می بپوشد صورتِ صد آفتاب
تو سو سورجوں کی صورت کو ڈھانک دیتا ہے

گر بیانِ نُطق کاذب نیز ہست
اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے

لیک بُوئی از صدق و کذبش مخبرست
لیکن بُو اسکے سچ اور جھوٹ کو بتا دینے والی ہے

آں نسیمے ۵۳ کہ بیاید از چمن
وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے

ہست پیدا از سموم گو لخن
وہ بھٹی کی لُو سے جدا گانہ ہے

بُوئی صدق و بُوئی کذبِ گول گیر
سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانیوالی جھوٹ کی بُو

ہست پیدا در نفس چوں مُشک و سیر
سانس میں مُشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوئی اِخلاص و نفاقِ بے مزہ
اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو

ہست ظاہر ہمچو عود و انگزہ
"اگر" اور "ہینگ" کی طرح ظاہر ہیں

ہے اگر انسان جھوٹ بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائیگا اور حقیقت واضح ہو کر رہیگی —— ۵۳ آں نسیمے۔ انسان چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ بُوئی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مُشک اور لہسن میں۔ اخلاص۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ ۲

۵۱ کارِ یزداں۔ عوام ان کاموں میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات نہیں وہ صبح و شام محنت کرتے ہیں۔ در رہِ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں سُست ہیں آخرت کے کاموں میں تیز روی میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں ہیں کہ۔ یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ مہتریں۔ تینوں لڑکوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا دو تاکہ میں اندازہ لگاؤں کہ تم کس کس درجے کے کاہل ہو۔

۵۲ بیگماں۔ اب مولانا نے یہ بیان شروع فرما لیا کہ بولنے سے انسان کے عیب و ہنر ظاہر ہو جاتے ہیں ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

مولانا نے اسی مضمون پر کتاب ختم کر دی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجُنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردہ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھدی جائے تو اگر سینکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئینگے شرحہ۔ ٹکڑا۔ گر بیان۔ زبان سے کشفِ راز ضرور ہو جاتا

۲ کی بُو ہے۔ انگزہ۔ انگزد، انگ۔ ہینگ۔ واو نسبت کی ہے زد، گوند، ژار، کو زا سے اور دال کو ہا سے تبدیل کر لیا ہے۔

گر ندانی[1] یار را از دہ دلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے

از مشامِ فاسدِ خود کُن گِلہ
اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

ور ندانی تو عجوز از شاہدے
اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرے

بیگماں گشتست چشمت فاسدے
یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

ور تو نشناسی شکر را از صبر
اور اگر تو شکر کو ایلوا سے ممتاز نہ کرے

بیگماں شد حسِّ ذوقِ تو خدر
بیشک تیرے ذوق کا حس بے حس ہو گیا ہے

ور یکے شد صوتِ بلبل با غراب
اور اگر بلبل کی آواز کوے کیساتھ ایک ہے

ہست بیشک حسِّ سمعِ تو خراب
بیشک تیرے سننے کی حس خراب ہے

ور یکے گشتت سمور[2] و خار پشت
اور اگر سمور اور سی تیرے لئے ایک ہو گیا ہے

حسِّ لمسِ تو بتو بنمود پشت
تو تیرے چھونے کی حس نے تجھے پشت دکھا دی ہے

بانگِ حیزان و شجاعانِ دلیر
بزدلوں اور دلیر بہادروں کی آواز

ہست پیدا چوں فنِ روباہ و شیر
واضح ہے لومڑی اور شیر کے ہنر کی طرح

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن
اپنے حواس کا علاج کر

وانگہے راہِ طلب در پیش کُن
پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

یا زباں ہمچوں سرِ دیگیست راست
یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے

چوں بجنبد تو بدانی چہ آباست
جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے

از بخارِ آں بداند تیز ہُش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے

دیگِ شیریں را ز سکباجِ ترش
میٹھی دیگ کو، کھٹے آش سے

دست بر دیگِ نوی چوں زد فتی[3]
جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا

وقتِ بخریدن بدید اشکستہ را
خریدنے کے وقت، اُسنے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

آں یکے پرسید صاحب دَرد را
کسی ایک شخص نے صاحب درد سے دریافت کیا

گفت در چندے شناسی مرد را
اُسنے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

گفت دانم مرد را در حیں زپوز
اس نے کہا میں انسان کو منہ سے فوراً پہچان لیتا ہوں

ور نگوید دانمش اندر سہ روز
اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

واں دگر گفت ار بگوید دانمش
اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اُس کو پہچان لیتا ہوں

ور نگوید در سخن پیچانمش
اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

[1] گر ندانی۔ اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں امتیاز نہیں کر سکتا تو تیرا وہ حاسہ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے اس کا شکوہ کر۔ دہ دلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہو۔ ور۔ اگر تو معشوق اور بڑھیا میں امتیاز نہ کر سکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ ور تو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدر۔ بے حس۔ ور یکے شد۔ اگر تو کوے اور بلبل کی آواز میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا برفانی جانور ہے جس کی کھال سرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اسکے بال بہت نرم ہوتے ہیں اس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پشت۔ سی جس کی کمر پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ حیزاں۔ حیز، مخنث، بزدل۔ راہِ طلب یعنی شیخ کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ آبا۔ سالن۔ سکباج۔ وہ شوربا جس میں سرکہ ہو۔

[3] دست۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اسکو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہے یا سالم۔ آں یکے۔ حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک بڑے انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو چال ڈھال سے تین روز میں پہچان لیتا ہوں۔ واں دگر۔ دوسرے نے کہا اگر وہ بولا تو پہچان لونگا اور اگر نہ بولا تو کسی تدبیر سے بولنے پر مجبور کر دونگا۔

گفت[۱] اگر ایں مکر بشنیدہ بُوَد — لب بہ بندد در خموشی در رَوَد

اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو — ہونٹ بند کرلے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں — تا اَبد پوشیدہ بادم حالِ ایں

اس نے کہا تو کہہ دے کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے — مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہیگا

حالِ یک تن گر ندانم چہ شود — واندرو نقصانِ دینم چہ بُوَد

اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانونگا تو کیا ہو جائیگا؟ — اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہوگا؟

مَثَل

آنچناں[۲] کہ گفت مادر بچّہ را — گر خیالے آیدت در شب فرا

جیسا کہ ماں نے بچہ سے کہا — اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان وجائے ہمگیں — تو خیالے زشت بینی در کمیں

یا قبرستان میں اور خوفناک جگہ میں — تو کسی بُرے خیال کو کمینگاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکن حملہ برو — اُو بگرداند ز تو در حال رُو

دل کو مضبوط کرلے اور اُس پر حملہ کردے — وہ فوراً تجھ سے مُنہ موڑ لے گا

زانکہ بے ترسے بسُویش ہر کہ رفت — آنخیالِ دیو وش بگریخت تفت

اس لئے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا — وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیو وش — ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش

بچہ نے کہا، شیطان صفت خیال سے — اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حملہ آرد اُفتد اندر گردنم — زامرِ مادر پس من آنگہ چوں کُنم

وہ حملہ کر دے، میری گردن میں آپڑے — ماں کے حکم سے، پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

تو ہمی آموزیم کہ چُست ایست — آں خیالِ زشت راہم مادر ست

تو مجھے سکھاتی ہے، کہ مضبوط کھڑا رہ — اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہوگی

دیوِ مردم[۳] را مُلقِّن آں یکے ست — غالب از وَے گردد ار خصم اندکے ست

انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنیوالا وہ ایک ہی ہے — اُسکی وجہ سے غالب آجاتا ہے اگرچہ لڑنیوالا کمزور ہے

تا کدامیں سُوی باشد آں یراش — اللہ اللہ رَو تو ہم آں سُوی باش

وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو — اللہ اللہ، جا تو اُسی جانب رہ

---

[۱] گفت۔ اُسنے کہا اگر وہ تیری اُس تدبیر کو پہلے سے سمجھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہوگا۔ میرو۔ اُسنے کہا جا تو اُس سے کہہ دے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر اسکو نہ پہچانونگا میرا کیا بگڑیگا۔ حالِ یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہوا تو میرے دین میں کیا نقصان آجائیگا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ مَثَل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

[۲] آنچنانکہ۔ ماں نے بچے سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈراؤنا خیال آئے یا قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کر ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہے تو دل مضبوط کرکے اُس پر حملہ کر دینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلا خوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچے نے کہا کہ اگر اُسکی ماں نے بھی اُسے یہی بات سمجھائی ہوگی تو وہ آکر میرے گلے میں چپٹ جائیگا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اس خیال کی بھی کوئی ماں ہوگی جس نے اُسکو اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

[۳] دیوِ مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کر بیٹھے جیسا کہ اس بچے نے ماں سے سوال کیا، شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اَنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب نہ آسکیگا اب اگر کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر شیطان کو بھی ایسی ہی تعلیم دیدی گئی ہو تو کیا علاج ہے مولانا اسکا جواب دیتے ہیں کہ خیال کے بارے میں ماں بچے نے جو احتمال نکالا تھا شیطان کے معاملہ میں یہ احتمال نہیں ہے اسلئے کہ یہاں تو سمجھانیوالی ایک ہی ذات ہے یراش۔ توجہ۔

گفت[1] اگر از مکر ناید در کلام
اُس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے
حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
وہ بڑا، حیلے کو جانتا ہو

سِرِّ اُو را چوں شناسی راست گو
تو اُس کے راز کو کیسے پہچانے گا؟ سچ بتا
گفت من خامُش نشینم پیشِ اُو
بولا، میں اُس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤنگا

صبر را سُلّم کُنم سُوئے درج
درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں
تا بر آیم بر سرِ بامِ فرج
تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پر پہنچ جاؤں

ہست مر ہر صبر را آخر ظفر
ہر صبر کا انجام کامیابی ہے
ہست روزی بعدِ ہر تلخی شکر
ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم
جب اُس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا ہے
منطقے بیروں ازیں شادی و غم
کوئی کلام جو اِس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کو فرستاد آں بمن
میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اُس نے میرے پاس بھیجا ہے
از ضمیر[2] چوں سُہیل اندر یمن
دل سے، جو یمن میں سہیل جیسا ہے

من بزرگیِ وُرا گردن نہم
میں اُس کی بزرگی کے لئے گردن جھکا دیتا ہوں
منتے ہم بر دل و بر تن نہم
دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

در دلِ من ایں سخن زاں میمنہ ست
یہ بات میرے دل میں اُس کی جانب سے ہے
زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ ست
کیونکہ دل سے دل کی جانب سوراخ ہے

چوں[3] فتاد از روزنِ دل آفتاب
جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا
ختم شد واللہ اَعلَمُ بِالصَّواب
ختم ہو گئی، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لِوَلدِہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملّۃ والدین قُدِّسَ سِرُّہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہٗ کا اختتام

مدّتے زیں مثنوی چوں والدم
میرے والد جب ایک مدّت تک اِس مثنوی سے
شُد خمش گفتم وُرا کاے زندہ دم
خاموش رہے، میں نے اُن سے کہا اے زندہ دم!

از چہ رُو دیگر نمی گوئی سُخن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟
بہرِ چہ بستی درِ علمِ لَدُن
علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

مِنْ رَبیعِ الثّانی۔ چہار شنبہ، ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ ——— خاتمہ: مثنوی میں تیسرے شہزادے کا قصہ ناقص چھوڑ کر مولانائے روم نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کار کی کچھ وضاحت کی ہے۔ والدم۔ یعنی مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ علم لدن: مثنوی کے مضامین لدنی علوم ہیں۔

[1] گفت۔ پھر سوال کرنیوالے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے، سوال کرنیوالے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اُس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ من خامُش۔ اُس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اُنکے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست۔ صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا۔ چوں بجوشد۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہونگے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھونگا کہ یہ خیالات اُس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔

[2] از ضمیر یعنی اُنکے قلبی خیالات ہیں۔ سُہیل۔ ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسم گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ من بزرگی۔ جب اُس کے ضمیر کا میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اُنکی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اُس کا شکر گزار ہوتا ہوں۔ در دل۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اُسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لئے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔

[3] چوں فتاد۔ اب القاء مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا وَفَّقَنِیْ لِاِتْمَامِ ھٰذَا الْکِتَاب۔ ۸ جولائی ۱۹۸۰ء یَوْمُ الْاَرْبِعَاءِ فِی السَّابِعِ وَالْعِشْرِیْنَ

قصۂ[1] شہزادگاں نامد بسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا

ماند ناسفتہ درِ سومیں پسر
تیسرے لڑکے کا موتی، بغیر بندھا رہ گیا

گفت نُطقم چوں شتر زیں پس بخفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کیطرح سو گئی

نیستش با ہیچکس تا حشر گفت
اُس کی حشر تک، کسی سے بول چال نہیں ہے

ہست باقی شرحِ ایں لیکن درون
اِس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر

بستہ شد دیگر نمی آید بروں
بند ہو گئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے

ہمچو اشترِ ناطقہ اینجا بخفت
قوتِ گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی

او بگوید مَن دہاں بستم زگفت
وہ گویائی، کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے مُنہ بند کر لیا

وقتِ رحلت آمد و جستن زجو
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے

باقیِ ایں گفت آید بے زباں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا

در دلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں
اُس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے

گفتگو آخر رسید و عمر ہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی

مژدہ[2] آمد وقتِ آں کز تن رہم
اُس وقت کی خوشخبری آ گئی جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا

در جہانِ جاں کنم جولاں ہمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا

بگذرم زیں نم در آیم در یمے
اس نمی سے گذر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش
کیونکہ یہ جہان، نمی سے زندہ اور خوشنما ہے

از یمے نم یافت زاں خوب ست و گش
اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اسلئے اچھا اور خوش ہے

چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے

در جہانِ یم ببیں تا چوں شود
غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی

یم[3] چو شہر ست و چو دروازہ ست نم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح

نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
نمی کو قطرے کیطرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے

زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ
اِس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ

در یمِ جاناں کہ تا یابی بقا
جاناں کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کرے

چونکہ نم از بحرِ جانست ایں طرف
چونکہ اِس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے

پس زراہِ جاں طلب کن آں شرف
تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

[1] قصۂ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہِ چین کی خدمت میں پہنچے تھے۔ درِ سومیں یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت نطقم یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرحِ ایں۔ یعنی تیسرے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ او یعنی قوتِ ناطقہ۔ جستن زجو۔ یعنی دنیا کی نہر کو پار کرنا۔ باقیِ ایں۔ یعنی اس قصہ کا بقیہ۔ در دل۔ اب کوئی صاحبِ باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آ جائیگا اور وہ اُس کی تکمیل کر دیگا۔

[2] مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آ گئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اس عالمِ ناسوت میں عالمِ ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ گش۔ شاد۔ چونکہ۔ یہ روح، عالمِ ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالمِ ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگا لو کیسی ہوگی۔

[3] یم۔ یہ عالمِ ناسوت، عالمِ ارواح اور ملکوت کے شہر کے لئے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اس کی اسکے مقابلہ میں قطرہ اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے اور سمندر جاناں ہے جان کی بقا جاناں سے اتصال کے اندر ہے۔ چونکہ یہاں جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اُس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی ہمت حاصل کر۔

تا[۱] ترا آنجا برد کو بودہ است — جستن اندر خاکِ یم بیہودہ است

تاکہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے — خشکی میں سمندر ڈھونڈنا، لغو ہے

جزوِ ہر خاکے بخاکستاں برد — موجِ بحرِ جاں سُوئے جاناں برد

ہر خاک کا جز، خاکستان کی جانب لے جاتا ہے — جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لیجاتی ہے

پس زجاں کن وصلِ جاناں را طلب — بے لب و بے کام می گو نام رب

جاناں کے وصل کو (دل و) جان سے طلب کر — بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے

تا رہی زیں حبس و ایں فانی جہاں — در جہانِ جاں بمانی جاوداں

تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے — ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے

تخمہائے عمر را در شورہ خاک — می بکاری تا شوی آخر ہلاک

عمر کے بیجوں کو، شور زمین میں — تو بو رہا ہے، تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے

ایں[۲] چنیں عمرِ عزیزِ بے بہا — بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا

ایسی قیمتی پیاری عمر کو — تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟

غبن می ناید ترا اے مردِ کار — تا دہی گلزار و گیری خارزار

اے کام کے آدمی! کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟ — کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے

عمر کاں شد صرف در دنیا، نماند — خرم آنکش حق بسوئے خویش خواند

جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی — مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا

عمرِ معدود شمردہ چوں دہی — در رہِ حق گردد آں نا منتہی

تو جب گنی چُنی عمر دیدے گا — اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لا انتہا ہو جائے گی

بے شمار و بے حد و بے عد شود — عمرِ دہ روزہ کہ در طاعت رود

بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے — وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں[۳] تجارت کن دریں بازار تو — صد ہزاراں گل بر از یک خار تو

خبردار! تو اس بازار میں تجارت کرے — تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار — دانہ برگیری ز فضلِ کردگار

تو جو ایک دانہ بوئے، لاکھوں — دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کرلے

خود شمار آنجا بود کاخر بود — بیشمارست آں طرف کاں بر بود

شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو — وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

---

[۱] تا ترا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچادے گا جہاں روحِ اعظم ہے عالمِ ناسوت میں اُس کی جستجو بیکار ہے۔ جزوِ۔ انسان کا خاکی جسم اُس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے رُوح اُس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پس۔ رُوح کو ذکر اللہ میں لگا۔ تارہی۔ جب تیری رُوح ذاکر ہوجائیگی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہوجائیگی۔ تخمہای۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کرو ورنہ تباہ ہوجائیگا۔

[۲] ایں چنیں۔ عمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مرد کار۔ معاملہ کرنیوالا۔ بونے والا۔ گلزار۔ عالمِ آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصّہ جو دنیا کی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا۔ معدود۔ دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کردیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔

[۳] ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت۔ یک خار۔ دنیوی متاع۔ از یکے۔ ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دیدیتا ہے۔ خود شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی شمار نہیں۔

سوئے[۵۱] کُلِ خود رَوا اے جزوِ جدا
اے علیحدہ جزو! اپنے کُل کی جانب جا

از خودی بگذر گریز اندر خُدا
خودی سے گذر جا، خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تَنِ ہمچو سُبو ہستی چو آب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے

گفتگو و صلح و جنگت چوں حُباب
تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حُبابست ایں نقوش و ایں صُوَر
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں

بر سرِ آبِ دروں اے نامور
اے نامور! اندرونی پانی کے اوپر

یا چو کفے بر سرِ آبِ دروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح

تا شود سِرِ دروں پیدا بروں
تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از تَف[۵۲] و از کف و از بوئے قدور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے

می نماید خوردنیہا در تنور
تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تاکہ شیرینی و یا ترشی ست آں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی

می شود ظاہر بر پیر و جواں
بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہمچنیں از فعل و قولِ مرداں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے

می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ اُو در مرتبہ چونست چیست
اُس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے

مؤمن ست و یا کہ کافر یا ولی ست
مومن ہے یا کافر، یا ولی ہے؟

آب را اندر سبوئے یم مدار
ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر (کی مدد)، کے نہ رکھ

تا نگردد آبِ شیریں ناگوار
تاکہ میٹھا پانی، ناگوار نہ بن جائے

کآب ساکن بے مدد ناخوش شود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے

رنگ و بوئے و طعمِ خوب از وے رود
اُس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت[۵۳] احمد ہر کہ دو روزش یکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں

ہست مغبون و گرفتارِ شکیست
وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید در ابلہی
بے وقوفی میں، بغیر یقین کے جی رہا ہے

پُر ز بادے ہمچو انبانِ تہی
خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پُر ہے

ہر دمے پس میرود از پیشِ صف
صف کے آگے سے، ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے

می شود صافیش دُردے ہمچو کف
اُس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

---

۵۱ سُوئے کُل ۔ رُوحِ اعظم سے اتصال پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور فنا ہے۔
حُباب ۔ بلبلہ۔ یا چو ۔ جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دیدو۔

۵۲ از تَف ۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتا دیتی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔
ہمچنیں ۔ اسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل رُوح کی حالت بتا دیتا ہے۔ جانِ اُو ۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر اور ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔
آب ۔ رُوح کے پانی کا تعلق روحِ اعظم کے دریا سے پیدا کرلے ورنہ گڑھے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

۵۳ گفت احمدؐ ۔ حدیث شریف ہے مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کرنا چاہیئے تھا۔ انبان ۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہر دمے ۔ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی مکدر ہو جاتا ہے۔

رنجِ اُو ہر لحظہ بدتر می شود — ہر دمے اُو زِ۔ش وابتر می شود

اُس کا رنج ہر لمحہ بدتر ہو رہا ہے — وہ ہر لحظہ بُرا ہو رہا ہے

سُوئے[۵۱] دوزخ میرود آں رَدِّ باب — بے عذاب بحر در نار و عذاب

وہ مردودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جاتا ہے — بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش ازانکہ کارِ تو آنجا رسد — ہر دمے غفلت ترا واپس بَرَد

اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے — (اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹ لوٹائے

رَو بسُوئے اصلِ خود ہمچوں خلیلؑ — بگذر از استارہ و چرخِ چو نیل

(حضرت) خلیل ؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا — ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے[۵۲] ہمت بر خور و بر ماہ نہ — سر بر اں ایوان و آں درگاہ نہ

ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھدے — اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سَر رکھ دے

ایں خودی را خرج کُن اندر خُدا — تا نمانی ہمچو ابلیسے جُدا

اِس خودی کو خدا میں صرف کردے — تاکہ تو شیطان کی طرح جُدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں — تا شوی دریائے بیحد و کراں

جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے — تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصہ کوتہ کُن کہ رفتم در حجاب — ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب

قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا — ہاں چُپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شکر ایں نامہ بعنوانے رسید — گم نشد نقد و باخوانے رسید

شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا — نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں کلام[۵۳] — ہر کہ ازایں بر رود آید ببام

یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے — جو اِس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائیگا

نے ببامِ چرخ کاں اخضر بُوَد — بل ببامے کز فلک برتر بُوَد

آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے — بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے

بامِ گردوں را ازو آید نوا — گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا

اُس کیلئے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے — اسی خواہش سے اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تمت الخاتمہ لولدہ مولانا بہاء الدین رح

[۵۱] سُوئے دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جارہا ہے۔ پیش۔ اس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرلے۔ خلیل ؑ۔ حضرت ابراہیم ؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔

[۵۲] پائے ہمت۔ چاند سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جدا رہیگا۔ قصہ۔ اب اس خاتمہ کو ختم کرو اور چپ ہوجاؤ۔ شکر۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے پیر بھائیوں کو پہنچا دیے۔

[۵۳] ایں کلام۔ مثنوی۔ بہ بام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مُراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مُراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اس بام کو اسی بام سے خوراک ملتی ہے اور یہ اسی کے عشق میں سرگرداں ہے۔

اِفتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا اختتام مثنویِ معنویِ مولانا جلال الدین رومی قدس سرّہٗ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذبِ ذوق وشوقِ مولانا حُسامؒ[1]
مولانا حسام (الدین) کے ذوق وشوق کی کشش

میکشد مارا بسُوئے اختتام
ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے

اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنویِ معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا

میکشد جاں را براہِ مُستوی
جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے

می تراود خود بخود از لبِ سخن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے

آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زمامِ عقلِ من در دستِ تُست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

ہر کجا خواہی بکش جاں مستِ تُست
جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ کے مست ہے

پرتوِ خور چوں در آبے اُوفتاد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا

آب دادِ آفتابے را بداد
پانی نے سورج کی عطا کی داد دی

رُوحِ مولانا جلال الدینؒ رُوم
مولانا جلال الدین رومیؒ کی رُوح

مہِ[2] برجِ معرفت، بحرِ علوم
جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں

پرتوے زد چونکہ بر طورِ دلم
جب میرے دل کے (کوہِ) طور پر عکس ڈالا

گشت نُورانی تنِ آب و گلم
میرا آب وگل کا جسم نُورانی بن گیا

ہر زمانم آں مہِ چرخِ بریں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ

میزند چشمک ببامِ دل کہ ہیں
بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں

اختتامِ مثنوی آغاز کُن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر

نامۂ سربستہ ام را باز کُن
میرے سربستہ نامہ کو کھول

آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی

نظم کُن آں دُر کہ ناسُفتہ بماند
اُس موتی کو پرو، جو بغیر پروئے رہ گیا

زُود در سِلکِ بیاں در کش دُرا
جلد اُس کو لڑی میں پرو

در رسد[3] فیضانِ رُوحانی زما
ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا

چونکہ حدِ خود ندیدم تن زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہوگیا

بر درش از عذر سر را مَن زدم
عذر سے میں نے اپنا سر اُن کے در پر رکھ دیا

---

[1] حُسام۔ حُسام الدین۔ اختتام۔ یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اسکو نمایاں کرتا ہے اسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی روح کے عکس کو جو میری روح پر پڑا میں نمایاں کر رہا ہوں۔ طور۔ کوہِ طور۔ [2] مہِ۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں۔ بحر۔ یعنی مولانائے روم۔ میزند۔ یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ مثنوی کا خاتمہ لکھ۔ ناگفتہ۔ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔

[3] در رسد۔ بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رومؒ نے فرمایا تھا (شعر) باقی ایں گفتہ آید بے زباں ؛ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں۔ تن زدم۔ میں خاموش ہوگا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک دید[1]
چونکہ اُس پاک نظر، ایاز کا قول

در نگاہِ دیدۂ دل می خلید
دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

کاشکستن اَمر از گوہر دشوار تر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار تر

لاجرم بستم بامر او کمر
لامحالہ میں نے اُس کے حکم سے کمر باندھ لی

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند
اے خدا اے بے کم وکیف پر قادر!

رازہا کردی درونِ سینہ بند
تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں

سینہ را صندوق سرہا کردہ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

واندراں مخزوں گہرہا کردہ
اور اُس میں موتی مخزونہ کر دیئے ہیں

رَبط دادی سینہ را با سینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے

رَبطِ ایں آئینہ با آئینہ
جس طرح اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر

کردی از صُنعِ خود اے ربِّ مجید
کر دیا، اے ربِّ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جوئے بجوئے می رَوَد
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے

باز یکسو گشتہ تا دریا دَوَد
پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رفت چوں در بحر آبِ جُوہا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا

جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

با تو رمزے[2] گفتم اے جاں گوش کن
اے جان! اُس میں کہنے تجھ سے ایک رمز کہی

جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
مجسم جان بنجا، اور جان کو ہوش بنالے

رو بسوئے آں وصیت باز گرد
چل اُس وصیت کی جانب پلٹ

زانتظار آں سہ پسر را دل بدرد
اُن تینوں لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں
اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے

سہ پسر کاہلی خود را و طلب حکم از
کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے

قاضی بصدق و صفا
ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی

سر بسر گوئید تفصیلاً بما
پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیئے

تا بدانم کاہلی کیست بیش
تاکہ میں سمجھوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مردماں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے

مرد در زیرِ سخن باشد نہاں
انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

حُقّہ، سر بستہ جانِ آدمی[3] ست
انسان کی جان، ایک سربستہ ڈبہ ہے

باز مفتاحش زبانِ آدمی ست
پھر اُس کی کنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیئے

غیرِ کشتی بر سرِ دریا کہ تاخت
کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

اولیں گفتا بداں حد کاہلم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں

کاوستاد و تنبلاں را تنبلم
کہ استاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ ما را اے سَنی
اے بزرگ! تو ہمارا حال سن لے

بُد شبِ باران و فقدِ روشنی
بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر
برف برستی تھی اور بارش اور پھاڑا

عالمے مانندِ یخ بستہ قریر
جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم پُر دُود گشت
میں پیاسا ہو گیا، میری آگ دھوئیں سے بھر گئی

آتشِ باطن بزد بر کوہ و دشت
باطن کی آگ، پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

---

[1] پاک دید۔ پاک نظر۔ کمر بستن۔ تیار ہو جانا۔ ربط۔ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آ جاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانائے روم کے سینہ میں تھے وہ میرے سینہ میں آ گئے۔ باز یکسو۔ ان مضامین کا مقصد ایک ہے۔

[2] رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیت۔ باپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ سب ترکہ میری اولاد میں سے سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔ [3] آدمی یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے یہ اہلِ ظاہر کیلئے ہے اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے اہلِ باطن کشف سے بھی باطنی احوال معلوم کر لیتے ہیں لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ دُود۔ یعنی ابخرات۔ کوہ و دشت یعنی اعضاء۔

نفسِ نالاں دَرپئے آبِ خُنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا

تنبلی اَم گفت بنشیں سیکنک[۱]
میری کاہلی نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہر جا)

از گِراں جانی بخواب اندر شُدم
میں سُستی کی وجہ سے، سونے لگا

گشتہ کاہل پای بر بستر زُدم
کاہل بن کر میں بستر پر چڑھ گیا

خواب نامد اندراں عطشانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی

دَمبدم افزود سر گردانیم
لمحہ بلمحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہرِ وضو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا

قصد کردم جانبِ آب وسُبُو
پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یادِ من آمد حدیثے از انسؓ
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی

اَسْبِغ امرِ آں رسولِ خوش نفس
اُس خوش دم رسول کا حکم کہ وضو مکمل کر

طالبِ غُرٌ مُحجَّل گشتہ زُود
میں فوراً غُرٌ محجّل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے وَدُود
اے محب! جلد وضو میں لگ گیا

کردم اِسباغِ وضوزاں آبِ سرد
میں نے اس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردیِ اُو دست وپا بیکار کرد
اُس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیئے

غالب آمد کاہلی بر مَن چناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جُرعۂ زاں اندر دہاں
کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا

از عطش می مُردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضا نے

بردِ ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

از کسالت[۲] گفتم ایں بردِ وجود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا جسم کی ٹھنڈک

حرِّ باطن عاقبت خواہد رَبُود
انجامِ کار باطن کی گرمی کو دور کردے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب در دست وبدست اسبابِ برد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بس دُور بُود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دُور تھا

از کساکت کے مرا مقدور بُود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ اَم زاں کاہلی
اُسنے کہا میں نے اس کیطرف ایک اشارہ کر دیا ہے

قاضیا تو فہم کُن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے

زاہداں در کارِ دنیا کاہل اَند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں

در اداي بارِ عُقبیٰ کامل اَند
آخرت کا بوجھ اُتارنے میں، کامل ہیں

نفس را بگُشند بہرِ نان وآب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدمِ آبی بُود شاں را شراب
پانی کا ایک گھونٹ اُن کے لئے شراب ہے

نفسِ کافر را بس ست از فربہی
کافر نفس کے مُٹاپے کے لئے کافی ہے

آنکہ[۳] بہرِ ہر عطش آبش دہی
کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دیدے

نفسِ سرکش را بسندست از قساؤ
قساوت کیوجہ سے سرکش نفس کیلئے کافی ہے

کو خورد آبے بہرِ رغبت چو گاؤ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پیئے

اَمرِ نفسِ خویش را دانی کشاؤ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے

میبرد ہر سُو ترا ایں نفسِ گاؤ
یہ بیل جیسا نفس، تجھے ہر جانب لے جاتا ہے

کارِ مرداں کاہلی در کارِ تن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے

چابکی جُستن بطاعت در مِحَن
(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کیساتھ چستی تلاش کرنا

باش کاہل بلکہ میرِ کاہلاں
کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار

از ہمہ تدبیرِ دنیا اے فلاں
اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے

کارِ عقبیٰ میکُند دنیات خُوب
آخرت کا کام، تیری دنیا کو اچھا کر دے گا

رَو زراہِ دیں درِ دُنیا بکُوب
جا دین کے راستے سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا

---

[۱] سیکنک۔ آہستہ۔ اَسبغ۔ آنحضورؐ کا حکم ہے وضو مکمل کیا کرو مکمل وضو کرنے والے قیامت میں منوّر چہرے اور منوّر اعضاء والے ہوں گے۔ غُرٌ۔ اغرّ کی جمع ہے ا روشن رُو، وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ مُحجّل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ [۲] از کسالت۔ میں نے سُستی کی وجہ سے یہ تصوّر کرلیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بُجھا دے گی۔ اسبابِ برد یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو دفع کیا جاسکتا تھا۔ کساکت۔ سُستی۔ زاہداں۔ یہ صاحبِ مثنوی کا مقولہ ہے۔ شراب یعنی نفس کُشی کیلئے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ [۳] آنکہ۔ چونکہ نفس کو موٹا کرنا نہیں چاہتے اور اُس کے مُٹاپے کیلئے یہی کافی ہے کہ تو اُس کی خواہش پر اُسکو پانی پلاتا ہے۔ بسند۔ کافی۔ قساؤ۔ دل کی سختی۔ کشاؤ۔ شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔ مِحَن۔ مشقتیں۔ کارِ عقبیٰ۔ جو اللہ کے کاموں میں لگتا ہو اللہ تعالیٰ اُسکی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ ہر کس منقطع
پیغمبرؐ نے فرمایا ہو کہ جو شخص انقطاع کرنے والا
سوئے حق شد گشت کارش مجتمع
اللہ کی جانب ہوا اُس کا کام مجتمع ہو گیا

سوئے دنیا ہر کرا شد انقطاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا
گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
بلا اختلاف اُس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیلِ تمثیل کہ اختیارِ کارِ
مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام
عقبیٰ بر کارِ دنیا اولیٰ ست
کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مردِ صالحے با زُہد و وَرَع
ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیزگار تھا
داشت وجہِ قوتِ خود از حرث و زرع
جو اپنی روزی کی سبیل کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا

بود یک اُشتر مر اُو را بس حروں
اُس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا
بار ہا بگریختے کردے زبوں
بار ہا بھاگ جاتا، عاجز کر دیتا

اتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا
اُشترش بگریخت از مرعائے خویش
اُس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا

ولے دراں جمعہ اش سقائے زرع بود
اور اُس جمعہ کو اُس کی کھیتی کو پانی دینا تھا
آبِ نہر آں روز بہرش میکشود
اُس روز اُس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا

مرد حیراں گشت و گفت یا خدا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا!
نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مرا
اب میری سیرابی کی باری آ گئی

گر سقایت میکنم اُشتر کجا
اگر میں سیرابی کروں، اونٹ کہاں ہے؟
ہم کجا یابم نمازِ جمعہ را
نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

ور کنم اندر سقایت من درنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں
میشود از یبس کارِ زرع تنگ
تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا

بہر اُشتر رو بصحرا گر کنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں
ور تفحص در بیاباں بر تنم
اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زرع ہر دو میرود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں
وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟

زیں تردد ہا دلِ اُو شاخ شاخ
اس تردد سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا
زیں صد گونہ ز اشجاں بود و راخ
غموں اور درد میں سو طرح گردی تھا

عاقبت بعد از تردد گفت خوب
انجام کار، تردد کے بعد بولا، ہاں
بہرِ جمعہ رو درِ حق را بکوب
جمعہ کے لئے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں متاعِ باقی و آں فانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے
دل بفانی بستن از نادانی ست
فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبرؐ نقل کرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے
ہست جمعہ حجِ مسکینانِ فرد
جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے

کرد پس تبکیر مسجد اختیار
اُس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا
کش ثوابِ بدنہ آمد در شمار
کیونکہ شمار کرنے میں اُسکے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے

رفتہ در مسجد بحق مشغول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کیساتھ مشغول ہو گیا
جملہ ز افکارِ جہاں معزول شد
دنیا کی تمام فکروں سے جُدا ہو گیا

با نیازِ دل بصد جزع و خضوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے
گشت با حق در سجود و در رکوع
اللہ (تعالیٰ) کیلئے سجود اور رکوع میں مشغول ہو گیا

چوں فراغت یافت از وِرد و نماز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا
مرد کرد آہنگِ خانہ زود باز
اُس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تا دریں دم کارِ دنیا ہم کند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے
یکزمانے بر مکاسب بر تند
تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں معروف ہو جائے

لے سُوی۔ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اُس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اُس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔ حرث۔ کھیتی۔ حروں۔ سرکش۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ ۲ے شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ راخ۔ درد و غم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا ہو کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اُس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اِس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد۔ یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔ ۳ے کش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اُس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اونٹ۔ جزع۔ ڈر۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

(۳۱)

دید اُشتر بر مُناخش بستہ است
اُس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے

بس غریب و عاجز و تن خستہ است
بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ
اُس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟

گفت ایں را خستہ آورد ددہ
اُس نے کہا اِس کو درندہ زخمی کرکے لایا ہے

در پئے او گرگ زفت افتادہ بود
موٹا بھیڑیا اُس کے پیچھے پڑا تھا

تا بدینجا ایں حَروں را رہ نمود
حتیٰ کہ اِس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی

مرد را ہر مو زبانِ شکر گشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا

کایں شتر را حق بیاوردہ ز دشت
کہ اِس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

بایدم حالا بسوی زرع رفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہیے

تا دہم آبے بکشتِ خویش تفت
تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے دوں

آنچہ ناید کُلِّ آں در دستِ تو
جس کا کُل تیرے ہاتھ میں نہ آئے

ہیں تو مگذار اے برادر جزوِ او
خبردار اے بھائی! اُسکے جز کو نہ چھوڑ

آخرش شد سوی کشتِ خود دواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا

دید خوش سبز و دراں آبے رواں
اُس نے بہت سبز دیکھا اور اُس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مردِ خدا
وہ مردِ خدا تعجب کرنے لگا

کیں زراعت را چگونہ شد سقا
کہ اِس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ احسان آنقدر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے

کو دہد آں آب را ایں سو گذر
کہ وہ پانی کو اِس جانب گذرنے دے

آخرش پرسید از جارِ عقار
بالآخر اُس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا

کایں زراعت را کہ آورد آبشار
کہ اِس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقا کہ عجب کارِ شگرف
اُس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے

خود بخود گردید ایں سو آب صرف
پانی خود بخود اِس جانب پھر گیا

آب را میراندم اندر کشتِ خویش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا

آں گہاں می شد بزرعت پیش پیش
وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

منع میکردیم و پشتہ میزدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا

چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آگیا

حکمِ حق ایں آب در کشتِ تو راند
اِس طرح اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلایا

مرد شاداں گشت و الحمد بخواند
مرد خوش ہو گیا الحمد پڑھی

ہر کہ کارِ دیں کند دنیای دُوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کمینی دنیا

بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پڑتی ہے

ور بدنیا سر فرو آرد ز شک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے

لَا یُبَالِ اللہُ فِیْ وَادٍ ھَلَکْ
اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ...!

زیں سبب فرمود احمد مجتبےٰ
اِسی لئے احمد مجتبیٰ ؐ نے فرمایا

کہ اَتَتْکَ رَاغِمًا مِنْ نَفْسِھَا
کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

در بیانِ ایں شنو یک داستاں
اِس کے بیان میں ایک داستان سُنیے

کایں چنیں باشد طریقِ راستاں
کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیانِ حالِ آں درویش
اُس درویش کے حال کے بیان میں حکایت

کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود دنیا
جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رو بدو آورد و سوئش دوید ہم
اور دنیا نے اُس کا رُخ کیا اور اُس کی جانب

چندانکہ او پا کشید بیشتر رسید
دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویشے بسے ماجدے
ایک درویش بہت صاحبِ دل تھا

در رہِ حق چست و چابک کاملے
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں بہت چست اور

رو ز ایں و آں خلقاں تافتہ
مخلوق کے اِس اور اُس سے اُسنے منہ موڑ لیا تھا

جاں بتار و پودِ وحدت بافتہ
جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا

خلق را بگذاشتہ غارے نشست
اُس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں بیٹھ گیا

در بروی خلق و عالم جملہ بست
مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر دیا

در فضای تیہ و صحرای بعید
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں

قربِ یزداں را بخاطر برگزید
اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا

لہ مناخ۔ اونٹوں کا باڑہ۔ ددہ۔ درندہ۔ آخرش۔ اُس حال کا آخر۔ سقا۔ سیرابی۔ ہمسایہ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک۔ جار۔ پڑوسی۔ ۲ے عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ صرف۔ خرچ۔ ہر کہ۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اسکے سامنے آتی ہے۔ ز شک۔ یعنی اسکو اللہ پر بھروسہ اور یقین نہ ہو۔ ۳ے راستان۔ یعنی باخدا۔

این آں یعنی لوگوں کا مال و دولت۔ تار و پود۔ کپڑے کا تانا بانا۔ در یعنی وہ لوگوں سے ملتا تھا۔
تیہ۔ حیرانی کن جنگل۔

بود در صحرا یکے غارِ نہاں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا

مختفی گردید عارف اندراں
عارف اُس میں چھپ گیا

برنمی آمد ازاں در ہیچ گاہ
اُس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا

جز کہ اغراضِ[1] ضروری گاہ گاہ
کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا

در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا
اُسنے جگہ پکڑلی جس طرح نبیؐ نے غارِ حرا میں

دل خلیدہ از جہانِ بے وفا
بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہوکر

بعدِ ہفتہ قوتِ او برگِ شجر
اُس کی خوراک ایک ہفتے کے بعد درخت کے پتے

کمترک خوردے نخفتے تا سحر
تھوڑے سے کھاتا، صبح تک نہ سوتا

مدّتے زانساں دراں صحرا و دشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک لمبا زمانہ اسی طرح

آں غزالِ راہِ دیں آوارہ گشت
دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

واندراں آوارگی تعمیر بود
اور اُس آوارگی میں تعمیر تھی

گونہ گونہ نور را تیسیر بود
قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی

ہر کہ بُرد زیں جہاں آں سو رود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اُس جانب جاتا ہے

فصلِ اینجا وصلِ عقبیٰ میشود
اِس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بنجاتی ہے

فصل وصل آمد برش پیوند گشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی

شہر ویرانہ ست معمور ست دشت
شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے

نعلِ معکوس[2] ست جملہ ایں جہاں
یہ دنیا سب اُلٹا نعل ہے

تا نہ پے ہرگز برد کس رائیگاں
تاکہ خواہ مخواہ کوئی پتہ نہ لگائے

جدّ و کوشش شرطِ راہِ دوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جد و جہد ہے

جاہدوا مغز ست باقی پوست ست
انہوں نے کوشش کی، مغز ہے بقیہ چھلکا ہے

سخت باریک ست راہِ آں حبیب
اُس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے

کے رود بر استقامت جز لبیب
عقلمند کے سوا سیدھائی پر چل کون سکتا ہے؟

ہست عقبات اندریں راہِ گراں
اِس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں

طے نگردد بے قلاوز اے فلاں
اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی

زیں سبب فرمود آں شاہِ شفیق
اسی لئے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے

کالرّفیق اوّل بود ثمّ الطّریق
کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے

رہبرے جو تا روی تو راہِ راست
کوئی رہبر تلاش کرے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے

ورنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں

ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے

لیک یک جا ماندہ بے انقلاب
لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے

سالہا[3] کردی نماز و روزہ را
تونے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا

نورِ آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟

جملہ عمرت در عبادتہا گذشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گذری

زانچہ اوّل بود حالِ دل نگشت
دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا

گر کنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے

از جہدِ آفتہات خلقے در دریغ
تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے

تا چہل سال ایں عبادت کردہ
تونے چالیس سال یہ عبادت کی

تا کنوں حرص و ہوا را بردہ
تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے

چوں نمازت فحش و منکر را نبرد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا

داں کہ در خمِ تو خالص ہست درد
سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

چوں نہیت زو عن الفحشا بود
چونکہ اسکی وجہ سے تیرا فحش سے رکاؤ نہ ہو

منہی ست او زانکہ رجعت میشود
وہ تجھے آگاہ کرنیوالا ہے کہ واپسی ہورہی ہے

[1] اغراضِ ضروری یعنی قضاء حاجت وغیرہ۔ حرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور نبوت سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔ غزال۔ ہرن یعنی وہی درویش۔ واندراں۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر آوارگی تھی لیکن دراصل باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیر۔ اسکو خلوت میں نورِ باطنی میسر آتا ہے۔ فصل یعنی دنیا سے جدائی۔ وصل یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب۔ [2] نعلِ معکوس۔ چور اکثر اپنے جوتوں میں اُلٹا نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانیوالا مغالطہ میں پڑجائے۔ جاہدوا۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دیدیتے ہیں۔ لبیب۔ عقلمند۔ عقبات عقبہ کی جمع ہے، دشوار گذار گھاٹی۔ قلاوز۔ راہبر۔ مغاک۔ گڑھا۔ [3] سالہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ "بیشک نماز بُری باتوں اور منکر سے روکتی ہے"، تو اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ اسکی نماز اسکے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اُسکی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ منہی۔ خبر دینے والا۔

ہمچو قومِ موسیٰؑ اندر تیہ[1] و دشت
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں

واں مُناخ کہنہ منزل گاہ گشت
وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے

اِتّباعِ آں قلاؤز را بکن
تو اُس راہنما کا اتباع کر

تا بمنزل گر رسی تو بے سخن
تاکہ تو بلا کلام منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قومِ موسیٰؑ اے سفیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰؑ کی اُس قوم کی طرح

مدّتے آوارہ در جوفِ تیہ
تو تیہ کے اندر ایک مدّت تک آوارہ رہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے

باز شب را بر مُناخ خود ہماں
پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر رہتے تھے

ایں چنیں شُد ترکِ امرِ پیر ہا
پیروں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے

بے کماں پرّد چگونہ تیر ہا
تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے

کہ رسد اُو بر ہدف یا گردِ آں
کہ وہ نشانہ پر، یا اُس کے آس پاس پہنچے

ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں
یہ بہت لمبی بات ہے، ہاں

حالِ آں درویش را بشنو بجاں
اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدنِ دنیا بصورتِ زن
اُس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا

نازنینے پیشِ آں مَردِ خلوت نشین
نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیانِ غارِ تنگ آں خوش لقا[2]
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں

ہمچو ابراہیمؑ کردہ بُود جا
(حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنالی تھی

مدّتے دہ سال بُد مصروفِ کار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا

پا ز سر کردہ بیامد پیشِ یار
سر کے بل، یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت

با ہزاراں خوبی و غنج و دلال
ہزاروں حُسن اور ناز و ادا سے

غرقِ گوہر بُود از پا تا سرش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی

باجِ عالَم بُود ہر یک زیورش
اُس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا

آمد و در خدمتِ اُو ایستاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہوگئی

دست بست و از ادب لب کشاد
ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گر نہی دستِ قبولی بر سرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں

نبود اے سلطانِ دیں دور از کرم
اے شاہِ دین! کرم سے بعید نہ ہوگا

حاضرم در خدمتِ تو صبح و شام
میں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوں

وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی

مَردِ کامل[3] از رہِ نُورِ دروں
مردِ کامل نے باطنی نور سے

یافت کیں پیش آمدم دُنیائے دوں
محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت نے سُوئے من ہرگز میا
فرمایا نہیں نہیں، میری طرف کبھی نہ آ

کہ مُطلق کردہ اَم چوں مَن تُرا
کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے

مَن گریزاں از تو اینجا آمدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں

دور گشتم از تو در غارے شُدم
تجھ سے دُور ہوا ہوں، غار میں آگیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آرہی ہے

اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

گفت اے درویش اینک آمدم
اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں

مَن بحکمِ آں شہِ مُلکِ قِدَم
ازلی مُلک کے شاہ کے حکم سے

منعِ تو در بابِ من اکنوں چہ سُود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟

چونکہ حکمِ حاکم اینست اے وَدُود
اے محبّ! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

---

[1] تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مُناخ۔ اونٹوں کا باڑا۔ پیر ہا۔ یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا یہی اثر ہوتا ہے بعض نسخوں میں بے ریا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ [2] خوش لقا۔ خوش منظر۔ پا ز سر کردہ۔ یعنی سر کو پاؤں بنا کر، سر کے بل۔ غنج۔ غمزہ۔ دلال۔ کرشمہ۔ باج۔ خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک ملک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔ [3] مردِ کامل۔ اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا ہے جو ایک حسین عورت کے روپ میں میرے سامنے آئی ہے۔ من بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب مجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لامحالہ دنیا میں پھنسے گا۔

ایں بگفت واز نظر مفقود گشت
اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی

واقعہ را دید وبس مرعود[۵۱] گشت
اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دورش کنم
اُس نے کہا اگر میں اُسکو دور کروں تو بہتر ہوگا

ورنگردد مصرف گورش کنم
اور اگر وہ نہ ہٹے تو اُس کو قبر کا خرچ بناؤنگا

صرف سازم در رہِ عقبیٰ ودیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کرونگا

تا شود در عاقبت مارا معیں
تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہست زہرِ سہمناک
دنیا کا مال خوفناک زہر ہے

گر بیابی بازش اندازی بخاک
اگر تو پائے لا و پھر اُسکو خاک میں ملا دے

یعنی بہرِ گورِ خود انباز کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے

دفن کن اینجا و آنجا باز کن
اس جگہ دفن کردے اُس جگہ کھول لے

گر دریں جا بہرِ حق سازی تو صرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا

حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اللہ (تعالیٰ) اُس جگہ سو گنا درعوض دیگا

اَقْرِضُوا اللّٰہَ را ز قرآں برگزیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرے

وز حِرف غیر از سخاوت بر مچیں
اور حرفوں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر

چونکہ[۵۲] چیزے خواہد آں ربِّ مجید
وہ ربِّ مجید، جب کوئی چیز چاہتا ہے

میکند در ظاہر اسبابش پدید
ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تا بدہ سال اندراں غار آں فقیر
وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک

بود در یادِ خدائے مستجیر
یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے
اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا

زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا

اُشتر و گاو و خر از بہرِ چرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے

ہم نمی آمد در آنجا مطلق
بھی اُس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا

کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آگئی

راعیاں بہرِ چراگاہ از بعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے

قصد میکردند سوئے ہر صعید[۵۳]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں در جوارِ غارِ او
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں

بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لئے آگئے

کاہ بسیار ست مرعیٰ نیز خوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے

آمدند آنجا بگاوانِ حلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش

بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نقیر
اُس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بشر
اُس نے چند انسان دیکھے

جمع گشتہ با سوائم گاو و خر
چرنیوالی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شرب بود او منقلع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جُدا تھا

نورِ حق بود از جبینش مستطع
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُسکی پیشانی سے طلوع کر رہا تھا

جملہ چوپاناں بدو راغب شدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے

با ہزاراں خواہشش طالب شدند
لاکھوں خواہشوں کیساتھ اُس کے طالب بنگئے

مردِ فارغ در تبتل فرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا

پیشِ او ایں چاپلوسی سرد بود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ

جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!

---

۵۱ مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھگانے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکو آخرت کے کام میں لاؤنگا۔ مصرفِ گور۔ قبر کا خرچ یعنی آخرت میں کام آنیوالا۔ انباز کن۔ شریک بنالے دنیا کا دیا قبر اور آخرت میں کام آتا ہے۔ حِرف۔ حرفہ کی جمع ہے، پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔ ۵۲ چونکہ۔ جب اللہ تعالےٰ کسی بات کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چونکہ اُس درویش کو دنیا میں مبتلا کرنا تھا تو اُس کا ظاہری سبب پیدا کر دیا جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ مستجیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔ ۵۳ صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کو اگر چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چونکہ انکو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا وہ دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ نقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تبتل۔ مخلوق سے جدائی۔

گر دلت چیزے بخواہد حکم کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دیدے

تا بجا آرم ورا چوں امرِ کُن[1]
تاکہ ہم کُن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں

دید چوں درویش زاں شاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی

وز غنا و کبر شاں را کاہشے
اور استغنا اور تکبر سے اُن کا گھٹاؤ

گفت اگر شیرے بود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ

تا بجرم زہرِ ایں نفسِ چو مار
تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں

عرض کردندش کہ از قحطِ مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط کی وجہ سے

جملہ بے شیر اند چہ گاؤ چہ خر
سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی

بعد چندیں عجز و زاریہائے ما
ہماری اتنی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد

خواستی واں را ندارم وائے ما
آپ نے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے

گفت درویش از ہمہ یک را بکش
درویش نے کہا سب میں سے ایک کو دوھ لے

حق کند اتمام لیکن تو بکوش
اللہ تعالیٰ پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر

جہد شرطِ کار آمد اے عزیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے

جہد میکن جہد گر داری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ است آں سیدِ پاکیزہ خو
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ يُّجَاهِدُ نَفْسَهٗ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

بے مساعی کس نہ منزل طے نمود
کوششوں کے بغیر کسی نے منزل طے کی ہے

بر سرِ راہے نشستی چہ سود
کیا فائدہ تو سرِ راہ بیٹھ گیا ہے؟

رو قدم برگیر قطعِ راہ کن
جا قدم اٹھا اور راستہ طے کر

بعد ازاں منزل بقصرِ شاہ کن
اس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر

مرد رہ رو را کجا آرام و خواب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟

در قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہیے

راہِ حق را چوں تو آساں دیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟

از سفر داماں چرا وا چیدۂ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟

رہ برو دامن بُبر در راہ شو
جا دامن چھڑا، راستہ اختیار کر

تا نہ پیچد در دو گام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے

منزلے بس پُرخطر با خارہاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے

گر تو بے جامہ روی در وے بجاست[2]
اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہای جسم را کوتاہ کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کر لے

با دلِ فارغ تو قصدِ راہ کن
تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر

راہ بس دور است ہر سُو بیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے

گر توانی رو چو با تو تیشہ است
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا

ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا

سدِّ راہت سنگ و ہم خارہ شود
تیرے راستے کی روک پتھر اور سنگِ خارا ہوگا

تیشہ[3] چہ بود آں زِ نفیِ لا اگر
کلہاڑا کیا ہوتا ہے وہ لا اگر کی نفی کا ہے

سنگِ غیرت کہ بر تابد ز راہ
جو غیرت کے پتھر کو راستے سے ہٹا دیتا ہے

خیمہ را در قصرِ اِلَّا اللہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا

سیر آنجا با دلِ آگاہ کن
باخبر دل سے اس جگہ کی سیر کر

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کی انتہا نہیں ہے

قصۂ درویش را بشنو تو نیز
تو درویش کے قصہ کو بھی سن لے

قصۂ دوشیدنِ گاوِ نا زادہ از
بغیر بیاہی ہوئی گائے کا دودھ نکلنا اور

راہِ امتحان و سوءِ اعتقاد
بداعتقادی کی وجہ سے دوھنے کا قصہ

---

[1] چوں امرِ کن یعنی فی الفور۔ کاہشے۔ یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی۔ بجرم۔ انکے اصرار پر کہنا ماننا نفس کا تجربہ اور زہر تھا، دودھ زہر کو قطع کرتا ہے۔ ساز ہمہ۔ یعنی تم سب ہی ہے جس بجری کو جاہو۔ دامن بر۔ یعنی دنیوی علائق سے دامن چھڑائے۔ دو گام دونوں پاؤں۔

[2] گر تو جسم برہنہ ہوتے ہیں تو کانٹوں میں اُلجھتے ہیں اسی طرح علائقِ دنیا راہِ سلوک سے مانع ہوتے ہیں۔ بیشہ۔ جھاڑی راہ کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ سد۔ رکاوٹ۔ خارہ۔ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے۔

[3] تیشہ۔ راہِ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے۔ قصہ سائل بد اعتقاد چرواہے نے اس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لئے ایک ایسی گائے منتخب کی جو کبھی گیا بھن نہ ہوئی تھی۔

زاں شُباں خاست یک فِولیدہ مَرد
ان چرواہوں میں سے ایک اُلجھا ہوا انسان
رَفت سُوی گاؤ بکرے قصد کرد
گائے کی جانب چلا، بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحانِ آں فقیر
تاکہ اُس درویش کو آزمائے
کِش زِپستانِ توکّل ہست شیر
جس کیلئے توکّل کے پستان سے دودھ ہے
زَد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اس کے تھن پر آزمائش کرنے کے لئے ہاتھ مارا
جُوی شیرے اندر وِش شُد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے
وز عقیدت سَر بہ پایِ اُو زدند
اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے
شیر آوردند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا
باز سُوی آں حِرا[1] رُو پوش کرد
پھر اُسی حِرا کی جانب رُوپوش ہو گیا
جوقِ چوپاناں بشہر اندر شُدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا
لیک زیں خَرق آں ہمہ مُتعجب بُدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے
آمدندے راعیاں بر غار و دَشت
چرواہے غار اور جنگل میں آجاتے

رَفتہ رَفتہ درمیانِ شہرِ ہم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی
یافت شُہرہ قصّۂ شیر و نعم
دودھ اور جانوروں کے قصّے نے شہرت پکڑ لی
بر زبانِ خلق اُفتاد ایں سخن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی
تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بُن[2]
حتّٰی کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں
گفت شہ اُو را زیارت کردنیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے
در جہاں دیگر بہ از وَے مَرد نیست
دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزدِ درویش آمد و تشویش داد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا
صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مَرد باید کز سلاطیں وا رَہد
انسان کو چاہیئے کہ بادشاہوں سے چھوٹا رہے
وز امیراں ہمچو تیراں بر جَہد
سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعثِ تشویشِ وقت اند ایں گروہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے
گشت شیطاں ہم ز مکرِ شاں ستوہ
شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے
کِبر و نخوت ہا بخاطر پَروَرند
اُنھوں نے دل میں تکبّر اور نخوتیں پالی ہیں
ہر دَمے چوں گرگ میشے بَردَرند
ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سُلطان و امیراں پس مَرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا
تا کے باشی رعونت را گرو
تو تکبّر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبتِ شاں کِبر و غفلت آورد
ان کی صحبت تکبّر اور غفلت پیدا کرتی ہے
واں قبا ہای قناعت[3] بردَرد
اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سُلطانِ زماں
سلطانِ دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے
سیّدِ عالم نبیؐ ذو مکاں
عالم کے سردار و رُتبے والے نبیؐ نے
عالِماں ہستند امینِ دینِ حق
علماء دینِ حق کے امین ہیں
با امیراں گر نباشند ہم طبق
اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوھُم پس لصوصِ دیں شُدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے
فاحذروھُم در حقِ ایشاں زدند
پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے
چونکہ سُلطاں بعدِ عجز و لابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد
یافت رَہ چوں قند در دوشابہ
راستہ پا لیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیشِ درویش آمدن آغاز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا
مکرِ دیگر از سَرِ نو ساز کرد
از سرِ نو ایک مکر تیار کیا

[1] حِرا۔ یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرق۔ پھاڑنا یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام حالات کے خلاف ظہور پذیر ہو۔ نعم۔ چوپائے۔ شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ [2] بن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔ تشویش کرد یعنی اُس درویش کی جمعیتِ خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ۔ یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبّر۔ [3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علماء اُمراء کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔ لابہ۔ خوشامد۔ دوشابہ۔ انگور کا شیرہ۔

گفت با دستورِ خود کاے پُر خرد
اُس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند!

گر بشہرِ خود بریمش خوش بُود
اگر ہم اُسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہوگا

باعثِ برکاتِ[۱] رحمانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے

سایۂ سِدراتِ ربانی ویست
وہ خدائی سِدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے

اینچنیں مردے بشہر شہ نشیں
ایسا انسان پایۂ تخت میں

زیبِ شاہی ہست و فرِ چترِ دیں
بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے

اَلغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو
اَلغرض۔ بہانہ باز وزیر آیا

کرد با صوفی ازیں رُو گفتگو
صوفی سے اس طرح کی بات کی

مردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود
درویش مرد سب سے آزاد تھا

گفت ما را در خلش رفتن چہ سُود
کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ؟

میلِ طبعم سُوئے ویرانہ بسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے

طالبِ آرامِ خود در ہر کسے ست
ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے

طالبِ آرامِ نفسِ خود نیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں

طالبِ آرامِ جانِ رُوحا نیم
میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

در حقِ من مصلحت عُزلت نمُود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے

درمیانِ گاؤ و خر ماندن چہ سُود
گاؤ خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟

گفت پیغمبر سلامت وحدت ست
پیغمبرؐ نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے

آفتِ جانِ مہاں ایں کثرت ست
بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے

گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ
اُس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے

کے رسیدے دیں بفرعاں[۲] از اصُول
دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟

اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے

راہِ حق با اہلِ عالم چوں رسید
دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا؟

سُنتِ پیغمبراں دعوت بُود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے

آں ولی ہم بر طریقِ او رَوَد
ولی بھی اُنہی کے راستہ پر چلتا ہے

گفت پیغمبر کہ یَہْدِی اللہُ بِکْ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ ہدایت دیدے

خَیْرٌ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اِنْ کَانَ لَکْ
تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو اگر تجھ کو ملے

گفت درویش ایں ہمہ حق ست لیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن

ہر کہ بیمار[۳] ست گو پرہیز نیک
جو بیمار ہے کہدے پرہیز اچھا ہے

ورنہ پرہیزی زجاں دستے بشُو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے

رنج زائد گشت و صحت شد فرو
بیماری بڑھی اور صحت گھٹی

وانکہ صحت یافت مُطلق از مرض
اور جس نے مرض سے پوری صحت پالی

با دوا و حمیہ اُو را چہ غرض
دوا اور پرہیز سے اُسے کیا غرض؟

انبیا و اولیای راسخاں
انبیاء اور پکے ولی

رَستہ اند از رنجِ مُطلق اے فلاں
اے فلاں! بیماری سے بالکل نکل گئے ہیں

لیک در من شمّہ بیماری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے

زیں سبب از حمیہ اَم ناچاری ست
اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے

باز فرمود آں وزیرِ نیک خو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا

کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگو
یہ سب اپنی کسرِ نفسی سے نہ فرمایئے

ترکِ دنیا دادی و خود نامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود دنیا کی جانب نہیں آئے

ما بہ پیشت آمدیم از عامدی
ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں

نفسِ پاکت جانِ ما روشن نمُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی

آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

---

۱ برکات- برکات میں رہائش کا سکون شہری ضرورت سے ہے۔ سِدرات- سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے عروج کی سرحد ہے- شہر کو نشیں پایۂ تخت- چتر- چھتری، چھتر- طالبِ آرام- ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے میری روح کو بھی خلوت میں آرام ملتا ہے- عُزلت- گوشہ نشینی- گاؤ و خر بے عقل دنیا دار- رسولؐ- اگر حضورؐ گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہ بھی گوشہ نشین بن جاتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ فرعاں یعنی تابعین۔ ۲ اصول- یعنی صحابہؓ- کثرت- یعنی مخلوق کی کثرت اور مجمع- دعوت یعنی دین کی طرف بلانا۔ گفت پیغمبر- آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمر النعم سُرخ اونٹ یہ عرب کا بہت قیمتی مال تھا۔ ۳ ہر کہ بیمار- ہر چیز کا کھانا تندرست کیلئے درست ہے بیمار کیلئے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہو لہٰذا مجھے پرہیز بہتر ہے- حمیہ- پرہیز- انبیاء- نبی اور ولی پورے تندرست ہیں انکو کوئی چیز مضر نہیں ہے- کیں ہمہ یعنی اپنے مریض ہونے کی بات- ترک- آپ نے دنیا کو چھوڑ دیا دنیا خود آئے تو اسکو قبول کرنا چاہیئے

در حضورت از ہوا واز ہوس[1]
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس

می نماند در دلِ کس ہیچو خس
کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی

چونکہ خیرُ النّاسِ مَن یَنفَعُ شدست
چونکہ لوگوں میں بہتر وہ جو لوگوں کو نفع پہنچائے آیا ہے

تو بدیں حَبلُ المتِین آویزدت
آپ اس مضبوط رسّی کو پکڑیں

غافلاں از فیضِ تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے

واں کفورانِ نعم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے

گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا

تشنہ را باید کہ آید چست و تفت
پیاسے کو چاہیے کہ چست اور جلد آئے

در دلِ ہر کس کہ میل و رغبت ست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو

گو بیا کایں گوی وایں میدان ست
کہہ دے، آجا یہ گیند اور یہ میدان ہے

مدّتے بگذشت تا عرضش قبول
لیک زمانہ گذر گیا کہ اس کی گزارش قبول

می نکرد آں صوفیِ عینُ الوصول[2]
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ

آخرش چوں دید ابرامِ وزیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا

کرد در دل حیلہ آں مردِ بصیر
اس مرد بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہرِ فرحِ تو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر

سوئے قصرِ شاہ گردم راہ جو
راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آجاؤں گا

بعد ازاں ہر چہ صلاحِ وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہوگا

حسبِ حالت در عمل آوردنی ست
حسب حال عمل میں لانا ہے

رفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا

سوئے دولت خانۂ شاہِ کبیر
سلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب

چوں ز دورش دید شہ از جا بجست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہوگیا

بہرِ استقبال ایستاد او چو مست
وہ بیخود کی طرح استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا

بہرِ استخلاصِ خود آں پیرِ مرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے

سنگہا بر تافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کر دیئے

بے محابا زد بسلطاں آنچناں
بادشاہ کو بے تکلف اس طرح مارے

کو فراری گشت زاں سنگِ گراں
کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا

رفت زاں صُفّہ برون بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا

تا رہد زاں سنگہائے کنگ و زفت
تاکہ ان موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

مردِ درویش از ہنر مستانہ وار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار

سنگ پرتابید از یک تا ہزار
ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے

میزد او کشکنجر و صد منجنیق[3]
وہ گرز اور سینکڑوں گوپھن پھینکتا تھا

سوئے آں شاہِ وفادارِ عشیق
اس وفادار عاشق شاہ کی جانب

کہ بدیں حیلہ خلاصِ من شود
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے

خواندم دیوانہ ترکِ من دہد
مجھے دیوانہ کہہ دے، اور مجھے چھوڑ دے

شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا

حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں
آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی

سقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی

جز کہ نامے نہ ازاں شور کہن
اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا

شاہ دانست ایں ہمہ از لطفِ بد
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی

در شکستِ او ہزاراں ہست سود
اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں

او خلاصی جست و شد زنجیر چست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہوگئی

ایں چنیں حکمِ قضا بود از نخست
قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

---

[1] در حضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے۔ حبل المتین۔ مضبوط رسی یعنی آنحضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

[2] عین الوصول یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ عاجز کر دینا۔ بہر استخلاص۔ اس درویش نے اپنے چھٹکارے کیلئے پتھر مارنے شروع کر دیئے تاکہ اس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ صُفّہ۔ سائبان والا چبوترہ۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ کشکنجر۔ قلعہ شگاف گولہ۔ [3] منجنیق

فلاخن، گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آئندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چونکہ کشف سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا پتھر مار کر مجھے اس میں بھگایا ہے۔ او۔ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو معاملے کی گتھی نہ کھلی اور وہ بھاگ نہ سکا۔

آمد و از صدقِ در پایش فتاد
آیا اور سچائی سے اُس کے پاؤں پر گر گیا

کہ نہاں در جورِ تو صد لطف و داد
کہ آپ کے ظلم میں سیکڑوں مہربانیاں اور عطائیں ہیں

خضرؑ کشتی را شکستے میبدہد
خضرؑ کشتی کو توڑتے ہیں

و ز شکستش کشتی از ظالم رہد
اُن کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مرا چوں خضرؑ بر ساحل کشی
تو مجھے خضرؑ کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے

از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
ہزاروں قاتل گرداب سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکمِ خداست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے

رفت چوں حکمِ خدا چارہ کجاست
جب خدا کا حکم ہو گیا، تدبیر کہاں ہے؟

بر مشیتہائے اُو باید تنید
اُس کی مشیتوں پر چلنا چاہئے

چند روزے زہر ہم باید چشید
چند دن زہر بھی چکھنا چاہئے

لاجرم گفتِ شہنشہ را شنید
اُس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی

پا ز غارِ چوں جرا بیروں کشید
حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی

زر و دُر و گنج و گہر بیحد نواخت
اور بے شمار موتی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکینِ آں مکاں
صوفی کو اُس مکان کا مکین بنا دیا

ہمچو مہ در خرمنِ ہالہ جہاں
چاند کی طرح ہالے کے خرمن میں جھلکنے والا

آں فقیرِ پاک جان و راستباز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر

شد بظاہر در جوارِ عز و ناز
بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا

لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر

زاشِ جو پیشش کشیدے سفرۂ
آشِ جو کا دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دلق را کردے ببر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا

در جہادِ نفس بودے مستمر
نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں ایازؔ آں چارق و آں پوستیں
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین

در مقفل حجرہ چوں گنجِ دفیں
مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق باآں پوستیں خوش باختے
اُس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا

خویش را بر فقرِ محکم ساختے
اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے
اُس دولت سے اُس کو کچھ حاصل نہ تھا

غیرِ ایثارِ فقیرے فاضلے
فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعونِ ازل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے

لیک دار الحمد شد بیت العمل
لیکن عمل گاہ دار الحمد ہے

مالِ دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے

چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گر کنی رادی شہِ اسکندری
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے

ورنہ بر جیفہ سگِ بلغندری
ورنہ تو مُردار پر جھپٹنے والا کتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست
دنیا کے مال کیلئے اگرچہ بقا نہیں ہے

بہرِ صیدِ مرغِ عقبیٰ خوش فنیست
آخرت کے پرندے کے شکار کیلئے بہترین کرتب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی
خدائی آزمائش اور امتحان نے

داد شیطاں را زر و سیم ردی
شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

بودنِ دنیا بدانا خوشتر ست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے

زانکہ جاہل را خود او سم و ضرست
کیونکہ وہ جاہل کیلئے خود زہر اور نقصان ہے

ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر
جو شخص منتر جانتا ہے اُسکو سانپ سے کیا نقصان؟

مار او را یار باشد بے خطر
سانپ اُس کیلئے بے خطر دوست ہوگا

---

۱ خضرؑ۔ حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اُس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا گفت۔ جب صوفی کی یہ تدبیر بھی الٹی پڑی تو دل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اُس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کر دوں۔ زہر یعنی بادشاہ کی صحبت۔ ہالہ خرمنِ ماہ، چاند اور سورج کے چاروں طرف روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے آش۔ ہر وہ کھانا جو پیا جا سکے جیسے شوربا یا دلیا سُفرہ۔ دسترخوان۔ ۲ چوں ایاز۔ ایاز نے اپنے عروج کے وقت میں بھی اپنی غربت کے چپل اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اُس کو عبرت کیلئے دیکھا کرتا تھا غیر ایثار یعنی اپنی دولت سے فقراء کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیک۔ اگر انسان دنیا کو دارالعمل بنائے تو وہ دار الحمد ہے فرخندہ مبارک۔ ۳ رادی جوانمردی، سخاوت۔ جیفہ۔ مُردار۔ بلغندر۔ جھپٹنے جھگڑنے والا۔ ابتلاء۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کیلئے یہ تصرف دیدیا ہو کر وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

وَرندانی تو فسوں گردش مگرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم

تا نبازی جانِ خود را بے نبرد
تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

در بیانِ معنی آں حدیث کہ اَلدُّنیا مَزرَعَۃُ الآخِرَۃِ و تفصیلِ آں
اِس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اُس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اِسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے

گر ز دستت میشود تخمے بکار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو

تا برآری خرمنے روزِ شمار
تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اُٹھائے

ورنہ کاری مُفلسی یوم التّناد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے

گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اُٹھانے والا بن گیا

تخم را میکار و آبے ہم بپاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک

تا بری یوم الحصاد از غلہ ہاش
تاکہ کاٹنے کے دن تو اُس کی پیداوار اُٹھائے

ورنمی کاری چہ برداری ازو
اور اگر تو نہ بوئیگا تو اُس سے کیا اُٹھائیگا؟

روزِ محشر اے عُتُل وائے عُتو
محشر کے دن اے ستمگار اور اے سرکش!

ہیچ مَن یَّعمَلْ بقرآں خواندۂ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے

ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟

ہست حکمِ پاک اُو شَرًّا یَّرَہ
اس کا پاک حکم "شَرًّا یَّرَہٗ" ہے

باز بہرِ صالحاں خیرًا یَّرَہ
پھر نیکوں کے لئے "خیرًا یَّرَہٗ" ہے

ور نپاشی آب دانہ خشک شد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائیگا

واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بُد
وہ سب تکلیف اور تھکن لغو تھی

آب دِہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے

تا شود حرثِ تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم ز دُزدے اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ

تا نبُرد خام را آں بد قماش
تاکہ وہ بد فطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزدِ پنہاں از نظر ہائے عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا

میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست پاس وار
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ

تا نہ مُستاصل کُند دُزدش بداس
تاکہ چور اُس کو درانتی سے نہ اُکھاڑے

گر دمے غافل شوی از پاسِ او
اگر تو اُس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کیلئے غافل ہو

می نہد در کشتِ تو صد داسِ او
تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دیگا

کوفتہ خرمن راز کشتانت برد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیری کھیتی سے لیجائیگا

یک بیک اعضا چو کشتار برد
تیرے ایک ایک عضو کو مرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے

گر بغفلت خفتی و رَیع تو رفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چلی گئی

یا بہ نسیاں شد گناہے از تو رفت
یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا

باخود آ زود و ندامت پیشہ کُن
جلد ہوش میں آجا اور ندامت اختیار کر

وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کُن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی اُو زرعت بُرد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا

بلکہ از تو آں گہر را بُرد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہُشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے

ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اُس پر مقرر کر دے

تا بوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

لہ الدّنیا۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ یوم التناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔
٢ یوم الحصاد کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ مَن یَّعمَل۔ قرآن میں ہے فَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَلْ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ، جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا اُس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر بُرائی کرے گا اُس کو دیکھے گا۔ ٣ حرث۔ کھیتی۔ حراست۔ حفاظت۔ مستاصل۔ جڑ سے اُکھڑا ہوا۔ داس۔ درانتی۔ کُشتہ۔ کوفتہ۔ کشتان۔ کھیت۔ کشتار۔ مرغِ بسمل۔ ریع۔ پیداوار۔ گہر۔ مراد یعنی ایمان۔ ناری۔ جہنمی۔

توبخواب اُو خوش نگہبانی کند
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے
ایں چنیں حارسؔ خدا مارا دہد [۱]
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کر دے
ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے نیک مرد!
سُوئے حالِ صوفی خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستانِ درویش و وداع شدنِ دنیا ازاں مردِ حقیقت اندیش
درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہونا

مدتِ دہ سال ہم زینساں گذشت
دس سال اسی طریقہ سے گذرے
ہیچ صوفی از طریقِ خود نگشت
صوفی اپنے راستے سے نہ ہٹا
بود رسمِ شہ چو اُو گشتے سوار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا
بہرِ نظمِ مُلک یا سُوئے شکار
سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب
وقتِ رجعت سُوئے درویش آمدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا
وقفہ کردے زائرِ آں مہ شدے
ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا
ہم بریں منوال بودش کاروبار
اُس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا
بود بر مہرِ فقیر اُو جاں نثار
وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

اندریں اثنا شہ آں کار و زار
اور اِس اثناء میں وہ کار و زار کا شاہ
داشت با پروردگارِ خود نیاز
اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا
ناگہاں آں زن کہ اول آمدش
اچانک وہ عورت جو اسکے پاس پہلے آئی تھی
بارِ دیگر گشت پیدا از درش
اُس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی
گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو
صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟
چیست باز ایں سُو چرا کردی تو رُو
کیا ہے؟ تو نے پھر اِس طرف رُخ کیوں کیا؟
گفت بہرِ رخصت تو آمدم
اُس نے کہا آپ سے رخصت کیلئے آئی ہوں
الوداع اے جاں کہ من رخصت شدیم
اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں
گفت دُور اے بیوفا مکار زال
اُس نے کہا اے بیوفا مکار بڑھیا! دُور ہو جا
صد ہزاراں دام داری زیرِ چال
تو کنوئیں کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے
تو فسونِ خود بہر کس میدمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے
گشت چوں رام تو آخر می رمی
وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ گئی
ہاں برو کایں دلق من ویں پوستیں
ہاں چلی جا کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین
ہر دو موجود ست پیشِ من ببیں
دیکھ لے، دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدرِ تو کے خوردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟
پے بضعفِ عہدت اول بردہ ام
میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے
زُود باش اے بے حیا زیں جا برو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چل جا
تا بکے داری بافسونم گرو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟
از نظر غائب شد آں فتانہ زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنیوالی عورت نظر سے غائب ہو گئی
در تفکر رفت صوفی از فتن [۲]
فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا
چوں رود ایں شورشِ بلغاکِ من
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائیگی؟
چوں گشتنہا کم شود زیں انجمن
اس محفل سے جمگھٹے کیسے جائیں گے؟
شیرج و کسبہ چساں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جُدا ہوں گے؟
یرغ بر روئے جواں اُفتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑیگی؟
گر بچہ زاید تا ہمہ دولت رود [۳]
کس بات سے ہوگا کہ تمام دولت چلی جائیگی؟
آفتابِ عزِ من کاسف شود
میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائیگا
خواند لاحول و بحق مشغول گشت
اُسنے لاحول پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے مشغول ہو گیا
کان امر اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا

۱ے حارس۔ نگہبان۔ رجعت۔ واپسی۔ وقفہ۔ ٹھہراؤ۔ مہ۔ یعنی درویش۔ منوال۔ طریقہ۔ مہر۔ محبت۔ وندریں۔ اِس وقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔ آں زن یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ ہے۔ تعجب۔ چال۔ چاہ، کنواں، ہ کو لام سے بدل لیا جاتا ہے۔ ۲ے در تفکر۔ جب دنیا نے الوداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہوگی؟ میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہو جائیگا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہونگے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آئیگی۔ فتانہ۔ فتنہ میں مبتلا کرنیوالی۔ فتن۔ فتنہ کی جمع ہے۔ بلغاک۔ شور و غوغا۔ گشتن۔ بوزن جستن بسیاری۔ شیرج۔ تل کا تیل۔ کسبہ۔ کھل۔ یرغ۔ شکن۔ جوان۔ یعنی بادشاہ۔ ۳ے گر بچہ۔ یہ کس بات سے ہوگا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائیگی اور میری دولت نہ رہیگی اور میری عزت کا چاند گرہن ہوگا۔ خواند۔ اِس تفکر پر اُس نے لاحول پڑھی اور یادِ خدا میں لگ گیا۔ کان امر اللہ۔ لیکن اُس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔

چوں قضا آید شود بر عکس کار
جب قضا آتی ہے، کام اُلٹا ہو جاتا ہے

جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں

حق چو میخواہد کہ کارے را کند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے

سلسلہ اسباب را جنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دیدیتا ہے

ازقضا[1] در صبح آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو

شاہ سُوئے کوہ شُد بہرِ مَصِید
بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا

محنتے بسیار کرد و رنج بُرد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی

ہیچ با صیدے در آنجا او نخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا

تعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی

شد ز تابِ مہر جانش لخت لخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے

در اَیاب آں شاہ بر رسمِ قدیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں

قاصدِ درویش شُد او زاں رقیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنیوالا بن گیا

آمدہ بر پائے صوفی اوفتاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا

بوسہا زد بر دو پایش ز اعتقاد
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے

وقتِ گرما بُود و تابانِ آفتاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا

اندکے آسود شہ زاں حر و تاب
اُس گرمی اور تابش کیوجہ شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بر دیوار زد خوابش بُبُرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آ گئی

سُوئے سایہ ہر کسے رہ می سپُرد
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے

شاہ تنہا ماند و آں صوفیِ صاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے

از میانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر

در تقلّبہا فتادش بر شکم
کروٹیں لینے میں اُس کے پیٹ پر گر گیا

مرد درویش از رہِ لُطف و کرم
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر

خواست کاں را از شکم یکسو کند
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے

جائے دیگر دُورتر از وے نہد
دوسری جگہ اس سے دُور رکھ دے

چشمِ شہ یکبارگی بیدار شُد
شاہ کی آنکھ اچانک کُھل گئی

دید چوں خنجر برہنہ زار شُد
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زُود بر جست و بقصرِ خویش رفت
فوراً اُٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا

لیک جانش از غضب زاں در تفت
لیکن غصہ سے اس کی جان جل بُھن گئی

گفت زُود آرید آں دستور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ

تا بر انداز و سرِ ایں بے نُور را
تاکہ وہ اس بے نُور کا سر اُتار دے

من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں

بارہا سر را بپایش کردہ ام
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزائے نیکوئی زینساں بُود
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟

کز برائے کُشتنم خنجر کَشد
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سُونتے

شد وزیر آگاہ و استغفار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی

در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا

گفت بخشیدم بتو جانش خوش
کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اُس کی جان بخشی، کی خاموش ہو

کُن[2] بَدَر وے را بیک بینی دو گوش
اُس کو ایک ناک دو کان کے ساتھ نکالدے

ایں بُود صدق و وفائے پُر دِل
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے

کز پئے وہمے بعدواں شُد بدل
کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا

دل مَنہ بر لُطفِ میران و وزیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا

در دمے[3] خُلد اند و در دیگر سعیر
گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں

از یکے وہم آں تلطّف کینہ شُد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی

ہمچو کانوں در تلہّب سینہ شُد
چٹخیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا

می نہ بندی دل باں سُلطاں چرا
تو اُس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟

کو ہزاراں جُرم بخشد از عطا
جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے

جُرمہا دیدہ وظیفہ می دہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے

از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟

[1] ازقضا۔ زوال کے اسباب کا بیان ہے۔ مَصِید۔ شکار۔ تابِ مہر۔ سورج کی تپش۔ ایاب۔ واپسی۔ رقیم۔ پہاڑ، غار۔ تقلّبہا۔ یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے۔ زار۔ عاجز۔ دستور۔ وزیر۔ تا بر اندازد۔ اُس کا سر قلم کر دے۔ [2] کُن بدر۔ نکال دے۔ بیک بینی یعنی سب مال و دولت چھین کر۔ پُر دِل۔ دولتوں کا مالک۔ عُدواں۔ عداوت۔ [3] در دمے۔ یہ بادشاہ کسی وقت جنت کسی وقت دوزخ ہوتے ہیں۔ تلطّف۔ مہربانی کرنا۔ کانوں۔ بھٹی۔

ہر خطا کردی و با زار آمدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا
از خواصِ خاصِ دربارش شُدی
اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مالِ دنیا را وفا خود ایں بُوَد
دنیا کے مال کی یہی وفاداری ہوتی ہے
دل در و بستن ز نقصِ دیں بُوَد
اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں بُرد از مکرِ دنیا مردِ خوش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچالے گیا
چوں نہ بست او دل براں مغرورکش
جبکہ اس نے اس فریب خوردہ کو قتل کرنیوالی پر دل وابستہ نہ کیا
۵۱ گرفتادے اندرو گشتے ہلاک
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا، ہلاک ہو جاتا
ہمچو بلعم می شدے مسجونِ خاک
بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا
زیرِ تیغِ بیدریغِ شاہِ دُوَل
کینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے
بیشدے درویش بس زار و زبوں
درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاط کردہ بُود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی
میل سُوئے مالہا ناکردہ بُود
مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت بُرد ازیں خدّاع او
وہ اس دھوکے باز سے جان بچالے گیا
دل بزہرِ او مبند اے یارِ تو
اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر

بازسُوئے داستانِ خود رَوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں
وہ چرا از نصحِ تو غافل شوم
ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوتا ہوں
بازسُوئے داستانِ من آمدم
میں پھر داستان کی جانب آگیا
وہ دریں دریا چہ دست و پا زدم
ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویلِ من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بنگیا
۵۲ کاہلاں را کرد کاہل بیلِ من
کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسرِ دوم حالِ کاہلی خود با قاضی
دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دوم گفتا کہ بشنو حالِ من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سُن
قرعۂ میراث زن در فالِ من
میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے
نصرت الداخل نگر در بیتِ مال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر
تا بیابم از پدر مال و منال
تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کروں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں
ہستم از کوہِ گراں ترہم گراں
میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

۵۳ گرفتہ کوہے بجنبم از مکاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں
یا بَرَد سیلاب مارا رائگاں
یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیمؑ گر آتش بُوَد
یا حضرت ابراہیمؑ کی طرح اگر آگ ہو
می نتابم سر ازو ہم تا ابد
میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریاؑ شگافد ارّہ
یا حضرت زکریاؑ کی طرح اگر آرہ چیر دے
برندارم من سرِ خود ذرّہ
میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں
یا چو اسمٰعیلؑ زیرِ خنجرے
یا حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح خنجر کے نیچے
برندارم من سرِ خود از مرے
جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں
گر بریزد بر تنم صد بار نیش
اگر تو بار بار میرے جسم پر نشتر لگے
یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے
من ز تنبل بر نہ جنبانم دو دست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں
میرود گو بر سرِ من ہر چہ ہست
کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گذر جائے
گر بہ پرّد سُوئے من صد تیر راست
اگر میری طرف سیدھے تیر آئیں
از کسالت برنگردم چپ و راست
میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
برسرِ من آنچہ بپسندی رواست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے
حکم حکمِ تست بندہ خود فناست
حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

۵۱ گرفتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہو جاتا۔ بلعم۔ یہ شخص بڑا عبادت گذار تھا لیکن آخر عمر میں برباد ہو گیا۔ مسجون۔ قیدی۔ زبون۔ عاجز۔ خداع۔ دھوکہ باز، مکار۔ دوم پہلے لڑکے کی کاہل کا بیان طویل ہو گیا تو دوسرا لڑکا میرے طویل بیان سے سست ہو گیا۔ ۵۲ کاہلاں یعنی اہلِ آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کریں نے خوب بیان کر دیا ہے۔ یعنی بیان۔ گفتا یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل۔ رمل کی ایک شکل ہے جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہو جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال و دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال۔ سامان۔ ۵۳ گرفتہ۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہالے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ مرے۔ جھگڑا۔ حکم حکم تست۔ یہ خدا تعالیٰ کو خطاب ہے۔

جملہ[1] خواہشہا دراں خواہش گم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں

صلح وتدبیر وہمہ چالش گم ست
صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے

چوں جمادم حرکت وخواہش نماند
جب پتھر کیطرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی

تنبلیم دست از عالم فشاند
میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا

ہمچو میت در یدِ غسال شو
مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں مُردے کیطرح بنجا

از ارادت وز تکلم لال شو
ارادے اور بولنے سے گونگا بن جا

چوں کفیلِ من شُد اُو درکارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا

پس چرا چوں خر کشم من بارہا
تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اُٹھاؤں؟

بہ ز من تدبیرِ من میداند اُو
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے

ہر بلا را بہ ز من میراند اُو
وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے

پس چرا در نفع وضرّ خود تنم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟

از کنف ہای حمایت چوں پرم
اپنایت کے پہلو سے کیوں اُڑوں

ایں سخن پایاں ندارد الغرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض

گفت با قاضی کہ اے دفع المرض
اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!

درمیانِ ہر سہ تن کاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں

وز ہمہ نفع وضرر جاہل ترم
اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سُود ونقصانِ دو[2] عالم ہر چہ ہست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے

کاہلیِ من ز ہر دو بہتر ست
میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے

در بیانِ ایں شنو یک قصۂ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سُن لے

تا بری از تنبلِ من حصۂ
تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے

بہرِ کارے آمدم در مُلکِ خوز
میں مُلکِ خوز میں ایک کام لئے آیا

در رباطے گشتم آسودہ دو روز
ایک سرائے میں دو دن آرام کیا

شاہ[3] آنجا بُس سخی و بحرِ جُود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا

کانِ لُطف ومعدنِ احسان بُود
مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

چاوُشِ اُو ہر زماں کردے گذر
اُس کا نقیب ہر وقت گذرتا

بانگہا کردے برائے کور وکر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا

شاہ ہر شب بر سرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو

می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!

ہر کہ را میلے بمال وجاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے

دین ودنیا در رکابِ شاہ ہست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے

ہر کہ بکشاید لبِ انبانِ خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منھ کھولتا ہے

پُر کند در وے دُر ومرجانِ خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم وزر بس دُر وگوہرہای سُود
چاندی اور سونا نفع کیلئے بہت سے موتی اور جواہر

ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لئے

خوانِ یغمایش بد شمنہا ودوست
اسکا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کیلئے ہر

صرفِ محتاجاں بُود با مغز وپوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے

آنچہ خواہد از درش ہر کس برُد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے

نیست با اعدای خود اُو را حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے

دوست ودشمن پرورد از لطف وجُود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے

ہر کہ لا بہ کرد پیشش یافت سُود
جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پا لیا

دمبدم طول وسخایش در وفور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے

نیست در انبانِ جُودِ اُو فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے

جنبشِ لب کافی آمد بر درش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے

بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی بہنے والی بارش کے برسانے کے لئے

بر درش آید کسے گر صبح وشام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آجائے

کارِ اُو یابد بکلّی انتظام
اُس کا کام بالکل منتظم ہو جائے

گر بیائی بر درِ اُو صبح گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے دَر پر آئے

آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دیدے

---

[1] جملہ میں راضی برضا ہوں اور اپنی تدابیر ختم کر چکا ہوں۔ ہمچو۔ اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیے جس طرح مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لال۔ گونگا۔ کنف۔ پہلو۔ خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ [3] شاہ آنجا یعنی اللہ تعالیٰ۔ چاوش۔ نقیب یعنی انبیاء واولیاء۔ دژم۔ افسردہ۔ مرجان۔ مونگا۔ یغما۔ لوٹ۔ طول۔ طاقت۔ استمطار۔ برسوانا۔ ہامر۔ بہنے والا۔ انتظام۔ درستی۔

گر کسے در نیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدھی رات کو اس کا دروازہ پیٹے
میدہد گوہر بر از سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دیدیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں
وز خبر گیریِ خلقاں عاطلند[۱]
اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہِ ما بیدار و ہر دم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے
عالمے را خود بذاتِ او پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے
بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا
میلِ آں شہ در دلم انداختند
انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی
بر درش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا
آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا
روی او دیدہ ز خود رفتم چناں
اس کا رُخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا
کہ نیامد حرفِ اعطِ بر زباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مدتے بگذشت و من از کاہلی
ایک مدت گذر گئی اور میں کاہلی سے
ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلی من زبانم را ببست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی
ہمچو محوِ بادہ و مستِ الست
الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح

کاہلیِ من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا
کہ بخواہم از شہِ باجود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلاں زینگونہ از ہر دو جہاں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے
کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں
نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت
ہر دو را بہرِ خدای خود ہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جز خدا را از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا
نیست افزونی بود جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدا را بہرِ جنت عابدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادتگذار ہے
در رفاہِ نفسِ خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنیوالا ہے
حسنِ ذاتیِ الوہیت چہ شد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟
آہ آں حقِ ربوبیت چہ شد
افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست او معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے
در میانش ہیں وسائط[۲] را مخر
تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدا را بہرِ او عابد شوید
خدا کے عبادتگذار اس کے لئے ہی بنو
نہ کہ بہرِ حور و جنت میدوید
نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہو

حقِ آں ذاتِ خدای پاک کو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟
خود بدہ انصاف پاسخ را بگو
تو خود انصاف کر لے، جواب دے
گر پرستی بہرِ نار و یا جناں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے
عابدِ اینہا شدی اے کامراں
اے کامیاب! تو ان کا عبادتگذار بنا
گر نبودے جنت و نار اے لئیم
اے کمینہ! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی
بود معبودِ حقیقی آں رحیم
وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوطِ کاہل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کیلئے کوڑا ہیں
کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے
اسپ بجراز تازیانہ بر جہد
تیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے
خود بخود پا در رہِ عجلت نہد
وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا
جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں، ہاں جلد جا
پیشِ استا خوانِ نعمتہا بسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں
فاکہہ و اعناب بہرِ ہر کسے ست
پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازد مر ترا
اگر تو اس کے پاس جائیگا وہ تجھے نوازے گا
ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

[۱] عاطل - بیکار - اعط - تو عطا کر - الست - عہد الست - ہشت - بگذاشت - گر خدا - اگر خدائی عبادت جنت کیلئے ہے تو یہ عبادت اپنے نفس کے آرام کیلئے ہے۔
[۲] وسائط یعنی جنت اور دوزخ - پاسخ - جواب - سوط - کوڑا - اسپ بجر - تیز رو گھوڑا - جوز - اخروٹ - لوز - بادام - استا - استاد - فاکہہ - پھل - اعناب - عنب کی جمع - انگور

از طپانچہ روی گلگونت کند[1]
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا
سخت زندانی و محزونت کند
تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب ترہیب پدر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے
رو سوی مکتب نماید سر بسر
پورا رُخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آگئی
نیست محتاجِ رغوب و ہم رہوب
تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود
وہ خود بخود اُستاد کے سامنے چلا جاتا ہے
ہر سحر گاہے بسویش میدود
ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسنِ ذاتی بین و حقِ شاہیش
ذاتی حُسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ
غرق شو در بحر ہمچوں ماہیش
سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا
بیخودی شو وز خودی یکسر برآ
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل
از برای حق خدا را داں خدا
خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ
ہر دو انباں ابیفگن از بغل
بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او ورا عبادت کرد نیست
اس کی عبادت اس کیلئے کرنے کی ہے
عابدِ جنّت طلب ہم مرد نیست
جنت کے لئے عبادت کرنیوالا مرد نہیں ہے

او بذاتِ خود عبادت را سزاست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے
نز برای نار و جنّت وے خداست
نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے
اُعْبُدُ اللهَ لَہٗ یَا ذَا النُّہیٰ
اے عقلمند! اللہ کی عبادت اس اللہ کیلئے کر
وَاطْرَحُوا الْاَغْیَارَ عَنْ عَیْنِ الذُّہیٰ
عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فَامْحُ نَقْشَ الْغَیْرِ عَنْ لَوْحِ الصُّدُوْرِ
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے
اِنَّہُ الْمَعْبُوْدُ مِنْ غَیْرِ الْفُتُوْرِ
بیشک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے
منہی حال خود ست آں سوم نیز
وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودنِ آں پسر سوم
اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے
کاہلی خود را بپیشِ قاضی کاہل
سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملے
بکارِ دین و چابک بکارِ دنیا بود و
میں کاہل اور دنیا کے معاملے میں تیز تھا اور
آنکست بیکار و کاہل حقیقی
بیکار اور حقیقی کاہل وہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا، کہ اے فلاں!
کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! آتنبل من بیشتر
اس نے کہا، اے قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے
ہمچو آتش ہست پُر دود و شرر
جو آگ کی طرح دھوئیں اور چنگاریوں سے پُر ہے

در بیانش داستانے میزنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں
حالِ مخفی بر تو روشن میکنم
چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا
پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
بر سرِ جوی کہ بُد سبزہ رغید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا
گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرا می گشت تدریجا بعید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا
سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا
می چرید او دور دور از راہِ آز
وہ لالچ کے طور پر دُور دُور چر رہا تھا
چیست دنیا[2] سبزہ زارِ خوش فضا
دنیا کیا ہے! عمدہ فضا والا سبزہ
تو چو گاوے اندراں مرعیٰ چرا
اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چراں کاہے کہ در وے خار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے
خار و اڑون و قتادہ زار نیست
وہ چرچٹہ اور قتادہ اُگنے کی جگہ نہیں ہے
تا نگیرد در گلویت خارِ او
تا کہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں لگ جائے
روزِ محشر گردی آخر زارِ او
بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

[1] ورق۔ سرخ۔ محزون۔ غمگین۔ ترغیب۔ رغبت دلانا۔ ترہیب۔ ڈرانا۔ منہی۔ خبر دینے والا۔ قاضی۔ اے قاضی۔ رغید۔ وسیع۔ آز۔ لالچ۔
[2] چیست دنیا۔ یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ چر۔ چریدن کا صیغہ امر ہے۔ خار و اڑون۔ چرچٹہ۔ قتادہ۔ ایک خاردار گھاس ہے جس کے چھونے سے ہاتھ میں خارش پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۲

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں
نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے

سبز کلہے ہر کجا بیند عیاں
سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے

ویں نداند از شکم پروردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا

کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی

آخرش دردِ شکم آرد ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے

تخمہ آرد خیرہ[1] گرداند ترا
تخمہ لگا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے

گر خوری آں را بحکم آں حکیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے

کو سمیع ست و بصیرست و علیم
جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم

تخمہ و قولنج و ہیضہ ناورد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی

ہیچ نفخے در شکم نے ہیچ درد
نہ پیٹ میں اپھارا نہ کوئی درد

بہرِ ایں حکمت رسیدند انبیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں

تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو

تو مریضی جسمِ تو یک سر سقیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے

رو بپرہیز و بپرس از ہر حکیم
جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کرلے

ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر

بر خلافِ نفسِ خود کن ہر سخن
ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنی ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ

مَلِکٍ حِمًی وَحِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ
کا ایک حمی ہے اور اللہ کا حمی اس کے محرمات

رواہ نعمان بن بشیر
ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ
نے روایت کیا ہے

نفسِ سرکش راعناں گر وادہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیل چھوڑ دیگا

میرود او تا چراگاہِ شہی[2]
وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا

رفتہ رفتہ در حمای شہ رود
آہستہ آہستہ شاہ کے حمی میں پہنچ جائے گا

گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا

بہرِ ایں فرمود خیر الانبیاء
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے

خاص باشد بہرِ ہر سلطاں حما
ہر بادشاہ کا ایک خاص حمی ہوتا ہے

از حمی اللہ آں محارم آمدہ
محرمات خدا کا حمی ہیں

جمیہ اصلِ کُلِّ مکارم آمدہ
تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاجِ کَرَّمْنَا بسر افراشتی
تونے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا

لیک بر سر خاکہا انباشتی[3]
لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی

اِنَّ اَکْرَمَ عِنْدَہٗ اَتْقٰی بگو
"اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہوجا

ہست کَرَّمْنَا بتقویٰ اے عمو
اے چچا! "ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے

گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر
اگر تو تقوے نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے

گوش کن بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اے یدہ‌دُو
اے دیدہ ور! "بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایتِ آں پسرِ سوم
کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور

و دور تر رفتنِ گاوِ او
اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیا کاں گاوِ او بس دور رفت
ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا

میرود آں گاو سوئے سبزہ تفت
وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے

گاو می شد دور و من از کاہلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے

می نمودم در رجوعش غافلی
اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا

در تردد می روم باز آرمش
تردد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں

یا ہمیں از دور پاسے دارمش
یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

[1] خیرہ۔ حیران۔ حمی۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دیدیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آجا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑلے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔ [2] شہی۔ شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائیگا۔ گوشمالیہا۔ حمی میں داخلہ پر سزا دیجاتی تھی۔ محارم۔ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمی ہیں۔ جمیہ۔ پرہیز، تقویٰ۔ مکارم۔ مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔ کرمنا۔ قرآن میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔ [3] انباشتی۔ اندوختی۔ گوش کن۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں۔ تفت۔ گرم، تیز۔

می فشردم در تردد سخت سخت
میں تردد میں سخت پیچ رہا تھا

شد دلم از کاہلی بس لخت لخت[۱]
کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردد ہست بنیادِ غموم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے

بر تو می آرد المہا زو ہجوم
اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

رو تو یکدل باش و مردِ عزم باش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن

نقشِ این و آں زلوحِ دل خراش
اس اور اُس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے

در گذر زاں کیں بہ است و آں بہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے

از ہمہ بہ آں تردد ہا دہ است
وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

از عدم بر تو تردد ریختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے

امتحاں را حیلۂ انگیختند
آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زین و آں بگذر بداں سو کن شتاب
اس اور اُس سے گذر جا اس جانب جلدی کر

کہ بہر کارے الی اللہ المآب[۲]
کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاؤ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں

بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاؤ
اسی خبر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں

ظہر و عصرِ من دریں غم شد قضا
ظہر و عصر کی نماز اسی فکر میں قضا ہو گئی

گر روم در سجدہ گردم زو عمی
کہ اگر میں سجدہ میں جاؤنگا تو اس سے اندھا ہو جاؤنگا

من شوم گر در نماز و در نیاز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا

گاؤ گیرد آں طرف راہِ دراز
بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرصِ خورشید در غروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی

گشت ضو از زنگیِ ظلمت ہروب
روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بنگئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاؤ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی

می ندیدم ہیچ من ز آثارِ گاؤ
میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دیدِ او تاریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی

گاؤ زاں مرعاش در تحریک شد
بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا

رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں

واں کدِ من جملہ جز معدوم نے
اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاؤ از دست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا

سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں

می کنند ایثارِ دنیا اے کیا
اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ را تند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے

کارِ دنیا را چو جیفہ رد کند
دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کر دے

اے برائی گاوِ نفسِ بے حیا
اے (مخاطب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے

می کنی ہر دم نمازے را قضا
تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ او ہمچوں نمازِ فرض داں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ

می کنی تو کاہلی غافل ازاں
تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے

در جہانِ فانی چنیں فانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا

کز رہِ عقبیٰ ز نادانی شدی[۳]
تو نادانی سے آخرت کے راستے سے ہٹ گیا

گر برائی حق ز دنیا بگذری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گذر جائیگا

پیشت آید زالِ دنیا سرسری
تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

در بیانِ آنکہ دنیا طالب ہارب
اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی

خود و ہارب از طالب خود ست
طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں

بد نشستہ ہمچو گل با صد نشاط
پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمع رہطے مستفیداں بر سرش
مریدوں کا ایک مجمع اس کے پاس

معتقد بودند ہمچوں حیدرش[۴]
حضرت علی رضؓ کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے

آمدند از سرعتِ طیراں چو برق
تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

---

[۱] لخت لخت: ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردد: یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ در گذر: انسان کو تردد سے گزر کر تردد پیدا کرنے والی ذات کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔ امتحان: یہ تردد اس اختیار کی دلیل ہے جو بندہ کا امتحان ہے۔ [۲] مآب: مرجع۔ فتنہ کاؤ: فتنہ کی کھود کرید کرنیوالا۔ عمی: یعنی بیل میری نگاہوں سے غائب ہو جائیگا۔ ہروب: بھاگنے والا۔ خیرہ: حیران، تاریک۔ مرعی: چراگاہ۔ کد: محنت۔ ایثار: ترجیح دینا۔ جیفہ: مردار۔ [۳] شدی: رفتی۔ سرسری: آسانی۔ رباط: سرائے، خانقاہ۔ رہط: گروہ۔ مستفیدان: [illegible]
[۴] یعنی مرید اسے حیدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ طیران: پرواز۔

ہر یکے[1] زاں دیگرے بُد در گریز
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا

واں دگر در جستجویش تیز تیز
اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

کفترے بس لاغرے ژولیدہ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان

پیش پیش از ہر سہ بُد پرّیدہ
تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

در پسِ اُو بُود زرّیں مُرغ وزفت
اُس کے پیچھے موٹا زرّیں مُرغ تھا

با ہزاراں زیب و زینت گرم تفت
ہزاروں زیب و زینت کیساتھ گرم اور تیز

در پئے آں مُرغ زرّیں زاغ شوم
اُس زرّیں مُرغ کے پیچھے منحوس کوا

ہمچو بادِ تند مے رفت آں غشوم
وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہر یکے زیں مُرغ کردے جہد نیک
اِن پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا

یک دگر را می نیابیدند لیک
لیکن ایک دوسرے کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں
حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں!

زیں عجب تر ما ندیدم از جہاں
دنیا میں ہم نے اِس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا

در پئے عاجز کبوتر چیست مُرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟

وز پئے مُرغ است چوں ایں زاغ تیز رغ
اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟

کفترے را مُرغ پس رو شد چہ خاست
مُرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟

زاغ لاغی تابعِ مُرغے چراست
بکواسی کوا مُرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس ہای مختلف را چہ فتاد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟

اتّباعِ یک دگر چوں دست داد
ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہر کسے مر جنس خود را طالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے

جنس ہا مر جنس ہا را جاذب ست
جنسیں جنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سُوی جنس دارد خُو و مَیل
جنس، جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے

روز با روز ست و با لیلست لیل
دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ

مَیلِ مُومن سُوی مُومن می شود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے

مَیلِ کافر سُوی کافر می رود
کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے

صالحاں با صالحاں منضم شوند
نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں

طالحاں با طالحاں محرم شوند
بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پرواز ہا
کوا، کوؤں کے ساتھ اڑانیں بھرتا ہے

بُلبلے با بُلبلاں آواز ہا
بلبل، بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے

انبیا زیں رہ بشر ہا بُودہ اند
انبیاء اِسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں

از تجانس با او حق بنمودہ اند
ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو دکھلایا

بُوی جنسیت رسد فیضش شتاب
جنسیت کی بُو کا فیض جلد پہنچتا ہے

از مَلک آدم نگشتے بے حجاب
فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حقِ نبی
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا

کاں فرشتہ چوں نیامد از خبی[2]
کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم

بہرِ رُو پوشِ جہولست اے پسر
اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں

انبیا از بُوی جنسیت کشند
انبیاء جنسیت کی بُو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٰ مَلک گرد وے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اُس کی گرد ہے

چوں نبی در قرب و عرفان اُو کے ست
وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلافِ جنس آمد صد حجاب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے

وز تجانس می شود صد فتح باب
اور ہم جنس ہونے سے سینکڑوں دروازے کھلتے ہیں

---

[1] ہر یکے۔ تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب آگے تھا جو زرّیں مرغ سے بھاگ رہا تھا اور زرّیں مُرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا یہی حال زرّیں مُرغ اور کوّے کا تھا۔ کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔ تیز رغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اُس درویش سے اِس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ [2] جاذب۔ کھینچنے والا۔ روز۔ یعنی ایمان۔ لیل۔ یعنی کفر۔ طالحان۔ بدکاران۔ انبیاء۔ انسانوں کو انبیاء اِسی لئے بنایا گیا کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا، انسان اُس سے مانوس نہ ہو سکتے۔ [3] خبی۔ پوشیدہ یعنی عالمِ غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچتے گرد۔ خاک۔ تجانس ہم جنس ہونا۔

رُوح چوں از عالَمِ امر آمدہ است
رُوح چونکہ عالَمِ امر[1] سے آئی ہوئی ہے
زاں بطاعات و بہُدیٰ راغب شُدہ است
اِسی لئے عبادتوں اور ہدایت کیجانب راغب ہوگئی ہو
جسم چوں از عالَمِ خَلقت باز
پھر جسم چونکہ عالَمِ خلق سے ہے
سُوئے خواب و خور گشد بے امتیاز
(اِسلئے) بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا
نفوس چونکہ ان دو کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں
ہر دو خوُ زا بوین در طبعش بزا
ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اسکی طبیعت کے
گر بسُوئے خاکِ سِفلی میروَد
اگر وہ سِفلی خاک ہی کی جانب جاتا ہے
آں زماں وے نفسِ امّارہ شود
تب وہ نفسِ امّارہ بن جاتا ہے
وَر بسُوئے رُوحِ عُلوی سَر کشد
اور اگر عُلوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے
آں زماں لوّامہ گشت و بارَشد
تب وہ لوّامہ اور باہدایت بن جاتا ہے
مَیلِ مُلکِ امر چوں زایَد درُو
جب اُس میں عالَمِ امر کی خواہش پیدا ہوتی ہو
سُوئے لوّامہ برآید سَر خوش او
وہ مست ہو کر (نفس) لوّامہ کی جانب آجاتا ہو
گر ز کوشش سُوئے لاہوتی تند
وہ اگر کوشش سے (عالَمِ) لاہوت کی جانب
دَم بسُوئے مُلہِمہ[2] وامیزند
مُلہِمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد
مُطمئنہ گردد و اہلِ سَداد
درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے

ایں سخن را نیست پایاں اے فتا
اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے
سُوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ
اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جوابِ گفتنِ آں صوفی برائے
اُس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے
تسکینِ خاطرِ مُریداں و شرحِ
لئے جواب دینا اور اُن تین پرندوں
حالِ آں سہ طائر کہ یکے در پئے
کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے
دیگر می بُود
پیچھے رہتا تھا

بر دلِ صوفی ندا آمد نہاں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی
کیں سہ مُرغ آمد مثالِ آں کساں
کہ یہ تین پرندے اُن لوگوں کی مثال ہیں
کز دنیا ہارب اَند و طالب اَند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں
جملہ شاں یک دگر را جالِب اَند
سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ
یہ کبوتر اِن سب سے بھاگ رہا ہے
از فسونِ مُرغِ زرّیں دمدمہ
مُرغِ زرّیں کے منتر (اور) مکر سے
مُرغِ زرّیں در پیش جویانِ او
زرّیں مُرغ اُس کے پیچھے اُس کا جویاں ہے
میدود ہر سُو بدل قربانِ او
ہر جانب دوڑ رہا ہے، دل سے اُس پر قربان ہے
زاغ بہرِ مُرغِ زرّیں می پرد
کوا، زرّیں مُرغ کے لئے اُڑ رہا ہے
در پیش از حرص ہر سُو می دَود
لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے

لیک نے یہا یک دگر را کس نیافت
لیکن اِن میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا
گرچہ در پرواز ہر یک زُو شتافت[3]
اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے
دائماً سُوئے خدا زیں خاک بیز
ہمیشہ خدا کی جانب اِس خاک چھاننے والے سے
در پیش دنیا کہ زرّیں مُرغِ اوست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زرّیں مُرغ ہے
می دَود ہر سُو و گرم جستجو ست
ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرَہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے
می دَود بر وے نمی یابد فرَہ
دوڑ رہا ہے اُس پر غلبہ نہیں پاتا ہے
اہلِ دنیا در پئے دنیائے دُوں
دنیا دار، کمینی دنیا کے پیچھے
می دَوند و می پرند اے ذُو فنوں
اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں
لیک آں مکّارہ زیشاں می رمد
لیکن وہ مکّارہ اُن سے بھاگتی ہے
در پئے آں مردِ حقّانی دَوَد
ربّانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مردِ حقّانی ازو
وہ ربّانی مرد اُس سے بھاگتا ہے
جستجویش می کند آں زشت خو
وہ بدعادت اُس کی جستجو کرتی ہے
می کند او در پیش پرواز ہا
وہ اُس کے پیچھے اُڑانیں بھرتی ہے
لیک وے بر می جہد چوں باز ہا
لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

---

[1] عالَمِ امر۔ وہ عالم جو کلمہ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالَمِ خلق۔ وہ عالم جو مادہ کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دُو۔ رُوح اور جسم نفسِ امّارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کراتا ہے نفسِ لوّامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ [2] مُلہِمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مُطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کمالِ معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلِ مُرغ۔ کبوتر اُس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے مُرغِ زرّیں دنیا ہے جو اُسکے پیچھے لگی ہے اور کوّا دُنیا دار ہے۔

[3] رُو شتافت۔ زود شتافت۔ خاک بیز۔ دنیا دار۔ شو۔ حرص۔ فرہ۔ غلبہ۔ مکّارہ یعنی دنیا۔

ہائیاکاں سہ پسر از کاہلی
ہاں، آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ
طالب حکم اندراں قاضی ولی
اس صاحب نظر قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

عرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضی پر ہنر فتویٰ خواستن در باب میراث پدر
اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!
حالِ ما اینست کن حکمِ رشید
ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے
خلق بہرِ حکمِ اُو شد مجتمع
لوگ اس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے
ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
ہر ایک اِس قصہ کو سننے والا تھا
تا بدانند آنچہ قاضی حکم کرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں
می چہ گوید اندریں آں مردِ فرد
وہ یکتا انسان اِس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مالِ پدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال
مر سوم[۱] را گشت از حکمِ قدر
مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا
لوگ اِس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے
کیں سخن را شرح کن بہرِ خدا
کہ خدا کے لئے اِس بات کی تشریح کیجئے

عالمے زیں حکم حیرت ور شدند
ایک جہاں اِس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا
کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سہ شد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے
وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقلمند! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل تر سوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے
شد فزوں تر اُو ز اول وز دوم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکارِ آخرت است
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے
چست و چابک در امورِ دنیویست
دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے
برگزید اُو کارِ دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی
ایں بود خود کاہلیِ اہلِ آز
اہلِ حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے
کاہلی در کارِ دنیا چستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے
کاہلی[۲] از نار و جنت سستی ست
جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے
مردِ کاہل بہرِ حق کاہل بود
اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے
کاہل از دارین بس عاقل بود
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہرِ ذاتِ حق گذارد ہر دو را
اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے
ایں چنیں کاہل بود مردِ خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے
کاہلیِ اولیں[۳] در زہد برد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی
کرد اسباغِ وضو قطرہ نخورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا
بر امیدِ جنت اُو بر وے گشید
اس نے جنت کی امید پر سردی برداشت کی
نفس را ہم از عطش گردن برید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دوم[۴] ہم از بہرِ حق کاہل شدست
اور وہ دوسرا اللہ تعالیٰ کیلئے کاہل بنا
از متاعِ ہر دو کوں غافل شدست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیرِ حق را چوں ندید اُو ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی
کاہلیِ اوست از چستی و مکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کاہلیِ عقبیٰ مُرادم چابکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے
در توکل کاہلی و بے رگی ست
کیونکہ، کاہلی اور کوشش نہ ہونا، توکل کی وجہ سے ہے
مالِ عقبیٰ[۵] بہرِ ایں کاہل بود
آخرت کا مال اِس کاہل کے لئے ہوتا ہے
مالِ دنیا بہرِ آں کاہل بود
دنیا کا مال اُس کاہل کے لئے ہوتا ہے

---

[۱] مر سوم۔ جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھویا۔ کارِ اُخروی۔ بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کر دیں۔ امورِ دنیوی۔ بیل کو اچھی اچھی گھاس کھلاتا رہا۔ اور اس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی در کارِ دنیا۔ جو دنیاوی معاملہ میں کاہلی برتے وہ دراصل چست ہے۔ [۲] کاہلی از نار۔ جو آخرت کے معاملہ میں سستی برتے دراصل کاہل وہ ہے۔ اولیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چستی دکھائی خود پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سستی دکھائی۔ [۳] دوم۔ دوسرے لڑکے میں توکل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چست تھا، کارِ دنیا میں کاہل تھا۔ مالِ عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لئے ہے کیونکہ کاہل کاہل بھی ہے یہ دنیا کے کام میں چست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔

واین سوم کو کارِ حق را خوار کرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا

بہرِ گاوے شُد فدا روزش بدرد
بیل کے لئے اُس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا

کاہل و جاہل زجملہ ایں کس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے

دولتِ دنیا مرایں کس را بس ست
دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے

وانؔ دو را عقبیٰ وایں را دولت[1]
اُن دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے دنیا کی

نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے

زیں سبب فرمود پیغمبر مگر
شاید پیغمبر نے اسی لئے فرمایا

اِنَّهٗ لَوْ کَانَ لِلدُّنْیَا قَدَرْ
بیشک، اگر دنیا کی قدر ہوتی

مَا سَقٰی مِنْهَا لِکَافِرْ شُرْبَةً
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا

بلکہ می انداخت بروے صد محن
بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

در بیانِ معنیٔ ایں حدیث کہ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ
مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے

اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے

بہرِ مومن ہست زنداں ایں مقام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے

نیست زنداں جای عیش و احتشام[2]
قیدخانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جہد کُن تا خود ازیں زنداں رہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پائے

مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دیدے

زود فکرِ ژرف می باید گزید
بہت جلد گہرا تفکر اختیار کرنا چاہیئے

پا ازیں زنداں بروں باید کشید
اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہیئے

آشیانِ تست عرشِ اعتلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے

چوں بیفتادی دریں دامِ بلا
تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟

ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ
تو کبھی اس محل کو یاد نہیں کرتا ہے

مست گشتی چوں بریں کہدانہ
تو اس پائے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟

می دہندت دانہ عمرت می خرند
تجھے دانہ دیدیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں

گاوِ گردوں زرعِ عمرت می چرند
آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں

روزیٔ ہر روزہ پنداری تو مفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے

عمرِ ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے

تو بدانہ دام را بگزیدہ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے

وز لئیمی بر فخے پیچیدہ
اور کمینہ پن سے جال میں اُلجھ گیا ہے

رو بداں سو پر بزن کاشانہاست
جا، اس جانب پرواز کر، محلات ہیں

آں سوئے چرخِ بریں بس دانہاست
اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لب ببند از گفتگوئے این و آں
اس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کرلے

تا بیابی نورِ حق در دل عیاں
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے

خویش را رسوای عالم کردہ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنا لیا ہے

بہرِ تصویرِ جہاں چوں گردہ
جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے

لوحِ تو پُر از خیالاتِ جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے

فکر و ذکرش چوں شود در دل عیاں
اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

از ہمہ می بُر بُرید و پیوند کُن
سب سے کٹ جا، اُس سے جڑ جا

بر درِ یک یار خود را بند کُن
ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر

یارِ ہرجائی ترا مرغوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے

کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
اس کے لئے کب مناسب ہوگا جس کی طرح کوئی حسین نہیں ہے

حکایت بر سبیلِ تمثیل
تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بُد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی

بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

زُلف و رُخسار و لب او رشکِ حُور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک تھے

در زنخدانش دلِ خلقے حضور
اس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا تھا،

---

[1] واں دو: پہلے اور دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو یہ دنیا کی دولت جو دراصل ذلت ہے ڈر جائیگی پیغمبر۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پر پشّہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ [2] احتشام۔ صاحب شوکت و حشمت ہونا۔ محبس۔ قید خانہ۔ ژرف۔ گہرا۔ اعتلاء۔ بلند ہونا۔ کہدان۔ بیت الخلاء۔ فخ۔ جال۔ گردہ۔ وہ تختی جس پر نمونہ کیلئے نقش و نگار بنا لیتے ہیں۔ جہان۔

از تبختر چوں تدروِ خوش نہاد[1]
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)
بر سرِ کوی گذارے اُو فتاد
اُس کا کوچہ پر سے گذر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل
شُد دوچار اُو زد ستش رفتہ دل
اُس کے سامنے آگیا، اُس کا دل بے قابو ہوگیا
دید اُو را گشت تصویرِ خیال
اُس نے اُس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا
رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
ہوش سر سے روانہ ہوگیا، اُسکی جان میں سو فتنے آئے!
گشت چوں تصویر حیران اندرو
اُس میں تصویر کی طرح حیران ہوگیا
چشم برہم می نزد از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو اُو را والہ و شیدا بدید
عورت نے جب اُس کو عاشق اور شیدا دیکھا
تیرِ عشقِ اُو بجانِ زن رسید
اُس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو
اُس نے کہا، اے بھولے کیا دیکھ رہا ہے بتا؟
از چہ حیران گشتی اے آئینہ رُو
اے آئینہ رُو! تو کس چیز سے حیران ہوگیا ہے؟
رو برای کارِ خود آمادہ باش
جا، اپنے کام پر آمادہ رہ
پا بزنجیرے مَنہ آزادہ باش
پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقلِ من ربود
اُس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا
کو مرا پروای کارِ نفع و سود
بے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟

جز تو کارِ دیگرم باقی نماند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا
عشقِ تو در بسترم خارے فشاند
تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے
کار و بارِ من بجز عشقِ تو نیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے
حسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست
تیری تصویر کا حسن، جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمشیرِ من
اُس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر
از عقب می آید آں غنچہ دہن
پیچھے آرہی ہے، وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمالِ اُو خوب تر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے
کہ نیرزد پیشِ رُوی اُو قمر
کیونکہ اُس کے رُخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت کا نہیں
آں جوانِ سادہ رُو از وے بتافت
اُس بھولے جوان نے اُس سے منہ موڑ لیا
سُوی محبوبے نشاں کز وے نیافت
اُس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن بروئش زد طپانچہ آنچناں
عورت نے اُس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا
کہ بر و صد رشک بُردے ارغواں
کہ گلِ بابونہ اُس پر سو رشک کرے
گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے
در بیانِ دعوی خود صادقی
اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے
سُوی غیرِ من چرا کردی نظر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟
دعوی عشق ایں بُود اے خیرہ سر
اے پراگندہ دماغ! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفای عاشقاں
عاشقوں کی وفا، ایسی ہوتی ہے
رُو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں!
چونکہ دیدِ غیر در عشقِ مجاز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا
ننگِ عشق آمد حقیقت را چہ ساز
عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق!
عاشقِ حقی و بینی غیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے
کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو کعبہ چاہتا ہے! جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے
کلکے داری بروی دل ز غیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے
وانگہاں خواہی بکوی دوست سیر
پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے
تا فشک داری بکشمانِ وجود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے
حبِ حُبِّ اللہ در وکشتن چہ سُود
اُسمیں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟
غیر اُو را از نظر بیروں فگن
اُس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے
چشمِ دل نہ بر جمالِ ذوالمنن
احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ
کیست دیگر در جہاں غیر از خدا
دنیا میں خدا کے علاوہ دوسرا کون ہے؟
از چہ احول گشتۂ اے ژاژ خا
اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟
خود توئی گر غیرِ حق خود را بسوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلادے
چشمِ دل بر وحدۂ ہر دم بدوز
دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا

[1] تبختر۔ ناز سے چلنا۔ تدرو۔ چکور۔ زن۔ عورت کے دل میں اُس عاشق کا عشق پیدا ہوگیا۔ آئینہ رُو۔ حیران۔ زنجیرے یعنی عشق کی زنجیر۔ گفت۔ عورت نے امتحان کیلئے کہا کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ پیچھے آرہی ہے۔ آں جوان۔ وہ جوان پیچھے کو مڑ کر دیکھنے لگا لیکن اُسے کوئی عورت آتی ہوئی نہ دکھی۔ زن۔ عورت نے اُسکے طمانچہ مارا کہ اگر تو سچا عاشق ہے تو تو نے دوسری کیطرف نظر اٹھا کر کیوں دیکھنا چاہا۔

جز وجودِ مطلق و ہستی پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا

آنچہ آید در خیالت ہست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے

تو کجا و من کجا عالم کجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالم کہاں؟

ہست یک نورِ منزہ اے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے

ظاہرؒ و باطن نہان و آشکار
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا

شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اسکے قندیل ہزاروں ہیں

در ہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے

زین تکثر ہم خرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے

کثرت آئینہ آمد از کجا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟

این ز اسماء و صفات ست اے کیا
اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

این سخن پایان ندارد لب بہ بند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کرلے

ہر دو لبہای مرا بربستہ قند
شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں

زین شکر ہر دو لب من بستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہوگئے

وز قیودِ گفت گو دل رستہ شد
اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پاگیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ
تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع

از بادشاہ شرفِ قرابت یافت و
جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور

وجاہت یافت و بمنزل گاہ
عزت اور وجاہت پائی ہم نے حورعین سے

زوّجناھم بحورٍ عین شتافت
اُن کی شادی کردی کی منزلگاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہِ ملکِ یقین
اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ

حالِ شہزادہ سوم برگو تو ہین
ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!

جذبِ جاں کردی تو چوں بادِ یمن
آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کرلی

می کشد ما را ابر عرشِ علا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے

پر پروازت چو جبریلِ صفا
تیرا پر پرواز جبریلِ باصفا کی طرح

بردہ جاں را تو در باغ خلود
آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے

سینہ ام پُر گل از انست اے ودود
اے محبوب! اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے

خود ز تست این گفتگوئے پُر شکر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے

کز زبانم می تراود شعر تر
کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں

حالِ خود را بر زبانم گفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے

خود تو دانی چونکہ این در سُفتہ
چونکہ آپ نے یہ موتی پروئے ہیں آپ خود جانتے ہیں

من نے خالی ہمدم نائی توئی
میں خالی نے ہوں نواز نے والے آپ ہیں

مثنوی را گر بیفزائی توئی
اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں

نالہ من از دم گرم تو ہست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے

لطف تو ایں تہمتے بر من بہ بست
آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے

اختتامِ مثنوی خود کردہ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے

خود تو میگوئی ولے در پردہ
خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں

این من و ما جز کہ پردہ بیش نیست
یہ من و ما پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

پیش آں عقلِ مآل اندیش نیست
انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے

در صُوَر گر کثرتے بینی عیاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے

معنی جملہ یکیست اے نکتہ داں
اے نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے

شمع در آئینہ خانہ گر نہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے

پیش ہر آئینہ آتش را بے دہی
ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو رات دیدیگا

در حقیقت یک بود اے ہوشیار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے

پیش چشم تو نمایاں صد ہزار
تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں

ذاتِ شمع آں یک بود از کثرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے

مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
تجھے آئینہ سے حیرت ہوگی

بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہوگئیں

وحدتِ ہستی مطلق ہوشدار
مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے

۵۱ ظاہر۔ جملہ کائنات صرف ایک نورِ وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔ اینی۔ خالص ذات وحدت کے متصف ہے یہ تلوا سارے صفات کے مظاہر ہیں۔ ۵۲ بادِ یمن آنحضور نے اضافہ فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی جانب سے خدائی سانس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اسکا مصداق وہ کشش تھی جو اویس قرنیؓ کی جانب سے آنحضور میں پیدا ہوئی تھی۔ سابرہ بہزہ زیادہ ہے۔ نائی۔ نے نواز۔ اختتام۔ یہ خاتمہ

گر بپرسی آئینہ شد از کجا[1]
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟

شمع ہست آں خود قدیم و با ضیا
وہ شمع خود قدیم اور منور ہے

آئینہ داں جملہ اسما و صفات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ

اقتضا کردند فضل کائنات
جنھوں نے بقیہ کائنات کو چاہا

زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم
اس بات سے گذر کیونکہ تیسرے شہزادے نے

چوں شنید از مرگ آں داور[2] دوم
جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حالِ شہزادہ سوم کہ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس

بعدِ مرگِ برادرِ دوم تقرب
نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا

سلطان و قرب و عرفان
تقرب اور قربت و معرفت

یافت
حاصل کرلی

حاضر آمد در جنابِ بادشاہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا

طالبِ محبوبِ خود با درد و آہ
اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بنکر

پس معرف گفت بہرِ مصلحت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانیوالے نے کہا

کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہر دو بازوش بعشقِ تو شکست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہوگئے

مر شکستش را جبیرہ[3] بستن ست
اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہ رحمت کرد او را پیش خواند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا

وز تلطف بر سریرِ خود نشاند
اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا

جملہ می پرسید بالای شگرف
عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

اینچناں از لطف پرسشہا نمود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی

کاں غم و کربت ز جانِ او ربود
کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مردہ را تدفیں نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کردی

زندہ را با روحِ خود تضمیں نمود
زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کرلیا

بعد چندیں صحبتِ او گرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہوگئی

شاہ را بروے بسے دل نرم شد
اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہوگیا

پوتہ و پوتنگ[4] مر او را جملہ داد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا

داخلِ شاہانہ بہرِ او گشاد
دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا

از دمِ جاں بخش شاہِ بحرِ جود
سخاوت کے سمندر، جان عطا کرنیوالے شاہ کے دم سے

غنچۂ او در شگفتن رو نمود
اس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت
اس کے دل میں بہت راز پوشیدہ ہوگئے

ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا

منزلِ قرب و وجود و معرفت
قرب وجود اور معرفت کی منزل میں

بیشتر زاں دو میں شد در صفت
صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہوگیا

کسب ہا می کرد و رہ طے می نمود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

جہد ہا می کرد و نورش می فزود
وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا

لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کرلی تھی

زاں دو[5] داور پندہا پذرفتہ بود
ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کرلی تھی

عقبہائے راہ وا دانستہ بود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا

حزمہا می کرد و بد شائستہ خود
احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

دید کاں اول ز عجلت جاں بداد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی

واں دوم را عجب در گورے نہاد
اور اس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا

مرد را باید کہ اندر راہِ یار
انسان کو چاہیئے کہ یار کے راستہ میں

در تانی[6] کوشد و صبر و قرار
آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد[7] مجتبیٰ
احمد مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے

رفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

نصفِ ایمان ست صبر اے نیک مرد
ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے

[1] گر بپرسی۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ [2] داور۔ برادر۔ [3] جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔ [4] پوتہ و پوتنگ۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ [5] زاں دو داور۔ بڑے نے عجلت میں جان دی چھوٹے کو تکبر نے مار ڈالا۔ [6] تانی۔ آہستہ روی۔ [7] احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام حکمتوں کی جڑ ہے۔

ورنہ حُسنِ یارِ نورِ مُطلق ست
ورنہ یار کا حُسن نورِ مُطلق ہے

چشمِ دل اندر جمالش مُندَق ست[۵۱]
اُس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے

تاب ناری دیدنش را یک بیک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا

آئینہ مصقول میکن یک بیک
آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تانّی بہرِ استعداد ہست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے

کے جمالِ بے حجابش در بہ بست
اُس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟

یار چوں شمس ست در وسط السّما
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے

لیک اے خفّاش کو چشمِ ترا
لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟

رَو تو اوّل چشم را پیدا بکُن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر

بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکُن
اُس کے بعد اُس کی طرف آنکھ کھول

بَر نتابی ورنہ آں نور و شروق
ورنہ اُس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا

نجم تو گردد ز مہرش در خفوق
اُس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائیگا

یا بمیری یا شوی دیوانہ خود
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا

زیں سببہا اکثرے مجذوب[۵۲] شُد
اِسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں

بر نتابد کاہ بارِ کوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا

مَرد باید ایں غم و اندوہ را
اِس رنج و غم کے لئے مرد چاہیئے

آں نخستیں داد رشش تعجیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی

وصلِ عریاں را طپیاں تحصیل کرد
عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا

چوں نبُود آں وصل لب خوردِ او
چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب تھا

در طپش اُفتاد و خستہ مُرد او
وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا

تا کہ رفعِ ایں حجابِ تن نشُد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ رہے

وصلِ عُریاں کے بدست آید زلُد
جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے!

لیک شیرِ عشق چوں تازد شتاب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑتا ہے

لُقمہ گردد عاشق اُورا چوں کباب
عاشق کباب کی طرح اُس کا لُقمہ بن جاتا ہے

زاضطرابِ عشق جلد بہا کُند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے

چکرہ را ہمچوں صدف لب وا کُند
سیپ کی طرح قطرے کیلئے مُنہ کھولیتا ہے

لیک پیش از ابرِ نیساں فتحِ لب
لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا

نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زن نباشد طامِثہ یا بالِغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو

باشد از احوائے نُطفہ زائغہ
وہ نطفہ کے گھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مطبخی کہ بدونِ
اُس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر

استعداد از راہِ تعجیل دل
استعداد کے جلد بازی کے طور پر

بوصلِ عُریاں نہاد و جاں
وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان

بداد
دے دی

عارفے[۵۳] را مطبخی ہمسایہ بُود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا

بس سخی و عاقل و پُرمایہ بُود
بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حالِ شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا

بستہ بُودے چشم بر احوالِ شیخ
شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شانِ فخرِ اولیاست
چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے

اِفتقار از سنّتِ خیر الوریٰ ست
حاجتمندی خیر الوریٰ کی سنت ہے

با وجودِ حزمِ اخفای کمال
با وجود کمال کے اخفا کی پختہ کاری کے

گر شُدے احیاناً اُو دانای حال
اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

---

[۵۱] مُندَق۔ ریزہ ریزہ۔ انی تانّی۔ آہستہ روی اِسلئے ضروری ہے کہ تجھ میں استعداد پیدا ہو جائے اور اُس نور کا تحمل کر سکے۔ یا بمیر۔ اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مر جاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ [۵۲] مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش و حواس جذبِ الٰہی نے گم کر دیئے ہوں۔ لُد۔ جھگڑالو۔ مثنوی صاحب نے جھگڑے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چکرہ۔ قطرہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامِثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔ [۵۳] عارف۔ صاحبِ معرفت شخص، ولی۔ بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ قصہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مُطبخی۔ نانبائی۔ اِفتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَلفَقرُ فَخرِی"۔ فقر میرا فخر ہے۔

خدمتے کردے بصد عجز و نیاز
سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا
باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ
اتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان
شد قنق[1] روزے بآں صاحب تمیز
ایک روز ان صاحب تمیز کے مہمان بن گئے
چونکہ فقدِ نزل بود و ہم عشا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا
مرد عارف گشت در رنج و عنا
(وہ) عارف مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا
چوں لیکرم ضیفہ حکمِ رسول
چونکہ "چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے
در دلِ عارف ز نشتر بُد عجول[2]
وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنیوالا تھا
یک دو بار از خانقہ تا خانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا
تا کند مہمانیِ شاں چست و زفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں
لیک در خانہ یسارِ او نبود
لیکن ان کے گھر میں مالداری نہ تھی
زیں سبب تشویشِ وقتِ او فزود
اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی
مطبخی آں شیخ را برزغمِ طبع
نان بائی نے شیخ کو ان کے مزاج کے خلاف
دید گہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا
بر درِ او آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی
ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا

زود از دوکانِ تُتماج و ثرید
فوراً دوکان سے دلیا اور پنیر
نان و قلیہ ماہیِ بریاں گزید
روٹی اور شوربا، بھنی ہوئی مچھلی لی
بُرد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!
صرف کن ایں جملہ اے نور الہدیٰ
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کیجئے
ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن
آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کریں
جملہ کردم مِلکِ تو از بیخ و بُن
میں نے جڑ اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا
شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت
شیخ خوش ہو گئے، مہمانوں کو نوازا
جملہ را زاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا
آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا
رفت تشویش و دلش[3] آمد بجا
انکی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟
ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجو
تجھے جو موتی چاہیئے اس دریا میں تلاش کرلے
بحرِ من در جوش آمد ایں زماں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے
آنچہ می خواہی بگیر و واستاں
تو جو چاہے حاصل کرلے اور لے لے
مطبخی گفتا کہ از لطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی ہے
وُلد و مال و جاہ شُد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رُتبہ مجھے حاصل ہے

نیست در دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے
از رہِ شکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجتِ من رحم کرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا
چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریای حق در جوش بود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا
عارف اندر خواہِ خواہش میفزود
شیخ (اس کی) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں
ہمچو خود عارف کنی بے فرق ہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چو نیست
اسکے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے
زیں عطایم گر نوازی خوش فنیست
اگر آپ اس بخشش سے مجھے نوازیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!
زیں سوالِ خام رو دیگر گزیں
اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کرلے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم
اس نے کہا نہیں نہیں، میں یہی چاہتا ہوں
وز سرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا
غرق بحرِ لاشوی وز خود روی
"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائیگا اور اپنے سے جاتا رہیگا

[1] قنق۔ مہمان۔ نُزل۔ مہمانی کا کھانا۔ عنا۔ مشقت۔ چوں۔ آنحضورؐ کا حکم ہے جو شخص مومن ہے اسکو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ حکم چونکہ رسول کا حکم ہے اسلئے شیخ کے قلب میں نشتر سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔ [2] عجول۔ جلدی کرنیوالا۔ یسار۔ مالداری۔ برزغم طبع۔ خلاف عادت۔ بربع۔ مکان۔ تتماج۔ پینے والی غذا جیسے دلیا، حریرہ۔
[3] دلش یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔ وُلد۔ اولاد۔ خواہ یعنی بار بار اس سے فرماتے تم کیا مانگتے ہو مانگو۔ ہمچو خود۔ مجھے اپنا جیسا عارف خدا بنا دیجئے۔ زیں سوال۔ یہ تیری نامناسب درخواست ہے اسکو ترک کر۔ غرق۔ یعنی تو فنا ہو جائے گا۔

تار و پود اسطقست بگسلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا

طوطیِ تو ایں قفس در دم ہلد
تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی

گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہوگا؟

واصلِ حق گشتہ بر خیزم سلیم
واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا

گفت عارف اندرونِ حجرہ آ
شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آجا

ساعتے بنشیں مراقب پیش ما
تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

خلوتے کردند آں عارف تمام
اُن شیخ نے پوری خلوت کرلی

صرفِ ہمت کرد در سقی المدام
شرابِ معرفت پلانے میں توجہ لگادی

بعد یک ساعت چو بیروں آمدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آگئے

صورت و معنی ہمہ یکساں شدند
ظاہر اور باطن میں ایک سے ہوگئے

خلق ہم از جمعِ مثلیں خیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہوگئے

عقلِ جزوی از تمیز تیرہ شد
جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آگئی

آخرش بعد از زمانے مطلبی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد تنائی نے

در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
اے بھائی! مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دیدی

الغرض جاں را بجاناں باز داد
الغرض اُس نے جاں جاناں کو واپس دیدی

ہمچو شہزادہ نخستیں بے مراد
پہلے بے مراد شہزادے کی طرح

نامرادش گفتنم در صورت است
اُس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے

ورنہ در معنی وصالِ حیرت است
ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے

حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا

تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرند کو چھید دیا

صورتِ تکمیل اگرچہ تام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے

وصل حاصل شد بمعنی خام نیست
وصل حاصل ہوگیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے

حبذا جانے کہ در راہش دہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اُسکی راہ میں دیدے

مرحبا آں سر کہ در کویش نہی
قابلِ تحسین ہے وہ سر جسکو تو اسکے کوچے میں رکھدے

بہر او مردن بہ از صد زندگیست
اسکے لئے مرجانا سو زندگی سے بہتر ہے

کایں چنیں موتے بس فرخندگیست
کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے

ایں سخن را اندکے کوتاہ کن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کردے

وز حدیثِ آں سوم آگاہ کن
اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیانِ حالِ شہزادہ سوم و اکتسابِ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس

اُو مر کمالاتِ صوری و معنوی را
کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور

صبر کردنِ اُو از بیانِ حاجتِ
اور اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر

خود و بمحبوبِ خود رسیدن
کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ با صد حزم و صبر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے

می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے

در دلش ز انوارِ وحدت ہا پگاہ
صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں

کسبِ استعداد و توفیرِ حکم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی

می نمود از فیضِ شاہ او دمبدم
اُس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوئی

در دلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر
چاند جیسے شاہ کی جانب سے اسکے دل میں ہر وقت

نورِ نو وارد شدے شام و سحر
صبح و شام نئے نور وارد ہوتے

دم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کیوجہ

داشت در دل شعلہ محبوبِ خود
اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

ل اسطقس۔ چاروں عناصر۔ طوطی یعنی روح۔ سلیم۔ یعنی غیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔ ہمت۔ یہ توجہ اتحادی کہلاتی ہے۔ مدام۔ یعنی شرابِ وحدت و معرفت۔ مثلیں۔ یعنی خواجہ صاحب اور زنان بائی بالکل ایک جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔ ۲ نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ عجلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامرادیں میں نے اِن دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مرجانے کی وجہ سے کہہ دیا ورنہ یہ وصال حیرت ہے کیونکہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ ۳ تکمیل۔ اگرچہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہر حال وصلِ یار تو حاصل ہو ہی گیا۔ حزم۔ پختہ کاری۔ یم سمندر۔ توفیر۔ زیادتی حاصل کرنا، آمدنی۔

باچنیں شاہِ پُر از جود و سخا
ایسے جود اور سخا سے پُر بادشاہ سے

حرفِ مطلب بر زباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لطفِ اُو بے گفتہ صد نعمت دہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے

سوئے گفتن چوں دلِ من بر جہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اُس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا

بر درش پس چوں تبوراکے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھڈھڑی کیوں بجاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے

خطرہ ام را در دلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سزا وارم بداں دُرِّ ثمیں
اگر میں اُس قیمتی موتی کے لائق ہوں

خود شہم بنوازد از لطفِ گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لطفِ اُو ہر صاحبِ استعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحبِ استعداد کو

حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسبِ حال عطا کر دیتی ہے

ہر چکادے را کہ اہلیت بُود
جس کھوپڑی میں اہلیت ہوتی ہے

چترِ شاہی بر سرش از شہ رسد
شاہ کی جانب سے اُسکے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ بر آں شہ چوں خفا
اُس شاہ پر جب سُوئی کا نکوا بھی مخفی نہیں ہے

در طلب پُویم جگارہ من چرا
میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں

از فضولی چوں سخن پیشش کنم
اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟

از چہ پیدا حاجتِ خویشش کنم
اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیرست و خبیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے

میدہد آخر مرادِ دل بدیر
انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کن اے دل کہ مفتاحِ خوشی ست
اے دل صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے

در میانِ صبر بس عیش و خوشی ست
صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم!

بحرِ صبر و حلمی و کانِ کرم
تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے

دل بتختِ اوجِ وحدت بستہ است
وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ من شو و خود کامراں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا

تا رہم من از خراشِ این و آں
تاکہ میں اِس اور اُس کی خلش سے نجات پا جاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں

از سخن گفتن من اکنوں تن زنم
میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبرؐ کلام ار فضہ است
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے

مر سکوت از تبر خالص نضہ است
خاموشی بغیر ان گھڑے خالص سونے سے ہے

تختِ ارشاد ست اگرچہ بس سنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے

لیک اندر بے خودی صد روشنی
لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکر ہا دلم ـــ خالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا

مظہرِ انوارِ اجلالی شود
انوارِ اجلالی کا مظہر ہو جائے گا

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے

ایں تفکر ہست حیرت در جمال
یہ تفکر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا

زد ز تعظیم ادب سر را بپا
ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مبادا آں دم کہ از مسند روی
خدا نہ کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں

یا بخلوت خانہ گردی منزوی
یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

سلہ باچنیں۔ اِس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔ تبوراک۔ وہ ڈھڈھڑا جو کھیت سے چڑیاں اُڑانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ چکادہ۔ ایک حاشیہ میں اِس کے معنی سر کی کھوپڑی کے کئے ہیں غیاث اللغات میں چکادہ دال کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اِس کے معنی سر سوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنی میں لکھا ہے۔ ۵۲ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔ تبر۔ سونے کا پترا۔ نقدہ۔ ایک حاشیہ میں اِس کے معنی بغیر ٹھپہ کا سونا لکھے ہیں بعض لغات میں نقش اور ناصر کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ ۵۳ سنی۔ بلند، روشن۔ فکر۔ حدیث شریف ہے فِکْرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ تھوڑی دیر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایں تفکر۔ تفکر جمال باری تعالےٰ میں حیرت کو کہتے ہیں۔ زد یعنی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ منزوی۔ گوشہ نشین۔

سایۂ تو بر سرِ من مُستدام [١]
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر
ظلّ گستر باد تا یوم القیام
قیامت تک سایہ فگن ہو
تاجِ ایں سر سایۂ اقبالِ تُست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے
سُلّمِ من پایۂ اقبالِ تُست
میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یارب م ہرگز بقا چنداں مباد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو
کہ بہ بینم مسندِ شہ را کساد
کہ میں شاہ کی مسند کا بھاؤ گرا دیکھوں
زیں نمط بسیار می شُد گفتگو
اس طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی
لیک شہ از امتحاں در جستجو
لیکن شاہ امتحان کا جستجو میں تھا
کہ ورا در دل بُود از حُبِّ جاہ
کہ اس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو
یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو
ہیچ در دل عُجب یا پندار ہست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟
یا درونش از مئے شوقست مست
یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دید کاں در سر سرِ دیگر نہ پخت
اس نے دیکھا کہ اس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا
بر نہالش جز نیازے بر نہ بخت
اس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں لگا

حُبِّ جاہ و شاہی و حرص و ہوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش
در سرش راہے ندارد ماسوا
اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ
در دلِ اُو نیست راہے ہیچ را
اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوالش بطبقِ وضع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے
ہر قدم بر شاہ راہِ شرع یافت
ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
در دلش میلے بسوئے مُلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے
طالبِ بحر ست و رہنِ فُلک نے
سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے
بر محکِ امتحاں بس آزمُود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا
غیرِ زرِ دہ دہی [٢] آں جا نبُود
سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت با اصحاب شہ کیں نوجواں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان
می نیرزد جز بآں دُختِ چو جاں
اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے
جسم را با رُوح پابندی خوش ست
جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مر اُو را اُو مر ایں را لائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے
ہر یکے اقرانِ خود را فائق ست
ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزاست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے
آنچناں فصّ اندریں خاتم رواست
ویسا نگ اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسینِ رائش را بدل
سب نے دل سے اس کی رائے کی تحسین
کردہ گفتند العجل نعم المحل
کرکے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا مجلسے آراستند
بادشاہ نے حکم دیا انہوں نے مجلس کی آراستہ کی
بزمِ طوئی بس سنی افراشتند
شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاقِ ازل یک جان و دل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا
گشت ایجاب و قبولِ مُستحل [٣]
حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شُد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا
جاں بجان و دل بدل پیوست شُد
جان جان سے اور دل دل سے جڑ گیا
از تأنّی کارِ دارین ست راست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں
زیں سبب تعجیل از شیطان بخاست
اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی

---

١ مُستدام ہمیشہ، یوم القیام - روز محشر، سُلّم سیڑھی، کساد بھاؤ - لیک - بادشاہ کی ان باتوں کا مقصد اس کا امتحان تھا، عُجب - تکبر، پندار - غرور، فُلک - کشتی۔ ٢ دہ دہی - خالص سونا جو تپانے سے کم نہ ہو، دُخت - دختر، اقران - ساتھی ہم عمر، فصّ - انگشتری کا نگینہ، العجل - یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے بہت اچھا موقع ہے، طوئی - شادی، سنی - بلند۔ ٣ مستحل - حلال کرنے والا، ایجاب و قبول کے بعد بیوی شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے - از تأنّی - مشہور ہے التأنّی من الرحمٰن والعجلۃ من الشیطان، آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔

صبر را فرمود حق عزم الامور [۵۱]

اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا

می برد بے رَیب اِرَب خود صبور

بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے

ہر کہ رنجے برد گنجے ہم ببرد

جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا

وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد

اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کاہلِ دنیا خوش ست

لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے

عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست

دنیا کے کام میں عجلت بری ہے

صبر کن توکیلِ دنیا کن بدو

صبر کر، دنیا اُس کے سپرد کر دے

خیر و شرت را بہ از تو داند او

وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں

دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے

ہمچو آں شہزادہ کاں سومیں

اُس شہزادے کی طرح جو تیسرا ہے

تمثیلاتِ چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس کے بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے بالعکس ہیں

کارِ دنیا جملہ عکسِ کارہاست

دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں

در خوشی غم ہست وز غم فرح خاست

خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ گریان ست او خنداں بود

جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے

وانکہ شاداں زیست او گریاں بود

اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں

اس دنیا کا نقش الٹا نعل ہے

میلِ ہر چیزے بسوی ضد بداں

ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سلطاں او گدا ست

لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے

زانکہ وطرش کامل از اوطارِ ماست

اسلئے کہ اُس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہے

کاں [۵۲] فلاں را ایں رعایت کردنی ست

کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرنی ہے

وز فلاں مالِ فلانے بردنی ست

اور فلاں سے فلاں مال لینا ہے

گر گدا را بینی او سلطانِ وقت

اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے

مالکِ وقت و بدر رشد زانِ وقت

وہ وقت کا مالک اور وقت کی ملکیت کیوجہ سے

خود ابوالوقت ست در احوالِ خویش

وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے

نے چو سلطاں ابنِ وقت و حالِ خویش

بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں

ہمچنیں بخل و سخا را در نگر

اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ

نام بر ضد آمد اے نیکو سیر

اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

از بخیل آمد سخی تر گو کدام

بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے

مالِ خود را می گذارد بہرِ عام

جو اپنا مال عام کے لئے چھوڑ جاتا ہے

نفسِ خود را جملہ زو محروم داشت

اپنے نفس کو اُس سے بالکل محروم رکھا

بہرِ خرجِ وارثاں معصوم داشت

وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا

خود [۵۳] نخورد و نابکس از دست داد

نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا

کیں دو راجع سوی او ہست المراد

کیونکہ یہ (دونوں ہی) اس سے متعلق ہیں المراد

ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل

تو جس کو سخی کہتا ہے، وہ بخیل ہے

زانکہ غیرے را نداد او یک فتیل

کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز (بھی) نہ دی

یا بدنیا خود خورد یا می دہد

یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے

بہرِ عقبیٰ در لحد یکسر نہد

آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ او نفعے نہ برد

دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا

ہم خوراندش او بمسکیں یا بخورد

اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صرف در راہِ خدا بہرِ خود ست

خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے

تا بوقتِ بے کسی آید بدست

تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

---

۵۱ عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ اِرَب۔ حاجت۔ توکیل۔ وکیل بنا دینا، سپرد کر دینا۔ سومیں۔ تیسرا شہزادہ دنیا کے کاموں میں سُست اور آخرت کے کاموں میں چست تھا۔ ہر کہ۔ جو دنیا میں روئیگا وہ آخرت میں مسکرائے گا۔ سلطان۔ دنیاوی بادشاہ دراصل فقیر ہے۔ وَطَر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ ۵۲ کاں۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیر اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابوالوقت ہے۔ سِیَر۔ سیرت کی جمع ہے، عادت، خصلت۔ بخیل۔ دنیا کا بخیل سخی ہے اپنا مال خود خرچ نہیں کرتا ہے دوسروں کے لئے چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ ۵۳ خود۔ جو خود کھا لیتا یا اپنے ہاتھ سے غریبوں کو دے دیتا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا سمجھا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا سخی بخیل ہے اِس لئے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھا لیا یا آخرت کے لئے خرچ کر دیا جو اُس کے کام آئے گا دوسروں کیلئے چھوڑا فتیل۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کا ریشہ، حقیر چیز۔

چونکہ در محشر درم دینار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے

ویں دو موقوں را در آنجا بار نیست
اِن دونوں مٹنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے

اندراں وقتش رسد آں مالِ او
اُس کا وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے

پُر شود میزانِ فرخ فالِ او
اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے

دوستی و دشمنیِ ایں جہاں
اِس دنیا کی دوستی اور دشمنی

ہمچنیں بر عکس آمد اے فلاں
اے فلاں! اِسی طرح اُلٹی ہے

ہر کہ با تو دوست تر دشمن تر ست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے

نخلِ عمرت را بافسوں زود بُرست
وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے

ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا

نامد او گاہے ندید او روی تو
نہ وہ کبھی آیا، نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا

در حقیقت او بود از دوستاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے

نقدِ عمرت را نگشتہ او ستاں
وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا

دوستاں تضییع عمرت می کنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں

در فسادِ وقت و حالت می تنند
تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں

برتو حالے آمد، او آمد ز دور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور

حالِ دل برگشت و پیدا شد نفور
دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

برتو حالے آمد، او آمد ز در
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا

بہرِ گفتِ بیہودہ بہرِ سمر
بیہودہ باتیں کرنے کیلئے (اور) قصہ گوئی کیلئے

صحبتِ عامی بلای اکبر ست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے

بہرِ عینِ قلب غینِ استر ست
دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانیوالا ابر ہے

غینِ رین آمد بقرصِ آفتاب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا

پس دلِ مہ را از و چہ بود حساب
تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ؟

در بیانِ مغلوبیتِ حالِ خود
اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان

و پرتو نورِ اجلالِ مولانا جلال الدین
اور مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کے نور

قدس اللہ سرہُ العزیز کہ
اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر

کاشانۂ سوز خودی گشتہ
کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلیِ جلال
تجلیِ جلال کی برق کے جلوے نے

آتش اندر خرمنم زد چیست حال
میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟!

نورِ اجلال از جلال الدین رُوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نور اجلال

مخزنِ اسرارِ حق صدر النجوم
جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ، ستاروں کے صدر ہیں

از درونم خود بخود سر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے

ز آشیانم باز شہپر می زند
پھر میرے آشیانے سے باز پھڑپھڑاتا ہے

من ندانم من کیم گوئندہ چیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟

ویں شرر در پنبۂ ام از برق کیست
یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق کی ہیں؟

نالۂ من از کدامیں پردہ است
میرا نالہ، کون سے پردے سے ہے

حیرتم در بحرِ عماں بردہ است
حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے

می تراود بے من و بے سعیِ من
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے

از نئے دل نالۂ موزوں بہ فن
دل کی نے سے مضموں سے بھرا موزوں نالہ

قافیہ مضموں پئے روپوش ہست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے

معنی از دل ہمچو تیر از شیشہ جست
دل میں سے معانی، جھاڑی سے تیر کی طرح نکلے

ہم مرا خوردی و ہم وہم خودی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی

اے حسام الحق مگر در من شُدی
اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں پہنچ گئے

آمدی در من مرا بُردی تمام
آپ مجھ میں آگئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا

اے تو شیرِ حق مرا خوردی تمام
آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے کھا لیا

من چہ دانم آنچہ می دانی بگو
میں کیا جانتا ہوں، آپ جو جانتے ہیں کہیں

شُد بدستِ تو زمام اے نیک خو
اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

از چہ رو کردی مرا روپوشِ خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟

من ندارم از سر و پا ہوشِ خود
مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

ل‍ے میزان۔ اعمال کی ترازو۔ زود بُرست۔ زود بُرندہ است۔ ستاں۔ گیرندہ۔ دوستاں۔ دوست ترا وقت برباد کرتے ہیں، حالے جمعیتِ وقت سے جو
پر ایک کیفیت طاری ہوئی ہے دوست آکر اس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ ۵۲ سمر۔ قصہ گوئی۔ عین چشمہ۔ غین۔ ابر۔ استر۔ زیادہ چھپانے والا۔ رین۔
سیاہی کا دھبہ یعنی۔ جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے لئے نقصان رساں ہے تو پھر چاند کو کس حساب میں ہے۔ پردہ۔ ساز کا پردہ۔ بحرِ عماں۔ گہرا سمندر

منجن۔ عنم۔

چند نالۂ زار کردن از نے بیقرار دلدوز
چند نالۂ زار جو غمگین، درد آشنا، بیقرار

آثار غمگسار سر زدہ و بیان منازل
نے سے نکلے اور وجود کے تمام منازل

کلی وجود و عروج و نزول اطوار
اور عروج اور ہستی کے شہود کے

ہستی بر مرتبۂ شہود
مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے؟

قصۂ ہجراں روایت میکند
جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے

کز وجودِ مطلقم چوں کندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جُدا کیا ہے

مَن بگریہ مَردماں در خندہ اند
میں رونے میں، لوگ ہنسنے میں ہیں

حالِ زارِ مَن نمیداند کسے
کوئی میرا حالِ زار نہیں جانتا

ہستم اندر آتشِ غم چوں خسے
میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں

چونکہ[۵۱] از قوسِ احد منزل شُدم
جب میرا قوسِ احد سے تنزل ہوا

خود بحکمِ واحدیت حَل شُدم
میں خود واحدیت کے حکم میں گھل گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا

کردم از جبروتِ اسمی ہم مرور
میں "اسمی جبروت" سے بھی گذر گئی

رفتہ رفتہ عالمِ ملکوت شُد
رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہوگیا

عالمِ روحانیِ منعوت شُد
موصوف "عالمِ روحانی" بن گیا

بعدہٗ در عالمِ مُلک و شہود
اُس کے بعد "عالمِ مُلک و شہود" میں

گشت ظاہر جملہ اطوارِ وجود
وجود کے تمام مراتب ظاہر ہوگئے

منتہایش عالمِ ناسوت گشت
اُس کا "منتہا" "عالمِ ناسوت" ہوگیا

زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
اِن تنزلات سے میرا دل حیران ہوگیا

کے بُود یارب کہ معراجے شود
اے خدا کب ہوگا کہ "معراج" ہوگی؟

رُوح سُوی قوسِ احدیت رَود
رُوح "قوسِ احدیت" کی جانب جائیگی

ہر تنزل را عروج[۵۲] لازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے

قطرہ سُوی بحرِ اخضر عازم ست
قطرہ بحرِ اخضر کے لئے ارادہ کرنیوالا ہے

لیک اقسامِ عروج ایجاں سہ است
لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں

بر کسی از فیضِ خدا ایں در نہ بست
خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا

شُد عروجِ عامہ مرگِ جسمِ خاک
عوام کا عروج، خاکی جسم کی موت ہے

بس تعرج ہست در موت و ہلاک
موت اور ہلاکت میں عروج ہے

قدرِ مرگِ خود نمیدانی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟

میدہد[۵۳] در مرج لاہوتی چرا
وہ تجھے لاہوتی چراگاہ میں خوراک دیتی ہے

موت قبل الموت اگر دستت نداد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا

میکند کارت اجل حسب المراد
موت مُراد کے مطابق تیرا کام کردیتی ہے

موت جسرِ مُوصِل آمد سوی یار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پُل ہے

مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ

وہ چہ خوش باشد کہ سُوی شہ رَوم
واہ، کیا اچھا ہوگا کہ میں شاہ کی طرف جاؤنگا

واصلِ درگاہِ آں بیچوں شوم
اُس بے چون کے دربار سے متصل ہوجاؤنگا

---

[۵۱] چونکہ۔ وجود کے اِجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ احدیت ہے، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجرد ہے اِس کو ذاتِ بحت، عینیت ہویت، احدیتِ مطلقہ کہا جاتا ہے اِس مرتبہ میں نہ اُس کا صفات سے اتصاف ہے، نہ نعوت سے، نہ وہ مطلق ہے، نہ وہ مقید، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے اور کشف وعیاں سے بھی برتر ہے اِسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اِسی کو عالمِ جبروت کہا جاتا ہے تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اِسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اِس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے وجود کے یہ جملہ مراتب عالمِ امر کہلاتے ہیں اِس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور مُلک اور عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے نزول کے مراتب ہیں۔ [۵۲] عروج۔ وجود کے تنزلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے دوسرا عروج وہ ہے جو جنت اور جہنم میں حاصل ہوتا ہے وہ قوسِ واحدیت کی جانب عروج ہے یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ سے اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے۔ تیسرا عروج وہ ہے جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ [۵۳] میدہد۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے۔

وقت آمد کز جہانِ بیکسی
وقت آگیا کہ بے کسی کی دنیا سے

پای کوبان سُوی بامِ اُو رسی
تو رقص کرتا ہوا اُسکے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

تحفۃُ المُومن کہ الموت[۵۱] اے فتا
اے نوجوان! موت مومن کا تحفہ ہے

گر نبُودے موت در دنیای دُوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی

سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شکرِ حق کو مخلصی بنہادہ است
اللہ (تعالٰی) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے

غرفہ سُوی آں جہاں بکشادہ است
اُس جہان کی جانب کھڑکی کھولدی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے

از عروجِ بعدِ مُردن گو تو نیز
مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں عروجے کردہ در برزخ رود
اُس کے ذریعہ عروج کرکے برزخ میں جاتا ہے

درمیانِ قبر تا محشر بُود
قبر کے اندر، محشر تک رہتا ہے

پس[۵۲] عروجے ہست در محشر پدید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے

بعد ازاں در نار یا جنت کشید
اُس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لیجاتا ہے

پس بسُوی واحدیت تا احد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک

سر برآرد از تعیّن می رہد
سر اُبھارتا ہے تعیّن سے نجات پا جاتا ہے

منتہیٰ سُوی خدا شد زیں سبب
اس لئے منتہیٰ اللہ (تعالٰی) کی جانب ہوا

ہست رُجعیٰ سُوی اُو خود بے طلب
خود بغیر مانگے، اُس کی جانب واپسی ہے

مومن از نورِ جمالے می رسد
مومن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے

ثمرہا از باغِ رُویت می چشد
دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گو رسید
کافر گو یا نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے

لیک محجوب ست و خسرانے کشید
لیکن وہ محجوب ہے اور اُسنے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنی

فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْفُنُوْن
سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں عروجِ اضطراری عام ہست
یہ اضطراری عروج عام ہے

بہرِ ہر ناپختہ و ہر خام ہست
ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے

زیں سبب فرمود آں احمد لبیب
اُن عقلمند احمد نے اسی لئے فرمایا

موت جسرِ مُوصل آمد تا حبیب
موت، دوست تک پہنچانے والا پُل ہے

واں عروجِ[۵۳] دُوُمی شُد زِ اختیار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا

اولیا و انبیا را از اعتبار
اولیاء، اور انبیاء کے اعتبار سے

از رہِ علم و عمل عارج شُدند
وہ علم و عمل کے راستے سے عروج حاصل کرنیوالے

پس بموتِ معنوی خارج شُدند
وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گرد و شو فنا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہو جا

تا عروجے حاصل آید مر ترا
تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

از مناز لہا کہ سالک آمد ست
سالک جن مراتب سے آیا ہے

جہد کردہ ہم بد انسُو پا زدست
کوشش کرکے اُسی جانب قدم بڑھایا ہے

تا کہ وجہِ حق برو ظاہر شود
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے

در تجلی واحدی احدی رود
"واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کند
خود فنا ہو جائے، بقا حاصل کرے

قطرہ را تا بحرِ کُل واصل کند
قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے

سُومیں معراج جذبِ ایزدی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے

کو کشد در لمحہ سُوی بے خودی
جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

---

۵۱ الموت۔ موت کو آنحضورؐ نے مومن کا تحفہ اسی لئے قرار دیا ہے کہ وہ وصلِ یار کا سبب ہے۔ زاں عروج۔ مرنے سے عالمِ برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ قبر برزخی چیز ہے۔ پس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ ۵۲ پس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رجعیٰ۔ سورہ اقرا میں ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی اور بیشک تیرے رب کی جانب واپسی ہے۔ اس عروج۔ موت کے ذریعہ عروج اضطراری ہے جو ہر ایک کے لئے ہے۔ جسر۔ پل۔ ۵۳ عروجِ دومی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیا اور اولیاء کو مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔ واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔

چوں رسولِ مجتبیٰ در یک نفس
جس طرح رسولِ مجتبیٰؐ ایک سانس میں

دار ہید از قیدِ ایں نازک قفس
اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

دفعۃً[1] تا قاب قوسین اُو پرید
دفعۃً وہ "قاب قوسین" تک اُڑے

راہِ صد سالہ بیک جنبش بُرید
سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا

در دم از ظاہر سوئے باطن رَوَد
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے

واں کثافت خود لطافتہا شود
وہ کثافت، خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظلمتِ خاکی زجسمِ تو رَوَد
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے

نورِ یزدانی بہفت اعضا دَود
خدائی نور سات اعضاء میں دوڑ جاتا ہے

لیکن ایں در اختیارِ عبد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے

بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

زاجتبا گشتند محبوباں مُصیب
محبوب "اجتباء" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں

واں دگر ہا گشتہ یہدِی مَن یُّنِیب
اور وہ دوسرے "وہ ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے

ہر مُرید آخر مُرادے می شود
ہر مرید آخر میں مُراد بن جاتا ہے

طالبے مطلوبِ رادے می شود
طالب، جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

نے مشابہ آنکہ کار آخر کند
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے

ہر مُریدا ایں اجتبارا کے سزد
ہر مرید اس "اجتبار" کے لائق کہاں ہے؟

قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد
مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے

زیں سبب فرمود آں ربُّ العباد
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

مَنْ تَقَرَّبْ[2] شِبْرًا بَاعًا کُنْتُ لَہٗ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا

مَنْ اَتٰی یَمْشِیْ اَتَیْتُ ہَرْوَلَہٗ
جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا

جہد کُن کز جہدہا عارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحبِ معراج ہوگا

زآشیانِ آب و گل خارج شوی
آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائیگا

از چہ نورِ پاک و خوش آمد ملک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے؟

از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟

زانکہ از خاکِ مُکدّر برتر اوست
اس لئے کہ مکدّر خاک سے وہ بالا ہے

زانکہ از نفس دَنی مُطہّر اوست
اس لئے کہ وہ کمینے نفس سے پاک ہے

نفسِ[3] خیرہ خاکِ تیرہ شُد بہم
بے باک نفس اور مکدّر مٹی اکٹھے ہوئے

بر بلا آمد بلا اے خوش قدم
اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت آگئی

جہد کُن تا خاک را صافی کُنی
کوشش کرتا کہ تو مٹی کو صاف کرے

زیں ہمہ آلودگی ہا بر کَنی
تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے

نفس خیرہ را بدہ بس گوشمال
بے باک نفس کو بہت سزا دے

تا دمد از خاکِ جسمت صد نہال
تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اُگیں

جہد کُن اندک زمانہ روز چند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرلے

چند شب گریہ بکُن باقی بخند
چند راتیں رولے، بقیہ میں ہنس

زیں سبب فرمود قرنی اویسؒ
اسی لئے اویسِ قرنیؒ نے فرمایا

ساعۃ دنیا و فیہا الرّوح لیس
دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے

کاہلی در کارِ دنیا در سپار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر

چابکی میکُن پئے روزِ شمار
حساب کے دن کے لئے چُستی برت

زُہد در دنیا چہ جائے فخرِ تُست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟

میل سوئے جیفہ ننگ و خرِ تست
مُردار کی طرف میلان "ذلّت اور گدھا" ہے

قدرِ اُو حقّا چو پرِ پشہ نیست
یقیناً اس کی قدر مچھر کے پَر کی طرح بھی نہیں ہے

پیش بحرِ آں جہاں جز رشحہ نیست
اُس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

---

[1] دفعۃً۔ آنحضورؐ کو معراج میں جذبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قرب تک پہنچ گئے۔ لیکن جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ دگرہا۔ جو سعی کرتے ہیں اُن کا بیان یہدِی مَن یُّنِیب میں ہے خدا اُس کو ہدایت کر دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔ نے مشابہ۔ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ [2] مَنْ تَقَرَّبَ۔ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا مَنْ اَتٰی اِلَیَّ یَمْشِیْ اَتَیْتُ اِلَیْہِ ہَرْوَلَۃً جو میری جانب چل کر آیا میں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ از چہ۔ فرشتہ اور آسمان اس لئے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ [3] نفس۔ انسان میں یہ دونوں خرابیاں ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ زُہد۔ اگر انسان دُنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اس کیلئے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اُس سے بچاؤ کرنا چاہئے۔ خار۔ زرشتہ۔ چھینٹا۔

کرد احسانے خداوندِ بلند[1]
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا
زہدِ ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کرلی
زہدِ نامرغوب چیزے بس حقیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو
از کرم بنوشت اُو شیئاً کثیر
کرم سے اُس نے "گھنی چیز" لکھ دیا
از عنایتہای خاصِ ایزد ست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے
کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
کہ وہ پوتھ لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمرِ معدودِ قلیلے بے ثبات
ناپائیدار، تھوڑی، گنی چنی عمر
طاعتے کردی و رفتی در حیات
تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی
نے عدم گردش بگردد نے فنا
جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا نہ فنا
لَا یَحُوْمُ حَوْلَہُ الْاَعْدَامُ قط
نیستیاں اُس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں
صِرْتَ رُوْحًا بَاقِیًا حَیًّا فقط
تو بس باقی رہنے والی زندگی کی روح بن گیا
عمرِ دنیا پیشِ عقبیٰ ساعت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے
ساعتے را نا ہی راحت ست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقل توجہ شد
ہائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟
پاسِ انفاسِ چو گوہر دارِ خود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس[2] بہر مسیحائیت چست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے
گر نداری پاس اُو از جہل تست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمتِ یک دم جہانے گر دہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دنیا دے
نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کیلئے موت سے نجات پائے
اینچنیں انفاسِ خوش ضائع مکن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر
غفلت اندر شہرِ جاں شائع مکن
جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
بر سپرخیِ سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے
چوں شتاع آخر بپاسے بر زنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گرتا ہے
در زغارہ چوں زغارہ ساں ساں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے
بند بندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامۂ عہدِ ازل را یاد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کرو
زخشۂ فطرت چو داری باد کن
جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے، ہوا دے

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے
در صلوٰۃ و صوم میقاتے[3] شدست
نماز اور روزے کا ایک وقت مُتعین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے
غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اُس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا
نیستش وقتِ معین از خدات
خدا کی جانب سے تیرے لئے اُس کا وقت معین نہیں ہے
نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کردیا
ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اُذکُر ربَّکَ آں شاہِ جہاں
اُس شاہِ جہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا
وقتِ نسیاں اِذْ نَسِیْتَ را بخواں
بھول کے وقت "جبکہ تو بھولے" پڑھ لے
ظرفِ اُذکُرْ اِذْ نَسِیْتَ آمدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے
پس بہرِ نسیاں قرینِ کرے شدست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر جہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر
تا نماند غیرِ ذکر و فکرِ ہو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

---

[1] کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زہد کو پسند کرلینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بشتبہ۔ گیہوں کا دانہ۔ عمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے اعتبار سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں اگر انسان نیک عمل کرلیتا ہے تو آخرت میں لاانتہا آرام ملتا ہے۔ [2] ہر نفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہوگیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔ سپرخی۔ خوشی۔ شتاع۔ بانجھ عورت۔ سامہ۔ عہد۔ زخشہ۔ آگ کا شعلہ۔ باد کن۔ اس کو ہوا دے کر بڑھا۔ [3] میقات۔ وقت۔ نوط۔ تعلق۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے "وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ" اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھولا۔ قرین۔ ساتھی۔ جہو۔ خدا۔

جز خدائے وحدہٗ چہ بُوَد دِگر
خدائے وحدہٗ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟

نامِ اُو بر جان و دل شیر و شکر
اسی کا نام جان اور دل کیلئے شیر و شکر ہے

ذکر کُن مذکور تا گردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہو مشاہد ہو جائے

نے ہمیں ذکرِ کہ باشد بر زباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو

ذکرِ لفظی غیر عارض بیش نیست
لفظی ذکر ایک عارضی سے زیادہ کچھ نہیں

ذکرِ رُوحی جز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے

چونکہ برآید[1] تُرا سلطانِ ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اُٹھا لے

آں زماں گشتی سراپا کانِ ذکر
اُس وقت تو مجسّم ذکر کی کان بن گیا

ذاکر و مذکور و ذکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا

غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہیگا

عالَمے[2] دیگر بدل زائد تُرا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالَم پیدا ہوگا

کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرّہ ہیں

آفتابِ دیگر از مشرق تند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا

ذرّہ اٗت اِشراقِ خورشیدے کند
اُس کا ایک ذرّہ سورج کو روشن کرے گا

مہر چوں آئینہ را گردد محیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے

آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بسیط
اُس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

بعد ازیں گفتن اجازت کے بُوَد
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟

نحنُ اقرب ہر زمانم وے بُوَد
ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے

در رگ و در پوست و اندر استخواں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں

برق زد چنداں کہ رفت از مَن نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا

شعلۂ عشق از گریباں سر برزد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا

احمدا[3] اکنوں مجو غیر از احد
اے احمدؐ! اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر

شد گریباں صورتِ مقراضِ لَا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا

مَن کجا و ہستیِ فانی کجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟

قارعہ آمد ز عشقِ ذُوالجلال
ذُوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی

ریزہ ریزہ کرد مینائے خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا

در قیامت رازِ عشق ست اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے

صد قراعِ چوں کتائبِ الاماں
لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح الاماں

در تاویل بر تصوف سورۃ القارعۃ
تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعۃ

مَا الْقَارِعَةُ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ
کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہوا القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بُوَد قارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟

ہست بہر کوب دلہا سارعہ
دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنے والی ہے

پس چہ آگاہی بگو زاں قرعِ سخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟

کو کُند دلہائے عاشق لخت لخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے

قرعِ عشق آں روز باشد بر دلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اس دفعہ ہوگا

تا بدیں نوبت رساند منزلت
حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دیگا

پیشِ تو شاہ و امیر و ہر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا

جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے

در نظر کس را نباشد وزنِ جو
نظر میں کسی کا جَو برابر وزن نہ ہوگا

دل نباشد باکسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہوگا

روزنِ عُجب و ریا مسدود شُد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا

تا تُرا خلق از نظر مفقود شُد
حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی

---

[1] برآید۔ جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اُس میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ [2] عالَم۔ پھر عجیب تجلیات طاری ہوتی ہیں۔ بسیط۔ پھیلا ہوا۔ منتشر۔ بعدازیں۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ [3] احمدا۔ یعنی عارف۔ من کجا۔ یعنی اِس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ قارعہ۔ کھڑکھڑا دینے والی چیز۔ مینا۔ شیشہ۔ کتائب۔ کتیبہ کی جمع ہے، لشکر۔ مسدود۔ بند۔ مفقود۔ گم۔

غیر حق را قدر نبوُد در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہوگی

مُردہ گردد خواہش آب و گِلت
تیری آب و گِل کی خواہش مُردہ ہوجائے گی

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ
اور ہوجائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سخت چون پنبہ شوُد
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہوجائیں گے

از نظر ہمچوں سحابے میرَوَد
نظر کے سامنے اَبر کی طرح چلیں گے

عالَمے گردد ہبا[1] پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالم ذرات بن جائیگا

غیر حق را مُرتفع گردد اثر
حق کے غیر کا اثر اُٹھ جائے گا

چیست عالَم آں عرضہا مجتمع
عالَم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں

در یکے عینِ بسیطِ مُتسع
ایک وسیع چوڑے عین میں

نیست چوں اعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے

ہرچہ موجود ست اکنوں فنا
جو موجود ہے، اب فنا ہے

عالَم امواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں

لیک چوں آبیست سیّال اے وَدُود
لیکن اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہے

ہمچو آں جوّالہ شعلہ دائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ

در نظر آید بسُرعت سائرہ
نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے

نیست در واقع بجز نقطہ دِگر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے

ایں فساد از حسِ تو شُد اے پسر
اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا

ہمچناں[2] کہ قطرہائے نازِلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات

نزدِ تو شُد مُستقیم و واصِلہ
تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں

بسکہ او جنبش بسُرعت میکند
وہ صرف تیزی سے حرکت کررہے ہیں

حسِ تو بر فقدِ او کے می تند
تیرا حس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے

ہست در تجدیدِ اکوان ایں جہاں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے

میشود مِثلش مُجدّد ہر زماں
اُسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے

لیک حسِ ظاہرت از اشتباہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے

دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے

در نظر آید نظامِ مُتّسق
نگاہ میں متصل نظام ہے

ہست در ہر آں ولیکن مُمتحق
جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے

نیست در یک لمحہ عالَم را قرار
عالَم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے

ہمچو[3] موجِ آب دائم در فرار
پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے

ہر زماں از فیضِ سابق لاحقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے

ہمچو او موجود گردد فالقے
ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہوجاتا ہے

مُوجد و مُفنی ہماں یکذاتِ دوست
پیدا کرنیوالی اور فنا کرنیوالی دوست کی وہی ایک ذات ہے

اختفا با خود ظہورِ نورِ اوست
اُس کا مخفی ہونا خود اُس کا ظہور ہے

سُرعتِ کون و فساد ایں سحر کرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے

شُد ز حسِ مُشترک تمیز فرد
حسِ مشترک سے تمیز جدا ہوگئی ہے

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اُسکی ذات

ایں زماں ہست آشکارا اے عمو
اے بچا! اِسی وقت ظاہر ہے

لیک فیضِ حق مدد آرد ز جُود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض مدد

ہر دمش بخشد ز سر نو نو وجود
اُسکو ہر دم از سر نو نیا وجود عطا کردیتا ہے

ہر دمت اے جان فنا و زندگیست
اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے

غیر وجہ اللہ کرا پایندگیست
اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟

---

[1] ہبا۔ وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع۔ صوفیا کے نزدیک تمام عالم اَعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قایم بالذات سے قایم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔ ہمچو آں۔ عالم میں تجدّدِ اَمثال ہورہا ہے ایک عرض دوسرے عرض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمہاری نگاہ میں وہ قائم نظر آتا ہے اِس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھماؤ تو پورا دائرہ ایک قائم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو جگہ بدل رہا ہے یہ صرف تمہاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ [2] ہمچناں۔ اِسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمہیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے۔ تجدید۔ اِسی طرح ہر عرض کی جگہ دوسرا عرض اُسی طرح کا آرہا ہے لیکن تم سمجھے ہو کہ وہ پہلا عرض تمام ہے۔ مُتّسق۔ مسلسل۔ مُمتحق۔ مٹنا ہوا۔ [3] ہمچو موج۔ دریا کا پانی ہر لمحہ بدل رہا ہے لیکن تمہیں ایک قائم سطح نظر آرہی ہے۔ اختفا۔ مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اتحاد ... سرعت۔ آگ دونوں ایک چیز نظر آرہے ہیں۔ کل شئ۔ عالم میں جو اعراض ہیں اُن کی فنا اور وہی ذات کا وجود اِسی وقت دیکھ لو۔

قارِعہ۱ اینساں چو بر جانت زند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر
ضربتِ آں تیشہ ہستت را کَند
اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بینی عدم اعیان را
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا
نیست موجودے بجز ذاتِ خدا
خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مرّ السحاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا
مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ
لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں
فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اِلٰی آخرہٖ
بس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا۲ در ضربتِ عشق و قراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں
کفۂ میزانِ عقلش شد مراع
جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کفۂ میزانِ عقلش شد گراں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا
از نہیبِ عشق نامد در زیاں
عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ۲ کنتُ سمعَہٗ بی یسمع اوست
اگرچہ میں اس کا کان بنتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہر
خود کہ بی یبصر و بی یبطش زوست
وہ خود درست کہ بجانب میرے ذریعہ دیکھتا ہے اور میرے

لیک در شورِ فنا از جا نشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا
در مقامِ جمع شطح افزا نشد
وہ جمع کے مقام میں خلافِ شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حدِ خود را داشت ملحوظِ نظر
اس نے اپنی حد کو ملحوظِ نظر رکھا
آنچہ می بیند نگفت او از حذر
جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اُسے وہ نہ کہا
اوست در عیشِ پسندیدہ مدام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے
در مقامِ خلّت۳ از کاسِ الکرام
"خلّت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ سے
وانکہ شد میزانِ عقلِ او سبک
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی
رفت در جام از حد آں ظرفِ تنگ
وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا
شورشے و وحشتے آغاز کرد
خورشش اور وحشت شروع کر دی
خویش را با قرصِ خور انباز کرد
اس نے اپنے آپ کو ٹکیہ کیساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا
محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
آئینہ محو ہو گیا، سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا
لیک در واقع بجز عکس او نبود
لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا

گشت منصور و سرے بر باد داد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا
وز شرارِ عشق آتشہا فتاد
عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں
برق از جان و دلش سر بر زند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے
شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلۂ غیرت بدل گرم او فتاد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا
آتشِ عشق افسر سوزش بداد
عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شد برقِ عشقِ بے نشاں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی
سوختہ چوں یافت سوزد بیگماں
جب اس نے ایندھن پایا وہ یقیناً جل جائیگا
پس شود جای دلش در ہاویہ
اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی
ہیچ میدانی چہ باشد ہاویہ
تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتشِ سوزندہ نقشِ غیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ
کہ بسوزد پرِ طیر و سیر را
جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از نہیبِ آتشِ ہجراں بسوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا
ہر کہ زاں شمسِ مشعشع دیدہ دوخت
جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی

۱ قارعہ۔ جب جسموں پر قیامت برپا ہوگی تو تجھے نظر آجائیگا کہ کائنات کا وجود بجز ذاتِ واحد کے کچھ نہ تھا۔ ہر کرا۔ جب عشق کے غلبہ میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور انا الحق نہ کہہ بیٹھا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔ ۲ گرچہ حدیثِ قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور شطحیات پر نہ اتر آیا اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے۔ شطح۔ وہ قول جو صوفیاء سے خلافِ شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے اَنَا الحق، مَا فِی جُبَّتِی غیرُ اللہ۔ خورش یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔ ۳ خلّت۔ دوستی کا ایک مقام ہے جس سے خلیل بنتا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے۔ منصور۔ منصورِ حلاج نے انا الحق کہہ دیا۔ افسر۔ تاج۔ کہ بسوزد۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر الی اللہ سے رُک جاتا ہے۔

اے ایاز ار حدِّ خود بشناختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا
جانؔ بجانِ شاہِ بیحد ساختی
جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل و تاویلِ قصۂ شہزادگاں و تطبیق نمودنِ اُو بر منازلِ عرفان
شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا
باز گردانم بسوی آں عناں
اس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام
اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کرلے
تا بری زیں داستاں حصہ تمام
تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کرلے
مرد را باید کہ کارِ خود کند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے
نے برافسون و فسانہ بر تند
نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام
تونے عمر افسانہ میں ختم کردی
صبح نزدیک ست برخیز از منام
صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہو جا
صبح پیری آمد و وقتِ رحیل
بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے
در اساطیر و سمر کم شو دخیل
کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے

آں بکن کہ زادِ راہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو
در لحد روشن چو ماہے باشدت
جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروبِ آفتاب
شام ہو گئی کہ آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا
وقت بیگہ شد بخانہ رو شتاب
دیر ہو گئی، جلد گھر جا
نان و حلوا خوردۂ تو مدتے
تونے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے
ہیچ زاں دیدی بباطن عُدتے
اس سے باطن میں تونے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی
تونے نفس کو پالا اور بیل بن گیا
کے بمنزلگاہِ خود شاوے زدی
تونے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستاکے تازہ سر افراختی
تونے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا
خود ستاوندے معلّے ساختی
اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے
سنگ را شنبیدی از ناخن بزور
تونے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا
شیر را رنجاندی از قوت چو گور
تونے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے
چوں چغک در مرگ چغزیدن کند
چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہرِ مرگ ساز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کرلے
در گذر سوی حقیقت از مجاز
مجاز سے حق کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و لمتر شدی
تونے روٹی اور حلوا کھایا اور موٹا ہو گیا
در وحلہای گنہ چوں خر شدی
گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح ہو گیا
نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر
فرض کرلے تونے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں
خویشتن را آخرے جاں مردہ گیر
اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کرلے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے تیز رفت
اے موٹے شیر! فرض کرلے تونے چکنی اور شیریں غذائیں کھائیں
در دو روزہ تب ہمہ آں در رفت
دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی
آں بخور کاں نورِ دل افزایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے
عرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
اس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے
رفت عمرِ بے بہا در کاہلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی
چند روزے ماندہ است و غافلی
چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیا ہم سوی دوست
جو گذرا سو گذرا اب بھی دوست کی جانب آ جا
تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدِہ
جو کچھ باقی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دے
باز سر کن سر بہ پائے یار نہ
سر کے بل چل، سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیانش کنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اس کی نافرمانی کرے
باز در باز ست چوں حلقہ زنی
پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

لہ جانؔ بجانِ شاہ۔ وصلِ تام حاصل ہونا۔ منام۔ نیند۔ رحیل۔ کوچ۔ اساطیر۔ بے اصل کہانیاں۔ عُدہ۔ ذخیرہ۔ شاوہ۔ قدم۔ ستاک۔ شاخ۔ ستاوندہ۔ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے بنگلہ۔ ٹ سکنجیدن۔ سانس کا رکنا۔ چغک۔ چغوک۔ سرخاب۔ چڑیا۔ چغزیدن۔ ترسیدن۔ لمتر۔ موٹا۔ تازہ کلا کھنچے

زیں چنیں یارے نکو ببریدۂ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹ گیا ہے
خاک بر فرقت[1] **کہ بد فہمیدۂ**
تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے
کارِ حق برطاقِ نسیاں داشتی
تونے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیاں میں رکھ دیا
در ہوا چندیں علم افراشتی
تونے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کیے
پنبۂ غفلت بدر از گوش کن
غفلت کی روئی، کان سے نکال
پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن
اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیست رُوح آں طائرِ قدسی صفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے
در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے
چیست رُوح آں طائرِ قدسی نژاد
رُوح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے
بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے
تا بیاموزد صفیر از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے
آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے
رُو بداں سُو باشد اُو را دمبدم
اُس کا رُخ ہر وقت اُس جانب ہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے
میکند منع از حصارِ پُر دہشت
تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفسِ امّارہ بعصیاں راندت
نفسِ امّارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے
سُوئے فسق و کفر و طغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زاں حصارِ پُر صُوَر[2]
اُس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے
کاں رُباید ہوشِ دنیا سر بسر
کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اُڑا دیتا ہے
حصنِ دینِ احمدی با بُرج و بار
بُرج اور بزرگی والا احمدی دین کا قلعہ
می رُباید ہوشِ دنیا از اعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اُڑا دیتا ہے
اندراں تصویرِ شاہ و دُختِ اوست
اُس میں شاہ اور اُس کی دختر کی تصویر ہے
ذکرِ حُور و جنّت و عشقِ نکوست
حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زَوَّجْنَا بِحُوْرٍ عِیْنٍ گفت
چونکہ ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی
گوہرِ دل را بتارِ طمع سُفت
دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انساں ہست مجبول از ازل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے
سُوئے جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرعِ خوش نظر
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں
کردہ انداز رغبت و رہبت صُوَر
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
گہ ز راہِ طمع بر راہ آورند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں
گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانۂ نفسہائے سرکشاں
سرکش نفوس کو کوڑا
جبر و کرہاً می برد سُوئے شہاں
جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تاکہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً
سُوئے شاہ و دخترش گردد انوس
شاہ اور اُس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان
بر سہ قسم اند از سلوکِ اے دیدہ ور
اے دیدہ ور! سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظَالِمٌ مِنْهُمْ لِنَفْسِهٖ مُقْتَصِدٌ[3]
اُنہیں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رَو ہو کر
سَابِقٌ بِالْخَیْرِ بعضے شُد زجد
بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا تھا
اوّلیں شہزادہ کُشت او نفسِ خود
پہلا شہزادہ اُس نے اپنی جان کو ہلاک کیا
از گروہِ ظالمانِ نفس شُد
وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہوگیا

[1] فرقت۔ سر کی مانگ۔ تجدر کردن: نکالنا۔ صفیر۔ پرندہ کی سیٹی۔ نفس۔ نفس کی مثال اُس بادشاہ کی طرح ہے جس نے تینوں شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا نفس بھی انسان کو شریعت کے پُر نقش و نگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ [2] حصارِ پُر صُوَر۔ تصویروں بھرا قلعہ بار۔ بزرگ، باریابی۔ گفت۔ قرآن میں اہلِ جنت کے لئے فرمایا گیا ہے زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ہم نے اُن کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیا۔ مجبول۔ مخلوق جلب۔ کھینچنا۔ رہبت۔ ڈرانا۔ انوس۔ مانوس۔ [3] ظالم انسانوں کی مثال اُن تین شہزادوں کی سی ہے کچھ لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں۔ کچھ لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر جاتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

درطپش آں دُرِّ جانش ازکف فتاد
اُس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا
دادِ کسب و معرفت ہر گز نداد
اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لُطفِ شاہ دستش را گرفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی
شُد ز منظورانِ درگاہ ایں شگفت
وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہوگیا، یہ تعجب ہے،
ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند
جو اُسکے لئے جان دیدیتا ہے وہ اُسکو جان دیدیتے ہیں
وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اُسکو کان دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا
در چہے افتاد چوں دیوانگاں
دیوانوں کی طرح ایک کنوئیں میں گر گیا
مرد باید در نبردِ شیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے
تا بقدرِ وُسع گردد سیرِ عشق
تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو
گر بمُردن یار در دست آمدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آجایا کرتا
پس رہِ حق سخت آساں تر بُدے
تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہر نفس مرگے دگر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے
کز مرارش موت دارد صد خطر
جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

واں دُوُم تحصیل کرد و اجتہاد
اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی
لیک در عُجبے فتاد و در فساد
لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش را با آفتاب انباز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا
دعویِ قولِ اَنَا الحَق ساز کرد
"اَنَا الحَق" کے قول کا دعویٰ شروع کردیا۔
در رہِ اُو ہم توقف بیش شُد
اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا
منزلِ دار آں سرش را پیش شُد
سُولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی
ماند در راہ از کمالِ احمدی
کمالِ احمدیؐ سے راستہ میں رہ گیا
جُرعہ نوشید از جمالِ احمدی
اُس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا
لُطفِ شہ اُو را بجاں مقبول کرد
شاہ کی مہربانی نے اُسکو (دل و) جان سے مقبول بنایا
با وصالِ خویشتن مشغول کرد
اپنے وصال میں مشغول کردیا
نے ز استعداد و استحقاق بُود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا
ایں ہمہ لُطفِ شہِ خلاق بُود
یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سُوم شہزادہ بُود از سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لیجانے والوں میں تھا
گشت از ہر دو برادر سابق آں
وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہوگیا
با حقیقتہای شہ ہمراہ شُد
شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسب عرفانی نمود
اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا
قُرب آں شہ دمبدم برمی فزود
دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں ز ترغیب اہلِ ایماں میروند
چونکہ اہلِ ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں
سُوئے شاہ از عشقِ دختر میدوند
شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر بر شہ فتاد از خود شُدند
جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہوگئے
عشقِ دختر مستتر بر شہ زدند
پوشیدہ لڑکی کا عشق، شاہ سے وابستہ کردیا
چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی
درجبلش داد دختر ز انتباہ
آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے نکاح میں دیدی
واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب
اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا
لیک کو آں رُتبہ و قُربِ عجیب
لیکن وہ رُتبہ اور عجیب قرب کہاں؟
ناقصے را شاہ بر مسند نشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا
خویش خواند و بر سرش زر برفشاند
اپنا کہا اور اُس کے سر پر زر افشانی کردی

۱ے درطپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی طپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُسکو نواز دیا۔ گر بمردن۔ محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

اینجا۔ راہِ عشق میں تو بار بار مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل حاصل ہوتا ہے۔ ۲ے واں دُوم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لئے کوشش کی لیکن تکبر اور غرور میں مبتلا ہوگیا اور اپنے آپ کو شیخ کا ثانی سمجھنے لگا۔ دار۔ سولی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ لطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنا لیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سُوم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔ ۳ے چوں ز ترغیب۔ ابتداءً مومن جنت کے شوق میں کوشش کرتا ہے لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذاتِ خداوندی کا شوق رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ استعداد دیکھ کر جنت خود عطا کر دیتا ہے۔

ہست از نقصانِ خود او منفعل[1]
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے
بر سریرِ سلطنت محزون خجل
وہ سلطنت کے تخت پر غمگین شرمندہ ہے
در دلش از زلتِ خود خارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں
می کشد زاں منقصت آزارہا
اس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیر البشر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا
نیست غم در جنت از غفلت مگر
جنت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں
چترِ سلطانی و قصرِ شہ دہند
شاہی چتر اور شاہی محل دیتے ہیں
ہمچو طاؤس او زپائی زشتِ خویش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح
منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
شرمندہ ہے، سامنے کو سر ٹکائے ہوئے ہے
زنگی را از آئینہ خانہ چہ سود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟
ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورتِ زشتش در آئینہ بلاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے
دیدنِ خود بر سرِ او ازدہاست
اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر اژدہے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
حالِ آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایت آں
اس بادشاہ کی حکایت کی جانب
بادشاہ کہ در اثنای راہ
رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان
ترکِ سلطنت کردہ ملحق
راستہ میں، ان تینوں سے
با ایں سہ[2] گردیدہ بود
آ ملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!
باز گو حالِ شہِ چارم بمن
مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیئے
چونکہ شد او تارکِ آں سلطنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا
ماند با شہزادگاں در مسکنت
وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد ایشاں را رفیق
اس نے سلطنت کو چھوڑا ان کا ساتھی بن گیا
ہمرہی می کرد در قطعِ طریق[2]
راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے می کرد سرگرمِ وفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا
با دلِ خالص منزہ از نفاق
نفاق سے پاک، خالص دل سے
پرتوے از عشقِ شاں او را ربود
ان کے عشق کے پرتو نے اس کو اچک لیا
در سفر با ہر سہ ہمراہی نمود
سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق را زینساں بسے تاثیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں
مر دلِ آزادہ را زنجیرہاست
آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں

صحبتِ عاشق ترا عاشق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے
صحبتِ فاسق ترا فاسق کند
فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوئی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے
خربزہ از خربزہ بوئی برد
خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیرِ صحبت جاہل ست
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے
ہر کہ از صحبت رمد بس غافل ست
جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ زانِ دگر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے
صحبتِ انساں نہ بخشد چوں اثر
انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہِ اصحابِ کہف آں کلب شد
وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا
تا سگی از وے بکلی سلب شد
حتی کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردانِ خدا را خاکِ پا
مردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا
تا رسد از مہر او نورے ترا
تاکہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدِ مجتبیٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا
لا تصاحب انت الا مومنا
تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے
پشک بخشد منتنی ہا زبلہ را
مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے

۱ منفعل۔ شرمندہ۔ محزون۔ غمگین۔ زلت۔ لغزش۔ طاؤس۔ مور اپنے پاؤں دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔ ۲ قطع طریق۔ راستہ طے کرنا۔ خربزہ مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ طبلہ۔ ڈبیہ۔ منتنی۔ سڑا ہوا۔ زبلہ۔ کوڑی۔

چونکہ روغن کرد خود را صرفِ گُل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صَرف کر دیا
گشت در طیبِ سوائحِ ظرفِ گُل[۱]
وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صُحبتِ خود بیضہ را
اُنجن ہاری اپنی صُحبت سے انڈے کو
می کند مانندِ خود بے امترا
بیشک اپنی طرح (اُنجن ہاری) بنا لیتی ہے
بُود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا
تا دو دادر زیں سہ تن دادند جاں
جب اِن تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دیدی
گشتہ با شہزادۂ سُوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا
ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق[۲]
ہر دم اُس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سُوُم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا
در خواصش بُود ایں مردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اُس کے خواص میں سے تھا
شاہِ چیں چوں دید خُلتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اُس کی بہت محبتیں دیکھیں
اختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو را
اُس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا
میل شد شہ را بسُوئیش از وِلا
شاہ کا دوستی سے اُس کی طرف میلان ہو گیا

گفت با شہزادہ از رُوی کرم
اُس نے از رُوئے کرم شہزادے سے کہا
کیں رفیقِ تُست یوپِ ہر خدم
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیر خدمت نہ ترزبوئیش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اُس کا مزاح ہنسی دل لگی
در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
ایںچنیں کس را نوازش لازم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے
کو ہوائے نفسِ خود را عادِم ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوای تو ہوای خویش باخت
تیری مرضی میں اپنی مرضی کو ہار دیا
ایںچنیں کس را بسے باید نواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا
آشکارا بر تو ہر چہ از ما نہفت
جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں بامیدِ تقربہای شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر
از وطن آوارہ افتادم براہ
میں وطن سے آوارہ، راہ پر پڑا
ایں کہ شاہِ کامرانِ مُلک بُود
یہ جو مُلک کا کامیاب بادشاہ تھا
در رفاقتہائے ما چُستی نمود
اس نے ہماری رفاقتوں میں چُستی دکھائی

مُلک و دولت بہرِ ما بگذاشت ست
اُس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑ دی ہے
در وفاق از دل علم افراشت ست
موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تار و بارش بہر ما بسیار شُد
ہماری وجہ سے اُس پر بہت نشیب و فراز آئے
مُلکِ خود درباخت ما را یار شُد
اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لُطفِ شہ تقاضا می کند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے
جائے لُطف و مرحمت ہست ایں سَنَد
اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا مُلک وادارش کنند
شاہ نے کہا اُس کو ملک اور عطا کر دیں
در خورِ او روز بازارش کنند
اُس کے مناسب گرمئ بازار دیں
لُطف فرمود و ز حد بنواختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اسکو نوازا
تلو آں ہر دو برادر ساختش
اُس کو اُن دو بھائیوں کا تابع بنا دیا
قصرہا[۳] و مُلکہا اندازہ بیش
اندازہ سے زیادہ قلعے اور مُلک
از طفیلِ ایں سُوُم آورد پیش
اِس تیسرے کے طفیل وہ سامنے آیا
آنچہ لا عَینٌ رأت اُو را بداد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اُس کو دیدیا
وانکہ لا اُذُنٌ سَمِع پیشش نہاد
اور جو کچھ کان نے نہ سنا اُسکے سامنے رکھدیا

---

۱ ظرفِ گُل۔ اس میں پھول کی خوشبو آجاتی ہے۔ چلچلہ۔ مشہور ہے کہ اُنجن ہاری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اُسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اِس شعر میں بیضہ کی بجائے کرم ہونا چاہیئے۔ ۲ عشیق۔ عاشق۔ خُلتہا۔ دوستیاں۔ وِلا۔ دوستی۔ یوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ ترزبوی۔ مزاح۔ عادم۔ مٹانے والا۔ تار و بار۔ زیر و زبر۔ روز بازار۔ گرمی بازار۔ تلو۔ تابع۔
۳ قصرہا یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سُنا ہوگا اور نہ اُن کا دماغ میں تصور آیا ہوگا۔

گشت آں شہ واصلِ مقصود نیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا
چوں طفیلی باکہ، مہمانِ عزیز
جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ ! معزز مہمان کیساتھ
زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس
اُس شاہِ رئیس نے اسی لئے فرمایا ہے[۵۱]
کہ ھُم قومٌ فلا یَشقیٰ جلیس
کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشین محروم نہیں رہتا
پاسِ دلہا کردن و خدمت گری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری
سازدت مخدوم و بخشد سروری
تجھے مخدوم بناتی ہے اور سرفرازی بخشتی ہے
خاصہ خدمتگاریِ مردِ خدا
خصوصاً مردِ خدا کی خدمتگاری
خوش قبولی بخشدت نزدِ خدا
تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کر دیتی ہے
ہر کہ شد مقبول مقبولِ الٰہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے
لطفِ حق مبذولِ او گردد ز شاہ
اُس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے
ہر کہ شد مقبول مقبولانِ حق
جو اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا
گردد او لطفِ خدا را مستحق
وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے
ہر کہ مردانِ خدا را دل بجست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی
در ادای خدمتِ شاں گشت چست
اُن کی خدمت گذاری میں چست بنا
گشت ملحوظِ عنایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا
مست و محظوظ از حمایتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مست اور حصہ دار بنا

ابنِ مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے[۵۲]
مرءُ مَعْ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
اے نیک مرد! انسان اسکے ساتھ ہو جس سے وہ
مَنْ اَحَبَّ الْقَوْمَ مِنْهُمْ آمدہ
جس نے جس قوم سے محبت کی وہ انہیں سے ہوا آیا ہو
حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شدہ
اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی
حُبُّ لِلّٰہ بُغضُ لِلّٰہ کن شعار
محبت اللہ کیلئے، بغض اللہ کیلئے شعار بنالے
تا بیابی بر درِ دلدار بار
تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو
چوں نبود ایں شاہ ملحق را جہاد
جب کہ اس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا
حُبِّ پاکاں شمع بر راہش نہاد
پاکوں کی محبت نے اسکے راستہ پر شمع رکھدی
کو نبود کس جہد و استعداد و کسب
وہ جس کیلئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی
صحبتِ مرداں بکار آمد و حسب
مردوں کی صحبت کام آئی اور بس
جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جائے
یا بمقبولانِ حق شو منطوی
یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا
مرد باش و یا کہ خود پئے مرد گرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر
کوچک و کلاں زیں رسد زاں مردِ فرد
بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملیگا
زیں دو کس یک ہم گرائے جان نیستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے
روزِ محشر سخت رسوا ایستی
تو محشر کے دن سخت رسوا اُٹھے گا

زیں سبب فرمود در قرآں خدا
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا
خود طلب میکن وسیلہ در ہُدیٰ[۵۳]
ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر
بے مُربّی کس مربا چوں خورد
تربیت دینے والے کے بغیر مربّا کس نے کھایا ہے؟
مرغِ بے پر در ہوا کو چوں پرد
بتا، پرندہ بغیر پر کے کیسے اُڑے؟
دشت پُر خون ست و پُر دام و ددست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندہ بھرا ہے
ہر طرف راہِ کژی پیدا شدست
ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے
دشت پُر مار و بہر سو سبزہ زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے
بے فسوں گر پا نہ گردی تو زار
بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو عاجز آ جائیگا
ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے
دشت پُر خوں راہِ دیں را می شمار
دین کے راستہ کو پُر خون جنگل سمجھ
گر گزد مارت شوی خستہ ملول
اگر تجھے سانپ ڈس لیگا تو خستہ (اور) ملول ہو
بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول
تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہو
گر خلد خارے بپای دل ترا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے
تارہ گر نبود برآری چوں ورا
اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اسکو تو کیسے نکالیگا؟
فکرِ تارہ کن فسوں را یاد گیر
سوئی کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کر لے
رہبرے جو تا بری راہِ عسیر
کوئی رہبر تلاش کر تاکہ تو دشوار راستہ طے کرے

[۵۱] حدیث شریف ہے "اولیاء اللہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بھی محروم نہیں رہتا"۔ ہر کہ۔ اللہ اپنے پیاروں کے پیاروں کو بھی محروم نہیں کرتا۔ [۵۲] محظوظ۔ بانصیب۔ اگر حدیث شریف ہے۔ انسان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ بار۔ باریابی۔ جہاد۔ مجاہدہ۔ کوشش۔ محب۔ بس۔ منطوی۔ مشتمل۔ [۵۳] وسیلہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ مربی۔ تربیت کرنے والا۔ مربا شکر کے قوام میں پڑا ہوا پھل۔ دد۔ درندہ۔ گول۔ بیوقوف۔ تارہ۔ سوئی کی نوک۔ عسیر۔ دشوار۔

دشتِ پُر خار و بہر سو راہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے
بر سرِ ہر ہر قدم بیں چاہہاست
دیکھ ہر ہر قدم پر کنوئیں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن مختفی
جنگل بہت خونناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے
رہبرے جُو باش و یرا مقتفی[1]
کوئی رہبر تلاش کرے اور اُس کا متبع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے
بر سرِ رہ میزند صد چنگ و دف
جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شبِ تار است پیش
راہ بہت دشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے
گر نگیری دستِ کس رفتی ز خویش
اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را ختم باید کرد نیز
مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے
کارِ حق را نیست پایاں اے غلام
اے لڑکے: اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را کرد باید اختتام
مثنوی کو ختم کرنا چاہیے
اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ
شد ز فیضِ مولویِ اولوی
مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدن طائرِ روح
خود پسند روح سے پرندکی پرواز عالیمقام شاہ
خود کام بسوی شاہِ عالیمقام
کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سُن کیا حکایت کر رہی ہے
منتہی قصدِ بدایت می کند
آخر ابتداء کا ارادہ کر رہا ہے
بازِ شہ اکنوں بسوی سلطاں پرید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اُڑ گیا
پردہای عاریت را بر درید
عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
تب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے
می شوم مر اصلِ خود را سرنگوں
میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں
شد نے من خالی از صوتِ انا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی
خالی از خود گشت و در نائی فنا
خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نے من گشت نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی
جز نَفَخْتُ فِیْهِ[2] در وے ہیچ نیست
بجز میں نے اس میں پھونکا کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے و خاکستر شدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا
در نیستاں رفتم و مضمر شدم
میں نیستان میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت
اے احمدؐ! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا
ماند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں تعیّن ہائے تست
میم کا دائرہ، تیرے تعینات ہیں
لاکن ایں را تا شود الّا چُست
ان کو لاؔ بنا تا کہ تیرا الّا چست ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فخ[3] بر پرم
وہ وقت آگیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں
رخت سوئے ملکِ لاہوتی برم
لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کزاں جا آمدم آنجا روم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں
با جمالِ یار بے پردہ شوم
یار کے حُسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد بر طورِ وجود
جب اُس نے وجود کے طور پر تجلی کی
گشت کاہِ کوہِ جسمانی چو دُود
جسمانی پہاڑ کا تنکا دھوئیں جیسا ہو گیا
خرّ موسیٰؑ صاعقا خاموش شد
موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے
رفت عقلِ جزوی و بیہوش شد
جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے
اللہ اللہ غیرِ اللہ نیست کس
اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے
اللہ اللہ گشت مارا ہم نفس
اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں!
ختم کن وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی
کلام کا لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے
از جنابِ مولانا جلال الدین
لئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ
ہُمام قُدِّسَ سِرُّہٗ
ہے ہمیشہ کے لئے اُن کا راز مقدس
علی الدّوام
کیا گیا

[1] مقتفی - پیچھے چلنے والا۔ اولوی - اولی بمعنی افضل کی طرف منسوب۔ منتہی - انتہا کو پہنچنے والا یعنی روح جو عالم ناسوت تک پہنچی ہے۔ بدایت یعنی روح عالم جبروت ... یعنی مادی پردے۔ نائی - نے نواز۔ [2] جز - حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ میں نے اُنہیں اپنی روح پھونکی۔ نیستان - ذات احد ... دورۂ میم - لوازم بشری لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه انانیت ختم ہو جانے کے بعد صرف ذاتِ خداوندی رہ جاتی ہے۔ [3] فخ - جال یعنی وجود مادی۔ طور، کوہ طور یعنی مادی جسم۔ دُود - دھواں۔ ہم نفس - ساتھی

شمسِ حقانی جلال الدیں ہمام[1]
خدائی سورج، جلال الدین، بزرگ
چونکہ خود فرمود وقتِ اختتام
چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انھوں نے فرمایا
باقیِ ایں گفتہ آید بے زباں
اس کا باقی، بغیر کہے، آجائے گا
در دلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہوگا
خواستم از روحِ پاکِ اُو مدد
میں نے اُن کی پاک روح سے مدد مانگی
خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد
(اور) اُن معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہلِ کرم گنجے بُوَد
اہلِ کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے
وعدۂ نااہل چوں رنجے بُوَد
نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
رشحہ[1] زاں بحر بر جانم بریخت
اُس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے
رشتۂ ما و منِ مارا گسیخت
ہمارے ما و من کے دھاگے کو توڑ دیا
با زبانِ بے زبانی خود بگفت
انھوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا
دُرہائے نغز را در سلک تفت
قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حدِّ سعیِ من نبُود ایں گفتگو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے
خود تو ایں دُر را چو آوردی زجو
خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو
دیں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رَوَد
یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یارا کجاست
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟
کز خورشیدے بجوید نورِ چاشت
کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے

خود تو دانی از تو شد رَدّ و قبول
آپ خود جانتے ہیں کہ رَد اور قبول آپکی جانب سے ہو
من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضول
میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ در پردہ بگفتی اے ہمام
اے بزرگ! آپ نے جو کچھ در پردہ فرمایا
ساز مقبول، اے ضیاء الحق حسام
اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرمالیں

مناجات بجنابِ قاضی الحاجات
قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا!
شام را دادی تو زلفِ عنبریں
تونے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را با شمعِ کافور اے کریم
اے کریم! دن کو کافوری شمع کے ساتھ
کردۂ روشن تر از عقلِ سلیم
تونے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کردیا
خوں بنافِ نافہ مُشکے کُنی
تو ناف کے خون کو مُشک کا نافہ بنا دیتا ہے
سنبل و ریحاں چرد پشکے کُنی
وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے تو مینگنی بنا دیتا ہے
قادر! قدرت تو داری بر کمال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے
انتَ رَبِّی انتَ حَسبِی ذوالجلال
اے ذوالجلال! تو ہی میرا رب ہے، تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربانِ احسانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں
کانِ احسانی بقربانت شوم
تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدنِ احسانی و ابرِ کرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے
فیضِ تو چوں ابر ریزاں بر سرم
تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا
تونے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی
زاں پس ایمان و نورِ اہتدا
اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسانِ تو اندر شمار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں
کے توانم با زبانِ صد ہزار
لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخواب و پاسبانِ من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے
من چو طفل و حرزِ جانِ من توئی
میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرفِ وقتِ خود کنم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں
بینی و از حلم می پوشی برم
تو دیکھتا ہے اور بردباری سے میری پردہ پوشی
روزیت را خوردہ عصیاں میکنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں
نعمت از تو من بغیرے می تنم
نعمت تیری ہے، میں غیر کے بھگر کاتتا ہوں
جملہ می بینی نگیری انتقام
تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے
از درِ حلم و کرم آئی مُدام
تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بر دلِ من سہ صد و شصت از نظر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں
می کُنی ہر روز اے ربُّ البشر
اے ربُّ البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطفِ بیکراں
لیکن میں بے حد مہربانی سے غافل ہوں
چشم دارم ہر زماں با این و آں
میں ہر وقت اِس اور اُس سے امید باندھتا ہوں
دوست را بر من نظر شد دوختہ
دوست کی نگاہ، مجھ پر جمی ہوئی ہے
حیف من با دیگراں دل توختہ
افسوس! میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہو

[1] ہمام۔ سردار۔ رشحہ۔ چھڑکاؤ، بار تقار۔ بلندی۔ برکرم۔ بر من۔

من گنہ آرم تو ستاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے
مجرم من آرم تو معذاری[1] کنی
میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بینی و خشم ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا
اے بقربانت چہ نیکو داوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا خدا ہے
در مصائب در حوادثہائے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حادثات میں
چونکہ بر من تنگ شد از درد کار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہوگیا
یار و خویشانم مرا بگذاردند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا
زار در دست غمم بسپاردند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دراں سختی رسد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟
در متاعبہا تو گشتی مدد
تکالیف میں تو مدد بنا ہے
در رسیدی زود بگرفتی مرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا
وارہاندی از ہمہ سختی مرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسان تو چوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ
گر زباں ہر مو شود لطف فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے
شکر و احسان ترا چوں سر کنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟
اندریں رہ گو قدم از سر کنم
اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں
جملہ از درہای احسانت پرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکر نعمت تو می کنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں
ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ بھی تیری ایک غنیمت نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا
اس شکر کا شکر کہاں سے بجا لاؤں؟
من کیم از دست توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہی ہے
دست و پا و ایں زبان و لفظ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر
عاریت از تست بے از ہیچ نکر[2]
بغیر کسی انکار کے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیق طاعت ہم ز تو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے
لطف تو بر ما نوشتہ صد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھدی ہیں
خود چہ شیرین ست نام پاک تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟
خوشتر از آب حیات ادراک تو
تیری معرفت، آب حیات سے بہتر ہے
نام تو چوں بر زبانم می رود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے
ہر بن مو از عسل جوئی شود
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیرین ست نام
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر میٹھا ہے
شیر و شکر می شود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق
اللہ اللہ، یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے
حرف حرفش میدہد جاں را رواق
اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردہ
اللہ اللہ، یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟
در چنیں برزخ چساں در پردہ
ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حبل المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی
کاعتصامش عرش را شد مرتقی
کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردہ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے
آشکارا ہستی و در پردہ
تو ظاہر ہے اور در پردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ نیستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں بالکل نیست ہوں
پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے
انت ربی انت حسبی یا جلیل
اے جلیل! تو میرا رب ہے، تو مجھے کافی ہے
اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود
اللہ اللہ، تیرے سوا کوئی وجود ہی نہیں
ہل تری الدیار فی دیر الشہود
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
اللہ اللہ لا الٰہ بہر چیست
اللہ اللہ، لا الٰہ کس لئے ہے؟
چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
جبکہ الا اللہ روشن سورج ہے
چشم ظاہر بیں بنفی آمد مقل
ظاہر بین آنکھ نفی کے ذریعہ رنج کرنے والی ہے
می تواں کردن بلی جہد المقل
دیکھ، نادار کی کوشش بلی بھی کے
اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسم ذات
اسم اعظم از برائے قرب اوست
اسم اعظم اس سے قرب کیلئے ہے
اللہ اللہ گو بر دتا سقف عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک لیجائے گا
پیش معراج تو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بنجائے گا

[1] معذار، بہت زیادہ عذرخواہ۔ داور، حاکم۔ متاعب، درد و رنج۔ ایں کہ نعمت کا شکر ادا کرنا بھی خداوندی نعمت ہے۔ [2] نُکر، انکار۔ ادراک، معرفت۔ مذاق، ذائقہ۔ رواق، خوش و مستی۔ دیار، چکر لگانے والا۔ دیر، بت خانہ۔

چوں برآرم دم باللہ الصمد
جب میں اللہ الصمد کا نعرہ لگاتا ہوں

چرخ نعرہ یٰلیتنی کنتُ زند[1]
آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے

اسمِ اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم! اسمِ اعظم ہے

جانِ جان و محییِ عظمِ رمیم
جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کرنے والا ہے

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ، میں خدا کے نام سے مست ہوں

می چکد از ہر رگم راوق جدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے

کز ما و من بر آورد ست گرد
جس نے ما و من کی گرد اڑا دی ہے

ریخت در جامم مئے از کاف و نون
کاف و نون کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے

لیس فیہا غول و لا ہم ینزفون
جس میں نہ انظم ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادہ و اکنوں مرا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لئے

نیست فرق از جان و تن و ز سر ز پا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جرعہ
جلال نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا

میزنم بر لوحِ وحدت قرعہ
میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں

رشحۂ بحرِ جلالش[2] بر دلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر

آمد و بربود ازیں آب و گلم
آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا

شورشِ بحرِ حسامی آمدست
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے

زیں صدف ایں در کنامی آمدست
اس سیپ سے یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلالؒ و ہم حسامؒ
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے

نخلِ جاں را داد سیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دیدی ہے

نورِ مہر و مہ بطورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا

سنگِ من زاں تاب یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بنجانا پایا

برادیم تافت چوں نجمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری ادھوڑی پر چمکا

عنبریں شد جملہ چوں مشکِ ختن
وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبودار بنگئی

پیش ازیں خلقے ز انفاسِ خوشش
اس سے پہلے بہت سے لوگ انکے اچھے سانسوں سے

مقتبس از نورِ عرفاں گشت و خوش
معرفت کے نور کے حاصل کرنے والے اور بھلے بنے

صد ہزاراں یافتند از مثنوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی

ارتقا سوئے صراطِ مستوی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

من ہم از فیضانِ انفاسِ جلالؒ
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے

در رسیدم تا جلیلِ ذوالجلال
جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دور از لطفِ اخوان الصفا[3]
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے

در رسید ایں بندہ ہم سوئے خدا
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے

ابرِ خوش سیراب سازد تربہ را
ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کرے

رو بحق آر و بکن ختمِ کتاب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کر دے

دم مزن واللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

ربنا فالحمد لک فی کل حال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے

انت معنی السر فی کل المقال
ہر قول میں معنیِ راز تو ہی ہے

انت مقصودی الیک وجہتی
تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رخ ہے

خالصا للہ کانت نہمتی
میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے

یا محیط الکل یا کہف الوریٰ
اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!

یا الٰہ العرش یا رب الثریٰ
اے عرش کے خدا! اے زمین کے رب!

کن انیس القلب و اختم لی بخیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر

انت حسبی انت کافی لیس غیر
تو مجھے کافی ہے تیرے لئے کفایت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں

در ختم و سالِ تاریخِ اختتامِ
مثنوی مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سالِ غیور
(الغفار) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا

غیرتِ حق داردش از غیر دور
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اسکو غیر سے دور رکھے

---

[1] یٰلیتنی کنتُ ـ آسمان یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں بھی ہوتا تو اس ذکر کرنے والے کی خاکِ پا بنتا۔ رمیم۔ بوسیدہ۔ راوق۔ شراب۔ غول۔ انظمن جو خمار کی حالت میں پیدا ہوتی ہے [2] بحرِ جلال یعنی مولانا جلال الدینؒ کا علم۔ بحرِ حسامی یعنی مولانا حسام الدینؒ کا علم۔ مہر و مہ یعنی مولانا جلال الدینؒ اور مولانا حسام الدینؒ۔ [3] اخوان الصفا برادرانِ صفا صوفیاء شمس تبریزیؒ۔ نہمہ خواہش۔ غیور ابجد کے حساب سے اس

دستِ غیر از دامنِ او[1] دُور باد

غیر کا ہاتھ اُس کے دامن سے دُور رہے

ہر کہ از نورش رمد بے نور باد

جو اُس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے

غیر آں کز یادِ حق بیگانہ است

غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے

در پئے دنیائے دُوں دیوانہ است

کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے

در پئے مالِ جہاں مجنوں بُود

دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو

حُبِّ جاہ او را بدل مکنوں بُود

اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ اَوْلَادُکُمْ

بیشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد

فتنۃ فرمود حقّ ذُوالحِکَم

حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے

تا توانی غیرِ حق را دُور کن

جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر

بعد ازاں عزمِ دژِ آں سُور کُن

اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر

باخودی بینی اگر ایں اختتام

اگر تو اس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا

خود بُرونِ در بمانی والسّلام

خود باہر رہ جائے گا، والسلام

وز خودی بیروں بر آ و یار باش

خودی سے باہر نکل اور یار بن

ور بہ پندارِ خودی اغیار باش

اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے تو غیروں میں سے رہ

بہر یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد

یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے

بہر رجمِ آں شیاطیں سنگ شُد

اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کیلئے پتھر ہے

دُخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں

ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل

کے شود بے صلح و رفعِ حرب و کیں

بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟

با دلِ صاف از برائے حق ببیں

خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ

از گلِ او تا بری بوئے یقیں

تاکہ تو اُس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے

ور نہ در چون و چرا آزارہاست

ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں

ہر کجا گُل ہست آنجا خارہاست

جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں

لفظ روپوش ست مقصد معنی ست

لفظ نقاب ہے اور معنیٰ مقصود ہیں

غیرِ حق جُستن ازیں لایعنی ست

اِس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے

حق بجُو و حق بگُو و حق بخواں

حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ

ہر زماں حق حق بگو حق را بداں

ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان لے

ہر کہ حق را جُست حقّانی ست او

جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے

رحمتِ حق بادِ رحمانی ست او

وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے

کارِ شیطانی مکُن شیطاں مباش

شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن

بر غبارِ جانِ کس آبے بپاش

کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر

وقت را با غیرِ حق ضائع مکُن

وقت کو غیرِ حق میں برباد نہ کر

بطن را پُر روح را جائع مکُن

پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ بنا

پردہ پندارِ تُست ایں نقشِ غیر

یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے

نیست جُز آں یک صنم در جملہ دَیر

تمام بُت خانہ میں اُس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے

فانی از خود شو بشو باقی بحق

اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن

سر دہد از باطنت ربُّ الفَلَق

ربُّ الفلق تیرے اندر سے نمودار ہوگا

مثنوی در شش مجلّد یک نواست

چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے

حاصلِ آں غوطہ در بحرِ فناست

اُس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے

گر رہِ حق بایدت ہشیار باش

اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے ہوشیار بن

غفلت از خود دور کُن بیدار باش

اپنے اندر سے غفلت دُور کر، بیدار بن

باش اوّل بر شریعت استوار

پہلے شریعت پر استقامت کر

بعد ازاں سوئے طریقت رو بیار

پھر طریقت کی جانب رُخ کر

گامِ اوّل مستقیمِ شرع شو

پہلے قدم پر شریعت پر جم

بعد ازاں راہِ طریقت را بَرو

اس کے بعد طریقت کا راستہ چل

تخلیہ با تحلیہ باید ضرور

آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے

تا نمائی بحرِ عرفاں را عبور

تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے

ایں سخن را نیست ہرگز اختتام

اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے

پس سخن کوتاہ باید والسّلام

تو بات کو مختصر کر دینا چاہیے، والسلام

قد تمّ الدفتر السادس من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

[1] او: خاتم، مکنون: چھپا ہوا، دژ: قلعہ - سور: چار دیواری، حصنِ حصین: مضبوط قلعہ -

فہرست عنوانات مثنوی مولانا رومؒ دفتر ششم

غرض نقشیست کز ما باز ماند
که هستی را نمی بینم بقائی
مگر صاحبدلی روزی برحمت
کند در حق این مسکین دعائی

تصانیف حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمہ
ہمارا اسلام
سبع سنابل
الصلوٰۃ
ہماری نماز
تفسیر سورۂ نور
فیصلہ ہفت مسئلہ
نور علی نور
روشنی کی طرف
عقائد اسلام
فرید بک سٹال
۳۸۔ اردو بازار لاہور